

خطۂ پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین خانقاہ معالیٰ
کے بزرگان دین کے حالات و خدمات کا ذکر جمیل

تذکرہ

مشارح الومہار شریف

از افادات

سراج العارفین شہناز تہتیت شارح مکتوبات المہربانی

ابوالعباس پیر محمد سعید احمد مجددی



آستانہ عالیہ آلومہار شریف سیالکوٹ (پاکستان)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ عظام کا شجرہ معنہ کے مطابق پہلا تحقیقی مجموعہ

تذکرہ

مشائخ اومہار شریف

از افادات

سراج العارفین شہباز طریقت شازح مکتوبات الام ربانی

ابو البیان پیر محمد سعید احمد مجددی سید فی العزیز

ترتیب و تدوین

محمد بشارت علی مجددی • محمد نوید اقبال مجددی

121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

پاکستان +92-55-3841160

نظم الاملا پبلیکیشنز



جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

بار اول مارچ 2009 تعداد 1,100

نمبرہ 800 روپے



ناشر
تنظیم الاسلام پبلی کیشنز

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan
Ph # : +92-55-3841160, Fax # : +92-55-3731933

Website: www.tanzeemulislam.org

E-mail: info@tanzeemulislam.org
tanzeemulislam@yahoo.com

اللَّهُمَّ

عَنِّي عَفْوٌ نَحِبُّ الْعَفْوَ فَاغْفِرْ
يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ

اغْفِرْ لِي يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ

يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ

يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ



صَلَّى اللَّهُ عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

الْأَهْلَاءُ

ارمغان نیاز بمضور نیاز

شمہباز اوج تفرید

شمسوار عرصہ تجرید

شمس المہند

خواجہ خواجگان

سَيِّدَانَا
حَضْرَتِ

چمن شاہ نوری

دائم الحضورى

فردوس العسورى

جنگے قدم میں سنت لزوم کی بدولت

○ خطہ پنجاب (پاکستان) میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا اولین روحانی مرکز قائم ہوا

جنگے فیضان صحبت اور توجہات قدسیہ سے

○ چارہ افراد خلافت مطلقہ اور ولایت خاصہ سے مشرف ہوئے

نیاز کیش

حیدرآباد محمد رفیع خواجہ مجاہدی

زیر تجاودہ و رگاز حضرت ابوالبیان عالیہ

کوچہ انوار

فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
58	بازگشت ... نگاہداشت	17	پیش لفظ
59	وقوف زمانی ... وقوف قلبی		باب اول
60	وقوف عددی	22	تقدیم
61	سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف	30	بیعت کی شرعی حیثیت
	باب دوم	36	اوصاف شیخ
		38	آداب شیخ
64	حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ	43	سلاسل طریقت
66	ارواح انبیاء پر توجہ	44	سلسلہ نقشبندیہ
66	شہکار ربوبیت	45	سلسلہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ
67	ولادت، رضاعت	48	نسبت نقشبندیہ مجددیہ کی انفرادیت
68	شق صدر	48	بدعت فی الطریقت
69	بعثت مقدمہ	49	اپنی طریقت کی حفاظت اہم ترین امر ہے
69	اسم ذات اور نزول کتاب	51	نسبت نقشبندیہ
71	پیغام بعثت	53	اصطلاحات نقشبندیہ
73	دعوت اسلام کے تین ادوار	53	ہوش دردم
74	ہجرت حبشہ	54	نظر بر قدم
75	ہجرت مدینہ	55	سفر در وطن
77	حضور کا طریق تزکیہ و تعلیم	56	یاو کرد
81	وصال پر ملال	57	یادداشت
82	حیات النبی ﷺ		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
115	<u>حضرت امام قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ</u>	82	اربعین نبوی علی صاحبہا الصلوٰات
115	تعارف و تربیت	89	<u>حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ</u>
116	نسبت باطنی..... فقیہہ مدینہ	89	نام و نسب قبول اسلام
118	<u>حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ</u>	90	تبلیغ اسلام
118	نام و نسب... نسبت علوی و صدیقی	=	منفذ داعزاز جذبہ ایثار سے سرشار
119	ملفوظات	91	رفاقت نبوی اور معیت الہی
120	وصال	92	ضمینیت کبری
121	<u>حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ</u>	93	رضوان اکبر
121	نام و نسب	95	نسبت صدیقی
123	کمالات	97	متخلق باخلاق اللہ
125	وصال	98	بیعت صدیقی
126	<u>حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ</u>	99	خطبہ خلافت
126	نام و نسب آمد کی بشارت	100	اندرونی خلفشار کا انسداد
127	والادت تصرفات و کمالات	102	اسلامی فتوحات کا آغاز
129	ملفوظات وفات	102	مقام مشاہدہ
130	باقیات صالحات	103	ملفوظات شریفہ
131	<u>حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ</u>	107	باقیات صالحات، وفات حسرت آیات
131	تعارف جستجوئے حق	109	<u>حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ</u>
132	باطنی امتساب	109	تعارف و فضائل
132	شیخ بسطامی اور روایت حدیث	110	باطنی امتساب
133	کمالات	112	تعارف، ملفوظات شریفہ
134	ملفوظات	113	وفات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
160	<u>خواجہ بوعلی فارمدی قدس سرہ</u>	138	وصال
160	تعارف باطنی انتساب	139	<u>خواجہ محمد بن اسماعیل مغربی قدس سرہ</u>
160	تحصیل علم	139	تعارف باطنی انتساب
161	روحانی تربیت	140	کرامات ملفوظات
162	شرف دامادی مسند ارشاد	141	وفات
162	خانہ وفات	142	<u>خواجہ اعرابی بایزید عشقی قدس سرہ</u>
163	<u>خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ</u>	=	باطنی انتساب
163	نام و نسب تعلیم و باطنی نسبت	143	<u>ابوالمظفر مولانا ترک طوسی قدس سرہ</u>
164	مجدد دوراں غوث اعظم کا استفادہ	=	باطنی انتساب
165	تصرفات و کمالات	144	<u>خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ</u>
166	تصانیف وفات خانہ	144	تعارف
167	<u>خواجہ عبدالحق عجد وانی قدس سرہ</u>	145	باطنی انتساب عبادت و ریاضت
167	نام و نسب	146	علوم مرتبت شیخ خرقان بحیثیت محدث
168	شیخ سبق باطنی انتساب	147	شیخ خرقان اور سلطان محمود
169	مستجاب الدعوات ملفوظات	148	خرقہ شیخ خرقان اور فتح سومنات
170	وفات خلفاء	149	خواجہ خرقانی کا مصلیٰ
171	<u>خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ</u>	150	خواجہ خرقانی اور بوعلی سینا، حقیقت و مجاز
171	ولادت باطنی انتساب	151	تصنیفات وفات ملفوظات
171	وفات	156	<u>خواجہ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ</u>
172	<u>خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ</u>	156	تعارف
172	تعارف باطنی انتساب، ذکر جبر	156	شیخ یگانہ
173	ذکر جبر کس کے لئے درست ہے	159	ملفوظات تصنیف وفات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
190	باطنی امتساب نقشبندی کی وجہ تسمیہ	174	علوم مرتبت کرامت
190	طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت	175	وصال
191	فرمودات قدسیہ	176	خواجہ علی عزیزاں قدس سرہ
192	نیت کی درستگی	176	نام و لقب باطنی امتساب
193	نماز میں حضور	177	شیخ سمنانی کے تین سوال
195	ذکر خفی کی حقیقت	177	توجہ اتالیقی
195	کمالیات و تصرفات	178	ملفوظات رسالہ عزیزان
196	تصور شاہ نقشبند	179	وصال خلفاء
198	وصال پر ملاں خلفاء	180	خواجہ بابا محمد سمانی قدس سرہ
199	خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ	180	نام باطنی امتساب
199	نام باطنی امتساب	181	حضرت شاہ نقشبندی تربیت
200	بانی طریقہ علائیہ	183	وصال خلفاء
200	فیض صحبت	184	خواجہ سید امیہ کمال قدس سرہ
201	فرمودات	184	نام و نسب
202	وصال	185	باطنی امتساب فتح کی بشارت
203	خواجہ یعقوب چہرخی قدس سرہ	186	ملفوظات
203	ولادت باطنی امتساب	187	وصال
204	بیعت خولہ احرار	188	تذکرہ
205	تصانیف		باب سوم
206	ذوق شعری ملفوظات		
207	خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ	189	خواجہ شاہ نقشبندی رانی قدس سرہ
207	نام و نسب	189	نام و نسب آمدنی بشارت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
228	ہندوستان میں آمد - توجہ و اتحادی	208	علمائے مصر کا اعتراف - علوم مرتبت
228	وصال	209	ترویج شریعت
	باب چہارم	210	شاہانہ انداز
229	حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ	211	تصرفات
229	نام و نسب - خطہ سرہند کا پس منظر	212	ملفوظات
231	شواہد التجدید	215	وصال
235	اولیاء سائبقین کی نظر میں	216	خواجہ محمد زاہد و خشی قدس سرہ
236	علوم شریعت میں مقام	216	نام و نسب - باطنی انتساب
238	علوم طریقت میں مقام	217	غیرت خواجہ
242	تجدیدی کارنامے	218	وصال
250	وصال	219	خواجہ درویش محمد قدس سرہ
250	ملفوظات	219	تعارف و نسب - سبب شہرت
261	خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ	220	سلب نسبت
261	تعارف	221	وصال
262	ایام طفولیت	222	خواجہ محمد املنگی قدس سرہ
263	تحصیل علم - سلوک کی تکمیل	222	نام و نسب - باطنی انتساب
264	مستد ریس	223	اوصاف حمیدہ - ملفوظات
265	ترویج شریعت و احیائے سنت	224	وصال
269	طریقہ مجددیہ کی اشاعت	225	خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ
270	لنگر معصومیہ	225	نام و نسب
271	تصرفات	226	تحصیل علوم - اویسیت
273	تصانیف عالیہ	226	باطنی انتساب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
295	<u>خواجہ سید محمد جمال اللہ قدس سرہ</u>	274	ملفوظات
295	نام و نسب	275	<u>خواجہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ</u>
296	تحصیل تعلیم، بیعت و ریاضت	275	ولادت باسعادت
297	خرقہ خلافت..... وطن واپسی	276	تعلیم - قومیت کی بشارت
298	معمولات..... مسند دعوت و ارشاد	277	مسند ارشاد - بادشاہ وقت کی حاضری
299	تعمیل ارشاد کی نادر مثال	279	زیارت حرمین
301	تصرف روحانی	280	برزنجی کا انجام
302	وفات	282	معاصرین - باقیات صالحات
303	<u>خواجہ سید محمد عیسیٰ قدس سرہ</u>	282	وفات
303	نام و نسب..... تعلیم و تربیت	284	<u>خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ</u>
304	دیدار فرحت آثار	284	نام و نسب
305	خاک شفاء	285	تعلیم و تربیت
307	میرے خضر تو آپ ہیں	286	زیارت حرمین
308	وفات..... باقیات صالحات	286	خلعت قومیت
310	<u>خواجہ فیض اللہ تیراہی قدس سرہ</u>	287	نادر شاہ
310	تعارف تعلیم	289	معمولات مبارکہ - علوم مرتبت
311	فوج سے وابستگی باطنی امتساب	290	وفات
311	وطن واپسی	291	<u>خواجہ سید قطب الدین حیدر قدس سرہ</u>
312	وفات	291	نام و نسب - علمی مقام
312	تصرفات	292	باطنی امتساب - زیارت حرمین
313	فیضان نظر	293	وفات
314	خلفاء		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
345	کرامات	315	خواجہ نور محمد قدس سرہ
356	احترام شیخ، باقیات صالحات	315	چورہ شریف کا محل وقوع
357	خلفاء	316	بانی چورہ شریف ولادت
	باب پنجم	317	بشارت تعلیم
	مشائخ آلومہار شریف	318	بیعت تیرہویں صدی کے مجدد
361	عشق و مستی کا حسین دلکش نگر آلومہار	319	ارشادات
362	آلومہار شریف کا محل وقوع	323	وفات معمولات
363	سید محمد جیون شاہ قدس سرہ	324	تصرفات و کرامات
364	خواجہ سید چمن شاہ نوری قدس سرہ	331	باقیات صالحات
365	ولادت	332	خلفاء
365	اٹھارویں اور انیسویں صدی کے حالات	334	خواجہ محمد نامدار شاہ قدس سرہ
366	آلومہار میں آمد تعلیم و تربیت	335	اسم گرامی و لقب، مقام و تاریخ ولادت
367	تلاش مرشد	335	وجہ لقب تعلیم
371	دربار چوراہی میں خدمت و خلافت	335	جذب الہی و بیعت
372	مسند ارشاد	336	خدمت و ریاضت
373	فیض عام	337	اجازت و خرقہ خلافت
374	حلیہ مبارک لباس	337	تبلیغ و ارشاد
375	خوراک معمولات	339	پہلا تبلیغی دورہ پنجاب
376	کیفیت مراقبہ		شجرہ فارسی اترولی شریف سے چند
376	نوری دائم الحضور	341	اقتباسات
378	روحانی تربیت کا طریقہ	342	روحی محبت کا اظہار
		343	مجدد ثانی وصال

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
417	گوجرانوالہ کا دورہ، شہر لاہور میں استقبال		قریضہ حج کی ادائیگی اور دربار رسالت سے تحفہ
418	رفعت شان اور انگریزوں کا اظہار تعجب	379	جنت کی بشارت
419	سرہند شریف کی حاضری..... سفر دہلی	380	وصال
421	انگریز حکومت کو تشویش	381	قطعہ تاریخ وصال
422	مرکز فیض نقشبندیہ	382	کمالیات و کرامات
423	اجتماع اولیاء	383	صاحبزادگان خلفاء
423	پیر لاٹانی اور محدث علی پوری	397	خلفاء کا منظوم تذکرہ
424	میاں شیر محمد شرچوری پر توجہ	399	شمس البند کے تادیر خطوط
425	مقام توکل	402	خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ
	فتنہ مرزائیت پر فتح یابی کے لئے	405	ولادت باسعادت
426	محدث علی پوری کی حاضری	405	مادر زادوی حضرت ہادی پاک کا فرمان
427	وصال	406	حصول فیض
429	حلیہ مبارک... لباس... معمولات	407	لقب حضرت ثانی کی وجہ تسمیہ
430	اخلاق و اطوار... سفر میں معمولات	408	فیضان شمس البند کے امین
431	ملفوظات قدسیہ	409	شمس البند کے وصال کے بعد مشکلات
448	کرامات و تصرفات	410	تقریب سجادہ نشینی
459	باقیات صالحات	411	پہلا بیعتی دورہ
460	صاحبزادہ سید نور حسین شاہ قدس سرہ	412	تیسرا بیعتی دورہ
460	کرامت بعد از وصال	413	خلفاء کا دورہ اور ساجد میں قیام
462	قطعہ تاریخ وصال	414	خلفاء کا دورہ اور زیارت
463	صاحبزادہ سید فضل حسین شاہ قدس سرہ	415	طوائف کا توہین کرنا
463	صاحبزادہ سید منظور حسین شاہ قدس سرہ	416	چوہدری شریف: تخیال شریف کی حاضری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
515	دیگر خلفاء	464	خلفائے عظام
525	صاحبزادہ سید فیض الحسن قدس سرہ	464	خواجہ رکن الدین قدس سرہ
526	خطیب الاسلام کی قلمی تصویر		رسالہ اثبات تصور شیخ (تصنیف لطیف)
526	ولادت	473	حضرت کے نادر عکسی مکتوبات
529	تعلیم و تربیت	487	خواجہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ
529	ازدواجی زندگی کا آغاز	489	ولادت بچپن
532	علامہ اقبال اور خطیب الاسلام	489	تعلیم و تربیت خطبہ جمعہ
532	سجادہ نشینی	491	مجسٹریٹ درجہ اول
541	قادیانیت پر پہلی ضرب	491	ازدواجی زندگی کا آغاز
546	مجلس احرار میں شمولیت	492	شجاعت و بہادری
547	قادیان میں خطیب الاسلام کی لکار	493	حضرت خطیب الاسلام کی ولادت
550	تحریک مسجد شہید گنج	494	سجادہ نشینی زیارت نبوی
553	قافلہ سالار تحریک حریت	496	پہلا تبلیغی و روحانی دورہ
554	خطیب الاسلام کی گرفتاری	498	فیضان داتا گنج بخش ملی خدمات
555	خطیب الاسلام کی جرأت رندانہ	500	مقام توکل
557	پیر لاثانی کا فرمان	503	تصرفات
560	خطیب الاسلام اور تحریک پاکستان	506	وصال
562	قیام پاکستان	510	حلیہ مبارک، معمولات
563	خطیب الاسلام اور جہاد کشمیر	511	اولاد امجاد، دو صاحبزادے
563	ایک تلخ حقیقت	512	خانقاہ معصوماں
564	خطیب الاسلام اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء	514	خلفاء عظام
567	جسٹس منیر انکوائری رپورٹ	515	خواجہ عونی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
608	تعلیمی اصلاحات	569	تحریک سول نافرمانی کا پہلا ڈکٹیٹر
609	اساتذہ کا کردار..... مزدور کا مسئلہ	572	خطیب الاسلام کی گرفتاری اور مارشل لاء
611	تعزیرات سزا ہیں..... دوائیں نہیں	573	ایام اسیری
612	مفت انصاف، اسلامی طرز انتخاب	574	جمعیت العلماء پاکستان میں شمولیت
613	شدید علالت اور غیر معمولی صبر و تحمل	576	جمعیت کی صدارت
614	وصال پر ملال	578	صدارتی انتخاب اور عورت کی سربراہی
618	گوجرانوالہ کی تاریخ کا عظیم جنازہ		کا مسئلہ
624	آخری دیدار	581	ایوب خاں کی حمایت حقوق اہل سنت
627	قطعہ تاریخ وصال		کا تقاضا تھا
628	تعزیتی پیغامات	583	شیخ الاسلام کا اعتراف
629	مناقب	584	خطیب الاسلام کے حامی علماء و مشائخ
637	شہر یار اقلیم خطابت	585	خطیب الاسلام اور جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء
645	گلستان خطابت کے چند پھول	587	جمعیت کی صدارت سے سبکدوشی
652	فصاحت و بلاغت	589	سیاست میں دوبارہ فعال کردار
654	منطقی طرز استدلال	591	حضرت خطیب الاسلام کے دو خطوط
658	منظ کشی کا کمال	595	خطیب الاسلام اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء
660	حضرت خطیب الاسلام کا روحانی مقام	597	سنی مورخین سے شہرہ
675	شیخ مجدد سے قلبی رابطہ	598	مشائخ کا فرانس سے خطاب
677	ولایت علیا	600	سجہ و زبانی عمل
681	وحدت الوجود اور وحدت الشہود	602	نعرہ حق
682	صاحب حاضری و حضوری	604	اسلام کا تسور قومیت
684	ذات حضرت علی المرتضیٰ میں فنایت	606	شہری دفاع کی تعلیم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
777	وصال، اولاد امجاد، خانقاہ	688	قسیم فیوضات امام جعفر صادق
778	صاحبزادہ سید مرتضیٰ امین شاہ مدظلہ	689	فیضانِ غوث الاعظم جنت کی سیر
779	ولادت	690	چورہ شریف کا احترام
779	پروردہ آغوش ولایت	691	سات ولیوں کی گود میں
779	تعلیم	692	انداز تربیت
780	سجادہ نشینی	693	خطیب الاسلام کی شاعری
781	آغاز خطابت	697	خطیب الاسلام کی نثر نگاری
782	میدان سیاست میں	723	خطیب الاسلام کی بذلہ سخی
782	ازدواجی زندگی	744	بحیثیت ہومیو پیتھک معالج
783	خانقاہ	756	اولاد امجاد
783		760	صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ مدظلہ
		760	خانقاہ
		763	صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ قدس سرہ
		765	ولادت، تعلیم
		765	بیعت و تربیت
		766	ازدواجی زندگی، عملی زندگی
		767	نیابت، سجادہ نشینی
		768	قوت بیان
		770	توکل، اتباع سنت کا جذبہ
		771	فرمودات
		772	کرامات
		773	معمولات

پیش لفظ



نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

برصغیر پاک و ہند میں اولیائے کرام ہی توحید کی سطوتوں اور اسلام کی عظمتوں کے نقیب و پاسدار ہیں اور انہی کی خدمات جلیلہ اور توجہات قدسیہ اس خطے میں اسلامی اقدار کی نگہدار ہیں۔ علماء نے مساجد میں صور اسرافیل پھونکا تو اولیاء نے دلوں کے بت کدوں میں اذانیں دیں۔ انہوں نے زبانوں اور چہروں کو پر نور بنایا تو انہوں نے دیدہ و دل و گمگلوں بنا دیا۔ اگر علماء نے علم و ادب سکھایا تو اولیاء نے یقین و عشق کا درس دیا۔ علم و یقین اور ادب و عشق کا حسین امتزاج ہی تکمیل دین کی علامت ہے۔ بقول اقبال مرحوم

دین سراپا سو ختم اندر طلب
انتہائش عشق آغازش ادب

سلسلہ نقشبندیہ کے پہلے بزرگ جنہوں نے ہندوستان میں اس سلسلہ کی

تعلیمات اور فیوض و برکات کو عام کیا۔ وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی قدس سرہ العزیز ہیں اس سلسلہ کی عظمت اور وسعت کی واضح علامت آپ کے مرید صادق امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ العزیز ہیں۔ جن سے یہ سلسلہ شہرہ آفاق ہوا اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں طریقت نقشبندیہ کی روشنی پھیل گئی۔ جس نے مردہ دلوں کو زندہ اور تاریک دلوں کو روشن کر دیا۔ اس سلسلہ کی روشنی پھیلی تو پنجاب میں ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ آلو مہار شریف میں بھی اس سلسلہ کا اولین روحانی مرکز قائم ہوا جس سے ایک دنیا فیض یاب ہونے لگی۔

اشرافِ آلو مہار شریف میں پہلے بزرگ حضرت سید محمد جیون شاہ ہوئے ہیں جو حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے آپ کا خاندان خراسان میں حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز تھا۔ منشاء ایزدی کے مطابق اس خاندان نے حکمرانی کو خیر باد کہہ کر فقر و رویشی کی زندگی اختیار کر لی۔ چنانچہ یہ خاندان خراسان سے ہجرت کر کے پہلے بھکر اور پھر آلو مہار شریف میں قیام پذیر ہوا۔ اس خاندان کے پہلے بزرگ حضرت سید محمد جیون شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ وہ شیر پر سواری کیا کرتے تھے اور سانپ کا چابک ہاتھ میں رکھا کرتے تھے اور اپنے دور میں شاہ شیر سوار کے نام سے مشہور تھے۔

آلو مہار شریف کا نام جس شخصیت کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا وہ شمس البند حضرت خواجہ سید محمد چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ ہیں آپ کا وجود اس علاقہ میں اٹھارہویں صدی کے آخر میں ظہور پذیر ہوا۔

ان کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ، حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ اور خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے دور میں خدمت اسلام کی شمع روشن رکھی اور طریقت نقشبندیہ کو خوب رونق بخشی۔

مشائخ آلومہار شریف کا نام ہی ان مردانِ باخدا کے نعرہ ہائے مستانہ کی صدائے بازگشت ہے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے دیر و حرم میں یکساں آذانِ حق بلند فرمائی اور چار دانگ عالم میں اسلام کا پرچم لہرایا اور آج ان بوریائیں فقیروں کے کردار میں گلیم بوذر و دلقِ اولیس و فقرِ جنید کی بو باس رچی بسی ہے۔

شاہراہِ حیات پر ان کا ہر نقش قدم رہروانِ راہِ صفا کے لئے خضرِ راہ ہے۔ مادیت اور تشکیک و اضطراب کے اس بھیانک دور میں ان کی سیرت کا مطالعہ حق کے متلاشیوں کے لئے بفضلہ تعالیٰ روشنی کا مینار ہے۔ اسی جذبہ کے تحت یہ فقیر اپنے قارئین کی خدمت میں "تذکرہ مشائخ آلومہار شریف" پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے تاکہ ہماری نسل نو مشائخ آلومہار شریف کے عظیم کارناموں سے مستفیض ہو سکے۔

مشائخ آلومہار شریف کے حالات و خدمات کا بنیادی ماخذ "تذکرہ مشائخ امینیہ" ہے۔ جو ہمارے دادا مرشد زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ (خلیفہ خاص آلومہار شریف) نے ۱۹۶۰ء میں تحریر فرمایا اور حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ کی خدمت میں پیش کر کے منظوری حاصل کی۔ بحمدہ تعالیٰ یہ قلمی نسخہ ابوالبیان لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس میں بیان کردہ جملہ حالات و واقعات انہوں نے اپنے والد گرامی قطب الاولیاء حضرت خواجہ رکن الدین آلومہاروی قدس سرہ سے براہِ راست سنے۔ یاد رہے کہ حضرت خواجہ صاحب، شمس البند حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوری دائم الحضور کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے اور چار پشتوں تک اپنے پیر خانے کی خدمت پر مامور رہے۔

علاوہ ازیں تذکرہ مشائخ آلومہار شریف ہمارے مربی و مرشد شارحِ مکتوبات

امام ربانی سراج العارفین ابوالبیان علامہ پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ کی مختلف تحریروں، تقریروں اور دروس تصوف کے اقتباسات کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے آپ کے اسم گرامی سے ہی موسوم کیا گیا ہے۔ دوران ترتیب درج ذیل تذکار شریفہ پیش نظر رہے۔

۱..... جواہر علویہ تذکرہ خواجگان نقشبندیہ تالیف مولانا محمد روف احمد فاروقی مجددی خلیفہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہما

۲..... مشائخ نقشبندیہ مجددیہ تالیف حضرت مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۳..... تذکرہ مشائخ نقشبندیہ تالیف علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

۴..... جواہر نقشبندیہ تالیف مولانا محمد یوسف مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۵..... انوار الکریم تالیف انیس احمد شیخ

۶..... حضرت مجدد الف ثانی تالیف مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۷..... تاریخ مشائخ نقشبندیہ تالیف محمد صادق قصوری جماعتی

۸..... تاریخ مشائخ نقشبندیہ تالیف پروفیسر محمد عبدالرسول للہی

۹..... سلسلہ نقشبندیہ کی روشن کرنیں تالیف مولانا روح اللہ غفوری

۱۰..... تذکرہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدہ تالیف محمد یوسف کیفی

۱۱..... تذکرہ نقشبندیہ خیرہ تدوین صوفی محمد اسرائیل الخیری

۱۲..... سیرت طالب مع تذکرہ خواجگان نقشبندیہ

ان تمام تذکار میں مشائخ نقشبندیہ کا ذکر بطریق اویسیت کیا گیا ہے بحمدہ تعالیٰ

تذکرہ مشائخ آلومہار شریف میں مشائخ نقشبندیہ کا معنعن و متصل ذکر خیر کیا گیا ہے۔

جن مشائخ کے اسماء طریق اویسیت میں مفقود تھے۔ انہیں تلاش بسیار کے بعد شامل

اشاعت کیا گیا ہے اس لحاظ سے یہ تذکرہ بطریق معنعن و متصل پہلی علمی کاوش ہے۔

اظہار تشکر

اس کتاب کی تالیف و تسوید میں جن کرم فرماؤں نے اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ فقیر ان سب احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ جگر گوشہء خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ آلومہار شریف، پروردہ آغوش ولایت حضرت صاحبزادہ پیر سید مرتضیٰ امین شاہ (زیب سجادہ آلومہار شریف)، محترم پروفیسر محمد اقبال مجددی لاہور، محترم پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس لاہور، محترم پروفیسر مجیب احمد صدر شعبہ تاریخ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، محترم پروفیسر محمد اقبال جاوید گوجرانوالہ، محترم پروفیسر محمد اکرم رضا گوجرانوالہ، محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم ورک گوجرانوالہ، محترم پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد اعجاز سیالکوٹ، قاضی محمد امین انجم (گلکھڑ) جنہوں نے سادات آلومہار شریف کے مخطوطات و نوادرات مہیا کئے جو قاضی لاہری گلکھڑ میں محفوظ ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین اور طباعت و اشاعت میں ابوالبیان ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور تنظیم الاسلام گرافکس کی محنت قابل ستائش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ اللہم آمین بحجاء النبی الامین علیہ التحیة و التسلیم

قارئین سے التماس ہے کہ اس کتاب میں اگر کوئی علمی و تحقیقی نقص پائیں تو دامن فنو میں جگہ دیتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کردی جائے۔

حیدرآباد فیضانِ اسلام

سجادہ نشین اکادمی طہارت و ابوالبیان لاہور

تقدیم



دین اسلام ایسا عالمگیر مذہب ہے جس سے مخالف قوتیں ہمیشہ خائف رہی ہیں۔ انہیں اسلام کے ظاہری نظام سے بھی زیادہ خطرہ اس کے باطنی نظام (خانقاہی نظام) سے رہا ہے۔ انہیں علماء کے مواعظ سے اتنا خدشہ نہیں رہا جتنا صوفیاء کی نگاہوں سے رہا ہے۔ جو اسلام کو روحانی توجہات کے ذریعے لوگوں کے قلب و جاں میں اتار کر ان کی فکری و اعتقادی آب یاری کرتے رہے ہیں

یہ صوفیاء القائے فیض کے ذریعے لوگوں کے سینوں میں معرفت الہی اور عشق نبوی کی شمع روشن کرتے رہے۔ انہیں نفوس قدسیہ کی برکات سے اہل اسلام مرتبہ احسان پر فائز المرام ہوتے رہے ہیں۔

غیر مسلم محققین کی تحقیق اور تجزیہ یہ ہے کہ طاغوتی طاقتوں نے دین اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہزار جتن کئے مگر جب بھی اسلام کی کشتی ڈمگانے لگتی ہے تو اہل نظر خانقاہ نشین صوفیاء اسے سہارا دے دیتے ہیں جیسا کہ وسطی ایشیاء میں ستر برس تک جابرانہ روسی تسلط رہا۔ اسلامی افکار اور مذہبی اقدار پر قاہرانہ پابندیاں رہیں مگر وہاں بھی صوفیاء کرام زیر زمین رہ کر سینہ بہ سینہ دین اسلام کا احیاء و القاء کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو نہی روسی تسلط ختم ہوا۔ کئی اسلامی ریاستیں منصفہ شہود پر آگئیں۔ اسی لئے

غیر مسلم مفکرین نے خانقاہی نظام (مرتبہ، احسان و تصوف) کے خلاف گذشتہ دو صدیوں میں خوب زہر پھیلایا اور اپنے افکارِ مذمومہ کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے مسلمانوں کے اندر سے ایجنٹ خریدے جو مسلمانوں کے روپ میں حقیقتِ اسلام (احسان و تصوف) کے خلاف زہر اگلتے رہے رہیں۔ مطالعہ و تحقیق کے بعد اس فکر کے حاملین تین طبقات سامنے آتے ہیں۔

۱..... غیر مقلد طبقہ ۲..... مودودی طبقہ ۳..... سیکولر طبقہ

غیر مقلد طبقہ

یہ طبقہ صرف ظاہر شریعت کا قائل ہے ان کے نزدیک مرتبہ احسان و تصوف کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس لئے یہ اسلام کے روحانی نظام کے منکر ہیں یہ مسالک فقہاء (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) اور سلاسل صوفیاء (نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ) کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

مودودی طبقہ

اس طبقہ نے بھی یورپی تعلیمات سے متاثر ہو کر مرتبہ احسان و تصوف کو نشہ وافیون کہہ کر اسے مسلمانوں کے لئے ضرر رساں قرار دیا ان کا موقف ہے کہ جس طرح افیون بالآخر بندے کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے ایسے ہی احسان و تصوف مسلمانوں کی ہلاکت کا ذریعہ ہے۔ (العیاذ باللہ سبحانہ) جیسے ذیابیطس کے مریض کو میٹھی اشیاء سے پرہیز کرنا چاہئے ایسے ہی مسلمانوں کو احسان و طریقت سے بچنا چاہئے۔

سیکولر طبقہ

یہ مادر پدر آزاد رسمی مسلمانوں کا گروہ ہے جن کے قلب و نظر میں روح اسلام پیوست نہیں ہوئی اسلامی تعلیمات و شعار اور دینی حدود و تعزیرات کا مذاق اڑانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اسلامی افکار و نظریات اور طریق صوفیاء کے فروغ و احیاء میں یہ لوگ حائل ہوتے ہیں، اکبر الہ آبادی نے انہی کے متعلق کہا تھا۔

نہ سیکھا دین رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں
کیا کہوں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے کیا نوکر ہوئے پینشن ملی اور مر گئے

احسان

فاضل اجل علامہ شریف جرجانی (م ۸۱۶ھ) رقم طراز ہیں:

هُوَ التَّحَقُّقُ بِالْعِبُودِيَّةِ عَلَى مُشَاهَدَةِ حَضْرَةِ الرَّبُّوبِيَّةِ بِنُورِ
الْبَصِيرَةِ ۱ یعنی سالک کا عبادت کی حالت میں نور بصیرت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا
مشاہدہ کرنا احسان کہلاتا ہے۔

”احسان یہ ہے کہ بندہ عبادات و طاعات کو اس طرح سنوار کر پیش کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے انوار و آثار کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ عبادت میں سب سے اعلیٰ تصور یہ ہونا چاہئے کہ خدا میرے سامنے ہے اور میں اس کے سامنے ہوں اور کم از کم یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے۔ یہی مراقبہ احسان ہے اور یہی ہر عمل کی جان ہے اور احسان کی اس عملی صورت کا نام تصوف و طریقت ہے“۔ ۲

مرتبہ احسان شریعت اسلامیہ کے اجزاء ثلاثہ میں سے ایک اہم جزو ہے اس پر بطور استشہاد حدیث جبریل پیش خدمت ہے۔

حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام بصورت بشری بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ایمان اور اسلام کی بابت استفسار کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا تیسرا سوال عرض کیا

مَا لِإِحْسَانٍ كَمَا هُوَ؟ آپ نے فرمایا

أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ۗ

تم اللہ کی عبادت یوں کرو جیسے اسے دیکھ رہے ہو اور اگر نہ دیکھ سکو تو سمجھو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اسی مرتبہ احسان کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ (م ۸۵۲ھ) نے یوں بیان فرمائی۔

مرتبہ احسان کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ بندہ مومن کے قلب پر معرفت الہیہ کا اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ حق میں یوں کھوجائے، گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ مقام مشاہدہ پر فائز تو نہ ہو مگر اس کے ذہن میں ہمہ وقت یہ بات مستحضر رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ ۲

حضرت ملا علی قاری قدس سرہ (م ۱۰۱۴ھ) نے مرتبہ احسان کی جو شرح فرمائی ہے وہ بتیغیر سے ملخصاً پیش خدمت ہے احسان کا پہلا مرتبہ عارف کے احوال اور اس کی تقابلی واراتی طرف اشارہ ہے۔

دوسرا مرتبہ عابد کے علم کی طرف اشارہ ہے گویا احسان کا مرتبہ اول مقام مشاہدہ ہے اور مرتبہ ثانی مقام مجاہدہ ہے۔ ۳

۱۔ صحیح مسلم قرآن، ص ۱۱۱، فتح الباری، شرح بخاری، جلد اول، ۳، مرقات، شرح مشکوٰۃ، جلد اول

اہل اللہ فرماتے ہیں کہ فان لم تکن تراہ اس جملے کے دو جز ہیں فان لم تکن جدا ہے اور تراہ جدا۔ فان لم تکن شرط ہے اور تراہ اس کی جزا ہے فان لم تکن میں حصول مشاہدہ کا طریقہ بتایا گیا کہ اگر تو نہ رہے تراہ پھر اسے دیکھ لے گا یعنی جب تجھے مقام فنا حاصل ہو جائے گا تو تجھے مقام مشاہدہ نصیب ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں دین کو تین اجزاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایمان، اسلام اور احسان۔ ایمانیات علم کلام کی صورت میں، اسلام علم فقہ کی صورت میں اور مرتبہ احسان اخلاص و تصوف کی صورت میں مدون ہوئے۔

یہ تینوں اجزاء و شعبہ جات باہم ملنے سے دین اسلام کی تکمیل ہوتی ہے کسی ایک جز کو بھی ترک کر دیا جائے تو دین ادھورار ہتا ہے اسی مفہوم کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز (م ۱۰۳۴ھ) نے یوں بیان فرمایا

شریعت راسہ جزو است علم و عمل و اخلاص تا این برسہ جزو متحقق نشوند شریعت متحقق نشود و چوں شریعت متحقق شد رضائے حق سبحانہ و تعالیٰ حاصل گشت کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ و اخرویہ است!

شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص جب تک یہ تینوں اجزاء ثابت نہ ہوں اس وقت تک شریعت ثابت نہیں ہوتی اور جب شریعت ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگئی جو کہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے اوپر ہے۔

مرتبہ احسان کا حصول تزکیہ نفس پر موقوف ہے تزکیہ نفس پر ہی فلاح دارین کا انحصار ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى - تزکیہ نفس کے لئے کسی مزکی کی ضرورت ہے رب العالمین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض بعثت میں

سے ایک فریضہ مزکی ہونا بھی بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

یقیناً احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر، جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول ان میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سیکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت۔

اس آیہ کریمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائض نبوت بیان فرمائے گئے ہیں

فریضہ اول

يتلوا عليهم آياته آیات قرآنیہ کی تلاوت

فریضہ دوم

ويزكيهم تزکیہ نفوس

فریضہ سوم

ويعلمهم الكتاب تعلیم کتاب

فریضہ چہارم

والحكمة تعلیم حکمت

اس آیہ کریمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ دوم مزکی ہونا بیان فرمایا گیا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کا تذکرہ بعد میں فرمایا کہ اس امر کو عیاں کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی توجہات قدسیہ فرمایا کہ سینوں کو کفر و شرک اور گناہوں کی نجاستوں سے پاک و صاف کرتے ہیں تاکہ کتاب و حکمت کے علوم و معارف اور اسرار و حقائق سینوں میں جاگزیں ہو سکیں کیونکہ تزکیہ و طہارت کے بغیر قلوب پر قرآنی اسرار

ومعارف اور فرقانی فیوض و برکات کا درود نہیں ہوتا۔

اسی مفہوم کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا کہ آیت قرآنی لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کا معنی یہ ہے کہ جب تک تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے ذریعے بندہ مرتبہ احسان پر فائز نہ ہو جائے وہ قرآنی اسرار و حقائق کو مس بھی نہیں کر سکتا۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب

گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

درج ذیل ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے

يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تَجَاوِرُ

صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ فِي رَوَايَةِ الدِّينِ كَمَا

يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ ۱ یعنی وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھتے ہیں کہ وہ ان کے لئے

سو مند ہے حالانکہ وہ ان کے لئے مضر ہے نماز ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتی اور وہ

لوگ دین اسلام سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے:

لَا يُجَاوِرُ إِيمَانُهُمْ حَنَا جِرَّهُمْ ۲

ترجمہ: ایمان ان کے اپنے حلق سے نہیں اترے گا۔

ایک روایت میں یوں ہے: يَشْرَبُونَ الْقُرْآنَ كَشُرْبِهِمُ الْمَلْحَ ۳

وہ قرآن مجید کو یوں (غٹ غٹ) پڑھیں گے جیسے وہ دودھ پی رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ نبوت سے اولیٰ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

۱ مسلم باب التحریض علی قتل الخوارج ص: ۲۸۷ جلد ۲ صحیح بخاری الرقم ۶۰۳۱

۲ مجمع الزوائد ص ۲۲۹ جلد ۶

قلوب و ارواح کی طہارت فرمائی۔ ثانیاً کتاب و حکمت سکھائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روحانی تصرفات اور باطنی توجہات سے قلوب کے آئینوں کو جلا بخش کر انہیں مقام احسان و مشاہدہ پر فائز فرمادیتے۔ جیسے احادیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سیدنا عمر، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو محذورہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑ کر، سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر سے ناف تک ہاتھ پھیر کر اور نظر خاص فرما کر توجہ کے ذریعے ان کے نفوس کا تزکیہ کر دیتے اور ان کے احوال و کیفیات بدل کر انہیں مقام احسان تک پہنچا دینا تو اتر کے ساتھ ثابت ہے۔

بعد ازاں جن صحابہ کرام کا طبعی رجحان قرآن کریم کی تفسیر کی طرف ہو گیا وہ مفسر قرآن کہلائے، جن کا رجحان حدیث کی طرف ہو گیا وہ محدث کہلائے، جن کا رجحان جہاد کی طرف ہو گیا وہ مجاہد کہلائے، جن کا رجحان اشاعت اسلام کی طرف ہو گیا وہ مبلغ کہلائے، جن کا رجحان دین فہمی کی طرف ہو گیا وہ فقہاء کہلائے اور جن کا رجحان تزکیہ نفوس اور تصفیہ بطون کی طرف ہو گیا وہ صوفیاء کہلائے۔

یونہی اتباع نبوی میں علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کی توجہات و تصرفات سے بے شمار انسانوں کے دلوں اور دماغوں میں انقلاب پیدا ہونا، توبہ کی توفیق ملنا اور فیض ولایت حاصل ہونا بھی تسلسل کے ساتھ ثابت ہے جس سے کسی بھی اہل عقل و فہم کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔

اس مرتبہ احسان کے حصول کے لئے سلاسل طریقت و جود میں آئے۔ تزکیہ نفس، تصفیہ باطن اور حصول مرتبہ احسان کے لئے باقاعدہ بیعت و ارادت کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۔ یہ مضمون ابوالبیان علامہ شیخ محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ کے خطابات بعنوان شریعت و طریقت (۲۲ نومبر ۱۹۹۲ء) اور حاضر میں تعلیمات تصوف کی ضرورت (۲۲ نومبر ۱۹۹۸ء) سے ماخوذ ہے۔

بیعت کی شرعی حیثیت



لفظ بیعت قرآنی اصطلاح ہے۔ احادیث مبارکہ اور کتب تفاسیر و تصوف میں بھی کثرت کے ساتھ یہ لفظ استعمال ہوا ہے جس سے بیعت کی شرعی حیثیت و افادیت واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

پہلی آیت..... إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ..... الخ ۱

ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اس آیت میں حدیبیہ کے مقام پر چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لینے کا ذکر ہے جس کو ”بیعت رضوان“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آیت کریمہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ..... ۲ انہی حضرات کی شان میں اتری تھی۔

یہ آیت مبارکہ بیعت کے امر شرعی ہونے پر دلیل ہے۔

دوسری آیت:

۱! الفتح: ۱۰ ۲ الفتح: ۱۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ۚ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف کوئی وسیلہ تلاش کرو۔

اس آیت میں وسیلہ سے ذات مرشد مراد ہے جیسا کہ القول الجمیل میں حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے وضاحت فرمائی ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ

اسماعیل حقی قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

وَأَعْلَمُ أَنَّ الْآيَةَ الْكَرِيمَةَ صَرَّحَتْ بِالْأَمْرِ بِابْتِغَاءِ الْوَسِيلَةِ

وَلَا بُدَّ مِنْهَا الْبَتَّةَ فَإِنَّ الْوُصُولَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى لَا يَحْصُلُ إِلَّا

بِالْوَسِيلَةِ وَهِيَ عُلَمَاءُ الْحَقِيقَةِ وَمَشَائِخُ الطَّرِيقَةِ ۚ

ترجمہ: جان لے کہ اس آیت کریمہ نے اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنے کی صراحت

فرمائی ہے اور یہ امر بے حد ضروری ہے، کیونکہ وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ناممکن

ہے اور وسیلہ سے مراد علماء حقیقت اور مشائخ طریقت (پیران عظام) ہیں۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرب خداوندی کیلئے مرشد کا وسیلہ اور بیعت

کا ذریعہ و معاملہ بہت ضروری ہے۔

تیسری آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۚ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

صاحب تفسیر روح البیان اس آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

الصَّادِقُونَ هُمُ الْمُرْشِدُونَ يَعْنِي أَنَّ آيَةَ مَعَ الصَّادِقِينَ كَالصَّادِقِينَ هُوَ

جائزہ کا مطالبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک وصول کے لئے کوئی مرشد اور راہنما اختیار کرو۔

چوتھی آیت:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعَنَّكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ الخ ۱

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیک وسلم) جب آپ کے پاس مومنہ عورتیں ان شرطوں پر بیعت کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی۔ وغیرہا۔

آیت مذکورہ سے مومنہ عورتوں کا بیعت میں داخل ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

احادیث مبارکہ

پہلی حدیث: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ تَبَايَعُونِي عَلَىٰ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تُسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ ۲

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جبکہ آپ کے گرد صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی) کہ اے میرے صحابہ میری بیعت کرو اس امر پر کہ تم خدا کے ساتھ شرک نہ کرو گے اور نہ چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے۔

اس حدیث میں جہاد بالنفس کے لئے بیعت لینے کا ذکر ہے جو آج تک مشائخ

کرام و پیران عظام کے سلاسل میں جاری ہے

دوسری حدیث: عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ اتَّيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أُبْسِطُ يَمِينَكَ لِأُبَايِعَكَ

فَبَسَطَ يَمِينَهُ، فَقَبَضْتُ يَدَيْهِ... الخ ۱

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اپنا دایاں ہاتھ مبارک کھولیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں... پس آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک کھول دیا تو میں نے آپ کا ہاتھ مبارک (بیعت کے لئے) پکڑ لیا... اور اس شرط پر بیعت کی کہ میرے لئے بخشش طلب کی جائے، آپ نے فرمایا تو نہیں جانتا کہ اسلام، ہجرت اور حج پہلے گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں۔

یہ حدیث اعمال صالحہ پر بیعت کے مسنون ہونے کی وضاحت کر رہی ہے۔

تیسری حدیث: غزوة خندق کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے لئے دعا فرمائی تو صحابہ نے عرض کی:

سَحْنُ الدِّينِ بَايَعُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۲

ترجمہ: یعنی ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام سے مختلف قسم کی بیعتیں لیتے تھے۔

تَارَةً عَلَى الصَّخْرَةِ وَالْجِهَادِ تَارَةً عَلَى إِقَامَةِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ
وَتَارَةً عَلَى النَّسَبِ وَالْقَرَارِ فِي مَعْرَكَةِ الْكُفَّارِ وَتَارَةً عَلَى التَّمَسُّكِ
بِالسُّنَّةِ وَالْإِحْسَابِ عَنِ الْمَذْهَبِ وَالْحِرْصِ عَلَى الطَّلَاعَاتِ الخ ۳

ترجمہ: یعنی ہجرت اور جہاد پہ کبھی ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی ادا کبھی پہ کبھی مہاجرین و انصار میں ثبات و قرار پہ اور کبھی سنت نبوی پر عمل کرنے، بدعت سے بچنے اور مباحات میں تریس ہونے پر بیعت لیا کرتے تھے۔

تاریخ اسلام میں بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کی مثالیں خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہیں جیسا کہ اہل علم پر ظاہر ہے۔

حقیقتِ بیعت

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَّهُمُ
الْجَنَّةَ ۗ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے۔

لفظ بیعت، بیع سے مشتق ہے۔ ایک چیز دے کر اس کے بدلے دوسری چیز لی جائے تو اس لین دین کو بیع کے نام سے پکارتے ہیں۔ بندہ جب کسی چیز کا مال، تابع سنت کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے احکام و فرامین کے تابع کر دینے کا عہد کر کے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور مغفرت حاصل کر لیتا ہے، تو یہی بیعت کی حقیقت ہے۔ جس طرح بیع و شراء (خرید و فروخت) کی تکمیل کے لئے صرف نیت کافی نہیں بلکہ عمل کے ذریعے اس کا اظہار بھی ضروری ہے اسی طرح بیعت صرف زبانی اقرار یا قلبی نیت تک ہی محدود نہیں بلکہ عزم بالجزم کے ساتھ شریعت و طریقت کے آداب و شرائط کے اہتمام و عملی مظاہرے کو بیعت کہا جاتا ہے۔ وَاللَّهُ الْحَمْدُ

الحمد لله! قرآن و حدیث سے بیعت کا ثبوت اس کی شرعی حیثیت و ضرورت

واضح ہوئی۔

خلاصہ المرام

- ❁ بیعت کا سنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰات) ہونا ثابت ہوا
 - ❁ بیعت کرنے والوں کو مومنین کے لفظ سے یاد فرمایا گیا۔
 - ❁ بیعت کرنے والوں کو رضائے الہی اور فتح و نصرت کی بشارت سنائی گئی۔
 - ❁ بیعت بخشش اور دعا کا ذریعہ ثابت ہوئی۔
 - ❁ بیعت عقبہ اولیٰ و عقبہ ثانیہ تبلیغ اسلام کا ذریعہ اور شرک و گناہ سے بچنے کا وسیلہ ثابت ہوئی۔
 - ❁ عورتوں کی بیعت (بشرط پردہ و توبہ) کا مسئلہ بھی حل ہوا۔
- تمام سلاسل طریقت (خصوصاً نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ وغیرہا) کے بزرگان عظام نے بہ طریق بیعت ہی مخلوق خدا کو فیضیاب فرمایا اور اسی طرح چراغ سے چراغ جلتا آیا، اور طریقت و تصوف کی انہی سرگرمیوں کی بدولت دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کے انوار جگمگانے لگے اور آج بھی اسلام کے برگ و بار کی نشوونما اور روحانی اقدار کی بقاء و ارتقاء کے لئے اولیاء کرام کی نگاہ فیض بار کی اشد ضرورت ہے۔ پیری، مریدی و بیعت، دکانداری یا ریاکاری کا نام نہیں بلکہ عہد خداوندی کی عملی فرمانبرداری کی شہادت و پاسداری کا نام ہے۔

اوصافِ شیخ



شیخ کامل وہ ہوتا ہے جو

۱..... عالم ربانی ہو اور اہل سنت کے معتقدات پر یقین رکھتا ہو۔

۲..... تابع سنت اور پابند شریعت ہو۔

۳..... صاحب اجازت و خلافت ہو۔

۴..... اس کا شجرہ طریقت مستند و متصل ہو۔

۵..... مرتبہ احسان پر فائز ہو اور صاحب مشاہدہ ہو۔

۶..... اپنے سلسلہ طریقت کا سلوک طے کر چکا ہو۔

۷..... خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

علم بہ تفصیل احوال و مقامات و معرفت بہ حقیقت

مشاہدات و تجلیات و حصول کشف و الہامات و ظہور

تعبیرات و واقعات از لوازم این مقام عالی است و بدوینہا حرطُ

القتاد ۱

یعنی احوال و مقامات کا تفصیلی علم اور معرفت، مشاہدات و تجلیات کی حقیقت جاننا

اور کشف والہامات کا حصول اور واقعات کی تعبیرات کا ظہور اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔

شیخ ناقص

وہ ہوتا ہے جس نے سلوک طے نہ کیا ہو، سنت و شریعت کا پابند نہ ہو اور مذکورہ آداب و شرائط پر پورا نہ اترے ایسے شیخ ناقص کی مثال نیم حکیم جیسی ہے۔ اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ اس سے طریقہ اخذ کرنا اپنی استعداد و صلاحیت کو ضائع کرنا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہ ہر دست نباید داد دست

شیخ ناقص دراصل وصول الی اللہ کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طلب اور درد و شوق میں فتور کا سبب بنتا ہے ایسے شیخ ناقص کی صحبت اور بیعت سے دور رہنا چاہیے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتا ہے۔

چونکہ شیخ کامل، مریدوں کے درمیان نبوت کی وراثت کے طور پر نبی کا قائم مقام ہوتا ہے لہذا شیخ کے آداب بھی آداب نبوت کی نہج پر استوار کرنے چاہئیں۔ مشائخ نے اپنی کتابوں میں یہ روایت نقل فرمائی ہے **الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ** شیخ اپنے مریدوں کے درمیان اسی طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امت کے درمیان۔ لیکن یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ آداب شیخ کامل کے ہیں شیخ ناقص اور گندم نما جو فروش، خلاف شرع پیروں اور ملنگوں کیلئے یہ آداب ہرگز نہیں۔ ۲

آداب شیخ



اہل طریقت کے نزدیک آداب شیخ کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِيْ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملی نمونہ بن کر دکھا دیا۔

نیز آیت مبارک فَإِنْ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْأَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ میں حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حصول علم و فیض کے لئے تسلیم و اطاعت پر اور اعتراض نہ کرنے پر پابند رہنے کی تاکید فرمائی۔ مولانا روم فرماتے ہیں

چوں گرفتسی پیر را تسلیم شو

ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السجانی نے مکتوبات شریفہ اور

رسائل مبارکہ میں جو آداب شیخ بیان فرمائے ہیں وہ ملخصاً ہدیہ قارئین ہیں

◎ طالب کو اپنا آپ کلی طور پر شیخ کے حوالے کر دینا چاہئے اور اس کی پیروی اس طرح کرے جیسے مردہ بدست زندہ۔

- مرید کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ کرے
- شیخ کی موجودگی میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے۔
- شیخ کے حضور نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔
- شیخ کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو۔
- طالب، شیخ کے کپڑے پر اپنا سایہ نہ پڑنے دے اور نہ ہی اس کے سایہ پر اپنا سایہ پڑنے دے۔
- شیخ کی جائے نماز (مصلیٰ) پر قدم نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے۔
- شیخ کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔
- شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی موجودگی میں نہ کسی سے کلام کرے اور نہ ہی کھائے پیئے۔
- شیخ کے آستانے کی طرف پاؤں دراز نہ کرے اور اس کی طرف تھوک بھی نہ پھینکے
- مرید کے قلب میں شیخ کے متعلق جو شبہ پیدا ہو شیخ سے اس کا حل دریافت کرے
- اگر حل سمجھ میں نہ آئے پھر بھی اپنا قصور ہی سمجھے۔
- شیخ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے۔
- مرید وہ جہاں سے فیض ملے اسے اپنے شیخ ہی کا فیضان سمجھے اور یقین جانے کہ یہ شیخ کا لطیفہ اور شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔
- جو چیز شیخ سے صادر ہو اسے درست اور بہتر جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے یہ نیک شیخ جو بہتر کرتا ہے وہ الہام ربانی اور اذن الہی سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اطمینان کی گنجائش نہیں ہے۔
- مرید شیخ کی حرکات و سکنات پر اعمتہ ارض نہ کرے اگرچہ وہ اعمتہ ارض رانی کے وانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اعمتہ ارض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

تمام مخلوق میں بد بخت شخص وہ ہے جو مشائخ عظام کا عیب مین ہو۔

○ شیخ سے کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

○ اپنے کلی و جزوی جملہ امور میں شیخ کی اقتدا کرے خواہ وہ کھانے پینے، پہننے، سونے اور اطاعت کے معمولی کام ہی کیوں نہ ہوں۔

○ مرید، نماز بھی شیخ کی طرح ادا کرے اور فقہ کے مسائل بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھے۔

○ طالب اپنے کثوف و واقعات پر اعتماد نہ کرے بلکہ جو کچھ منکشف ہو یا واقعہ وغیرہا میں مشاہدہ کرے اسے من وعن شیخ کی خدمت میں عرض کر دے۔

○ شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی مجلس سے جدا نہ ہو کیونکہ اپنے لئے شیخ کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔

○ مرید کو ظاہر و باطن میں جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں ان کو شیخ کی وساطت سے تصور کرے۔

○ اگر کوئی سالک بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور انہیں مناسب طور پر ادا نہ کر سکے اور کوشش بسیار کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کے لئے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف لازم ہے اور اگر آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ (العباد باللہ سبحانہ)

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ بود

دیدن روئے نبی سود نہ بود

○ سالک کے اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی

کا واقع ہونا اور احوال و مواجید کا مفقود ہو جانا شیخ کی ناراضگی اور غضب کے نتائج و ثمرات میں سے ہے اگر آزار شیخ کے باوجود احوال و مواجید میں کچھ اثر باقی رہے تو اسے استدراج سمجھنا چاہئے کیونکہ شیخ کے ناراض ہو جانے کا نتیجہ عاقبت کی خرابی اور نقصان ہے۔ مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنها نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
گردد اندر وادی حسرت غریق
ہرچہ آمد بر تو از ظلمات و غم
آں ز بے باکی و گستاخیت ہم

◎ سالک کو چاہئے کہ اول اپنے عقائد کو علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سے لے کر ان کے عقائد کے موافق درست کرے پھر فقہ کے ضروری احکام کا علم حاصل کرے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہی میں مصروف رکھے۔ بشرطیکہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل و مکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص سے کامل استفادہ نہیں ہو سکتا اور اپنے اوقات و ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ فرضوں اور موبدہ سنتوں سے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو حتیٰ کہ (ذکر میں پختگی آنے تک) قرآن مجید کی تلاوت اور عبادات نافلہ و بھی موقوف رکھے اور رضو سے اور بے وضو بھی ذکر کرتا رہے، کھڑے، بیٹھے، اور لیٹے ہوئے اس کام میں مشغول رہے، نیز چلتے پھرتے، کھانے پینے اور سونے کے وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست

پاکی دل ز ذکر رحمان ست

ترجمہ: ذکر کرتا رہ کہ جب تک جان ہے..... دل کی پاکی ذکر رحمن ہی سے ہے۔

حقوق شیخ

شیخ کے حقوق تمام اہل حقوق کے حقوق سے بالاتر ہیں بلکہ پیر کے حقوق کو دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ حضرت حق سبحانہ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کے احسانات کے بعد پیر کے حقوق کا درجہ ہے بلکہ سب کے پیر حقیقی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگرچہ ظاہری پیدائش والدین سے ہوتی ہے مگر معنوی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ولادت صوری کی حیات تو چند روزہ ہے مگر ولادت معنوی کے لئے حیات ابدی ہے۔ پیر ہی تو ہے جو اپنے قلب وروح سے معنوی گندگیوں کی صفائی کرتا ہے اور اس کے اندرونی حصوں کو پاک و صاف کرتا ہے۔ ان توجہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آلائشوں کی تطہیر (پاک کرنے) میں ایک گونہ تلوٹ (آلودگی) خود صاحب توجہ تک سرایت کر جاتا ہے اور اسے ایک عرصے تک مکدر (گدلا) رکھتا ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے لوگ خدائے عزوجل تک پہنچتے ہیں جو تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں سے بلند تر ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے خبیث واقع ہوا ہے، تزکیہ حاصل کر لیتا اور پاک و صاف ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان کے مقام تک پہنچتا ہے اور جبلی کفر سے اسلام حقیقی تک رسائی پاتا ہے۔

سلاسل طریقت



اختلاف ایک فطری حقیقت ہے لیکن اس میں توازن و اعتدال ایک حسین و جمیل امتزاج کا روپ دھار لیتا ہے۔ جس طرح علماء کے مختلف مکاتب ہیں، فقہاء کے الگ الگ شعبے ہیں، حکماء کے ہاں معالجات کے متعدد طریقے ہیں اسی طرح باطنی اخلاق و اعمال کی درستگی کے لئے صوفیاء کے اندر بھی طریقت کے کئی سلاسل ہیں اور یہ سب جادۂ حق و اعتدال پر مستقیم ہیں لیکن ان کا اختلاف رضائے الہی کیلئے اخلاص پر مبنی ہے کیونکہ یہ حضرات آلائش نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں۔ تمام سلاسل تصوف اس امر پر متفق ہیں کہ ان کے سیر و سلوک کا اصل مقصود و مطلوب رضائے حق سبحانہ و تعالیٰ کا حصول ہے البتہ رضائے حق کے حصول کے طریقے مختلف اور متعدد ہیں جیسا کہ فرمایا گیا

طُرُقُ الْوُصُولِ إِلَى اللَّهِ بِعَدَدِ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے مخلوق کی سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں۔

اسی طرح تمام صوفیاء اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ وصول الی اللہ کی سعادت کا حاصل ہونا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے جیسا کہ فَاتَّبِعُونِي

يُحِبُّكُمْ اللَّهُ لـ اس امر پر دلیل تام ہے۔ چونکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت کامل و اکمل ہے اور آپ کی ذات اقدس تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی صفات و کمالات کا مجموعہ ہے اور آپ ہی تمام انوار و تجلیات کا مورد اور مصدر ہیں لہذا اولیاء کرام جب آپ کی اتباع میں وصول کے مرتبوں کی جانب گامزن ہوتے ہیں تو آپ کی فردیت کاملہ کی کوئی جہت اور حقیقت محمدیہ کی کوئی تجلی ان کے قلوب پر منعکس ہوتی ہے تو اس جہت یا تجلی سے اُس ولی کو ایک خاص باطنی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جس کو اصطلاح طریقت میں نسبت کہا جاتا ہے۔ یہ خاص نسبت اس ولی سے منسوب ہونے والوں میں اتباع سنت و شریعت کی برکت سے ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے اور صوفیاء کے سلاسل میں نسبتوں کی یہی صورت اختلاف صوفیاء کی بنیاد ہے۔ اصولی طور پر تمام صوفیاء متحد الاصل ہیں البتہ مقصود کے حصول کے طرق و معالجات میں کسی قدر فرق ہے۔ سلاسل کی نسبتوں کے متعلق حضرت سید نور الحسن عرف نور میاں رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت احمد میاں کے خلیفہ تھے) نے نہایت اہم امور بیان فرمائے۔ ۲ جو ملخصاً بدیہ قارئین ہیں۔

نسبتِ سلاسل

سلسلہ نقشبندیہ

بزرگانِ نقشبندیہ میں نسبت صدیقی کا ظہور ہے یہ طریقہ اقرب الصُرف اور سہل الوصول ہے کہ معاملات صدیقی شاہد اسی معنی کے ہیں اور نسبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ابراہیمی تھی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت کبریٰ حاصل تھی کہ

مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا وَقَدْ صَبَّبْتُهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ ۳

۱۔ آل عمران ۳۱ ۲۔ مجموعہ رسائل ص ۱۳ مطبوعہ کانپور ۱۹۱۳ء ۳۔ الاسرار المرفوعہ ص ۳۲۲

لہذا فیض اس نسبت کا القاء سینہ بہ سینہ ہے جو حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے شائع ہوا اور نسبت معیت روشن ہوئی۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے پیرو مرشد حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کرنے کا رواج تھا لیکن جب حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی سے بطریق اویسیت مستفیض ہوئے تو آپ نے دوبارہ اس سلسلے میں ذکر خفی کو جاری کیا۔

سلسلہ قادریہ

بزرگانِ قادریہ میں نسبت فاروقی کا ظہور ہے اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت موسوی تھی اسی بناء پر جلالت الہیہ اور تصرفاتِ عظیمہ اس سلسلے کی مناسبت ہے جو حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے ظہور پذیر ہوئی۔

سلسلہ سہروردیہ

بزرگانِ سہروردیہ میں نسبت عثمانی کا ظہور ہے اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نسبت نوحی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کم ہوا اور امت نے ایذا پہنچائی حضرت عثمان بھی شہید ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے کا رواج بھی کم ہے البتہ اس طریقے میں عبادات اور تعمیر اوقات کی طرف بڑا التفات ہے۔

سلسلہ چشتیہ

بزرگانِ چشتیہ میں خاص طور پر نسبت علوی کا ظہور ہے اور وہ فیضِ عینیت کہ علیؑ منی وانا منہ عبارت ہے اس طریقے میں بہت ہے اور فنا فی الشیخ کا

یہی منشاء ہے اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت عیسوی تھی تو اس میں
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي ۱ کی مناسبت ہے کہ چشتیہ کا درد بے سماع آرام پذیر
نہیں ہوتا۔

✽...تصریحات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ طریقت کے چاروں بڑے سلسلے خلفائے
اربعہ کی نسبتوں کے مظاہر ہیں اور سالکین کا سلوک انہی چار طریقوں پر واقع ہے جیسا
کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے رسالہ مکاشفات عینیہ میں اس کی وضاحت فرمائی
ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ قرب الہی کے لئے دو راستے ہیں پہلا راستہ قرب نبوت کا
دوسرا راستہ قرب ولایت کا ہے۔

✽...قرب نبوت کا فیض حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حاصل
ہوتا ہے۔

✽...قرب ولایت کا فیض حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے ملتا
ہے۔

✽...باقی دونوں خلفاء (حضرت فاروق و عثمان رضی اللہ عنہما) بھی قرب نبوت کے
سلوک سے وابستہ ہیں چنانچہ حضرت صدیق اکبر کا سلوک سیر انفسی سے تعلق رکھتا ہے
اور حضرت علی المرتضیٰ کا سلوک سیر آفاقی سے تعلق رکھتا ہے۔ گو دونوں سلوک مشکوٰۃ
انوار نبوت سے مقتبس ہیں لیکن دونوں حضرات کے ساتھ علیحدہ علیحدہ طور پر مخصوص
ہو گئے ہیں۔

✽...دوسرے سلاسل (قادر یہ، سہروردیہ اور چشتیہ وغیرہا) اکثر طور پر حضرت علی رضی
اللہ عنہ کے طریق قرب ولایت کے ذریعے مقصود تک پہنچتے ہیں جبکہ سلسلہ نقشبندیہ
دونوں طریقوں (قرب نبوت اور قرب ولایت) سے موصل ہے لیکن قرب نبوت کی

نسبت اس میں غالب ہے۔ تمام سلسلوں کے اکابر مشائخ ابتدائی دور میں اسی نسبت کا سلوک طے کر کے مقصود تک پہنچتے رہے گو بعد میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلک کا شیوع ہوا تو اکثر مشائخ نے اسی مسلک کو اختیار کر لیا اس کی دو وجہیں تھیں۔

پہلی وجہ یہ کہ حضرت صدیق اکبر کے مسلک میں پوشیدگی و خفا کی وجہ سے مبتدی کو

اس پر چلانا دشوار تھا جیسا کہ عارف جامی نے فرمایا

نقشبنداں عجب قافلہ سالار اند

کہ برند از رہ پنہاں بحر قافلہ را

اسی طرح حضرت فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مسلک میں پوشیدگی

تھی ان پر چلنا بھی آسان نہ تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک ظہور رکھتا تھا لہذا آسان ہونے کی وجہ سے یہی مسلک ظاہر زیادہ شائع ہوا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ ارشاد تینوں خلفاء کرام سے

پہلے ہے لہذا سلاسل کا انتساب قرب زمانہ کی بناء پر انہی کے ساتھ ہوا۔

اس سے یہ مفہوم ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ تسلیک و تکمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ مخصوص و منحصر ہے اور خلفائے ثلاثہ غیر مکمل تھے۔ (نعوذ باللہ منہا) یہ بہت بڑی

جسارت ہے۔ جن لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی انہوں نے صرف حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کے مسلک پر سلوک طے لیا اور خلفائے ثلاثہ کی راہوں سے بے خبر رہے اور اسی بے خبری

میں دوسری راہوں کی نشی کر دی۔ رسالہ کا شفات غیبیہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ

نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت سیدنا غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور

حضرت شیخ ابوسعید خدری قدس سرہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک سے

سلوک طے کرتے ترقی کرتے ہوئے غیب ذات تک پہنچے ہیں۔

نسبت نقشبندیہ مجددیہ کی انفرادیت

انہی اختصاصات سلاسل کی بنیاد پر صوفیاء میں مخصوص مکاتیب فکر قائم ہوئے۔ وہ اپنی نسبتوں اور طبائع کے میلان سے مجبور ہو کر ایک جانب عملاً ما مل ہوتے ہیں اور دوسری جانب سے طبعاً گریز کرتے ہیں۔ یہ مقتضائے نسبت ہی ہے جو حضرات نقشبندیہ کو تواجہ، ذکر بالجہر اور رقص و سماع سے دُور رکھتا ہے کیونکہ ان کی نسبت صدیقی ہے، ان کا طریق فیض القائے سینہ بہ سینہ ہے۔ چونکہ ان کی سیر انفسی ہے لہذا اس نسبت میں سکوت و اخفاء اور دوام حضور کا غلبہ ہے یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ نعرہ بائے اشتیاق اور رقص و سماع کی طرف التفات نہیں رکھتا اور اس سلسلے میں شرع کے جو اہر نفیسہ دے کر وجد و حال کے اخروٹ و منقہ نہیں خریدتے اور نص (کتاب و سنت) کو چھوڑ کر فص (فصوص الحکم) کی طرف نہیں جھکتے اور فتوحات مدینہ (وحی) کے مقابلے میں فتوحات مکیہ (کشف) کی طرف التفات نہیں کرتے۔ امام طریقت عارف برحق حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی اسی نسبت کی تجدید و احیاء پر مامور ہوئے ہیں۔

بدعت فی الطریقت

حضرت امام ربانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

و جماعہ از متاخرین خلفائے ایشان ترک اوضاع این برر گواران گرفتہ بعضے امور درین طریق احداث نمودہ اند و سماع و رقص و جہر اختیار کردہ منشاء آن عدم وصول است بہ حقیقت نیاں اکابر این خانوادہ بزرگ خیال کردہ اند کہ بہ این محدثات و مبدعات تکمیل و تتمیم این طریقہ می

نمایند ندانستہ اند کہ در تخریب واضاعت آن می کوشند ترجمہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے خلفائے متاخرین کی ایک جماعت نے ان بزرگوں کے اوضاع و اطوار کو ترک کر کے بعض ایسے نئے امور مثلاً سماع و رقص اور ذکر جہر اختیار کر لئے ہیں اس کی وجہ عدم وصول ہے۔ یہ لوگ اس بزرگ خاندان کے اکابرین کی نیتوں کی حقیقت تک نہیں پہنچے اور خیال کر بیٹھے ہیں کہ ان محدثات (نئی باتوں) اور مبدعات (بدعتوں) سے اس طریقہ کی تکمیل و تممیم کر رہے ہیں حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح سے وہ طریقہ کو خراب اور ضائع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اپنی طریقت کی حفاظت اہم ترین امر ہے

آج کل اکثر نقشبندی اور مجددی حضرات حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مسلک کے برعکس تواجد، ذکر جہر اور رقص و سماع کی رسموں پر عمل پیرا ہیں اور اس نسبت جامعہ کے باطنی فیوض و برکات سے خالی ہیں اور دوسرے سلاسل کی طرح اس سلسلہ کے لوگوں میں بھی تعلیم و تربیت کا تفاوت اور عملی طریقت کا فقدان نظر آ رہا ہے۔ افسوس کہ اس خالص نسبت کے حامل افراد بہت کم ہیں اور یہ نسبت کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ نایاب ہے۔

اس کی چند وجوہات ہیں

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس نسبت کی اصل حقیقت سے بے خبری کی بنا پر نفس اپنی وہ نواں و چمکانے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مجددی تعلیمات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے جس ذہانت، استعداد اور اخلاص کی ضرورت تھی اس کے فقدان سے اس نسبت کے صحیح خدو خال اپنے

مریدوں پر واضح اور وارد نہ کر سکے اور خود بھی اس نسبت کی علمی اور عملی تشکیل سے محروم رہ گئے۔

✽ تیسری وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنی نسبت کے ساتھ ساتھ دوسری نسبتوں سے بھی اختلاط و انتساب رکھتے ہیں لامحالہ اپنے مزاج کی مجبوری اور اپنی طبیعت کے میلان کے سبب جس نسبت کا غلبہ پاتے ہیں اسی پر فریفتہ ہو کر وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں (وللناس فیما یعشقون مذاہب) حالانکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ السبحانی نے اپنی نسبت میں دوسری نسبت کو خلط ملط کرنے پر سختی سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے ارقام فرمایا:

احداثے کہ در طریقت پیدا کنند نزد فقیر کہ از بدعتے نیست چون امر محدث در طریقت پیدا شد راہ فیوض و برکات آن طریق مسدود گشت پس محافظت طریقت از اہم مہام آمد ۱

ترجمہ: وہ نئی بات جو طریقت میں پیدا کرتے ہیں فقیر کے نزدیک بدعت سے کم نہیں۔ جب کوئی نیا طریقہ سابقہ طریقت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے اس لئے اپنی طریقت کی حفاظت اہم ترین امر ہے۔ ۲

نسبتِ نقشبندیہ



نسبتِ علاقہ بین الطرفین کا نام ہے نسبت سے مراد وہ ملکہ راخہ محمودہ ہے جو سالک اکتساب سے حاصل کرتا ہے اور وہ ملکہ اس کی روح کو جمیع جہات سے احاطہ کر لیتا ہے اور اس کی صفت لازمی بن جاتا ہے اور اس کا مرنا جینا اسی پر واقع ہوتا ہے۔
 ◎ سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت خاصہ کا نام ”تجلی ذاتی دائمی ہے“ اور یہ نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا:

كما وقع في عباراتهم ان نسبتنا فوق جميع النسب
 یعنی جیسا کہ اس سلسلے کے اکابر کی تحریروں میں ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند و بالا ہے۔

یونہی کہ اس نسبت کا اقتباس حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے ہوا ہے۔ ہذا جس طرح آپ تمام امت سے افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کی نسبت بھی تمام نسبتوں سے افضل ہے۔

اس نسبت میں لا تحزون ان اللہ معنا کا فیضان شامل ہونے کی وجہ سے

اس کے مزاج و مذاق میں حضور و سرور، سکون و اطمینان اور معیت و محبت ذاتیہ کا غالب ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَيَتَجَلَّىٰ لِلنَّاسِ عَامَّةً وَّ لَا بِنِي بَكْرٍ خَاصَّةً ۱ یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں پر عام تجلی فرماتا ہے اور ابو بکر پر خاص تجلی فرماتا ہے۔ شاید اس خاص تجلی سے مراد ”تجلی ذاتی دائمی“ ہے۔ واللہ اعلم

سلسلہ نقشبندیہ میں دو راستوں سے فیض آتا ہے ایک راستہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے اور دوسرا راستہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ باقی تمام سلاسل طریقت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے واصل ہوتے ہیں اور حضرات نقشبندیہ دونوں راستوں سے واصل بالذات ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر کا مقام حضور و آگاہی سب سے اعلیٰ و بالا ہے اسی لئے اس سلسلہ کو ”سلسلۃ الذهب“ کہا گیا ہے۔ ۳

۱ التوبہ: ۴۰ ۲ دوسری حدیث یوں ہے یا ابا بکر! اعصاك الله الرضوان لا کبر قال و ما رضوانه؟ قال ان الله يتجلى لمخلوق عامه ويتجلى لك خاصة (کنز العمال ۱۱/۵۵۸) ۳ البینات شرح متوبات جلد اول ص: ۳۹۱، ۳۹۰

اصطلاحاتِ نقشبندیہ



حضرات مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اپنے طریقہ عالیہ کی بنا گیا رہ اصولوں پر استوار فرمائی ہے جو ان کے اشغال و اعمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ان میں سے آٹھ خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ العزیز کی مقرر فرمودہ ہیں جبکہ آخری تین امام الطریقہ حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند اویسی بخاری قدس سرہ العزیز کی تجویز کردہ ہیں، انہیں کلمات قدسیہ اور اصطلاحاتِ نقشبندیہ کہا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں

۱	ہوش دردم	۲	نظر بر قدم	۳	سفر در وطن
۴	صوت در انجمن	۵	یاد کرد	۶	بازگشت
۷	تہداشت	۸	یادداشت	۹	وقوف قلبی
۱۰	وقوف عدوی	۱۱	وقوف زمانی		

ہوش دردم

عالمک ہر دم پر ہوشیار رہنے اور ہر سانس کی اس قدر محافظت کرے کہ اس کا

کوئی سانس غفلت اور معصیت میں نہ گزرے تاکہ ذاکر اندرونی تفرقہ سے محفوظ رہے۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو یعنی سالک کو اپنے سانس کے دخول و خروج اور خروج و دخول کی محافظت کرنا چاہیے تاکہ اس کا کوئی دم یاد الہی سے غافل نہ ہو بلکہ ہر سانس حضور و آگاہی میں گزرے، اصل میں یہی پاسِ انفاس ہے۔ جانشینِ امام ربانی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ نفسی تفرقہ کیلئے ہوش دردم مفید ہے جبکہ آفاقی تفرقہ کے لئے نظر بر قدم سالیکن کیلئے سودمند ہے۔

نظر بر قدم

سالک چلتے وقت نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے ادھر ادھر نہ دیکھے تاکہ فسادِ نظر اور بیرونی تفرقہ سے محفوظ رہے کیونکہ ابتداء میں قلب، نظر کے تابع ہے اور نظر کی پراگندگی قلب پر اثر انداز ہوتی ہے

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام

دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال

در دل ز تو آرزو در دیدہ خیال

رشحات میں ہے شاید نظر بر قدم سے سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے یعنی مسافت ہستی کے قطع کرنے اور عقبات خود پرستی کے طے کرنے میں سالک کا باطنی قدم اس کی باطنی نظر سے پیچھے نہ رہے بلکہ منتہائے نظر پر پڑے۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ الصمد کی شانِ اقدس میں فرماتے ہیں

بلکہ ز خود کردہ سرعت سفر
باز نماندہ قدمش از نظر

سفر و وطن

سالمک کا صفات بشریہ ذمیرہ سے صفات ملکیہ حمیدہ کی طرف انتقال کرنا سفر و وطن بہلاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں سلوک کو سیر انفسی سے شروع کرتے ہیں اور اسی کے ضمن میں سیر آفاقی کو قطع کر لیتے ہیں۔ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر انفسی اپنے اندر آ کر اپنے قلب کے گرد گھومنا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ شہود انفسی میں بھی سالمک کو گرفتار نہیں ہونا چاہیے اور اسے مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کو آفاق و انفس سے ماوراء تلاش کرنا چاہیے۔

ہم چو ناینا مبر ہر سوئے دست
با تو در زیر گلیم است ہر چہ بہت

خلوت و راجحمن

سالمک راجحمن و جلوت میں خلق کے ساتھ ہو اور باطن و خلوت میں حق کے ساتھ ہو۔ آیہ زینہٴ ارحام لا تلتھنہم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ“ کے میں خلوت و راجحمن وہی بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ اسے دل بیارہت بہار کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

از بروں درمیاں بازارم
و ز دروں خلوتیت بازارم

حضرت خواجہ اولیائے کبیر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک بازار میں جائے تو ذکر الہی میں استغراق کی وجہ سے کوئی آواز نہ سنے یعنی ہمہ وقت خلوت و جلوت میں سالک کا قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے۔

بندگاں باید کہ در وقت سخن
قلب با حق قالب در انجمن

ابتداء میں یہ معاملہ بہ تکلف ہوتا ہے اور انتہاء میں بے تکلف۔ قطب الارشاد حضرت خواجہ احرار قدس سرہ الغفار کا قول گرامی ہے کہ ذکر میں جہد و اہتمام بلیغ کے ساتھ مشغول ہونے سے سالک کو پانچ چھ روز میں یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ حضرات نقشبندیہ چلوں کی بجائے خلوت در انجمن پر قناعت کرتے ہیں اور یوں گویا ہوتے ہیں

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش
ایں چنینی زیبا روش کم می بود اندر جہاں

یاد کرد

سالک ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے خواہ ذکر زبانی ہو یا قلبی۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ذکر سے مقصود یہ ہے کہ قلب ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر رہے کیونکہ یاد (ذکر) رفع غفلت کا نام ہے۔

قدوة الابرار حضرت خواجہ ملاؤالدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں

باش دائم اے سپر در یاد حق

گر خبر داری ز عدل و داد حق

یاد رہے کہ جب تک سالک تکلف و تصنع کے ساتھ اذکار کی تکرار میں رہے اور

اسے حقیقت میں حضوری کا ملکہ حاصل نہ ہو وہ مقام یاد کرد میں ہی رہتا ہے یہاں تک

کہ حضوری کے مرتبہ کو پہنچ جائے۔

دائم ہمہ جا با ہمہ کس، درہمہ کار
میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

یادداشت

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ذات بے چون و بے چگون حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف بغیر ملاحظہ الفاظ و خیال کے متوجہ رہے اور اس کے دل پر استیلائے شہود حق بتوسط حب ذاتی ہو جائے اور وہ ہر حال میں بسبیل ذوق ذات کے ساتھ محو و متوجہ رہے۔ یہ مقام مرتبہ حقیقت سے متعلق ہے جو منتہیوں کے لئے ہے اور فنائے تام و بقائے کامل کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

یادداشت حاصل شود بعد از فنا

بلکہ حاصل ہے شود بعد از بقا

بعض مشائخ کے نزدیک یادداشت حفظ القلب علی شہود تجلی الذات سے عبارت ہے اور بعض نے فرمایا: حضور القلب مع اللہ تعالیٰ علی الدوام فی کمال حال سے کنایہ ہے۔ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ کے نزدیک یادداشت سے مراد ذکر نہیں بلکہ دوام حضور آگاہی علی سبیل الذوق ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ذکر کو چاہئے کہ جس دم کے ساتھ ذکر فی اثبات کرتے وقت اپنے دل و حق کے ساتھ حاضر رکھنے کی عملی مشق کرتا رہے تاکہ مراقبہ اور رابطہ کی کیفیت پختہ ہو جائے کیونکہ یہ راز خواص ہی کی سمجھ میں آسکتا ہے۔

یادداشت اور یادکرد میں فرق

یادکرد اور یادداشت میں فرق یہ ہے کہ یادکرد میں کبھی غیبت اور کبھی حضور

ہوتا ہے بلکہ غیبت زیادہ اور حضور کم ہوتا ہے اور یادداشت میں حضور ذات دائمی ہوتا ہے، اسی کو تجلی ذاتی دائمی کہتے ہیں جبکہ یاد کرد تجلی ذاتی برقی سے عبارت ہے۔ درحقیقت تجلی برقی، تجلی ذاتی نہیں کیونکہ تجلی ذاتی جب ظہور کرتی ہے، پھر کبھی غائب نہیں ہوتی اور تجلی برقی کبھی ظاہر ہوتی ہے کبھی غائب ہو جاتی ہے۔ اکابر مشائخ نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کی خاص نسبت، تجلی ذاتی دائمی ہے لیکن دوسرے مشائخ نے تجلی ذاتی برقی کو نہایت النہایت قرار دیا ہے اسی بناء پر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نسبت نقشبندیہ کو تمام نسبتوں سے بالاتر قرار دیا ہے۔

بازگشت

یعنی جب ذکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ہر بار ذکر مجرد یا ذکر نفی اثبات کے بعد کمال تضرع زبان دل سے دعا کرے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِيْ وَرِضَاكَ مَقْصُوْبِيْ (اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور مجھے تیری رضا مطلوب ہے) یاد رہے کہ مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین ذکر نفی اثبات کے تلفظ کے ضمن میں لَا مَقْصُوْدَ ملاحظہ کرتے ہیں کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ اَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ اِلٰهًا هَوَاهُ سے ظاہر ہے۔

نگاہداشت

اس سے مراد قلب کو خطرات و حدیث نفس (وسواس و خیالات فاسدہ) سے نگاہ رکھنا ہے یعنی کلمہ طیبہ کے تکرار کے وقت ماسوی اللہ کا قلب میں گذرنے ہو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کلمہ طیبہ جس دم کے ساتھ بہت مفید ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خطرہ کو دل میں

ایک ساعت کے لئے بھی نہ رکھنا چاہئے

کوش تا در دل نیاید فکر غیر

نے رود فکر دل طالب بغیر !

وقوف زمانی

اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ سالک واقف نفس رہے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ سانس حضور میں گذرتا ہے یا غفلت میں۔ دوم یہ کہ سالک ہر وقت اپنے حال سے واقف رہے اگر وقت طاعت و اعمال صالحہ میں گذرا ہے تو خدا تعالیٰ کا شکر بجالائے اور اگر ناشائستہ کاموں (معصیت) میں وقت گنویا ہے تو اپنی حالت کے موافق استغفار کرے یونہی حالت بسط میں شکر اور حالت قبض میں استغفار کرے۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ بھی کہا جاتا ہے

آیہ کریمہ و الیہوا الی ربکم و اسلموا لہ من قبل ان یأتیکم العذاب ثم لا تنصرون اور ارشاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاسبوا قبل ان تحاسبوا میں اسی محاسبہ کی طرف اشارہ ہے ورنہ بقول رومی رحمۃ اللہ علیہ

روز محشر ہر نہاں پیدا شود

خود بخود ہر مجرم رسوا شود

وقوف قلبی

یہ بیداری اور حضور قلب سے مہارت ہے یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس طرح کوئی رہے کہ قلب و حق تعالیٰ سے غفلت نہ ہو۔ پس سالک کے لئے ضروری ہے کہ

۱۔ ایوات شان مہدوات بعد اول و غیر ہا

بوقت ذکر اپنے دل پر واقف اور حاضر (ذہنی و قلبی طور پر) رہتے اور دل کو نہ چھوڑتے تاکہ وہ ذکر یا اس کے مفہوم سے غافل نہ ہو۔

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ سانس روکنے اور گنتی کی رعایت کرنے کو لازم نہیں فرماتے لیکن وقوف قلبی کو ضروری قرار دیتے ہیں کہ ذکر اور رابطہ (شغل برزخ) میں اس کا ہونا ضروری ہے یونکہ ذکر سے وقوف قلبی حاصل کرنا اور غفلت و دور رہنا ہے، یعنی خشوع و خضوع اور محبت و تعظیم کے ساتھ ہمیشہ کا حضور حاصل ہو جائے۔

عَلَى بَيْضِ قَلْبِكَ كُنْ كَأَنَّكَ طَائِرٌ
فَمِنْ ذَالِكَ الْأَحْوَالِ فِيكَ تَوَلَّدُ

جس سالک میں ذکر قلبی اثر نہ کرے تو اسے ذکر سے روک کر وقوف قلبی کا حکم

دینا چاہئے اور اس پر توجہ ڈالنی چاہئے تاکہ ذکر اس پر اثر انداز ہونے لگے۔

وقوف عدوی

یہ ہے کہ نفی و اثبات کی گنتی سے واقف رہے، یہاں تک کہ ہر سانس میں طاق بار کہے نہ کہ جفت۔ کہا گیا ہے کہ یہ ذکر جب ایک سانس میں اکیس تک شرائط معتبرہ کے ساتھ پہنچ جاتا ہے اور پھر بھی اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا یعنی نمستی اور فنا وغیرہ کو نہ دیکھا تو یہ صورت حال اس عمل کے لا حاصل ہونے کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ (ایسی حالت میں) چاہئے کہ سلوک و ذکر کو بڑے اخلاص و تقویٰ کے ساتھ لطیفہ نمر کے ذریعے حاصل کرے تو شاید فائدہ حاصل ہو جائے۔

سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف



یہ امر طے شدہ ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات میں نبوت اور ولایت کا فیضان جاری و ساری ہے فیضان نبوت کے تقسیم خلیفہ رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ فیضان ولایت امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے تقسیم ہو رہا ہے جن حضرات کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیض مل رہا ہے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلہ صدیقیہ کہا جاتا ہے اور جو حضرات، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیضیاب ہوتے ہیں ان کے سلسلہ کو سلسلہ حیدریہ کہا جاتا ہے چونکہ طریقت کے معروف سلاسل اربعہ (نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ) کو فیضان نبوت بھی پہنچ رہا ہے اور فیضان ولایت بھی مل رہا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں فیضان ولایت کا غلبہ ہے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ میں فیضان نبوت کا غلبہ ہے چونکہ سلسلہ صدیقیہ کے مرشد اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے یہ سلسلہ پہلے پہل سلسلہ صدیقیہ کے نام سے مشہور ہوا بعد ازاں مشائخ طریقت کی نسبتوں سے مختلف زمانوں میں مختلف ناموں اور القابات سے منسوب ہوتا رہا۔

صدیقیہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ تک اس سلسلہ کو صدیقیہ کہا جاتا رہا۔

طیفوریہ

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ سے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ تک اسے طیفوریہ کہا جاتا رہا۔

خواجگانہ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ سے لے کر امام الطریقہ حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین اویسی بخاری المعروف شاہ نقشبند قدس سرہ تک اسے خواجگانہ کہا جاتا رہا۔

نقشبندیہ

الطریقہ، غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ نے سلسلہ خواجگانہ کی اس قدر ترویج و اشاعت کی کہ چہار دانگ عالم میں یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

نقشبندیہ علائیہ

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کے بعد آپ کے جانشین مکرم حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ سے نقشبندیہ علائیہ مشہور ہوا۔

نقشبندیہ احراریہ

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے یہ سلسلہ ”نقشبندیہ

احراریہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے شریعت و طریقت

کی تجدید و ترویج کچھ اس انداز سے فرمائی کہ عالم اسلام میں اس سلسلہ کو خوب شہرت

اور پذیرائی نصیب ہوئی جس کی بنا پر اسے نقشبندیہ مجددیہ کہا جانے لگا۔

نقشبندیہ مجددیہ نوریہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے بعد یہ سلسلہ متعدد مشائخ کی طرف

منسوب ہونے کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا چنانچہ قطب اوحد حضرت

باواجی خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی قدس سرہ (تاجدار چورہ شریف ضلع اٹک) سے یہ

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ امینیہ

قطب العالمین حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ (وارث مسند آلو مہار

شریف ضلع سیالکوٹ) سے نقشبندیہ مجددیہ امینیہ کے نام سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

والحمد لله على ذلك ۱

نور ذات لم یزل

باب دوم

جلوہ صبح ازل، شاہد ماطغی، رازدارِ ماوحی

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

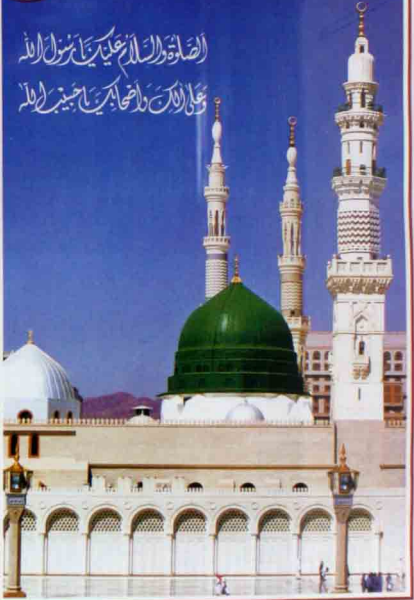


نورِ ازل نے جب عدم کے گیسو وا کئے تو شب و بجور سے صبح نور عیاں ہوئی، جیسا کہ ”کُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا“ کے عنوان سے یہی حقیقت مستورہ آشکار ہوئی۔

با محمد بود عشق پاک جفت
بہر عشق او خدا لولاک گفت

اسی نورِ ازل کی پہلی تجلی کو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے موسوم کیا جاتا ہے جو ظہورِ اول اور حقیقت الحقائق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حقائق، کیا انبیائے کرام کے حقائق اور کیا ملائکہ عظام علیہم الصلوٰات کے حقائق سب اسی کے ظلال کی مانند ہیں اور وہ تمام حقائق معدومات و موجودات کی اصل اور مخلوقات کا مقصود ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ میں اسی امر کا بیان ہے اور وہی حقیقت سب تلوین کائنات اور باعث تخلیق ممکنات قرار پائی دانائے شیراز

الصَّلاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَعَلَىٰ آلِكَ وَأَهْلِ بَيْتِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ



سَيِّدِنَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
حَضْرَتِ زَيْنُ عَبْدِينِ (ع)
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ
وَأَهْلِ بَيْتِهِ



حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا۔

تو اصل وجود آدمی از نخست
وگر ہر چہ موجود شد فرع تست
ترا عز لولاک تمکین بس است
ثنائے تو ط و یسین بس است

شاعر اسلام حفیظ جانندھری نے اس مفہوم کو یوں منظوم کیا۔

یہی جلوہ ہے تخلیقِ جہاں کی علت غائی
اسی کی روشنی ہے دیدہ ہستی کی بینائی

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ كَمَا يَبِي رَا زِ هِي كِه مَخْلُوقَاتِ اِسِي شِهِنْشَاهِ لَوْلَاكَ
كِه قَدُومِ پَاكِ كِي خِيْرَاتِ هِي۔ وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اِسِي اَمْرِ كِي
غَمَا زِ هِي كِه حَسَنِ كَانَاتِ اِسِي كَانَاتِ كِه جَمَالِ كِي زَكُوٰةِ هِي اُوْرِيَه كِهْنَا مَبَالِغَه نِه هُوْكَ كِه
شَمْسِ وَ قَمَرِ كِي تَابَشُوْ كِه اَبْرِ چَمَكَارِه اُوْر عَرْشِ وَ كِرْسِي كِي نَا زِ شُوْ كِه اَبْرِ نِظَارِه اِسِي شَاهِدِ رَعْنَا كِه
حَسَنِ قَبْسَمِ كِي سُوْنَا تِ هِي۔ قَدُوَّةِ الْاٰخِيَارِ حَضْرَتِ خُوَا جِه فَرِيْدِ الدِّيْنِ عَطَا رِ كِهْتِهِي هِي۔

حق چو دید آن نور مطلق در حضور
آفرید از بحر او صد بحر نور
ہر دو عالم بستہ بر فتراک او
عرش کرسی کردہ قبلہ خاک او

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش قدس سرہ نے بزبان پنجابی اس مفہوم کو یوں بیان کیا

سارے نور اوست دے نوروں اس دا نور حضوروں
اس نوں تاج عرش دا ملیا موسیٰ نوں کوہ طوروں

أرواحِ أنبياءٍ پر توجہ

فقہوائے ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کُنْتُ نَبِيًّا وَاَدَمُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
السَّطِينِ ۱ خا کدان عالم میں تشریف آوری سے قبل نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شرفِ
نبوت سے مشرف و متحقق ہو کر ازل کی تاریک راتوں میں آفتاب کی مانند مظہر انوار
صفات اور مرکز اظہار تجلیات تھا

کرسی عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن ستارے

تاہویں نور محمد والا دیندا سی چمکارے

حضرت امام قسطلانی ارقام پذیر ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تخلیق فرمایا تو بعد
میں کسی وقت اسے حکم دیا کہ انوار انبیاء پر توجہ فرمائیں۔

أَمْرَهُ، أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَنْوَارِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ پس نورِ مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کی توجہات قدسیہ ان پر چھا گئیں۔ تو وہ بارگاہِ قدس جل سلطانہ میں عرض
گزار ہوئیں۔ يَا رَبَّنَا مَنْ غَشَّيْنَا نُورَهُ، اے ہمارے پروردگار کس کے نورِ توجہ نے
ہمیں ڈھانپ لیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

هَذَا نُورُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ إِنْ آمَنْتُمْ بِهِ جَعَلْتُكُمْ أَنْبِيَاءَ قَالُوا
أَمْنَا بِهِ وَبِنُبُوَّتِهِ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَشْهَدُ عَلَيْكُمْ قَالُوا نَعَمْ فَذَلِكَ
قَوْلُهُ، تَعَالَى وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ
الشَّاهِدِينَ ۲

یہ محمد بن عبد اللہ کا نور ہے اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تب تمہیں مناصبِ نبوت
سے سرفراز فرماؤں گا انہوں نے عرض کیا! ہم اس پر اور اس کی نبوت پر ایمان لائے پھر

۱ ترمذی، مشکوٰۃ ۲ مواہب اللدنیہ ص ۸ ج ۱

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں خود، تمہارے نبوت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰات پر ایمان لانے پر گواہ ہوتا ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ اسی طرف فرمان باری تعالیٰ مشیر ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ..... وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ

حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یوں منظر کشی کی ہے

نمی دامن چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

بہر سو رقص بگل بود شب جائے کہ من بودم

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو

محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت مقدسہ عام الفیل میں بارہ ربیع الاول دو شنبہ (پیر) کی صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں ہوئی آپ دعائے خلیل اور نوید مسیحا بن کر بہ ہزار جاہ و جلال اور حسن و جمال ظہور فرمائے عالم ناسوت ہوئے۔ گویا

مرازیں بھر کے دامن میں مناجات زبور آئی

امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات نور آئی

ربیع الاول امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا

دعاوں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا

رضاعت

آپ کی ولادت باسعادت کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ مخدومہ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دودھ پلایا اس کے بعد ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی

حضرت ثویبہ نے نوروز تک آپ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی بعد ازاں حضرت خولہ بنت منذر اور حضرت ام ایمن برکہ (آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں) بھی اس شرف سے مشرف ہوئیں جن کی بابت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **أَنْتِ أُمِّي بَعْدَ أُمِّي** ۱ میری والدہ آمنہ کے بعد تم میری ماں ہو۔ لیکن رضاعت کا سب سے زیادہ موقعہ حضرت حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہوا علاوہ ازیں اور خواتین بھی تھیں جو اس سعادت سے بہرہ یاب ہوئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **أَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ** ۲ میں قبیلہ بنو سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں۔ عواتک، عاتکہ کی جمع ہے عاتکہ اس طیب اور طاہر عورت کو کہا جاتا ہے جس کے جسم سے خوشبوؤں کے حلقے پھوٹتے ہیں۔ ۳

جن خوش نصیب دانیوں کو آپ کی رضاعت کی سعادت ملی وہ سب موحدہ اور مسلمان تھیں۔ علامہ برہان الدین حلبی قدس سرہ رقمطراز ہیں

لَمْ تُرْضِعُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْضِعَةً إِلَّا أَسْلَمَتْ ۴

آیہ کریمہ **إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ** کے مطابق مشرک نجس ہوتے ہیں اس لئے نبی کسی مشرکہ دانی کا دودھ نوش نہیں فرماتا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید ہے: **وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ** ۵ ہم نے دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ ان پر حرام کر دیا حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دانیوں فرعون کو خدا سمجھ کر سجدہ کرنے والی مشرکہ تھیں اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دودھ نہیں پیا بلکہ اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ ہی نوش فرمایا۔

۱ سیرت حلبیہ جلد ۱ ص: ۱۰۵ ۲ ایضاً جلد ۱ ص: ۸۸ ۳ طبقات ابن سعد

۴ سیرت حلبیہ جلد ۱ ص: ۸۵ ۵ القصص: ۱۲

حجر اسود کا بوسہ

جب حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر صحن کعبہ میں آئیں اور حجر اسود کو بوسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کے قریب کرنا چاہا تو حضرت حلیمہ نے اک عجیب منظر دیکھا۔ حَرَجَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنْ مَكَانِهِ حَتَّى اتَّصَقَ لِحَجْرٍ اسود دیوار کعبہ سے نکل کر حضور کو بوسہ دینے لگا۔

شق صدر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں قریہ بنی سعد میں تشریف فرما تھے تو آپ کا سینہ مبارک بغیر کسی آلہ کے شق کیا گیا لیکن کسی قسم کا کوئی خون نہ بہا اور قلب اطہر کو اسی طشت میں دھویا گیا جس میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰت کے قلوب مطہرہ دھوئے گئے تھے۔ قلب اطہر کو دیکھ کر سیدنا جبریل علیہ السلام فرمانے لگے قَلْبٌ سَدِيدٌ فِيهِ عَيْنَانِ تَبْصُرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ قَلْبٌ مَبَارَكٌ بِرَقْمٍ كَرِيمٍ وَبَنِيٍّ تَبِيٍّ هَبْءٌ فِيهِ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب اطہر کی آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء حقائق کا مشاہدہ کرنے اور سنتے ہیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنِّي اَرَى مَا لَا يَرَوْنَ وَاسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

بعثت مقدسہ

آپ کی بعثت (بہ اختلاف روایات) لیلۃ القدر میں یاربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن ہوئی۔ جب کہ آپ کی ظاہری عمر شریف کے چالیس برس مکمل ہو چکے تھے۔ آپ غار حرا کی خلوتوں میں مصروف ذکر و عبادت تھے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام پہلی وحی لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اسی اولین شبنم وحی سے آپ کے دور بعثت کا آغاز ہوتا ہے۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ..... الخ

”اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (سب کو) پیدا کیا۔“

یہی سورۃ اقرء پہلی وحی ہے۔ اسی سورت کی پہلی پانچ آیتوں سے نزول قرآن

کا آغاز ہوا۔

اسم ذات اور نزول کتاب

حضرات معظم غور فرمائیں! فرمایا جا رہا ہے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑھنیے اپنے رب کے اسم کے ساتھ! صوفیائے کرام نے اس سے مطلب یہ لیا ہے کہ اسم ذات کا ذکر کرتے ہوئے پڑھیے... اور ذکر اسم ذات ہی سلاسل طریقت میں سلوک کا پہلا سبق ہے۔ کیونکہ

اسم ذات ہی اسم اعظم ہے... اسم ذات ہی وجہ تکوین عالم ہے

اسم ذات ہی مفتاح نجات ہے... اسم ذات ہی مصدر برکات ہے

ذکر اسم ذات سے ہی دل کے روشن دان عالم قدس کی طرف کھلتے ہیں اور ذکر

اسم ذات کی برکت سے ہی عالم غیب کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ ذکر اسم ذات بھی

دل سے ہوتا ہے اور قرآن بھی آپ کے دل پر اترا فانیہ، نزلہ، علی قلبک اسی

لئے فرمایا گیا کہ محبوب! پہلے ذکر اسم ذات کرو پھر تلاوت قرآن پاک کرو ثابت ہوا کہ جب تک ذکر اسم ذات دل پر جاری نہ ہو دل پر نزول قرآن نہیں ہوتا
جب تک تیرے دل پر نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

پہلی وحی کے بعد

پہلی وحی کے بعد تین سال تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر غمگین رہا کرتے تھے۔ فترۃ الوحی کا یہ زمانہ ذات رسالت پر انتہائی قلق و اضطراب کا دور تھا کلام الہی کی چاشنی سے دوبارہ لذت آشنا ہونے کے لئے دل بے چین آ نکھیں منتظر کان بے تاب اور روح مشتاق رہتی تھی۔

علاء فرماتے ہیں غالباً اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نزول وحی کا انتظار شدت اختیار کر جائے اور شوق زیادہ ہو جائے۔ چنانچہ قبض کی اس طویل اور صبر آزما کیفیت کے بعد ایک دن اچانک در رحمت ہوا اور پردہ اٹھا آسمان کی طرف سے یکایک بھی آواز آنے لگی۔ کیا دیکھا؟ کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا۔ زمین و آسمان کے درمیان ایک عالی شان زریں کرسی پر بیٹھا کلمات وحی سن رہا تھا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبُّكَ فَكْبَرُ وَثِيَابُكَ فَطَهِّرْ وَالرُّحَىٰ

وَأَنْذِرْ

پیغام بعثت

آسمان اللہ! یہاں قدی خطاب ہے۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے سفید چادر اوڑھنے والے محبوب! انا اللہ! اپنے گروہ و پیش کا جائزہ لیجئے! دیکھئے! دنیا غفلت کی قیند سولی

۱۰۰

پڑی ہے۔ اسے جگائے اسے ڈرنا، معاشرے کے حالات ابتر ہیں، دنیا کے معاملات بدتر ہیں، لوگ مجبور ہیں، خدا سے دور ہیں، کعبے میں بتوں کا جھوم ہے، کفر و شرک کی دھوم ہے، ذرا کمر ہمت باندھ کر توحید و رسالت کا نعرو لگائے، تکبیر و تہلیل کا نغمہ سنائے، طہارت کا سبق سکھائیے، اذان و نماز کا آغاز فرمائیے، انسانوں اور جنوں کو نغمہ ام الکتاب سنائیے، اپنے ماحول کو بتوں کی آلائش سے بچائیے، اپنے اخلاق و اطوار اور لباس و کردار کو ایسا بے مثال اور بے داغ بنا کر پیش فرمائیے تاکہ آپ ہر کسی کو بے مثل اور بے عیب نظر آئیں۔

اے اکیلے خدا کے اکیلے نمائندے! اے بے مثل خدا کے بے مثل محبوب، اے رؤف و رحیم، اے یکتا درمیتیم! ہم تمہارے ساتھ ہیں، انھو میدان میں آ جاؤ اور پوری دنیا پہ چھا جاؤ، استقامت کا کوہ گراں بن کر، اخوت کی زباں بن کر، محبت کا بیاں بن کر اور قدرت کا ترجمان بن کر پوری دنیا کے کفر و شرک کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ، خواہ

◎ زمین و آسمان ادھر سے ادھر ہو جائیں

◎ کون و مکان زیر و زبر ہو جائیں

◎ چاند اور سورج اپنے مدار سے ہٹ جائیں

◎ دن اور رات اپنے کاروبار سے کٹ جائیں

◎ طوفانی حوادث آ جائیں

◎ خوبی انقلابات آ جائیں

◎ ظلم و تشدد کی آندھیاں چلیں

◎ جفا و جور کے اثر دبا چلیں

◎ مشرک تمہارے ہاتھ پر شمس و قمر رکھ دیں

◎ کافر تمہارے پاؤں تلے مال و زر رکھ دیں

- مگر تمہارے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔
- تمہاری جرات و استقامت میں لچک نہ آنے پائے۔ اے

دعوتِ اسلام کے تین ادوار

دور اول

تین برس تک حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اس دوران عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارث رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ ۱

دور ثانی

تین برس کی اس خفیہ دعوتِ اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ ”شعراء“ کی آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نازل فرما کر اپنے محبوب کو عزیز و اقرباء کو تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا

دور ثالث

اعلانِ نبوت کے پوتھے سال سورہ حجرت کی آیت ”فَاذْهَبْ بِمَا تُمَرُّ بِهِ“ نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ اے محبوب! اب آپ علی الاعلان تبلیغ فرمائیے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ علانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ فرماتے گئے اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا مذمت

فرمانے لگے تمام قریش، بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

ہجرت حبشہ

کفار مکہ نے جب ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو آپ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دے دیا۔

شعب ابی طالب

اعلان نبوت کے ساتوں سال اہل مکہ نے مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمان تین سال تک شعب ابی طالب میں پناہ گزیں رہے۔

عام الحزن

اعلان نبوت کا دسواں سال عام الحزن کہلاتا ہے۔ کیونکہ اسی برس آپ کو پے در پے روح فرسا صدمات کا سامنا کرنا پڑا جن میں آپ کے غم خوار چچا حضرت ابوطالب اور مونس و ہمدم زوجہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اس دار فانی سے کوچ کر جانا ہے۔

سفر طائف

اہل مکہ کا فساد اور سرکشی سے تنگ آ کر آپ نے سفر طائف کا ارادہ فرمایا جہاں آپ کے ساتھ طائف کے اوباشوں نے آپ پر سنگ باری کر کے لہو لہان کر دیا۔ فرشتوں کی آمد اور اہل طائف پر عذاب کی اجازت مانگنے پر آپ نے ان کے لئے

صرف دعائے ہدایت فرمائی۔

بیعت عقبہ

اعلان نبوت کے بارہویں سال حج کے موقعہ پر اہل یثرب کے بارہ افراد نے وادی منیٰ میں چھب کر آپ کی دعوت اسلام پر لبیک کہی اس کے ایک سال بعد ۷۲ افراد نے اسلام قبول کر لیا اور آپ کو یثرب آنے کی دعوت دی۔

ہجرت مدینہ

قریش نے جب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار مکہ سے باہر یثرب میں بھی ہو گئے ہیں تو انہیں خدشہ ہوا کہ کہیں آپ وہاں جا کر اپنے مددگاروں کے ہمراہ مکہ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس لئے انہوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر شیخ نجدی کے مشورہ سے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضور کو بذریعہ وحی خبر ہو گئی۔ کفار نے حسب قرار داد رات ہوتے ہی حضور کے کاشانہ نبوت کو گھیر لیا۔ آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹایا اور ایک مشت خاک پر سورہ یسین کی ابتدائی آیات پڑھ کر کفار پر پھینک دی۔ کفار کو کچھ نظر نہ آیا اور آپ وہاں سے بخیریت نکل کر حضرت صدیق اکبر کو ہمراہ لے کر یثرب کی طرف روانہ ہو گئے اور تین رات غار ثور میں قیام پذیر رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے روز پہنچے۔ آپ کی آمد کو مدینہ کے لوگوں نے جلوس بنا کر، زرق برق لباس پہن کر، ہتھیار سجا کر، آپ کا استقبال کیا، خوشی و مسرت کا اظہار کرنے لگے ان کا ہر جوان و بچہ اور شیخ و مرد باواز بلند پانے لگا

حَاءِ سُبْحٰنِ اللّٰهِ حَاءِ نَبِيِّ اللّٰهِ

الحج بن حنیف، کتاب انبا قب القم ۱۰۹۸

ایک صحابی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کا عمامہ اتار کر نیزے کی نوک پر باندھ کر جھنڈا لہرایا قبیلہ بنو نجار کی معصوم ننھی بچیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی میں دف بجا کر یوں گویا تھیں

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي نَجَارٍ يَا حَبْدًا مُحَمَّدًا اَمِنْ جَارٍ
بقول مورخ اسلام حفیظ جالندھری

کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسول پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں
ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ نعرے لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ !

آپ نے قباء میں مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔
مدینہ میں آپ کی تشریف آوری سے مسلمانوں کو جو خوشی ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ آپ
نے حضرت ابویوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا اس سال مسجد نبوی، ازواج
مطہرات کے لئے حجرے اور مہاجرین کے لئے مکانات بن کر تیار ہو گئے۔ آذان
مشروع ہو گئی حضور نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی۔

ہجرت کے دوسرے سال قبلہ نماز بجائے بیت المقدس کے کعبہ شریف ہو گیا

○ رمضان شریف کے روزے فرض ہو گئے

○ غزوات و سرایا کا آغاز ہوا۔

○ غزوات تعداد میں ۲۷ ہیں اور سرایا ۴۷۔

بڑے بڑے غزوات جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے سات ہیں۔ بدر، احد، خندق،

خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک۔ جن غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال فرمایا یہ ہیں۔ بدر، احد، خندق، مصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف، غزوات میں سب سے آخری غزوہ تبوک ماہ رجب ۹ھ میں ہوا۔

ہجرت کے ساتویں سال کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر ممالک کے حکمرانوں (قیصر و کسری و نجاشی وغیرہم) کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے اور ۹ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی پر مسجد ضرار جو منافقین نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے بنائی تھی آپ کے حکم سے جلادی گئی۔ اسی سال وفود عرب دربار رسالت میں اس کثرت سے حاضر ہوئے کہ اسے سال وفود کہا جاتا ہے۔ یہ وفود بالعموم نعمت ایمان سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ ۱۰ھ میں بھی وفود عرب خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے۔ اہل یمن و ملوک حمیر ایمان لائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

حضور اکرم کا طریق تزکیہ و تعلیم

طلوع اسلام سے قبل اگر اس عہد کی متمدن اقوام کے مذہبی و اخلاقی اور معاشی و سیاسی احوال کا بظن عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اگر آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مطلع حجاز پر طلوع ہو کر عرب کے غیر متمدن اور متعصب باشندوں کی ظاہری و باطنی طہارت اور ان کی اخلاقی و سیاسی تہذیب و تربیت نہ کرتا تو نہ معلوم اہل عرب نے بالخصوص اور اقوام عالم کے بالعموم کیا حالات ہوتے

گر نہ خورشیدے جمال یار گشتے راہ نمود

از شب تاریک غفلت کس نبردے راہ نمود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیشانی سے ناف تک ہاتھ مبارک پھیر کر، کبھی سینے پر

ہاتھ مار کر، کبھی دعا کر کے، کبھی اپنے ساتھ چمٹا کر، کبھی نظرِ خاص فرما کر صحابہ کرام کا تزکیہ و تصفیہ اور تعلیم و تربیت فرمایا کرتے تھے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابو محمد زورہ کا تزکیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محمد زورہ کے چہرے سے لے کر ناف تک ہاتھ پھیر کر اور ان کے حق میں دعا کر کے تزکیہ فرمادیا اور انہیں ایمان سے نواز کر اپنی محبت کا جام پلا دیا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى نَاصِيَةِ أَبِي مُحَمَّدُورَةَ ثُمَّ أَمَرَهَا عَلَى وَجْهِهِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ثُمَّ عَلَى كَبِدِهِ ثُمَّ بَلَغَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرَّةَ أَبِي مُحَمَّدُورَةَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ ۱

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ابو محمد زورہ کے ماتھے پر رکھا پھر اس ہاتھ کو ان کے چہرے پر پھیرتے ہوئے سینے پر لے گئے پھر ان کے جگر پر لے گئے پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک ان کی ناف تک پہنچا پھر آپ نے دعا فرمائی اللہ تجھے برکت دے اور تجھ پر برکت فرمائے۔

حضرت ابوسفیان کے وسواس کا ازالہ

فتح مکہ کے ایام میں ابوسفیان نے ایک روز دیکھا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستہ پر تشریف لے جا رہے ہیں اور اہل مکہ کا ایک جم غفیر حضور کے پیچھے پیچھے سراطاعت خم کئے جا رہا ہے یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان اپنے دل ہی دل میں یہ کہنے لگا کہ کاش میں اپنے لوگوں کا لشکر اکٹھا کروں اور ان سے پھر جنگ و قتال کا آغاز کر دوں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی اثناء میں ابوسفیان کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سینہ پر اپنے دست مبارک سے ضرب لگائی اور فرمایا اِذَا يُخِزِيكَ اللّٰهُ اِذَا يُخِزِيكَ اللّٰهُ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ پھر تمہیں ذلیل و رسول کرے گا ابوسفیان یہ ارشاد سن کر ششدر رہ گیا اور عرض کرنے لگا

اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِمَّا تَفَوَّهْتُ بِهِ مَا اَيَقْنْتُ
اَنَّكَ نَبِيٌّ حَتَّى السَّاعَةِ اِنِّي كُنْتُ لَا اَحَدِيْتُ نَفْسِي بِذَالِكَ

یا رسول اللہ! میں توبہ کرتا ہوں اور وہ بکو اس جو میں نے اپنے دل ہی دل میں کی ہے اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں یہ بات تو میں نے صرف اپنے دل میں کہی تھی یعنی اگر ایسی باتوں پر بھی آپ آگاہ ہو جاتے ہیں تو اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے نبی ہیں۔ ۱

ظاہری و باطنی علم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِنِ فَاَمَّا
اِحْدَهُمَا فَبَشْتُهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَشْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُوْمُ

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو گھڑے برتن علم حاصل کیا ہے ان میں سے ایک تو میں نے لوگوں پر پیش کر دیا ہے لیکن اگر دوسرا لوگوں پر پیش کر دوں تو کاکاٹ دیا جائے۔ ۲

عطائے یادداشت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ

۱۔ سبل اُحدی ص ۵۰، بحوالہ ضیاء النبی چہارم ۲۔ بخاری ص ۲۳

علیہ وسلم میں عرض پر داز ہوا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَسَاهُ قَالَ أُبَسِّطُ
رِدَائِكَ فَبَسَطْتُهُ فَعَرَفَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ ضَمَّ فَضَمَّمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ
شَيْئًا بَعْدَهُ

یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں لیکن انہیں بھول جاتا ہوں
آپ نے مجھے چادر پھیلانے کا حکم فرمایا تو میں نے اپنی چادر کو پھیلا یا آپ نے اپنے
مبارک ہاتھوں سے چلو بھر کر ڈال دیا اور فرمایا اسے پیٹ لو تو میں نے اسے پیٹ لیا اس
کے بعد کوئی چیز بھولا نہیں کرتا۔ ۱

دُعا سے علم کتاب

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ

الْكِتَابَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ چمٹایا اور میرے لئے دُعا
فرمائی۔ اے اللہ! اسے قرآن حکیم کا علم عطا فرما۔ ۲

علم قضاء

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ
علیک وسلم) آپ مجھے بھیج رہے ہیں میں ایک نوجوان آدمی ہوں ان کے درمیان فیصلے
کیسے کروں گا کیونکہ مجھے علم قضاء نہیں آتا

فَضْرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ، وَثَبَّتْ لِسَانَهُ، قَالَ فَمَا شَكَّكَتُ بَعْدَ فِي قَضَاءِ بَيْنِ اثْنَيْنِ

آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر پھیرا پھر دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس کے قلب کو ہدایت عطا فرمایا اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔ حضرت علی فرماتے ہیں اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے مجھے کبھی شک نہ ہوا۔ ۱

استدراک

لس ید کی برکت سے علوم و فیوضات کا عطا کر دینا سنت خداوندی ہے جیسا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے درمیان دست قدرت رکھ کر سینہ الم نشرح کو ارض و سماء کے علوم و معارف سے معمور و مکشوف کر دیا۔

ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات ملاحظہ ہو

وَضَعُ كَفَّهُ، بَيْنَ كَتَفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَا مِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّْ
فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ ۲

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا کف قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی بس مجھ پر ہر شئی عیاں ہو گئی اور میں جان گیا۔

دوسری روایت میں یوں بھی ہے

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۳

یعنی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ تھا مجھے اس کا علم ہو گیا۔

وصال پر ملال

حضور علیہ الصلوٰة والسلام تمام صحابہ کرام کو اسلام و ایمان کے علوم و معارف کی

۱ ابن ماجہ ص: ۱۶۸ ۲ مشکوٰۃ ص: ۷۲ ۳ ترمذی

دولتِ عظمیٰ سے نوازا کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا نَكَ تَرَاهُ کی منزل احسان پر فائز المرام فرما کر ماہ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دو شنبہ اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی پکارتے ہوئے اعلیٰ علیین میں تشریف لے گئے۔

حیات النبی

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ انبیاء کرام کی حیات علمائے ملت کے درمیان متفق علیہ مسئلہ ہے۔ جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے کامل تر ہے۔ کیونکہ شہداء کی حیات عند اللہ معنوی اور اخروی ہے جبکہ انبیاء کی حیات حسی و دنیاوی ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان دال ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَتّٰی یُرْزَقَ ۲

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام کر دیا پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں۔

اب قیامت تک حضور کی امت کو آپ کا وہی فیضان بواسطہ خواص امت علمائے راہنہ و صوفیائے کاملین پہنچتا رہے گا۔ جو آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں پہنچتا تھا۔

اربعین نبوی علی صاحبہا الصلوٰات

۱۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

۱۔ مدارج النبوت جلد دوم ۲۔ سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاته و د فنه الرقم: ۱۶۳

۲..... بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

۳..... الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں ان میں افضل ترین لا الہ الا اللہ ہے اور کم ترین رستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے۔

۴..... الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

فطرت مسلم سراپا شفقت است

ور جہاں دست و زبانش رحمت است

۵ كَلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبِي قَيْلٍ وَمَنْ أَبِي قَالَ مَنْ اطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبِي

میرے تمام امت داخل جنت ہوگی بجز اس شخص کے جس نے انکار کیا عرض کیا گیا انکار کیا مطلب ہے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہی منکر ہے

۶ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ

تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کا اتباع کرنا

لازم ہے۔

۷..... مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ! د
فساد امت کے وقت جس نے میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اسے سو شہیدوں کا
ثواب ملے گا۔

۸..... اِعْمَلُوا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ

حلال پر عمل کرو اور حرام سے اجتناب کرو۔

۹..... لَا تُشَدِّدُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدَ اللّٰهُ عَلٰیكُمْ

اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تم پر سختی فرمائے گا۔

۱۰..... تَرَكَتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَمَّا كِتَابُ اللّٰهِ
وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهِ

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں پر عمل پیرا ہو گے

گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت ہے۔

۱۱..... اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَيْدِهِ الْاُمَّةَ عَلٰی رَاسِ كُلِّ مِائَةِ سِنَةٍ
مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنََهَا

اللہ عزوجل اس امت میں ہر سو برس کے بعد ایسے شخص کو مبعوث فرمایا کرے گا

جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کر دیا کرے گا۔

۱۲..... اِلَّا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ

خبردار! بروں میں سب سے برے علماء ہیں اور اچھوں میں سب سے بہتر بھی علماء

ہی ہیں۔

۱۳..... الطُّهُورُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

طہارت نصف ایمان ہے۔

۱۴ ... مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ

جنت کی کلید نماز ہے۔

۱۵ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوَرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ

بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

۱۶ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوُوبُوا إِلَى اللَّهِ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةً

مرہ

اے لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو بلاشبہ میں بھی روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں

۱۷ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي

بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (حدیث قدسی)

۱۸ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایْ وَآهْلِیْ

و مالی

اے اللہ! میں تجھ سے دینی و دنیوی امور اور اہل و مال میں عفو اور عافیت کا طالب

ہوں۔

۱۹ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

اے اللہ! ہم تجھے دشمنوں کے ہلاکت خیز حملوں کے مقابل کرتے ہیں اور ان کی

شرارتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

۲۰ اِحْسٰی یٰقِیْمُہٗ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَعِیْثُ

اے اے یقین قائم! میں تیری رحمت سے مدد مانگتا ہوں۔

۲۱ اِنِّیْ اُوْلٰی سَکَلٍ فَمِنْ مَنِّ نَفْسِیْ

میں بہت کمزور کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

۲۲ اِنَّ اللّٰهَ یُعِیْبُ لِمَاہٖ مَکٰرِہُ الْاِحْلَاقِ وَکَمٰلِ مَحٰمِدِہٖ

الْأَفْعَالِ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کی تمسیم اور محاسن افعال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

۲۳ ... يَا أَيُّهَا النَّاسُ ابْكُوا فَإِنَّ لَمْ تَسْتَطِيعُوا فْتَبَاكُوا

اے لوگو! رو یا کرو اور اگر نہ ہو سکے تو رونے کی کوشش کیا کرو۔

۲۴ ... يُسْقِي بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصِرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ

اہل اللہ کی برکت سے لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے اور ان کے طفیل دشمنوں پر

فتح دی جاتی ہے۔

۲۵ ... كَثْرَةُ الضَّحِكِ فَإِنَّهُ يُمِيتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُورِ الْوَجْهِ

زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کے نور کو دور کر دیتا ہے۔

۲۶ ... خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ

بہترین وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

۲۷ ... الْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ أُمَّهَاتِكُمْ

جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

۲۸ ... مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ

جو شخص لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہوتا

۲۹ ... مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللَّهُ

جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا۔

۳۰ ... لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے

وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۳۱..... كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی بلکہ راہ گیر رہتا ہے۔

۳۲..... حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ

دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

۳۳..... الإِقْتِصَادُ فِي النِّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ

خرچ میں میانہ روی نصف معیشت ہے۔

۳۴..... التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ

لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے۔

۳۵..... أَلْبَرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ

يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور اس پر لوگوں کا

مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو۔

۳۶..... خَيْرُكُمْ الَّذِينَ إِذَا رَأَوْا ذِكْرَ اللَّهِ

تم میں سے بہتر وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھیں تو اللہ یاد آ جائے۔

۳۷..... اِغْتَنِمُ حَمْسًا قَبْلَ حَمْسٍ شَبَابِكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتِكَ

قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتِكَ

قَبْلَ مَوْتِكَ

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو

یاد رکھو، تو کمزوری کو مفلسی سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور حیات کو موت سے

پہلے۔

۳۸..... إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرُ اللَّهِ

بیشک دنیا اور اس میں جو کچھ ہے ملعون ہے ماسوائے ذکر اللہ کے۔

۳۹۔ مَنْ مَشَىٰ مَعَ ظَالِمٍ لِّيُقَوِّيهُ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ

جو شخص ظالم کے ساتھ اسے تقویت دینے کے لئے چلا یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ

اسلام سے خارج ہو گیا۔

۴۰۔ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ، مَا لَا يَعْنِيهِ

بندے کا حسن اسلام لایعنی باتوں کو چھوڑ دینا ہے۔



روضہ انور سید المرسلین حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ (بائیں جانب)
 خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ (درمیان)
 امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ (دائیں جانب)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَدْ نَسَى الْيَلْبُوتَ وَأَبَى الْإِبْرَاهِيمَ
وَأَبَى الْيَعْقُوبَ وَأَبَى الْإِسْمَاعِيلَ

وَأَبَى الْيَسْرَافِيلَ وَأَبَى الْيَحْيَى

وَأَبَى الْيُونُسَ وَأَبَى الْيُوسُفَ
وَأَبَى الْيُوحَنَّا وَأَبَى الْيُوحَنَّا
وَأَبَى الْيُوحَنَّا وَأَبَى الْيُوحَنَّا

اور یہ لوگ اہم صحیح پروردگار ہیں۔
ملکہ بڑھ دو عالم ہندو کا راجا

سب کتب میں لکھا گیا ہے کہ یہ لوگ
اور یہ لوگ اہم صحیح پروردگار ہیں۔

کلام حضرت اکبر صدیق اکبر
خط
خوشنما عالم گویا

کلام حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

افضل البشر، بعد الانبياء، خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ



نام و نسب

دورِ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالکعبہ تھا مگر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد عمر ۳۸ برس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اسم گرامی ”عبداللہ“ تجویز فرمایا آپ کی کنیت ”ابوبکر“ خطاب ”صدیق“ زبان زد عام ہوا۔ آپ کی ولادت باسعادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف سے دو سال چند ماہ اور واقعہ فیل کے دو برس چار ماہ اور کچھ روز بعد ۳ ذوالحجہ بروز بدھ ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سلمیٰ امّ الخیر بنت صحز بن مرہ اور والد بزرگوار کا نام عثمان ابوقحافہ ہے آپ کا سلسلہ نسب جناب مرہ بن کعب پر جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

قبول اسلام

عالمِ چین سے بی شرک و شراب جیسے فتنہ افعال اور بری عادات و خصائل سے

متنفر اور معتدل مزاجی، پاکبازی اور بلند اخلاقی کا حسین مرقع تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب، عمر اور طبیعت کے اعتبار سے ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے بچپن میں ہی گہرے تعلقات اور دوستانہ مراسم تھے آپ نے عمر ۲۰ برس بغرض تجارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شام کا سفر فرمایا۔ دوران سفر آپ کے سامنے ایک راہب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی پیشین گوئی کی، یونہی آپ کے ایک خواب کی تعبیر کرتے ہوئے ایک یہودی عالم نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں منصب وزارت اور بعد از وصال مسند خلافت کی خوشخبری سنائی تھی چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ عمر ۳۸ برس بلا حیل و حجت اور ایک لمحہ توقف کئے بغیر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ مطابقت بین الروایات کے اعتبار سے آپ مردوں میں سب سے پہلے مشرف بہ ایمان ہوئے۔

تبلیغ اسلام

آپ اشرف قریش اور رؤسائے مکہ میں سے ہونے کی بنا پر نہایت عزت و جاہت کے حامل تھے معاشرتی و عائلی تنازعات میں آپ کا منصفانہ طرز عمل، غیر جانبداری اور صداقت شعاری مسلم تھی۔ قبول اسلام کے بعد آپ دین اسلام کے ایک بڑے فعال اور متحرک مبلغ بن گئے چونکہ آپ رؤسائے قریش میں بہت اثر و رسوخ کے مالک تھے اس لئے آپ کی ترغیب و تبلیغ سے جلیل القدر صحابہ کرام دولت ایمان سے مالا مال ہوئے خصوصاً عشرہ مبشرہ میں سے حضرات سیدنا عثمان غنی، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اجمعین مشرف بہ اسلام ہوئے۔

منفرد اعزاز

آپ کے خاندان عالیشان میں چار پشتوں کو شرف صحابیت نصیب ہوا جو کسی اور کو میسر نہ ہوا کہ آپ کے علاوہ آپ کے والد عثمان ابوقحافہ آپ کی تمام اولاد امجاد اور آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہم زیارت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات سے مشرف ہوئے۔

جذبہ ایثار سے سرشار

آپ مکہ کے ان امرائے قریش میں سے تھے جن کا پیشہ تجارت تھا چونکہ آپ کے پاس بے شمار دولت و ثروت تھی اس لئے جہادی فنڈ اور ستم رسیدہ مسلمان غلاموں اور لونڈیوں کے لئے بوقت ضرورت آپ کا مال بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مال میں اسی طرح حکم فرمایا کرتے جس طرح اپنے مال میں حکم فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی خواہش البسنہ تحت رسول اللہ کے مطابق اپنی تخت جگہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجال عقد میں پیش کر دیں۔

بلال حبشی، عامر ابن فہیرہ، زبیرہ روبیہ، نہدیہ، دختر نہدیہ، ابو عبس اور کنیز بنی مؤئل رضی اللہ عنہم کو نہایت معقول رقم ادا کر کے پنچہ، غلامی سے آزاد کر دیا۔

رفاقت نبوی اور معیت الہی

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر، جلوت و خلوت، انشست و خاست، امن و جدال اور اصلاح و قتال کے ایسے رفیق و دمساز تھے کہ سایہ کی طرح ہر وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے حتیٰ کہ شب ہجرت بھی غار ثور میں آپ

کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوئی۔ قرآن مجید میں اس سنگت و صحبت کو یوں بیان کیا گیا

ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۗ

آپ نے غار ثور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراقدس اپنی آغوش میں رکھ کر جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا شرکت غیرے خوب نظارہ کیا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بموجب تنام عینای و لا ینام قلبیٰؐ کے محو استراحت تھے۔

۔ جھوم رہی ہیں شوخیاں دیدہ نیم باز میں

جاگ رہے ہیں پاسباں یار ہے خواب ناز میں

ہجرت کے موقع پر آپ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و رفاقت اور وفاء و زیارت کی بدولت بھوائے و من احسن من اللہ صبغة کلیت محمدی علی صاحبہا الصلوٰات سے اس قدر رنگین ہوئے کہ صورت و سیرت کے لحاظ سے جمال نبوت علی صاحبہا الصلوٰات کے آئینہ دار بن گئے اور اہل مدینہ کے لئے آقا و غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا س نگوید بعد ازیں من دیرم تو دیری

ضمنیت کبریٰ

وفا شعار بنی نملساری اور امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحیم ہونے کی بنا پر آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت کبریٰ حاصل ہوئی۔ ضمنیت سے مراد یہ ہے

کہ ”ایک ولی دوسرے کے ضمن میں ہو“ جو کمال پہلے کو حاصل ہوتا ہے دوسرا بے اختیار اس میں شریک ہوتا ہے جیسے بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اپنے پیٹ میں لے لیتی ہے جس جگہ وہ سیر کرتی ہے چھوٹی بے اختیار اس سیر میں شریک ہوتی ہے۔ ضمنیت کی دو قسمیں ہیں۔ ضمنیت صغریٰ اور ضمنیت کبریٰ

ضمنیت صغریٰ

اگر ایک ولی کی ضمنیت دوسرے ولی کو حاصل ہو تو اسے ضمنیت صغریٰ کہتے ہیں۔

ضمنیت کبریٰ

جس ولی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت حاصل ہو اسے ضمنیت کبریٰ کہتے ہیں چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا وَقَدْ صَبَّبْتُهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ
یعنی جو فیضان و عرفان اور حقائق و معارف اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا وہ میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

علامہ اقبال مرحوم نے اس کو یوں منظوم کیا ہے۔

آنچه بود از بارگاہ کبریا	ریخت در صدر شریف مصطفیٰ
آن همه در سینہ صدیق ریخت	لاجرم تا بود زو تحقیق ریخت

رضوان اکبر

آپ رضی اللہ عنہ ممالات محمدی اور ولایت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰات کے

درجات عالیہ پر فائز المرام ہونے کے باوجود حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جانب ولایت میں مناسبت رکھتے ہیں اس لئے مال، جان اولاد اور وطن جیسے موانعات کو بڑی فراخ دلی سے رضائے حق اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر داؤ پر لگا دیا انہی وجوہات کی بناء پر قدوۃ الکاملین حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز نے آپ رضی اللہ عنہ کو اُمت کا پہلا صوفی اور اہل طریقت کا امام کہا ہے۔

إِنَّ الصَّفَا صِفَةُ الصِّدِّيقِ إِنْ أَرَدْتَ صُوفِيًّا عَلَى التَّحْقِيقِ
یہ ایسی دولت عظمیٰ ہے جو صدیقوں کو انبیائے کرام کی ظاہری و باطنی متابعت کی بدولت نصیب ہوتی ہے اور وہ کمالات نبوت، تجلیات ذاتیہ اور رضوان اکبر کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

الصدیقون هم المبالغون في الصدق المتصفون بكمال
متابعة الانبياء ظاهراً و باطناً المستغرقون في کمالات النبوة
والتجليات الذاتية ۱

یعنی صدیق مبالغے کی حد تک سچے ہوتے ہیں، انبیائے کرام کی ظاہری و باطنی کمال متابعت سے متصف ہوتے ہیں، کمالات نبوت اور تجلیات ذاتیہ میں مستغرق ہوتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا

يَا أَبَا بَكْرٍ! أَعْطَاكَ اللَّهُ الرَّضْوَانَ الْأَكْبَرَ قَالَ وَمَا رِضْوَانُهُ

۱ کشف المحجوب فارسی ص ۳۲ ۲ تفسیر مظہری

قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَتَجَلَّى لِلْخَلْقِ عَامَةً وَيَتَجَلَّى لَكَ خَاصَةً ۱
یعنی اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تجھے رضوان اکبر عطا فرمائی ہے انہوں نے عرض
کیا کہ اس کی رضوان کیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ مخلوق پر عام تجلی فرماتا ہے اور تیرے لئے
خاص تجلی فرماتا ہے۔

نسبت صدیقی

فجواتِ آیه کریمہ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا خَلِيفَةَ الرَّسُولِ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی
اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مصاحبت اور ولایت محمدیہ علی صاحبہا
الصلوات کی باطنی متابعت کی بدولت اللہ تعالیٰ کی ایسی خصوصی معیت حاصل تھی جس کی
بناء پر آپ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ممتاز تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد گرامی اس کی مزید تائید کرتا ہے۔

مَا فَضَّلَكُمْ أَبُو بَكْرٍ بِكَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا بِكَثِيرِ صِيَامٍ وَلَا بِكَثِيرِ
صَدَقَةٍ وَلَكِنْ بِشَيْءٍ وَقُرْفِي صَدْرِهِ ۲

یعنی ابوبکر نماز، روزہ اور صدقہ کی کثرت کی وجہ سے تم پر فضیلت نہیں رکھتے بلکہ
اس چیز کی وجہ سے جو ان کے سینہ میں ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں

أَنَّ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مَنْسُوبَةٌ إِلَى الصَّدِيقِ الْأَكْبَرِ

یعنی اکابر نقشبند یہی کی، الایت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے
اس لئے، الایت اکابر نقشبند یہ، جمیع اولیائے کرام کی ولایتوں سے فوق ہے اسی لئے
اکابرین نقشبند یہ رضی اللہ عنہم کی عبارات میں ہے ان نسبتنا فوق جمیع النسب

وارادوا بالنسبة الحضور الذاتى الدائمى بلاشبہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے اور نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے اگرچہ دیگر سلاسل مقدسہ کے بعض کامل مشائخ کو بھی یہ تجلی ذاتی دائمی حاصل ہوئی ہے لیکن یہ حصول بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت ہی سے مقتبس ہے جیسا کہ حضرت شیخ ابوسعید خراز قدس سرہ العزیز کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارک پہنچنے سے یہ نسبت حاصل ہوئی تھی۔ ۱

کاشف حقائق حضرت علامہ بدرالدین سرہندی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔
ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سلوک حصول جذبہ کے بعد سلوک فوقانی سے متعلق ہے اس سلوک کی مثال ایسی ہے جیسے کہ جذب کے گھر میں ایک سوراخ کھود کر ذات غیب تک راہ پہنچائی جائے اور اس راہ سے راستہ طے کیا جائے حضرت رسالت پناہ علیہا الصلوٰات والسلام بھی اسی راہ سے انتہاء مقام تک واصل ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ خواجگان نقشبندیہ سے مخصوص ہے لیکن دیگر سلسلوں کے مشائخ کبار نے بھی اس مسلک صدیقیہ پر سلوک طے کیا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ۲

چنانچہ اسی نسبت صدیقی کے حصول کی خاطر غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ غوث صمدانی، عالم ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور خواجہ خواجگان حضرت سیدنا معین الدین اجمیری قدس سرہ العزیز چھ ماہ خواجہ ہمدانی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر باش رہے۔

متخلق باخلاق اللہ

جب کوئی سالک کسی شیخ کامل کی زیر نگرانی بشری کثافتیں اور دنیوی رنگتیں اُتار کر مورتوا قبل ان تموتوا کا نمونہ بن جاتا ہے تو آیہ کریمہ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً اور تَحَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ وَاتَّصِفُوا بِصِفَاتِ اللَّهِ کے مصداق اخلاق و صفات الہیہ سے متصف و منصف ہو جاتا ہے اسی مقصد کی تکمیل و تحصیل کیلئے انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کی ذوات مقدسہ کو مبعوث فرمایا گیا۔ جب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بزم گیتی میں جلوہ آراء ہوئے تو سب سے پہلے جس شخصیت نے الہی عادات اور خدائی صفات سے رنگین ہونے کے لئے خود کو پیش کیا وہ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات تھی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلق کی ۳۶۰ صورتیں ہیں جس شخص میں تو حید الہی کے ساتھ ایک صورت بھی پائی گئی وہ جنت میں داخل ہوگا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے ہاں فی منہا یارسول اللہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان میں سے کوئی چیز مجھ میں بھی پائی جاتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کُنْهَا فَيْتُ يَا أَبَا بَكْرٍ وَاحْتَبِئْهَا إِلَى اللَّهِ السَّخَاءُ۔ اے ابو بکر! حسن خلق کی سب سے زیادہ صورتیں تم میں موجود ہیں اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخاوت بہت محبوب ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا تَذَرُوهُ حُضُورًا كَرِيمًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَتْ بِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ
 مَا مَعْنَى مَا لَفَطَ مَا مَعْنَى مَا لَ الْبِي بَكَرٍ قَالَ فَبَكَرَ أَبُو بَكْرٍ
 وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ آتَاكَ مَا لِي الْبِي بَكَرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ح

یعنی مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے روتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں اور میرا مال آپ کا ہی ہے۔

علامہ اقبال مرحوم بارگاہ صدیقیت میں یوں مدح سراء ہیں۔

آن امن الناس بر مولائے ما

آن کلیم اول سینائے ما

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے ”تصوف صدیقی“ پر ایک طویل بحث کر کے

یہ ثابت کیا ہے کہ کمال طریقت کے لئے جن اوصاف و ملکات نفسانی کی ضرورت ہے۔

مثلاً توکل، ورع، احتیاط، کف لسانی، تواضع، شفقت بر خلق خدا، رضا، نفی ارادہ، زہد،

خشیت، عبرت، عجز و انکسار، رقت قلب، تحمل، فقر و درویشی یہ سب حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ میں تمام و کمال پائے جاتے تھے اور اس بنا پر آپ طائفہ اصفیاء و اہل

طریقت کے سرخیل و امام تھے۔ ۱

بیعت صدیقی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت، محبت و مودت اور بے شمار خدمات

و ایثار کی بنا پر آپ خدا و مصطفیٰ اور تمام صحابہ کرام کی نگاہ میں اتنی او اسبق اور اکرم و افضل

قرار پائے اسی لئے ۹ ہجری کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر الحج اور ایام

مرض میں مصلی نبوت پر کھڑے ہو کر امامت کا حکم فرمایا۔ ۲

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد ثقیفہ بنی ساعدہ میں انصار

کے ہاں سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم تشریف لے گئے۔

انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب و حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ "الائمة من قریش" سنایا تو حضرات انصار قریش کی امامت و خلافت پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ روز اول ہی ۳۳ ہزار خواص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی رضا و رغبت سے آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے دوسرے روز حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عامۃ المسلمین خلافت صدیقی کو تسلیم کرتے ہوئے مسجد نبوی میں بیعت ہوئے۔ بیعت میں ابتداً توقف کی وجہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمائی

مَا غَضِبْنَا إِلَّا لِتَأْخُرِنَا عَنِ الْمَشُورَةِ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَيْرٌ مِنَّا ۚ

یعنی ہم اس لئے ناراض ہوئے کہ ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا ورنہ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر ہم سے بہتر ہیں۔

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ انہیں مشورہ میں نہ بلانا بھی کسی مصلحت پر مبنی ہوگا۔

كَالتَّسْلِيَةِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ بِوَجُودِ الْأَمِيرِ عِنْدَهُمْ فِي الصَّدْمَةِ الْأُولَى مِنَ الْمُصِيبَةِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ ۚ

یعنی جیسے اہل بیت نبوی کی تسلی کے لئے اس مصیبت کے صدمہ اول کے وقت حضرت امیر علی رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس موجود ہونا وغیرہا۔

خطبہ خلافت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لینے کے بعد آپ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَاللَّهِ مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْأَمَارَةِ يَوْمًا وَلَا لَيْلَةً قَطُّ وَلَا
كُنْتُ فِيهَا رَاغِبًا وَلَا سَأَلْتُهَا اللَّهَ قَطُّ فِي سِرٍّ وَلَا عَلَانِيَةً وَمَالِي
فِي الْأَمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ..... الخ

لوگو! قسم بخدا میں نے کسی دن اور رات میں امارت کی خواہش نہیں کی اور نہ ہی
میں اس کی طرف راغب ہوا ہوں اور نہ میں نے اللہ تعالیٰ سے خفیہ یا علانیہ اس کی دعا
کی اور نہ ہی میرے لئے امارت میں کوئی راحت ہے اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں فتنہ و
فساد برپا نہ ہو جائے میں اس بوجھ کو اٹھانے پر تیار ہو گیا لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں
تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق
اسے نہ دلا دوں اور تمہارا قوی فرد بھی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اس
سے دوسروں کا حق وصول نہ کر لوں۔

قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ اس پر تبصرہ کرتے
ہوئے رقمطراز ہیں ”جب خدا تعالیٰ کسی شخص کو کمال صدق اور محل تمکین عطا فرماتا ہے تو
وہ اشارہ حق کا منتظر رہتا ہے جو اشارہ ہو اسی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ فقر ہو یا امارت اس
میں تصرف و اختیار کی گنجائش نہیں ہوتی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
ابتداء سے لیکر انتہاء تک بجز تسلیم کسی چیز کو نہیں اپنایا۔ ارباب تصوف، تجرید و تمکین، حرص
بر فقر اور تمنائے ترک ریاست میں آپ کے ہی پیروکار ہیں اور آپ ہی عامۃ المسلمین
اور طائفہ صوفیاء کے امام دین و طریقت ہیں۔“

اندرونی خلفشار کا انسداد

آپ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی کمال عزم و فراست اور غایت

استقلال و استقامت سے منکرینِ زکوٰۃ، فتنہ ارتداد اور مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کر دیا
بقول حضرت ابوالبیان قدس سرہ العزیز

میں صدیق کے دشمنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھتا ہوں..... وہ

بتائیں کہ

عظمتِ اسلام کو دنیا میں بچایا کس نے

زورِ رِذت کو زمانے سے مٹایا کس نے

اسودِ غنسی کو مار بھگایا کس نے

ظلمہِ اسدی کو دور ہٹایا کس نے

یا تو صدیق کے اوصاف کا اقرار کرو..... ورنہ لازم ہے کہ قرآن کا انکار کرو۔ ۱

آپ نے مشکلات پر کنٹرول کرنے کے لئے جنگی منصوبہ بندی کا ایسا نظام

الاوقات مرتب فرمایا تھا کہ جس نے ماہرین کو آج بھی ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

آپ نے انتہائی نازک حالات میں رقیق القلب اور متواضع ہونے کے باوجود متذبذب

حضرات کے قلوب و اذہان میں غیرت و استقلال سمو کے رکھ دیا اور حضرت سیدنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا

أَجْبَارُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَارُ فِي الْإِسْلَامِ ۲

کیا تم جاہلیت میں بہادر اور دورِ اسلام میں بزدل ہو گئے ہو؟۔

المختصہ آپ کی پامردی اور جواں ہمتی نے سوا دو سال کی قلیل مدتِ خلافت میں

ملک میں امن و امان کو بحال کر دیا۔

اسلامی فتوحات کا آغاز

آپ کا دور خلافت نہایت ہنگامہ خیز تھا اندرونی خلفشار اور بیرونی یلغار نے نوزائیدہ مملکت اسلامیہ کو اچانک خطرات سے دوچار کر دیا مگر آپ کی جرات ایمانی اور حکمت عملی نے دین اسلام کی ڈمگانی کشتی کو گرداب سے نکال کر ساحل آشنا کر دیا۔ کسری، ایران اور قیصر روم جیسی آلات حرب و ضرب، عسکری تربیت، افراط و سائل اور افرادی قوت سے لیس دو سپر طاقتوں کو پے درپے شکستوں سے دوچار کر کے اسلامی فتوحات کے زریں دور کا آغاز کر دیا۔ انہی وجوہات کی بناء پر یہ کہنا مناسب ہو گا کہ آپ جیسا اولوالعزم اور مستقل مزاج حکمران تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مقام مشاہدہ

آپ رضی اللہ عنہ نماز شب میں بصوت خفی قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ باواز بلند قرآن مجید پڑھتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستگی کے ساتھ تلاوت قرآن کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ نے عرض کیا۔ اَسْمَعُ مِنْ اَنَّا جِحِيْ یعنی جس سے میں مناجات کرتا ہوں وہ سنتا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا گیا تو وہ عرض گزار ہوئے۔ اَوْ قِطُّ الْوَسْطَانِ وَ اَصْرِدُ الشَّيْطَانِ میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔

قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی جویری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب نشان مجاہدہ ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب نشان مشاہدہ ہے اور مقام مجاہدہ اندر جنب مقام مشاہدہ چوں قصرہ بود اندر بحری یعنی مقام مجاہدہ، مقام مشاہدہ کے پہلو میں ایسے

ہے جیسے قطرہ سمندر کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: هَلْ أَنْتَ إِلَّا حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ عَمْرٍو ابوبکر کی حسنت میں سے ایک خوبی ہے۔ نظر کن تا عالمیان چگونہ باشد از وی مسی آرند (غور کرو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت ہے تو اہل عالم کس شمار و قطار میں ہیں۔ ۱)

ملفوظات شریفہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

① دَارُنَا فَانِيَةٌ وَأَحْوَالُنَا عَارِيَةٌ وَأَنْفُسُنَا مَعْدُودَةٌ وَكَسَلُنَا مَوْجُودٌ

ہمارا جہاں فانی ہے ہمارے احوال عارضی ہیں ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور ہماری سستی موجود ہے۔

② دنیا اور دنیا دار کی کوئی قدر نہیں کہ اس کی طرف قلب کو مشغول کیا جائے جب بھی تو فانی میں مشغول ہوگا باقی سے حجاب میں ہو جائے گا نفس اور دنیا دونوں اللہ تعالیٰ سے پردے میں ہیں اہل اللہ نے دونوں سے منہ موڑ لیا ہے اور وہ جان گئے ہیں کہ دنیا عارضی ہے اور مال لوگوں کا ہے اس لئے انہوں نے لوگوں کے مال میں تصرف کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور زندگی کے چند سانسوں پر دل لگانے کو انہوں نے غفلت سے شمار لیا ہے وہ پہچان گئے ہیں کہ ان کا جسم کام کی سواری ہے نکما جانور نہیں۔

③ آپ بارگاہ الوہیت میں یوں دعا مانگا کرتے تھے

اللَّهُمَّ ابْسُطْ لِي الدُّنْيَا وَزَهِّدْنِي فِيهَا

الہی میرے لئے دنیا کشادہ کر دے پھر مجھے اس کی آفت سے محفوظ فرما۔ دنیا عطا فرماتا کہ میں شکر بجا لاؤں پھر توفیق عطا فرما کہ تیری رضا کی خاطر اس سے کنارہ کش ہو جاؤں تاکہ مقام شکر و انفاق کا درجہ بھی پاؤں اور مقام صبر و رضا بھی حاصل کر لوں۔

○ آپ اکثر یہ دُعا مانگا کرتے تھے

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِي اتِّبَاعَهُ، وَارْزُقْنِي الْبَاطِلَ بَاطِلًا
وَارْزُقْنِي اجْتِنَابَهُ، وَلَا تَجْعَلْ مُتَشَابِهًا عَلَيَّ

○ آپ یوں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کیا کرتے تھے

اللَّهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِي آخِرَهُ، وَخَيْرَ عَمَلِي خَاتِمَتَهُ، وَ
خَيْرَ أَيَّامِي يَوْمَ لِقَائِكَ

○ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت نازل کر دیتا ہے۔

○ جب آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کی سرکوبی کیلئے بھیجا تو انہیں فرمایا

موت کا حریص بن! تجھے حیات نصیب ہوگی

○ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے آپ ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا اپنے ہمسایہ سے مت جھگڑا کرو کیونکہ بات رہ جائے گی اور لوگ چلے جائیں گے۔

○ جب آپ ایسا کھانا کھاتے جس میں شبہ ہوتا اور پھر آپ کو اس کا مہم ہو جاتا تو آپ اسے تے کر کے پیٹ سے نکال دیتے اور یوں دُعا کرتے

”خدا یا! جو کچھ رگوں نے پی لیا اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا تو اس پر میرا مواخذہ

نہ کرنا۔“

○ اے گروہ مردم! خدا سے حیا کرو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے جب میں قضائے حاجت کیلئے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا تعالیٰ سے حیا کے مارے سر ڈھانپ لیتا ہوں۔

◎ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے نزدیک اپنے خویش و اقرباء کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش و اقرباء سے محبت و سلوک رکھنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

◎ ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال چھوڑ دیا کرتے تھے

◎ شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں حضرت سیدنا یوسف کے قصہ پر غور کرو۔

◎ جس شخص نے گناہوں کو چھوڑ دیا اس کا دل نرم ہو گیا اور جس نے حرام کو ترک کیا اس کی فکر صاف (پاکیزہ) ہو گئی۔

◎ تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کے پانچ چراغ ہیں۔

۱۔ حب دنیا تاریکی ہے اور اس کا چراغ تقویٰ ہے۔

۲۔ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔

۳۔ قبر تاریکی ہے اور اس کا چراغ لا الہ الا اللہ ہے۔

۴۔ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے۔

۵۔ بل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

◎ عابد تین قسم کے ہیں اور ہر قسم کی تین علامات ہیں۔

ایک قسم وہ ہیں جو برسمیل خوف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں

دوسرے وہ ہیں جو برسمیل امید اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

تیسرے وہ ہیں جو برسمیل محبت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

◎ قسم اول کے عابد تین علامات ہیں وہ اپنے نفس کو حقیر سمجھے گا اپنی نیکیوں کو قلیل

اور برائیوں کو کثیر خیال کرے گا۔

قسم دوم کے عابد کی تین علامات ہیں وہ تمام حالتوں میں لوگوں سے پرہیز کریگا دنیا میں سب سے زیادہ سخی ہوگا اور تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے والا زیادہ ہوگا۔

قسم سوم کے عابد کی بھی تین علامتیں ہیں۔ وہ دے گا ایک چیز جو اسے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوگی بجز رضائے خدا کی پرواہ نہیں کرے گا وہ رضائے خدا کی خاطر خلاف نفس عمل کرے گا اور تمام حالتوں میں امر و نہی میں اپنے رب کے ساتھ ہوگا۔

○ آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کی زینت ہیں

اول پرہیزگاری زینت ہے فقر کی

دوم شکر زینت ہے دولت مند کی

سوم صبر زینت ہے بلا کی

چہارم تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی

پنجم علم زینت ہے عالم کی

ششم فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی

ہفتم احسان نہ جمانا زینت ہے احسان کی

ہشتم خشوع زینت ہے نماز کی

○ الْعَجْزُ عَنِ ذَرِكِ الْاِذْرَاكِ اَذْرَاكُ

اللہ تعالیٰ کے اور اک سے عاجز آنا ہی اس کو پانا ہے۔

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب کبھی خطبہ میں انسانی

پیدائش کا حال بیان فرماتے تو فرمایا کرتے کہ انسان دو مرتبہ مقام نجات سے نکلا ہے۔

(ایک مرتبہ صلب پدر سے دوسری مرتبہ شکم مادر سے) اس وقت یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ہر

شخص اپنے آپ کو نجس سمجھنے لگتا۔

باقیات صالحات

آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت اسماء، حضرت اُمّ کلثوم، حضرت عبدالرحمن، حضرت محمد، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم

وفات حسرت آیات

جب آپ کی رحلت کا وقت آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے کہ ہم کسی طبیب کو بلائیں جو آپ کو دیکھے، فرمایا، طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے انہوں نے پوچھا۔ اس نے کیا کہا ہے۔ فرمایا اس نے کہا ہے اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ بالآخر آپ نے دو برس تین ماہ نوروز سریر آرائے خلافت رہ کر سہ شنبہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری کو دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرمایا۔ انا لله وانا الیہ راجعون اور اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضریٰ کے سایہ تلے دفن ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ آپ چونکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے بعد سب بنی آدم میں افضل دیکتا ہیں اس لئے تاریخ وفات کلمہ ”احد“ سے بنتی ہے

آپ کی حسب وصیت جب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک غلام، ایک اونٹ اور ایک چادر بیت المال میں جمع کروانے کیلئے امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دیئے یہ منظر دیکھ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، بلک بلک کر رو رہے تھے اور بار بار یہ

الفاظ دہرار ہے تھے۔

رَحِمَ اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ لَقَدْ اتَّعَبَ مِنْ بَعْدِهِ اللہ ابو بکر پر رحم فرمائے
انہوں نے اپنے جانشینوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ آپ جیسا ہونا تو رہا درکنار اب تو
کوئی شخص ایسا بھی نہیں جو آپ کی گرد کو پہنچ سکے۔

جب مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آپ کے وصال کا علم ہوا تو
انا لله وانا اليه راجعون کہتے ہوئے یوں گویا ہوئے
يَوْمَ انْقَطَعَتْ خِلَافَةُ النَّبِيِّ آج خلافت نبوت منقطع ہو گئی۔

مزار اقدس محرم احوال پیغمبر حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مدائن - بغداد)





مرقد انور محرم احوال پیغمبر حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

محرم احوال پیغمبر حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ



تعارف و فضائل

آپ کا اسم گرامی سلمان، کنیت ابو عبد اللہ، آپ کا والد آتش پرست تھا۔ وطن ابالی اصفہان ہونے کی وجہ سے فارسی النسل ہیں۔ عالم شباب میں دین مجوس سے بیزار ہو کر یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب کے علماء سے روابط استوار رکھے۔ دین حق کی طلب میں مصائب و مشکلات کو نہایت صبر و استقامت سے برداشت کیا یہاں تک کہ دس بار یکے بعد دیگرے فروخت ہوئے۔ حسن اتفاق سے قبیلہ بنی قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن آئیل کے ہاتھ فروخت ہو کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پہلے سال ہی دین اسلام کو قبول کر لیا بعد ازاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بھاری قیمت ادا کر کے یہود سے خرید لیا یوں آپ ۵۷ھ کو آزاد ہو کر ہمیشہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف گہرے گیر کے اسیر ہو گئے آپ ان چار صحابہ کرام میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی دوستی کا حکم فرماتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

سابقین چار ہیں، میں... سابق عرب ہوں، صحیب... سابق روم ہیں، سلمان
سابق فرس ہیں اور بلال... سابق حبشہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں
بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی جب یہ آیت نازل ہوئی وَ اخْرِيسْ مِنْهُمْ
لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم
میں سلمان فارسی بھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے
کندھے پر رکھ کر فرمایا

لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ

اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ان میں سے کچھ لوگ پھر بھی اسے حاصل کر

لیتے۔ ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا... إِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ إِلَيَّ ثَلَاثَةً
عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ

بے شک جنت علی، عمار اور سلمان کی مشتاق ہے۔ ۲

آپ ان چار حضرات میں سے ہیں جن کی نسبت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ
عنہ نے اپنے وصال سے قبل وصیت فرمائی کہ ان کے پاس علم تلاش کرنا آپ کی زبان
فارسی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈال دیا تو
آپ کی زبان عربی ہو گئی۔

باطنی انتساب

صحبت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کے باوجود علم باطن میں آپ کا انتساب حضرت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے دیگر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بھی صحبت حاصل رہی لیکن حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت باطنی کے غلبہ کے باعث آپ مظہر کمالات صدیقیت ہوئے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین خاص اور اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ حضور اکرم نے آپ کی گناہوں سے عصمت و طہارت کی وجہ سے سلمان منا اہل البیت کا مژدہ سنا کر لاحق اہل بیت سے مشرف فرمایا

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے دور خلافت میں مدائن کا گورنر بنا کر پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا آپ وہ ساری رقم فقراء و مساکین میں تقسیم فرمادیتے اور خود بوریابانی پر گزارہ کرتے۔ بقول اقبال مرحوم

آن مسلماناں کہ میری کردہ اند

در شہنشاہی فقیری کردہ اند

آپ کا کوئی گھر نہ تھا دیواروں اور درختوں کے سایہ میں رہا کرتے

ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کی سکونت کے لئے گھر بنا دیتا ہوں فرمایا مجھے

گھر کی ضرورت نہیں

اس نے بالاصرار کہا جس قسم کا گھر آپ کی طبیعت کے موافق ہے وہ مجھے معلوم

ہے فرمایا بیان کرو اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے لئے ایسا گھر بنا دیتا ہوں کہ جب

آپ اس میں بیٹھتے ہوں تو وہ مبارک اس کی چھت سے لگے اور جب آپ پاؤں

چھیناں میں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے لگیں فرمایا درست ہے چنانچہ اس نے ایسا ہی گھر

تیار کر دیا

آپ سے پاس ایک دھاری دار کھیل تھا جس کا کچھ حصہ آپ اوڑھ لیتے اور کچھ

حصہ نیچے بچھا لیتے دوران گورنری بھی وہی کھلی آپ کے پاس رہتی بعض ناواقف لوگ

ظاہری حالت دیکھ کر آپ سے بطور مزدور اپنا اسباب اٹھواتے جب انہیں رستے میں معلوم ہوتا کہ یہ امیر شہر ہیں تو عذر کرتے کہ ہم خود اٹھا لیتے ہیں مگر آپ حسب وعدہ منزل تک پہنچاتے

نکاح

آپ نے قبیلہ کندہ کی ایک عورت سے نکاح کیا جس سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ مدائن میں آج بھی آپ کی نسل موجود ہے اور سب صاحب علم و کمال ہیں۔

کسی نے آپ کا نسب دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا ”اسلام“ پوچھا آپ کے والد کا نام کیا ہے فرمایا ”اسلام“ آپ فرمایا کرتے جب ہمارا دین اسلام ہے تو ہمارا سب کچھ اسلام ہے ہمارا دین ہمیں ماں باپ اور بہن بھائیوں سے بھی عزیز تر ہے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ملفوظات مقدمہ

کسی شخص نے آپ کو گالیاں دیں آپ نے فرمایا کہ اگر روز قیامت میرے گناہوں کا پلہ بھاری رہا تو تو جو کچھ کہہ رہا ہے میں اس سے بھی بدتر ہوں اور اگر گناہوں کا پلہ ہلکا رہا تو جو کچھ تو کہتا ہے مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔

◎ آپ ارشاد فرماتے کہ میں ایک درہم کے برگ خرما (کھجور کے پتے) خریدتا ہوں اور اس سے بوریا یا زنبیل تیار کر کے تین درہم میں فروخت کرتا ہوں ان میں سے

ایک درہم برگ خرما کے لئے پس انداز کر لیتا ہوں ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں۔

①..... مومن کا حال دنیا میں اس بیمار کی مانند ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو جو اس کی مرض اور دوا کو جانتا ہو جب مریض کسی مضر چیز کو چاہتا ہے تو وہ اسے منع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم اسے کھاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے ایسے ہی مومن بہت سی چیزوں کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ان چیزوں سے روک دیتا ہے یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔

②..... تعجب ہے طالب دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے..... تعجب ہے اس غافل پر جس کو فراموش نہیں کیا گیا..... تعجب ہے اس ہنسنے والے پر جو یہ نہیں جانتا کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناراض۔

③..... قریب الوصال بہت گریہ وزاری کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو روز قیامت مجھ تک پہنچنا اور ملاقات کرنا چاہتا ہے تو دنیا سے دور رہنا اور میں اب دنیا سے کوچ کر رہا ہوں لیکن میرے پاس بہت سامان و اسباب ہے میں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے محروم نہ رہ جاؤں حالانکہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے گھر سوائے ایک نقارہ، ایک لوٹا، ایک پالان ایک پوسٹین اور ایک کبیل (جو آپ اوڑھے ہوئے تھے) کے سوا کچھ نہ تھا۔

وفات حسرت آیات

وقت وصال اہلیہ سے فرمایا کچھ کستوری پانی میں گھول کر میرے اوپر چھڑک دو اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا فرمایا اب ایک ایسی قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہے نہ جن آپ کی اہلیہ نے یہ آواز سنی السلام علیک یا والی اللہ، السلام

علیک یا صاحب رسول اللہ جب آپ کی اہلیہ اندران میں تو آپ کا مرغ
روح قفس عنصری سے پرواز کر کے شاخ طوبی پر پہنچ چکا تھا۔ اس روایت کے مطابق
آپ کی عمر مبارک اڑھائی سو برس ہوئی آپ کی وفات ۱۰ رجب المرجب ۳۳ھ کو ہوئی
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کرامتاً مدینہ منورہ سے مدائن جا کر آپ کے غسل،
کفن و دفن کے بعد راتوں رات مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

آپ کا مزار پر انوار مدائن میں مرجع خلائق ہے جو آپ کے نام نامی کی نسبت
سے سلمان پاک کے نام سے مشہور ہے۔

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی)، جواہر نقشبندیہ، انوار الکریم، اکمال فی اسماء الرجال، کشف المحجوب،

حضرات القدس، عمدۃ المقامات، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، تاریخ مشائخ نقشبندیہ وغیرہا

فقیہہ مدینہ

حضرت امام قاسم بن محمد قدس سرہ العزیز



تعارف و تربیت

آپ کا اسم گرامی قاسم، کنیت ابو محمد ۲۳ شعبان ۲۴ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔

خلافت فاروقی میں شاہ فارس یزدجرد کی تین بیٹیاں مال غنیمت میں آئیں، جن میں سے شہر بانو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں جن سے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نکاح میں آئیں جن سے سیدنا سالم رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔ تیسری حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں جن کے بطن اقدس سے حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ نے جنم لیا۔ یوں حضرت امام زین العابدین، حضرت سالم اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم تینوں حضرات خالہ زاد بھائی ہیں بچپن میں ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس لئے آپ کی پرورش و تربیت آپ کی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی علاوہ ازیں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہم جیسے اساطین اسلام سے بھی استفادہ کیا۔

نسبت باطنی

آپ نے اپنے جد بزرگوار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت باطنی بحیثیت مرید حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے حاصل کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امام زین العابدین کی صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا یوں آپ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت باطنی کے بھی حامل ٹھہرے۔

فقہیہ مدینہ

آپ کبار تابعین اور مدینہ طیبہ میں امت محمدیہ کے فقہائے سبعہ میں سے ہیں آپ امام زمانہ اور یکتائے روزگار تھے ابو الزناد کا قول ہے کہ میں نے حضرت قاسم سے بڑھ کر کسی کو سنت کا عالم نہ پایا اور نہ کسی فقہیہ کو آپ سے اعلم دیکھا، حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں نے مدینہ منورہ میں علم و عمل، فضل و فقہ، حدیث و تفسیر اور علوم طریقت و حقیقت میں امام قاسم رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

مسجد نبوی میں آپ کا حلقہ درس خونہ عمر کے سامنے روضہ نبوی اور منبر نبوی کے درمیان ہوا کرتا تھا بعد میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی مسند درس بھی یہیں پہنچی۔ آپ سے بہت سے محدثین نے روایت حدیث کی ہے۔

جب آپ کے ارتحال کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفن دیا جائے جنہیں میں پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا۔ (قمیض، تہبند، چادر) آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا ابا جان! کیا ہم دو کپڑے اور زیادہ نہ کر دیں؟ ارشاد فرمایا جان پدر! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفن بھی تین کپڑے

تھے میت کی نسبت زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

آپ نے ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۰۱ھ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان مقام قدید میں وفات پائی وہاں سے تین میل دور مثلث میں آپ کا مدفن مبارک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱

۱ اعمال فی السما، الرجال، عمدة القامات، حضرات القدس، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، حضرت مجدد الف
ثانی، انوار المریم، غیر ہا

جمال طریقت، امام الخلاق
حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ



نام و نسب

جمال طریقت حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اموی خلیفہ عبد الملک کے دور سلطنت میں ربیع الاول ۸۳ھ مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو اسماعیل، لقب صادق ہے جو آپ کے صدق مقال کا مظہر ہے۔ آپ کا شجرہ نسب والد گرامی کی طرف سے ابو محمد جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن الحسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے ام فروہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق اور نانی اسماء بنت عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین ہے اسی بنا پر آپ نے فرمایا **وَلَدَنِي أَبُو بَكْرٍ مَرَّتَيْنِ**

نسبت علوی و نسبت صدیقی

آپ ۱۴ برس اپنے دادا شمس الاوتاد حضرت امام زین العابدین ۳۴ برس اپنے والد حضرت امام محمد باقر اور ۲۷ برس اپنے نانا حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہم کی

صحبت و ملازمت میں رہے۔ یوں آپ دونوں نسبتوں (نسبت علوی اور نسبت صدیقی) کے جامع اور مجمع البحرین قرار پائے۔

سراج الامة حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور مسلم کی میاوان جابر بن حیان جیسے مشاہیر امت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

ملفوظات شریفہ

آپ کے حکمت و معرفت اور حقیقت و شریعت سے معمور کلمات قدسیہ میں سے چند ایک ہدیہ قارئین ہیں۔

- جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا اس نے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔
- جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے اسے طلب مغفرت میں زیادتی کرنا چاہئے۔
- پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت سے اجتناب میں بہتری ہے اول جھوٹے سے کیونکہ اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوم بے وقوف سے وہ تمہارے فائدے سے زیادہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ سوم کنجوس سے کیونکہ وہ تمہارا بہترین وقت ضائع کرے گا۔ چہارم بزدل سے کیونکہ وہ وقت پڑنے پر تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ پنجم فاسق سے کیونکہ وہ ایک نوالہ کی طمع میں کنارہ کش ہو کر تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔
- تعجب ہے اس شخص پر جو چار چیزوں میں مبتلا ہو اور ان سے غافل رہے۔ اول جو غم میں مبتلا ہو وہ کہے لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ
- یونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ
- جو شخص کی آفت سے ڈرتا ہو وہ کہے حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ کیونکہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَانْقَلِبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمَسُّهُمْ سُوءٌ ۱

سوم..... جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہو وہ کہے: وَأُفْوِضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ

بِالْعِبَادِ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَوْقَهُ اللَّهُ سَيَّاتٍ مَا مَكُرُوا ۲

چہارم..... جو جنت کی خواہش اور رغبت رکھتا ہو وہ کہے مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا

بِاللَّهِ کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِي خَيْرًا مِّنْ

جَنَّتِكَ ۳

◎..... عبادت توبہ کے بغیر درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم فرمایا

ہے التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ..... الخ

◎..... جو شخص عبادت پر فخر کرے گناہ گار ہے جو معصیت پر نادم ہو وہ فرماں بردار ہے۔

◎..... ہر شریف آدمی کو چار چیزوں سے عار محسوس نہیں کرنا چاہئے۔ (۱) اپنے والد کی

تعظیم کیلئے کھڑا ہونا۔ (۲) اپنے استاد کی خدمت کرنا۔ (۳) اپنے مہمان کی خدمت کرنا

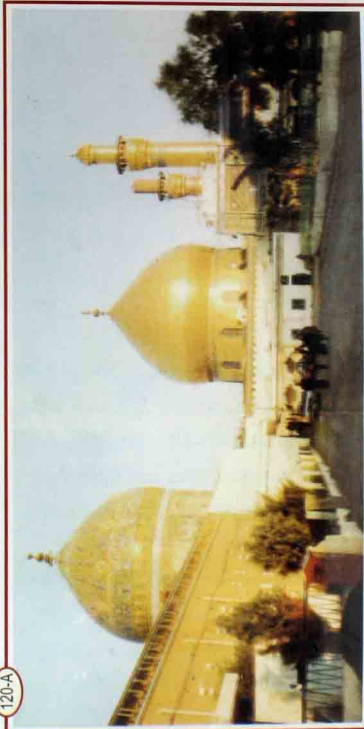
(۴) اپنے چوپایہ کی دیکھ بھال کرنا خواہ اس کے سونگلام (خادم) ہی کیوں نہ ہوں۔

وصال

آپ نے عمر ۶۸ برس چند ماہ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں

وفات پائی اور جنت البقیع قبہ اہلبیت میں مدفون ہوئے۔

120-A



مزار اقدس گل سرسبد باغ ولایت حضرت سیدنا امام موسی کاظم علیه السلام

امام ہفتم
حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی موسیٰ کنیت ابوالحسن اور ابو ابراہیم، لقب کاظم ہے آپ واقعہ لقب کاظم کے صحیح مصداق تھے کہ مستجاب الدعوات ہونے کے باوجود اپنے بدترین دشمنوں سے بھی کمال درجہ حلم و بردباری اور عفو و درگزر سے کام لیتے آپ ۱۰/۹ صفر المظفر ۱۲۸ھ بروز اتوار مقام ابواء پر متولد ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت حمیدہ رحمۃ اللہ علیہا تھا جو ام ولد (لونڈی) تھیں۔

جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جوان ہو گئے تو ایک روز حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ابن عکاشہ کو ایک سر بمبر تھیلی عنایت فرمائی اور کہا کہ بازار سے ایک لونڈی خرید لاؤ ابن عکاشہ جب گئے تو صرف دو لونڈیاں ہی رہ گئی تھیں ان میں سے ایک لونڈی کی جب قیمت پوچھی گئی تو بردہ فروش نے ستر ہزار دینار کا مطالبہ کیا جب اس سر بمبر تھیلی کو کھولا گیا تو اس سے ستر ہزار دینار برآمد ہوئے چنانچہ قیمت ادا کر کے

لونڈی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت فیض درجت میں پیش کی گئی آپ نے اس سے نام دریافت فرمایا لونڈی نے عرض کیا میرا نام حمیدہ ہے آپ نے فرمایا "تو دنیا و آخرت میں حمیدہ و محمودہ ہے" پھر انہوں نے دریافت فرمایا "تم باکرہ ہو یا غیب باکرہ" اس نے عرض کیا میں باکرہ ہوں فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ "کوئی خوبصورت لونڈی بردہ فروشوں کے ہاتھوں محفوظ رہ سکے" حمیدہ نے عرض کیا جب کوئی بردہ فروش بدی کی نیت سے میرے قریب آتا ایک سفید ریش بزرگ آگے بڑھ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے اور اسے مجھ سے دور کر دیتے اور ایسا کنی مرتبہ ہوا" یہ سن کر حضرت امام باقر نے لونڈی کا نکاح حضرت امام جعفر صادق سے کر دیا جس کے شکم اقدس سے حضرت امام موسیٰ کاظم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ اہل بیت کے ساتویں امام ہیں حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: هُوَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ اللَّهِ يُخْرِجُ اللَّهُ مِنْهُ غَوْثَ هَذِهِ الْأُمَّةِ (یہ اللہ تعالیٰ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں اللہ تعالیٰ اس سے امت مسلمہ کا غوث پیدا فرمائے گا)

جب پہلی مرتبہ آپ کو مہدی بن منصور کے حکم سے بغداد میں محبوبوں کر دیا گیا تو ایک شب مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مہدی کو خواب میں ملے کہ آپ قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں: فَهَلْ عَسَيْتُمْ أَنْ تَتَّيِبُوا أَنْ تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطُّوا..... الخ

ربیع کہتے ہیں کہ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ مہدی نے مجھے اپنے پاس بلایا جب میں گیا تو وہ مذکورہ آیت کریمہ خوش الحانی کے ساتھ پڑھ رہا تھا اور کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر کو قید خانہ سے نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ میں تعمیل حکم کرتے ہوئے آپ کو جیل سے لے آیا مہدی نے آپ سے معافیہ کیا پھر اپنے پاس بٹھا کر خواب سنایا اور کہنے لگا کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ میرے اور میری اولاد کے خلاف علم بغاوت

بلند نہ کریں آپ نے فرمایا

”بخدا نہ تو یہ میرا ارادہ ہے اور نہ ہی یہ بات مجھے زیب دیتی ہے کہ میں ایسا

کروں“

مہدی نے کہا آپ نے درست فرمایا ہے پھر اس نے ربیع سے کہا کہ ابھی ان کی خدمت میں دس ہزار دینار پیش کرو اور سامان سفر بھی تیار کر دو تا کہ آپ مدینہ طیبہ واپس روانہ ہو جائیں“ ربیع کہتے ہیں کہ ہم نے راتوں رات تمام بندوبست کر دیا اور آپ کو الوداع کہنے کیلئے دور تک ساتھ گئے تاکہ کوئی شخص آپ کی مزاحمت نہ کرے چنانچہ آپ بخیر و عافیت مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

کمالات

حضرت شیخ شفیق بلخی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر حج کے دوران میں نے سرزمین قادسیہ میں ایک بلند قامت جوان رعنا دیکھا جو سر پر عمامہ اور پشمینہ کا لباس زیب تن کئے ہوئے اہل قافلہ سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا تھا

ع ہے رسم عاشقی میں سب سے الگ بیٹھنا

میں نے دل میں سوچا کہ یہ نوجوان طبقہ صوفیہ میں معلوم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس سفر میں (رخت سفر نہ ہونے کی وجہ سے) مسلمانوں پر بوجھ بن جائے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ میں اسے جا کر سرزنش کروں تاکہ وہ اس کام سے باز آجائے جو نبی میں اس کے قریب آیا تو اس نے کہا

اے شفیق! احتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم میں نے دل ہی دل میں سوچا یہ کیا عجیب بات ہوئی ہے کہ اس نے تو میرا نام اور مافی الضمیر کہہ دیا ہے یقیناً یہ کوئی مرد خدا ہے مجھے اس سے معافی مانگنی چاہئے ہر چند میں نے اسے تلاش کیا مگر

کہیں نہ پاس کا اگلی منزل پر میں نے اسے مشغول نماز دیکھا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے پھر چاہا کہ اس سے معافی مانگوں چند لمحے توقف کے بعد میں اس کی جانب چل دیا اس نے کہا

اے شفیق! وَ اِنِّیْ غَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اَمِنٌ وَ عَمَلٌ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی یہ کہہ کر چل دیا میں سمجھ گیا کہ یہ نوجوان ابدالوں میں سے ہے جس نے دوبار میرے دل کی بات بتادی ہے۔

ایک اور مقام پر میں نے اسے کنوئیں پر کھڑا دیکھا کہ ہاتھ میں چرمی ڈول لئے کنوئیں سے پانی نکالنا چاہتا ہے لیکن ڈول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں جا گرا، اس نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے کہا

اَنْتَ رَبِّیْ اِذَا ظَلِمْتُ مِنَ الْمَآءِ وَ قُوْتِیْ اِذَا اَرَدْتُ الطَّعَامَا
اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَعْلَمُ یَا اَللّٰهٰی وَ سِیْدِیْ مَالِیْ سِوَاہَا فَلَآ تَعْدِمْنِیْ اِیَّاهَا
بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر سطح آب سے ڈول لے لیا اور وضو کر کے چار رکعات نماز ادا کر کے ریت کے ٹیلے کی طرف چل دیا اور مٹی بھر ریت ڈول میں ڈال کر اسے خوب ہلایا اور نوش جاں کر لیا یہ منظر دیکھ کر میں اس کے پاس گیا اور السلام علیکم کہا اس نے وعلیکم السلام کہا میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو نعمت آپ کو عطا فرمائی ہے اس میں سے (پس خوردہ) مجھے بھی کھلاؤ پلاؤ اس نوجوان نے کہا اے شفیق! اللہ تعالیٰ کی طاہری و باطنی نعمتیں ہمیشہ مجھے ملتی رہتی ہیں اس لئے تو بھی خدا تعالیٰ کے بارے میں نیک گمان رکھ اور وہ ڈول مجھے عطا فرما دیا۔ جب میں نے پیا تو وہ ستوا اور شکر تھے۔ قسم بخدا میں نے آج تک ایسی شیریں اور لذیذ چیز کبھی نہیں پی میں نے خوب سیر و سیراب ہو کر پیا یہاں تک کہ مجھے کئی روز تک اکل و شرب کی حاجت نہ رہی۔ بعد ازیں وہ نوجوان مجھے نظر نہیں آیا جب ہم مکہ مکرمہ

بچے تو میں نے اسے صلوٰۃ تہجد اس قدر خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہوئے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور بارگاہ رب العزت میں عجز و نیاز اور آہ و بکا کا سلسلہ ساری رات جاری رہا۔ صبح ہوئی تو نماز فجر کے بعد طواف میں مشغول ہو گیا۔ جب طواف سے فارغ ہوا تو باہر چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا، میں نے دیکھا کہ اب اس کے پاس کئی غلام اور خدام تھے اور لوگوں نے اس کو گھیر رکھا تھا اور کہہ رہے تھے السلام علیکم یا ابن رسول اللہ میرے استفسار پر پتہ چلا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں، میری زبان سے بے اختیار نکلا کہ اس شخص سے اس قسم کی عجیب و غریب باتوں کا صدور قابل تعجب نہیں۔

وصال پر ملال

آپ نے بروز جمعۃ المبارک ۲۵ رجب المرجب ۱۸۶ھ میں ہارون الرشید کی قید میں وصال پایا آپ کا مزار مبارک (کاظمین) بغداد میں ہے کہا جاتا ہے کہ آپ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجوروں میں زہر ملا کر کھلایا۔

امام ہشتم

حضرت امام علی رضا قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا نام نامی علی، کنیت ابو الحسن اور لقب رضا ہے (وَهُوَ فِي رِضَاءِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ، وَرِضَاءِ رَسُولِهِ كَيُونَكِ آسَمَانُونَ فِي اللَّهِ كِي رِضَا وَرِزْمِينِ فِي رَسُولِ مَقْبُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي رِضَا تَحْتِي) آپ کی ولادت باسعادت ۱۱، ربیع الاول بروز جمعرات ۱۵۳ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔

آمد کی بشارت

آپ کی والدہ محترمہ، آپ کی دادی صاحبہ حضرت حمیدہ رحمۃ اللہ علیہا کی کنیز تھیں ایک شب عالم رویا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمیدہ کو فرمایا نجمہ کی شادی اپنے بیٹے موسیٰ سے کر دو کیونکہ اس کے بطن سے ایسا لڑکا متولد ہوگا جو روئے زمین پر بہترین مولود ہوگا چنانچہ حضرت نجمہ کا نکاح حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ سے ہوا اور ان سے حضرت امام علی رضا پیدا ہوئے۔ آپ اہل بیت کے آٹھویں امام ہیں۔



126-A

مرقد النور جلد ششمین حریم امامت حضرت سیدنا امام علی رضا قدس سرہ

ولادت کا منظر

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہیں ہوا۔ حالت نیند میں، مجھے اپنے شکم سے تسبیح اور تہلیل کی آوازیں سنائی دیتی تھیں بوقت ولادت آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دیئے اور چہرہ انور آسمان کی طرف۔ لب ایسے متحرک تھے جیسے کوئی بارگاہ ربوبیت میں دعا و مناجات کر رہا ہو آپ کے والد گرامی نے آپ کی والدہ ماجدہ کو فرمایا هَنِئِئَالِكِ كَرَامَةٌ رَبِّكَ عَزَّوَجَلَّ تجھے تیرے رب کی کرامت مبارک ہو اور اپنے مبارک ہاتھوں میں اٹھا کر کانوں میں اذان و اقامت کہی اور نہر فرأت کے پانی سے تحنیک فرمائی۔ ۱۔

آپ کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ حالت نوم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ”عَلَيَّْ اِبْنُكَ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ وَ يَنْطِقُ بِحِكْمَتِهِ.....“ تیرا بیٹا علی اللہ کے نور سے دیکھے گا اور اس کی حکمت سے گویا ہوگا ایسا صائب الرائے ہوگا جس میں خطا کا احتمال نہیں ہوگا وہ جاہل نہیں بلکہ عالم ہوگا اور اس کی مجلس میں دانشور اور علماء حاضر باش رہا کریں گے۔ ۲۔

تصرفات و کمالات

آپ نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والد گرامی سے حاصل کئے۔ حاکم نے محمد بن یسعی بن ابی حبیب سے روایت کیا کہ میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا آپ حاجیوں کے جائے قیام میں جلوہ افروز ہیں اور آپ کے سامنے صحابی کھجوروں کا نوکرا پڑا ہوا ہے میں نے سلام عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ فصل الخطاب، مولفہ حضرت خولجہ محمد پارسا علیہ الرحمہ ص ۲۳۳ ۲۔ ایضاً

نے جواب مرحمت فرما کر سترہ یا اٹھارہ کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔

کہتے ہیں کہ بیس روز بعد حضرت امام علی رضا قدس سرہ العزیز میرے ہاں تشریف لائے اور اسی جگہ جلوہ افروز ہوئے جہاں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف فرما دیکھا تھا اور آپ کے سامنے کھجوروں کا ایک تھال پڑا ہوا ہے آپ نے مجھے مٹھی بھر کھجوریں عطا فرمائیں جب میں نے ان کی گنتی کی تو وہ سترہ یا اٹھارہ ہی تھیں جتنی کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھیں میں نے آپ سے عرض کیا کچھ مزید عطا فرمادیں آپ نے ارشاد فرمایا ”اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے زیادہ عنایت فرماتے تو میں بھی زیادہ دے دیتا“۔

ابو اسماعیل سندی کہتے ہیں کہ میں آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا مجھے عربی زبان کی الف۔ با بھی نہیں آتی تھیں میں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب ارشاد فرمایا پھر میں نے اپنی زبان میں گفتگو شروع کی تو آپ نے میری مادری زبان میں میری ہر بات کا جواب عطا فرمایا واپسی پر میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے عربی زبان نہیں آتی دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عربی زبان سکھا دے آپ نے اپنا دست اقدس میرے ہونٹوں پر پھیرا میں اسی وقت عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میری بیوی حاملہ تھی جسے میں آپ کی خدمت بابرکت میں لے گیا اور عرض کیا حضور! دعا فرمائیں رب العزت اسے فرزند عطا فرمائے آپ نے فرمایا تمہاری بیوی دو بچوں سے حاملہ ہے واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور دوسرے کا علی۔ آپ نے مجھے واپس بلا کر فرمایا ایک کا نام ملی رکھنا اور ایک کا نام ام عمر چنانچہ جب دونوں بچے پیدا ہوئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی جن کے نام آپ کے فرمان کے مطابق رکھے گئے۔

ملفوظات شریفہ

جہاں ہمیں اعمالِ حسنہ پر دو ہر اِثواب ہوگا وہاں سیمات پر عذاب بھی زیادہ ہوگا

○ مَنْ كَانَ مِنَّا وَلَمْ يُطِيعِ اللَّهَ فَلَيْسَ مِنَّا جُوہم اہل بیت میں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے معاصی کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو ان کی اہل سے نکال دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کو مخاطب کر کے فرمایا: اِيتُونِي بِاَعْمَالِكُمْ لَا بِاَحْسَابِكُمْ وَاَنْسَابِكُمْ میرے پاس حسب و نسب نہیں بلکہ اعمالِ صالحہ لاؤ (واضح رہے کہ اس قسم کے ارشادات عالیہ برائے تہدید و وعید ہیں تاکہ کوئی شخص اپنے حسب و نسب پر نازاں ہو کر اعمالِ صالحہ سے دستکش نہ ہو جائے ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب و نسب روزِ محشر ضرور کام آئے گا)

○ لَا يَنْبَأُ أَحَدٌ وَلَا يَأْتِي اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا بِطَاعَتِهِ سُبْحَانَهُ اللہ سبحانہ کی اطاعت کے بغیر کسی کو ولایت نہیں ملتی۔

○ کسی شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: وَاللَّهِ أَنْتَ خَيْرُ النَّاسِ قَسْمٌ بِخَدِّكَ آفِ سَارِے لوگوں سے بہتر ہیں ارشاد فرمایا اے فلاں قسم نہ اٹھاؤ مجھ سے وہ شخص بہتر ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْقَاكُمْ

○ کسی شخص نے آپ سے کہا: رُوئے زمین پر سب سے اشرف آپ کے آباء تھے فرمایا التَّعْوِي شَرَفُهُمْ تَقْوَىٰ بِي اِن كَاشْرَفَ بِي۔

وفاتِ حسرتِ آیات

آپ نے ماہِ رمضان بروز جمعۃ المبارک ۲۰۳ھ میں وصال فرمایا۔ انا لله وانا

اليه راجعون

مرقد انور خراسان کے شہر طوس کے موضع سنا باد میں خلیفہ ہارون الرشید کی قبر کے
 غربی جانب مربع خلائق ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا جو میری زیارت کیلئے دیار طوس
 میں آئے عرصہ محشر میں اس کی مغفرت ہوگی۔

باقیات صالحات

آپ کی اولاد امجاد میں پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جن میں
 سب سے زیادہ معروف حضرت امام محمد تقی قدس سرہ العزیز ہیں۔ ۱

۱۔ فصل الخطاب، عمدۃ المقامات، شواہد النبوة، جامع کرامات

اولیاء، خاندان مصطفیٰ، شہادت نواسہ سیدالانرار

130-A



مرقد انور سلطان العارفين حضرت شيخ بايزيد بسطامي قدس سره

سلطان العارفين

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز



تعارف

آپ کا اسم گرامی طیفور بن عیسیٰ بن آدم، کنیت ابویزید اور لقب سلطان العارفين ہے۔ آپ ۱۳۶ھ کو شہر بسطام (نیشاپور) میں متولد ہوئے آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ میرے شکم میں تھے میں جب کبھی مشتبہ لقمہ کھا بیٹھتی تو آپ میرے پیٹ میں تڑپنا شروع کر دیتے جب تک قے نہ کر دیتی اور وہ لقمہ میرے جسم سے نکل نہ جاتا آرام نہ کرتے۔

جستجو حق

آپ کے دل میں بچپن سے ہی تلاش حق کی جستجو پیدا ہو گئی تھی۔ جب والدہ ماجدہ نے اپنا حق معاف کر کے راہ خدا کے لئے وقف کر دیا تو آپ شہر بسطام سے نکل کر تیس سال تک شام کے جنگلوں میں عبادت و ریاضت اور مجاہدے کرتے رہے۔

باطنی انتساب

آپ کا باطنی انتساب اہل بیت کے امام ہشتم، حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے جبکہ بطریق اویسییت امام الاولیاء حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے علاوہ آپ نے تقریباً ایک سو تیرہ علماء و مشائخ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔

شیخ بسطامی اور روایت حدیث

آپ طبقہ اول کے دس اجلہ مشائخ اور معروف اہل طریقت میں سے ہیں آپ سے قبل اہل طریقت کے حقائق میں کسی کو اتنا تبحر نصیب نہیں ہوا تمام احوال میں محبت علم اور معظم شریعت تھی۔ قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز آپ کے روایت حدیث میں علوم مرتبت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

اور روایات بسیار عالیست اندر احادیث پیغامبر صلی

اللہ علیہ وسلم

مشتے نمونہ از خروارے ایک روایت پیش خدمت ہے

حدثنا ابو یزید البسطامی ، حدثنا ابو عبد الرحمن السُّدِّي

عن عمرو بن قيس الملائي عن عطيه العوفى عن ابي سعيد

الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من

ضعف اليقين ان ترضى الناس بسخط الله وان تحمدهم على

رزق الله وان تدمهم على ما لم يؤتكَ الله ان رزق الله لا يجره

جرص حريص وله يرده، كره كاره ان الله بحكمته وجلاله

جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرْحَ فِي الْيَقِينِ وَالرِّضَا وَجَعَلَ لَهُمَّ وَالْحُزْنَ فِي الشُّكِّ وَالسُّخْطِ ۱

یعنی بلاشبہ یہ ضعف یقین ہے کہ تو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے اور اللہ کے رزق پر ان کی تعریف کرے اور جو اللہ نے تجھے نہیں دیا ان کی مذمت کرے یقیناً اللہ کے رزق کو لالچی کا حرص نہیں کھینچ سکتا اور نہ ہی کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی اسے لوٹا سکتی ہے بلاشبہ اللہ نے اپنی حکمت و جلال سے راحت و فرحت کو یقین و رضا میں رکھا ہے اور شک و ناراضگی کو ہم و غم میں رکھا ہے۔

کمالات

❁..... سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز آپ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں أَبُو یَزِيدٍ مِنَّا بِمَنْزِلَةِ جِبْرِئِيلَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ یعنی شیخ بايزيد ہم اولیائے کرام میں ایسے ہیں جیسے ملائکہ میں سیدنا جبریل علیہ السلام ۲ ایک مقام پر یوں فرمایا:

”میدان توحید میں چلنے والوں کی انتہا بايزيد کی ابتداء ہے“

❁ ایک روز حضرت شیخ ذوالنون مصری قدس سرہ نے اپنے ایک مرید کو آپ کی خیریت دریافت کے لئے بھیجا مرید جب بسطام میں آپ کے مکان پر آیا تو آپ کو صحن میں تشریف فرما دیکھا مگر پہچان نہ سکا آپ نے پوچھا کیا چاہئے اس نے عرض کیا میں شیخ بايزيد سے ملاقات و زیارت کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ”اين ابو یزید و انا فی طلب ابی یزید منذ سنين“ (ابو یزید کہاں ہیں میں خود سا لہا سال سے ابو یزید کو تلاش کر رہا ہوں) ابھی تک میں نے اسے نہیں پایا تم کس بايزيد کو چاہتے ہو مرید

۱ طبقات السوفیاء، س ۶۹ مطبوعہ سانگلہ بل شیخوپورہ ۲ کشف الخجائب فارسی، ۱۱۳

نے سوچا یہ دیوانہ ہے کچھ نہیں جانتا کہ کیا کہتا ہے بالآخر مصر لوٹ آیا اور شیخ ذوالنون سے سارا ماجرا کہہ سنایا وہ سن کر رونے لگے اور بولے ”احسی ابا یزید قد دھب فی المذاہبین الی اللہ“ میرے بھائی ابو یزید مشتاقوں کے ساتھ اے اللہ کے عالم میں پہنچ گئے اور مجھے یہاں چھوڑ گئے۔ ۱

◎ حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ قدس سرہ العزیز نے آپ کو لکھا کہ میں محبت الہی کے بہت سے جام پینے کی وجہ سے نشہ میں ہوں۔ آپ نے جواباً تحریر فرمایا تمہارے علاوہ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے آسمانوں اور زمینوں جتنے سمندر پی لئے مگر پھر بھی سیر نہیں ہوئے تاہنوز ہل من مزید کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ۲

لوگوں نے بہت سی شطیحات آپ کی طرف منسوب کر دی ہیں حالانکہ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ راہ شریعت پل صراط سے زیادہ باریک اور پرخطر ہے۔ سالک پر لازم ہے کہ ہر حالت میں ایسی روش اختیار کرے کہ اگر اسے بلند مقامات اور اعلیٰ احوال میسر نہ آئیں اور وہ گر پڑے تو دائرہ شریعت میں ہی گرے۔ ہر چیز چھمن جائے تو کم از کم شرعی اعمال اس سے نہ چھوٹیں کیونکہ احکام شرعیہ پر عمل ترک کر دینا سالک کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

ملفوظات شریفہ

علم و خبر ایسے شخص سے سیکھو جو علم سے معلوم تک اور خبر سے مخبر تک رسائی حاصل کر چکا ہو جو شخص دنیوی اغراض کے لئے علم حاصل کرے اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو کیونکہ اس کا علم خود اس کے لئے سود مند نہیں۔

◎ آپ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ را بخواب دیدم“ میں نے عالم خواب

میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو میں نے دریافت کیا الہی تجھ تک پہنچنے کا رستہ کونسا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دَعُ نَفْسَكَ فَتَعَالَ اپنی خودی کو چھوڑ اور میری طرف آ جا۔

◎ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو دنیا و آخرت میں رویت حق سے محروم ہوں تو مرتد ہو جائیں۔ ۱۔

◎ ابتدائے احوال میں مجھے وحدانیت کی طرف روحانی سیر اور باطنی طیر میسر ہوئی تو میرے رستے میں بہشت و دوزخ آئے مگر میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں ایک پرندہ بن گیا جس کا جسم احدیت سے اور بال و پر قدم سے بنے تھے۔ میں فضائے ہویت میں پرواز کرتا رہا حتیٰ کہ فضائے ازلیت میں داخل ہو گیا اور شجر احدیت کا مشاہدہ کیا۔ جب بنظر غائر دیکھا تو ہر طرف مجھے میں ہی نظر آیا جو اللہ تعالیٰ کا غیر ہے میں پکار اٹھا خدا یا! جب تک میری ”انا“ موجود ہے تیری ذات تک رسائی محال ہے ابھی تو مجھے میری انانیت سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوا بتا میں کیا کروں؟ فرمان آمد کہ یا بایزید خلاص تو از توئی تو اندر متابعت دوست مابستہ است دیدہ را بخاک قدم و مے اکتحال کن و بر متابعت وی مداومت کن حکم ہوا اے بایزید! تیری خودی سے تیری خلاصی ہمارے دوست (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی متابعت سے وابستہ ہے۔ ان کے مبارک قدموں کی خاک و اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا اور ان کی متابعت پر مداومت اختیار کر۔ اہل طریقت اسے حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کی معراج کہتے ہیں۔ ۲۔

◎ اللہ تعالیٰ جس کو مقبولیت عطا فرماتا ہے اس پر ایک ایسا فرعون مقرر کر دیتا ہے جو اسے ہمہ وقت ازیت پہنچاتا رہے۔

۱۔ کشف الخجائب ص ۱۵۹، متوبات صدی اور کشف الخجائب شریف نیز شجرہ شریف امام علی رضا، امام موسیٰ

کاظم ص ۲ ماخوذ از کشف المحجوب فارسی ۲۶۰

○ میں ایک مرتبہ دریائے دجلہ پر گیا تو پانی جوش مارتا ہوا میرے استقبال کے لئے آگے بڑھا لیکن میں نے پانی کو مخاطب کر کے کہا میں تیرے استقبال سے فارغ ہو چکا ہوں مگر وہ نہیں ہوں گا اور اپنی تیس سالہ ریاضت کو تلبہ کر کے ضائع نہیں کروں گا کیونکہ میں کرامت کا خواہش مند نہیں میں تو کریم کا طالب ہوں۔

○ کسی شخص میں کرامات دیکھو اگرچہ وہ ہو میں اڑتا نظر آئے اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی اور اتباع شریعت میں کیسا ہے۔

○ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھوک کا اس قدر تذکرہ کیوں کرتے ہیں فرمایا اگر فرعون بھوکا ہوتا تو انا ربکم الاعلیٰ رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کبھی نہ کرتا۔

○ بلاد روم میں خلافت عباسی کی ترک افواج رومیوں کے خلاف برسر پیکار تھیں ایک مرتبہ دوران معرکہ مسلمانوں کو شکست ہونے والی تھی کہ کسی نے آپ کو پکارا ”یابایزید دریاب“ اسی وقت خراسان کی طرف سے آگ نمودار ہوئی جس کی دہشت سے رومی لشکر میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

○ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں عباسی دور کا عروج بالخصوص خیفہ مہمان الرشید کا عہد زریں بھی دیکھا اور بعد کے خلفاء کا دور زوال و انحطاط بھی پایا جس کے دوران مرکز میں ترکوں کا غلبہ ہو گیا اور خلفاء ترکوں کے ہاتھوں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔

○ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر جنت میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دیدار سے محجوب رکھے تو وہ جنت سے بچنے کی یوں فریاد کریں گے جس طرح جہنمی دوزخ سے بچنے کی فریاد کریں گے۔

○ آپ کے آستانہ عالیہ سے مسجد تک چالیس قدم کا فاصلہ تھا آپ نے مسجد کی طرف رخ کر کے کبھی لعاب دہن نہیں پھینکا آپ جب مسجد میں تشریف لاتے تو دروازے پر کھڑے ہو کر رو دیتے لوگوں نے ایک مرتبہ عرض کیا حضور! یہ کیا فرمایا میں

اپنے آپ کو مستحاضہ عورت کی مانند پاتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں مسجد آلودہ نہ ہو جائے۔

○ ایک بزرگ نے آپ کے وصال باکمال کے بعد خواب میں زیارت کی اور عرض گزار ہوئے کہ مجھے کوئی نصیحت فرماؤ آپ نے ارشاد فرمایا خلقت بحر بے پایاں کی طرح ہے اور درویش لوگ کشتی کی مانند ہیں کوشش کرو کہ اپنے تئیں اس کشتی میں پہنچا دو اور اپنے مسکین بدن کو غرق ہونے سے بچالو۔

○ ایک مرتبہ ایک جماعت نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قحط سالی کی شکایت کی اور باران رحمت کے لئے دعا کی درخواست کی یہ سن کر آپ نے سر جھالیا پھر سر اٹھا کر فرمایا جاؤ! اپنے پرنا لوں کو درست کر لو بارش آنے والی ہے چنانچہ کچھ دیر بعد مینہ برسنا شروع ہو گیا اور ایک دن رات مسلسل بارش ہوتی رہی۔

○ جو شخص اتباع سنت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے وہ کاذب ہے کیونکہ اتباع سنت کے بغیر طریقت کا حصول ممکن نہیں۔

○ کسی بزرگ نے مراقبہ کے بعد سوال کیا کہ اس وقت آپ کہاں تھے ارشاد فرمایا بارگاہ خداوندی میں، اس بزرگ نے کہا میں بھی تو وہیں تھا لیکن میں نے آپ کو نہیں دیکھا فرمایا تیرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک حجاب تھا اور میں ذات باری کے بالکل سامنے حاضر تھا اس لئے آپ مجھے نہ دیکھ سکے۔

○ ایک مرتبہ آپ نے اپنے پاؤں مبارک پھیلائے تو ایک مرید نے بھی آپ کی پھیلائی پاؤں پھیلا دیے پھر جب آپ نے اپنے پاؤں سمیٹے تو اس مرید نے بھی سمیٹنے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں مفلوج ہو کر رہ گئے۔ آخری دم تک اس کی یہی حالت رہی یہ نہ اس نے مرشد کے پاؤں پھیلانے کو معمولی بات سمجھ کر مرشد کی برابری کر کے باطنی کی تمہی جو متابعت مذموم کے قبیل سے ہے۔ العباد باللہ

وصال پر ملال

آپ نے عمر ایک سو پچیس سال ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ بسطام میں وصال فرمایا۔ مزار فائض الانوار بسطام شریف میں ہی ہے۔

◎ آپ کے انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں دریافت کیا آپ کا کیا حال ہے

فرمایا مجھ سے پوچھا گیا کہ اے بوڑھے! تم کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جب

درویش بادشاہ کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ کیا لائے ہو بلکہ یہ

پوچھتے ہیں کہ کیا چاہتے ہو۔ ۱

سیدارباب تجرید

حضرت خواجہ محمد بن اسماعیل مغربی قدس سرہ العزیز



تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن اسماعیل اور کنیت ابو عبد اللہ ہے آپ خواجہ محمد مغربی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ طبقہ دوم کے مشائخ میں سے ہیں آپ رئیس المتکلمین حضرت شیخ ابراہیم خواص قدس سرہ العزیز کے اساتذہ میں سے ہیں مملکت عراق میں مریدوں کی تربیت اور صوفیاء کی ریاست آپ کی ذات پر ختم تھی۔

باطنی انتساب

مولانا ابو الخیر فضل بن روز بہان بقلی المعروف خواجہ مولانا اصفہانی قدس سرہ نے حضرت شیخ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہ کے وصیت نامہ کی شرح المعروف شرح وصایاے خواجہ عبد الخالق غجدوانی میں آپ کا باطنی انتساب سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ سے تحریر فرمایا ہے اسی کی تصدیق و توثیق کا شف حقائق علامہ بدرالدین سرہندی قدس سرہ (خلیفہ اجل حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے اپنی

کتاب حضرات القدس حصہ اول میں کی ہے۔ ۱

کرامات

آپ نے کئی سالوں تک اندھیرا نہ دیکھا ضعف بصر کے باوجود برہنہ پاتا ریک رات میں اپنے احباب سے آگے آگے چلتے جب احباب میں سے کسی کو لغزش ہوتی تو آپ فرماتے دائیں بائیں کا خیال کرو حالانکہ شدتِ ظلمت سے وہ اپنے آگے کچھ بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کوہ طور پر درخت کے ساتھ تکیہ لگائے گفتگو فرما رہے تھے اثنائے کلام آپ پر قلق و اضطراب کی کیفیت طاری ہو گئی اور فرمانے لگے بندہ باوجود چندانے قرب جوید تا آن ہنگام کہ فروماند فرد را..... بندہ قرب حق سے بامراد نہیں ہو سکتا جب تک فرد، فرد کے ساتھ منفرد نہ ہو جائے۔ آپ کا یہ کلام سن کر پہاڑ لرزہ براندام ہو گیا اور اس کی چٹانیں پارہ پارہ ہو کر گرنے لگیں۔

ملفوظات شریفہ

آپ نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ عِمَارَةُ الْأَوْقَاتِ فِي الْمَوَافِقَاتِ

ترجمہ: بہترین اعمال ہر حال میں اوقات کی تعمیر ہے۔

○ اہل اللہ کی تین اقسام ہیں کچھ وہ ہوتے ہیں جن سے لباس آزمائش اتار لیا جاتا ہے انہیں آسودہ حال اور عافیت میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ مسند دعوت و ارشاد پر جلوہ آرا

ہو کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں جنہیں عزالت و خلوت میں رکھا جاتا ہے تاکہ مخلوق کے عیوب ان کی نظروں سے اوجھل رہیں اور وہ لوگوں کی شفاعت کر سکیں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں جن پر بلا و امتحان کے پہاڑ گرائے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی دیدہ وری اور خود بینی سے محفوظ رہیں اور وہ اسی حال میں خوش اور راضی برضا رہتے ہیں۔

وفات حسرت آیات

شیخ الاسلام خولجہ عبداللہ انصاری تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت وصال آپ کی عمر مبارک ۱۲۲ برس تھی اور آپ نے وادی سینا میں ۲۹۹ھ کو وفات پائی۔ جبل طور پر شجرہ خرتوت کے نیچے آپ کی مرقد انور ہے (خرتوت ایک صحرائی خاردار درخت ہے جس کا پھل سیب کی مانند ہوتا ہے۔)

کاشف اسرار حقیقت
حضرت خواجہ اعرابی بایزید عشقی قدس سرہ العزیز



آپ کا انتساب باطنی حضرت خواجہ محمد مغربی قدس سرہ سے ہے۔^۱
آپ کے حالات و کمالات پر تحقیقات جاری ہیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن
میں شامل اشاعت کی جائیں گی۔ وباللہ التوفیق

^۱ حضرات القدس (مترجم) مولف کاشف حقائق علامہ بدرالدین سرہندی قدس سرہ جلد اول ص: ۲۵

امام اصحاب تفرید

حضرت خواجہ ابوالمنظف مولانا ترک طوسی قدس سرہ



آپ کا انتساب باطنی کاشف اسرار حقیقت حضرت خواجہ اعرابی بایزید عشقی قدس
سرہ سے ہے۔^۱
آپ کے حالات و کمالات پر تحقیقات جاری ہیں

^۱ حضرات القدس (مترجم) مولف کاشف حقائق علامہ بدرالدین سرہندی قدس سرہ جلد اول ص

۲۵ مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ

قطب ربانی

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ العزیز



تعارف

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد اور کنیت ابوالحسن ہے۔ ۳۵۲ھ خرقان میں آپ کا تولد ہوا۔ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے سالہا سال قبل آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی اور آپ کا نام، کنیت اور حلیہ وغیرہ تک بتائے۔ حضرت مولانا روم قدس سرہ العزیز نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا ہے۔

ایس طیبان بدن دانشورند
 بر مقام تو ز واقف ترند
 آر شنیدی داستان بایزید
 کہ ز حال بوالحسن از پیش دید
 بوئے خوش آمد مر او را ناگہاں
 در سواد زمی ز حد خارقان

144-A



مزار اقدس قطب ربانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ

از پس آن سالہا آمد پدید
 بوالحسن بعد از وفاتِ بایزید
 مؤمننا ينظر بنور اللہ شدی
 از خطا و سہو ایمن آمدی
 آپ طبقہ دوم کے اجلہ مشائخ میں سے ہیں اور اپنے عہد کے جملہ مشائخ کے ممدوح، شیخ
 زمانہ اور غوث یگانہ تھے۔ شیخ طریقت حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ العزیز نے ایک
 طویل ملاقات کے بعد جاتے ہوئے فرمایا من ترا بولایت عہد خود
 برگزیدم میں آپ کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔

باطنی انتساب

کاشف حقائق حضرت علامہ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت امام ربانی قدس
 سرہ نے حضرات القدس اول میں آپ کا سلسلہ انتساب یوں بیان فرمایا ہے
 حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کو حضرت خواجہ ابوالمنظف مولانا ترک طوسی سے ان کو
 حضرت خواجہ اعرابی بایزید عشقی سے ان کو حضرت خواجہ محمد مغربی سے اور ان کو سلطان
 العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم سے نسبت حاصل تھی مگر آپ نے شیخ
 بسطامی سے بطریق اویسیت روحانی تربیت پائی۔

عبادت و ریاضت

آپ بارہ برس تک ہر روز نماز عشاء باجماعت خرقان میں ادا فرما کر بسطام میں
 شیخ بسطامی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر مراقب رہتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا
 کرتے

”خدا یا! جو خلعت تو نے بایزید کو عطا کی ہے وہ ابوالحسن کو بھی عطا فرما“

پھر وہاں سے واپس آ کر خرقان میں اسی وضو سے نماز فجر باجماعت ادا کرتے۔

بارہ برس کی مسلسل حاضری اور دعاؤں و التجاؤں کے بعد مزار مبارک سے آواز آئی

”اے ابوالحسن! اب تمہارے مسند نشین ہونے کا وقت آ گیا ہے“

آپ نے یہ سن کر عرض کیا کہ میں ان پڑھ ہوں اور رموز شریعت سے ناواقف

ہوں میری ہمت افزائی فرمائی جائے۔

آواز آئی ”تم نے جو کچھ خدا سے مانگا وہ تمہیں مل گیا ہے، فاتحہ سے شروع کیجئے“

جب خرقان واپس پہنچے تو واپسی تک قرآن مجید ختم کر لیا اور علوم ظاہری و باطنی

آپ پر منکشف ہو گئے۔

علوم مرتبت

صاحب رسالہ قشیر یہ حضرت استاد ابوالقاسم فشری قدس سرہ کا بیان ہے کہ میں

جب خرقان کی حدود میں داخل ہوا تو شیخ خرقان کی حشمت و رعب سے میری فصاحت

و بلاغت جاتی رہی ”پنداشتم کہ از ولایت خود معزول شدم“ حتیٰ

کہ میں نے خیال کیا کہ میں اپنی ولایت سے معزول ہو گیا ہوں۔

شیخ خرقان بحیثیت محدث

ایک دفعہ ایک مرید نے جامعہ بغداد میں جا کر تعلیم حدیث کیلئے آپ سے

اجازت چاہی تو آپ نے دریافت فرمایا..... کیا یہاں کوئی درس حدیث دینے والا نہیں

ہے؟ اس نے عرض کیا یہاں کوئی مشہور محدث نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں بھی

محدث ہوں اللہ تعالیٰ نے میرے امی ہونے کے باوجود محض اپنے فضل و کرم سے مجھے

تمام علوم پر آگاہی عطا فرمائی ہے اور حدیث تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھی ہے..... لیکن آپ کی بات کا اسے یقین نہ آیا۔ چنانچہ وہ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے مشرف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو اس مرد سچی بات کہتے ہیں“۔ اس خواب کے بعد علی الصبح اس نے حاضر خدمت ہو کر آپ سے درس حدیث لینا شروع کر دیا۔

جب اس نے پہلی حدیث پڑھی تو آپ نے فرمایا..... یاد رکھو یہ حدیث صحیح ہے، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عین کلمات طیبات ہیں اور اس حدیث کے یہ معانی و مطالب ہیں۔ اس نے دوسری حدیث پڑھی تو آپ نے فرمایا اس حدیث کا پہلا حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ ہیں جبکہ دوسرا حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں، انہیں نظر انداز کر دو۔ جب اس نے تیسری حدیث کی قرأت کی تو آپ نے فرمایا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہرگز نہیں ہے اسے بھی ترک کر دو۔ اس طالب علم مرید نے استفسار کیا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو آپ نے فرمایا جب تم حدیث پڑھ رہے تھے تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں مشغول رہا۔ پہلی حدیث کے وقت چہرہ انور ہشاش بشاش تھا میں سمجھ گیا یہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ دوسری حدیث کا ابتدائی حصہ پڑھتے وقت رخ انور پر مسرت لیکن آخری حصہ پڑھتے وقت مجھے مسرت کی جھلک نظر نہ آئی تو میں سمجھ گیا کہ آخری حصہ حدیث نہیں ہے۔ یونہی تیسری حدیث کا ابتدائی حصہ پڑھتے وقت ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک شکن آلود اور منقبض ہو گئی جس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ آپ کی حدیث نہیں ہے۔

شیخ خرقان اور سلطان محمود

حضرت شیخ خرقانی قدس سرہ کی حیات طیبہ میں ہی بغداد میں شیعہ سنی فسادات

شروع ہو چکے تھے جبکہ خراسان، افغانستان اور پنجاب میں غزنوی دور کا آغاز ہو چکا تھا چونکہ سلطان محمود غزنوی آپ کا نیاز مند تھا اس لئے اس کی فتوحات میں آپ کے باطنی کمالات اور روحانی تصرفات کا بہت عمل دخل تھا۔

◉ جب سلطان محمود غزنوی حاضر خدمت ہوا تو دروازہ پر دربان نے روک لیا۔ سلطان نے رقعہ لکھ کر آپ کی خدمت میں اندر بھجوایا برادر درویش دربان نباید (درویش کے دروازہ پر دربان نہیں ہونا چاہیے) آپ نے جواباً تحریر فرمایا بیاید تاسگ دنیاہ آید (دربان ہونا چاہیے تاکہ دنیا کا کتا اندر نہ آئے) آپ کی زیارت و ملاقات کے بعد سلطان نے دعائے خیر کیلئے عرض کیا تو آپ نے یوں دعا فرمائی

الہی عاقبت محمود گردان

بلائے بود را نابود گردان

بعد ازاں سلطان نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے اپنی کوئی یادگار مرحمت فرمائیے

تو آپ نے اسے اپنا پیر بن مبارک عطا فرمایا:

خرقہ شیخ خرقان اور فتح سومنات

سلطان محمود غزنوی نڈر، بے باک اور استقامت کا ایسا کوہ گراں تھا کہ وسط ایشیاء کی برفانی چوٹیاں، ہندوؤں کی اتحادی فوجیں، برصغیر کے تلامذہ خیز دریا اور سندھ کے لٹق و دق صحراء بھی اس کے پائے استقامت کو متزلزل نہ کر سکے۔ اس نے برصغیر پر سترہ کامیاب حملے کئے، ان معرکوں اور حملوں میں خواجہ خرقانی کے روحانی تصرفات کا بڑا دخل تھا۔ جب سلطان نے سومنات کے مندر (تیرتھ) پر فوج کشی کی اور شکست ہونے کے قریب تھی کہ حالت اضطراب میں اس نے گوشہ تنہائی میں آپ کے پیر بن

مبارک کو ہاتھوں میں لیکر بحالت سجدہ یوں دعا کی

”الہی بآبروئے این خرقہ مرا بریں کفار ظفر دہ کہ ہرچہ
ازیں جا غنیمت بگیرم بدرویشاں بدہم (خدا یا اس خرقہ مبارک کے طفیل
مجھے ان کفار پر فتح عطا فرما۔ یہاں سے جتنا مال غنیمت ہاتھ آئے گا وہ درویشوں میں
تقسیم کر دوں گا)

ناگاہ کفار کی طرف ایسی شدید رعد و ظلمت نمودار ہوئی کہ انہوں نے ایک
دوسرے کو ہی تہ تیغ کرنا شروع کر دیا اور باقی ماندہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔
یوں اسلامی لشکر کو فتح و نصرت نصیب ہوئی۔ اسی شب سلطان محمود کو خواب میں خواجہ
خرقانی نے فرمایا:

”اے محمود! افسوس! تو نے ہمارے خرقہ کی قدر نہیں کی اگر تو اس وقت اللہ تعالیٰ
سے دعا کرتا کہ تمام کفار مسلمان ہو جائیں تو بفضل ایزدی سب مسلمان ہو جاتے۔“

خواجہ خرقانی کا مصلیٰ

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ
سپاہی مجھے کسی جرم میں گرفتار کر کے پابجولاں بلخ کی طرف لے چلے تو راستہ بھر میں یہ
سوچتا رہا کہ میرے پاؤں سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہو گیا ہے جس کی پاداش میں زنجیر
تے جکڑا گیا ہے۔ جب میں بلخ پہنچا تو دیکھا کہ لوگ چھتوں پر چڑھے مجھے پتھروں سے
مارنے کیلئے تیار کھڑے ہیں۔ اس وقت مجھے الہام ہوا کہ تو نے فلاں روز خواجہ خرقانی کا
مصلیٰ بچھاتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ دیا تھا، یہ اسی بے ادبی کی سزا ہے۔ چنانچہ میں
نے اسی وقت توبہ کی جس کے نتیجے میں لوگ ہاتھوں میں پتھر لئے کھڑے رہ گئے اور کسی کو
مجھے مارنے کی جرأت نہ ہوئی، زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں اور حاکم نے میری رہائی کا

علم دے دیا۔

خواجہ خرقانی اور بوعلی سینا

شیخ الطب بوعلی سینا آپ کی شہرت سن کر خرقان حاضر ہوا آپ اس وقت گھر پر تشریف فرمانہ تھے بلکہ حصول ایندھن کے لئے جنگل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ اہل خانہ سے پوچھا حضرت شیخ کہاں ہیں تو زوجہ محترمہ نے جواب دیا کہ اس زندیق کذاب سے تجھے کیا غرض..... اور بھی نازیبا کلمات کہے۔ بوعلی کے دل میں خیال آیا جب بیوی ہی منکر ہے تو شیخ کیسے باخدا اور صاحب کرامت ہوگا۔ خیر شیخ کی تلاش و زیارت میں جنگل کو چل دیئے کیا دیکھتے ہیں شیخ اس حال میں آ رہے ہیں کہ گھاس کا گٹھا شیر پر لدھا ہوا ہے۔ حیرت سے پوچھا! معاملہ سمجھ سے باہر ہے گھر کا وہ حال اور باہر یہ حال۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”اگر میں ایسے بھیڑیے (بیوی) کا بوجھ برداشت نہ کروں تو شیر میرا بوجھ کیسے اٹھائے گا؟“ (بعد ازاں حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہ العزیز کی فہمائش پر زوجہ محترمہ آپ کو سخت ست کہنے سے باز آ گئی تھیں)

حقیقت اور مجاز

آپ قدس سرہ کا ایک بزرگ کے قریب سے گذر ہوا۔ وہ بزرگ بڑے غور سے برتن کے اندر کچھ دیکھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو کہنے لگے

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

یعنی میں پیالے میں صاف پانی ڈال کر اس میں چاند کا عکس دیکھ رہا ہوں رات کا وقت تھا اوپر چاند چڑھا ہوا تھا۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں جس طرح پانی میں چاند کا عکس دیکھ رہا ہوں اسی طرح مخلوق میں خالق کا عکس دیکھ رہا ہوں (مطلب یہ

تھا کہ میں سیر آفاقی کر رہا ہوں) آپ فرمانے لگے خدا کے بندے چاند تو اوپر چڑھا ہوا ہے اور تو پیالے میں چاند دیکھ رہا ہے۔ اصل چھوڑ کر نقل کو کیوں دیکھتا ہے؟ حقیقت چھوڑ کر مجاز میں کیوں پھنستا ہے؟ منہ سیدھا اوپر کر، تیری گردن پر ورم تو نہیں، وہ دیکھ سامنے چاند چمک رہا ہے۔

تصنیفات لطیفہ

۱..... رسالۃ الخائف الهائم من لومة اللائم

۲..... فواتح الجمال

وفات حسرت آیات

آپ نے وصال سے قبل وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر میں گز گہری کھودی جائے تاکہ شیخ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد انور سے اونچی نہ ہو..... جس کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے ۷۳ برس ۱۰ محرم الحرام ۴۲۵ھ کو خرقان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کے فیض یافتگان میں شیخ زمانہ ابوالقاسم گرگانی، لسان خراسان بوعلی فارمدی اور شیخ الاسلام خواجه عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہم کے نمایاں اسماء ملتے ہیں۔

ملفوظات مقدسہ

حضرت خواجہ خرقانی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا: کبھی ایسے شخص کے ساتھ ہگز صحبت نہ رکھو کہ تم اللہ اللہ کرو اور وہ دوسری باتیں کرے۔

باکے صحبت مداراے دیدہ و

تو خدا گوئی و او چیزے دگر

◉ ملائکہ و تین جلاہل اللہ سے خوف آتا ہے

اول..... حضرت ملک الموت کو جان کنی کے وقت

دوم..... کرانا کا تبین کو لکھتے وقت

سوم..... منکر نکیر کو سوال کرتے وقت

✽..... مجھے تین اشیاء کی انتہاء معلوم نہیں ہو سکی

اول..... حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ کی انتہاء

دوم..... معرفت کی انتہاء

سوم..... فریب نفس کی انتہاء

✽..... ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ مجھے اپنا خرقہ

مبارک پہنا دیں۔ آپ نے فرمایا پہلے مجھے ایک مسئلہ کا جواب دو ”اگر عورت مرد کے

کپڑے پہن لے تو کیا وہ مرد بن جاتی ہے“ اس نے جواباً عرض کیا نہیں..... تو ارشاد

فرمایا پھر خرقہ پہننے سے کیا فائدہ؟ اگر تو مرد نہیں تو خرقہ پہننے سے مرد نہیں بن سکتا۔

✽..... ایک شخص نے آپ سے دعوت و تبلیغ کی اجازت طلب کی ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ

کی طرف دعوت دینا، خبردار اپنی طرف دعوت نہ دینا“

اس نے عرض کیا اپنی طرف دعوت کیسے ہوتی ہے فرمایا ”اپنی طرف دعوت

دینا کے یہ معنی ہیں کہ کوئی اور شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہو تو تجھے یہ

بات ناگوار گذرے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ تو لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہا

ہے۔“

✽..... سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جس کی نظر عالم بالا میں عرش علی تک اور نیچے

تحت الثریٰ تک سب کچھ دیکھے۔

✽..... بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو زمین پر چلتے ہیں مگر مردہ ہوتے ہیں اور

بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو زمین کے اندر ہوتے ہیں مگر زندہ ہیں۔

✽..... مسلمان نماز پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں لیکن مرد مسلمان وہ ہے کہ ساٹھ برس اس پر گذر جائیں مگر فرشتہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی ایسی چیز نہ لکھ سکے کہ جس کے باعث اسے اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہونا پڑے اور وہ حق تعالیٰ کو ایک لمحہ بھی فراموش نہ کرے۔

✽..... خدا تعالیٰ نے مجھے وہ درد عطا فرمایا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی چھلک پڑے تو طوفان نوح سے بھی زیادہ طوفان آجائے۔ اے

✽..... جو بندہ مومن ایک شب و روز اس حال میں گزارے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو اذیت نہ پہنچے تو وہ شخص گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا۔

✽..... لوح محفوظ کا نوشتہ صرف مخلوق کیلئے ہے اس کا تعلق اہل اللہ سے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو وہ چیزیں عطا فرماتا ہے جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں۔

✽..... اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا میں پاکیزہ بنا کر بھیجا ہے تم دنیا سے اس کے حضور پلید بن کر مت جاؤ۔

✽..... جب اللہ تعالیٰ اوقات نماز سے قبل تم سے نماز کا مطالبہ نہیں کرتا تو تم قبل از وقت اس سے رزق کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔

✽..... مرید جس قدر اپنے مرشد کی خدمت کرتا ہے اسی قدر اس کے مراتب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

✽..... ایک مرتبہ میں نے خواب میں خدا تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے تیری محبت میں ساٹھ سال گزار دیئے اور آج تک تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ جواب ملا کہ تو صرف ساٹھ برس سے ہماری محبت میں گرفتار ہے اور ہم نے ازل سے تجھے اپنا بنا رکھا ہے۔

✽ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی پیروی کرے، وہ (عالم بے عمل) شخص نہیں جو کاغذ سیاہ کرتا رہے۔

✽ مرید وہ ہے جسے شیخ کی صحبت میں جہاں بیٹھنے کو جگہ ملے وہیں بیٹھ کر خوش ہو جائے خواہ جو توں میں ہی جگہ پائے۔

✽ آپ سے پوچھا گیا کہ وسوسہ کس چیز سے پیدا ہوتا ہے تو فرمایا تین چیزوں کی وجہ سے دل ماسوا اللہ میں مشغول ہوتا ہے۔ آنکھ، کان اور لقمہ۔ آنکھ سے وہ چیز دیکھو جو دل کو مشغول نہ کرے، کان سے وہ چیز سنو جو دل کو مشغول نہ کر سکے اور حرام لقمہ قلب کو آلودہ کر دیتا ہے، اس لئے وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔

✽ اللہ تعالیٰ نے میرے دل پر القاء کیا جہاں نیاز ہے وہاں مراد ہے، جہاں دعویٰ ہے وہاں مخلوقات ہے۔

✽ عبادت ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن عبادت کے ذریعے ہر آدمی خواہشات سے جان نہیں چھڑا سکتا۔

✽ نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا عابدوں کا کام ہے لیکن آفت کو دل سے نکالنا جو اس مردوں کا کام ہے۔

آپ گاہے گاہے شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے حصول برکت اور وصول سعادت کیلئے
آپ کی دو رباعیاں پیش خدمت ہیں

آں دوست کہ دیدش بیاراید چشم
بے دیدش از گریہ نیا ساید چشم
ما را ز برائے دیدش باید چشم
گر دوست نیند بچہ کار آید چشم



دارم دلے کہ با ہر اندیشہ کہ داشت
جز یاد تو بر صفحہ خاطر نہ نگاشت
یاد تو چنا فرو گرفتش کہ در او
گنجائش ہیچ جز دیگر نگذاشت

ترجمہ: وہ دوست کہ جس کی دید چشم کو آراستہ کر دیتی ہے اسکی دید کے بغیر آنکھ رونے سے باز نہیں آتی۔ ہمیں اس کی دید کیلئے آنکھ چاہیے جو چشم یار کا نظارہ نہ کرے وہ تو بے کار ہے میں ایسا دل رکھتا ہوں کہ اس کے جتنے بھی غم تھے تیری یاد کے سوا اس نے کوئی ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ تیری یاد نے اسے ایسا محو کر دیا کہ اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

• مقالات طیب الاسلام، کشف المحجوب، نفحات الانس، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، تذکرہ الاولیاء، تاریخ مشائخ نقشبندیہ، میرت طالب، حضرات القدس اول، تذکرہ خواجہ خرقانی

عارف باللہ، قطب زمانہ

حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ العزیز



تعارف

آپ کا اسم گرامی ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ ہے طوس کے نزدیک ایک گاؤں گرگانی میں پیدا ہوئے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کے مرید تھے۔ قرن ثالث میں خراسانی اور عراقی تصوف کے دورِ حجان منظر عام پر آئے خراسانی تصوف سلطان العارفين حضرت بايزيد بسطامي قدس سرہ کی طرف منسوب تھا جس میں سکرو جذب اور خلوت و اویسیت کا غلبہ تھا جبکہ عراقی تصوف سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ کی طرف منسوب تھا جس میں صحو، صحبت شیخ اور پابندی شریعت غالب تھے۔ پانچویں صدی میں حضرت خواجہ گرگانی قدس سرہ کی شخصیت میں دونوں رجحانوں کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے چنانچہ آپ نے خراسانی فیوض و برکات کا اکتساب حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ سے کیا اور عراقی انوار و حسنات حضرت خواجہ عثمان مغربی قدس سرہ سے حاصل کئے (جنہیں حضرت شیخ ابوعلی کاتب سے اور

انہیں حضرت شیخ ابوعلی ردوباری سے اور انہیں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہم سے ارادت و نسبت حاصل تھی۔ (یوں آپ کے مریدین و متوسلین کے بطون جذبات و احوال سے معمور اور ان کے ظواہر و شریعت و سنت سے آراستہ ہوتے تھے۔ بعد ازاں امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس سلسلہ عالیہ کی چہار دانگ عالم میں اشاعت فرمائی یہی وجہ ہے کہ نقشبندی مجددی فقراء کے باطن توحید عیانی، وصل عریانی، تجلی ذاتی دائمی سے منور ہوتے ہیں اور ان کے ظاہر شریعت مطہرہ اور سنت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت سے مزین ہوتے ہیں۔ والحمد لله علی ذالک

شیخ یگانہ

آپ اپنے دور کے بے نظیر، بے عدیل اور یکتائے روزگار تھے قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ نے ”کشف المحجوب“ میں آپ کا تذکرہ یوں کیا ہے

”قطب زمانہ اور اپنے وقت کے یگانہ ابوالقاسم علی بن عبداللہ گرگانی رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں بے نظیر اور دور حاضر میں بے عدیل ہیں ان کی ابتداء نہایت اچھی اور قوی رہی ہے انہوں نے سخت سفر شرط شریعت طے کئے ہیں اس وقت اہل درگاہ کے دل ان کی طرف متوجہ ہیں اور تمام طالبان حق کا اعتماد آپ پر ہے مریدین کے واقعات اور قلبی کیفیات کو بیان کرنے میں کمال رکھتے ہیں اور علمی فنون کے ماہر ہیں ان کے مریدین اک عالم کے زینت آراء ہیں۔“

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک روز میں آپ کی خدمت اقدس میں اپنے احوال و مشاہدات بیان کر رہا تھا

اس خیال سے کہ ناقد وقت ہونے کے اعتبار سے میری کیفیت پر نظر فرمائیں اور وہ نہایت انہماک سے میری گفتگو سماعت فرما رہے تھے میں نخوت لڑکپن اور آتش جوانی میں کلام میں طوالت کر رہا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ یہ شیخ ابتداء میں اس کوچہ سے نہیں گزرے اسی لئے اس قدر خضوع و نیاز مندی سے سن رہے ہیں انہوں نے میری باطنی کیفیت کو بھانپ لیا اور فرمایا اے جان پدر! میرا انہماک نہ تیرے لئے ہے نہ تیرے احوال کیلئے ہے بلکہ محول احوال (اللہ تعالیٰ) کے لئے ہے یہ کیفیات تمام طالبان طریقت کو پیش آتی ہیں یہ تمہارے لئے خاص نہیں ہیں۔ یہ سن کر میرے ہوش اُڑ گئے انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے پسر! آدمی کو اس طریقت سے اس قدر نسبت ہے کہ جب وہ راہ طریقت پر گامزن ہوتا ہے سمجھتا ہے کہ اس نے مقصود کو پا لیا اور جب معزول ہو جاتا ہے تو اپنے تصور کو عبارت میں ڈھالنا شروع کر دیتا ہے پس نفی و اثبات اور نقد و وجود دونوں خیال ہیں آدمی خیال کے بندھنوں سے کبھی بھی رہائی نہیں پاسکتا اسے چاہیے کہ وہ درگاہ حق پر سرنگوں رہے بجز مردانگی اور فرمانبرداری کی نسبت کے تمام نسبتوں سے دست بردار ہو جائے۔

حضرت شیخ بجزویری قدس سرہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ مجھے واقعہ پیش آیا جس کا حل میرے لئے دشوار تھا میں شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ کی زیارت و ملاقات کے لئے طوس پہنچا تو میں نے انہیں اپنی رہائش گاہ کی مسجد میں تشریف فرما پایا جہاں وہ میرا واقعہ بعینہ ستون سے بیان فرما رہے تھے جب میں نے بغیر سوال کئے جواب پالیا تو عرض کیا اے شیخ! آپ یہ گفتگو کس سے کر رہے تھے۔

فرمایا!۔ بیٹا! حق تعالیٰ نے ابھی ابھی اس ستون کو میرے ساتھ گویا کر دیا تاکہ وہ

مجھ سے یہ سوال کرے جس کا میں جو باب دے رہا تھا۔

ملفوظات شریفہ

ایسے کام میں دوستوں کے ساتھ موافقت کرنا جو گناہ نہ ہو نقلی روزہ سے کم نہیں۔

حضرت خواجہ احرار آپ کا قول گرامی یوں بیان فرمایا کرتے تھے۔

ایسے شیخ کی صحبت میں بیٹھ کہ تو سر اسروہ جائے یا وہ سر اسروہ تو ہو جائے یا پھر دونوں

حق سبحانہ میں گم ہو جائیں کہ نہ تو رہے نہ وہ رہے۔

آپ کے عہد گرامی میں ترکستان، ایران، عراق اور شام سلجوقیوں کے زیر نگیں

تھے جو مذہب اہل سنت اور اہل اللہ کے معتقد تھے سلطان طریقت حضرت شیخ ابوسعید

قدس سرہ آپ کے معاصر تھے آپ حضرت شیخ ہجویری قدس سرہ کے شیخ تربیت یا شیخ

صحبت بھی تھے۔

تصنیف لطیف

آپ صاحب تصانیف عالم و عارف تھے ”اصول الطریقہ و فصول الحقیقہ“

تصوف کے موضوع پر آپ کی اہم تحریر ہے۔

وفات حسرت آیات

بالآخر آپ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا حضرت شیخ بوعلی فارمدی قدس سرہ

العزيز کو اپنا جانشین مقرر فرما کر ۲۳ صفر ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء کو دار فنا سے دار بقا کی طرف

سدا ہمارے۔ (انا لله وانا اليه راجعون)

کشف الخبايا، عمدة المقامات، جواہر نقشبندیہ، تاریخ مشائخ نقشبندیہ، انوار الکریم، سلسلہ نقشبندیہ کی

روشن کرنیں

لسانِ خراساں، صاحبِ طریقہ نبی
حضرت شیخ ابوعلی فارمدی قدس سرہ العزیز



تعارف

آپ کا نام نامی فضل بن محمد، کنیت ابوعلی اور وطن فارمدطوس کے دیہات میں سے ایک دیہہ ہے جہاں آپ کی ولادت ۴۰۷ھ میں ہوئی اسی لئے فارمدی مشہور ہوئے آپ شیخ الشیوخ، لسان الوقت، وحید العصر اور یگانہ روزگار تھے۔

باطنی انتساب

آپ کا باطنی انتساب قطب ربانی حضرت خولجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ سے ہے اور آپ کو قدوة المشائخ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ سے صحبت و خلافت حاصل ہوئی۔

تحصیل علم

حضرت استاد ابوالقاسم قشیری قدس سرہ کی ہدایت کے مطابق تین برس تک

تخصیص علم میں مشغول رہے ایک روز حضرت استاد تنہا حمام میں غسل کے لئے تشریف لے گئے آپ نے چند ڈول پانی حمام میں ڈال دیئے غسل سے فراغت کے بعد انہوں نے نماز ادا فرمائی اور کہا وہ کون تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا تھا؟ آپ اس خوف سے خاموش رہے کہ شاید مجھ سے بے ادبی ہو گئی ہے آخر استاد موصوف نے دوبارہ اور سہ بارہ دریافت فرمایا تو ڈرتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ خادم تھا حضرت استاد نے فرمایا اے بوعلی! جو کچھ میں نے ستر برس میں حاصل کیا تھا تم نے پانی کے چند ڈول میں پالیا۔

روحانی تربیت

بعد ازاں آپ طوس میں حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضرت شیخ مراقبے میں تھے انہوں نے سراٹھا کر فرمایا اے بوعلی آؤ! آؤ! کہو کیا حال ہے؟ آپ نے سلام کے بعد حالات و واقعات عرض کئے انہوں نے فرمایا ”ہاں! ہاں! تمہاری ابتداء مبارک ہے ابھی تک تم کسی درجے پر نہیں پہنچے ہو اگر تمہاری تربیت کی جائے تو بلند مرتبہ تک پہنچ جاؤ گے“ آپ کے دل نے گواہی دی کہ میرے مرشد یہی ہیں انہوں نے آپ کو طرح طرح کے مجاہدے اور ریاضتیں کرائیں اور آپ پر خاص توجہ فرمائی اور اپنے فرزند ارجمند کو تربیت کیلئے آپ کے حوالے کر دیا۔ حسن اتفاق سے ان دنوں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ مہنہ سے طوس تشریف لائے ہوئے تھے آپ بقصد زیارت ان کی خدمت میں چلے گئے انہوں نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کرتے ہوئے فرمایا ”بوعلی وہ وقت آ گیا ہے شیخ تم کو شیریں مقال طوطی کی طرح گویا کریں گے چند روز کے بعد حضرت شیخ گرگانی نے ایک مجلس میں آپ پر اسرار و رموز منکشف فرما کر وعظ کی اجازت مرحمت فرمادی یوں آپ پر شیخ مہنہ

کے ارشاد کا مطلب افشاء ہو گیا۔

شرف دامادی

مزید برآں حضرت شیخ گرگانی نے اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے فرما کر شرف دامادی بھی بخشا اور اپنا جانشین بھی مقرر فرما دیا۔ قدوۃ الکاملین حضرت داماد شیخ بخش علی بجوری قدس سرہ نے بھی آپ سے اکتساب فیض کیا۔

مسند ارشاد

ظاہری و باطنی تربیت کی تکمیل کے آپ طوس سے نیشاپور تشریف لے گئے آپ کے پر تاثر تذکیر و موعظت اور رشد و ہدایت کی بدولت سلجوقی وزیر نظام الملک بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا جس نے ۱۰۶۵ء میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی جو دنیا کے اسلام کی سب سے بڑی یونیورسٹی بن گئی جہاں سے مشاہیر علماء و صوفیاء نے تعلیم حاصل کی۔

خلفاء

آپ کے نامور خلفاء میں غوث صمدانی حضرت شیخ یوسف ہمدانی قدس سرہ، حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد غزالی قدس سرہ اور ان کے برادر اصغر حضرت احمد غزالی قدس سرہ شامل ہیں شیخ احمد غزالی قدس سرہ کی وساطت سے سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ مولویہ (حضرت مولانا روم قدس سرہ کی نسبت سے موسوم) کو خوب شہرت ملی۔

وفات حسرت آیات

آپ کی وفات ۴ ربیع الاول ۷۷۷ھ کو طوس میں ہوئی اور طوس میں ہی مدفون

ہوئے۔



مزار اقدس غوث صمدانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ (مرو - ترکمانستان)



مرقد انور غوث صمدانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ

مجدد زمانی، غوث صمدانی

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی یوسف، کنیت ابو یعقوب تھی آپ کی ولادت باسعادت ۲ صفر
المظفر دوشنبہ ۴۴۱ھ میں ہمدان کے ایک نواحی دہ میں ہوئی۔ آپ سراج الامہ حضرت
سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔

تعلیم و باطنی نسبت

آپ نے اپنے دور کے جید علماء و مشائخ سے اکتساب علم فرمایا اور اکثر حضرت
سیدنا خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہتے تھے۔ طریقت میں آپ کی نسبت حضرت شیخ
بوعلی فارمدی قدس سرہ کے ساتھ ہے یوں آپ علوم ظاہری اور معارف باطنی کے جامع
قرار پائے آپ کو اصول و فروع، فقہ و تصوف، تفسیر و حدیث پر کامل دسترس حاصل تھی۔
آپ کی مجلس میں علماء، فقہاء اور صلحاء کا جم غفیر ہوا کرتا تھا۔

مجدد دوراں

آپ اپنے وقت کے غوث اور پانچویں صدی کے مجدد تھے۔ ساٹھ برس مسند
رشد و ہدایت پر متمکن رہے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی قدس سرہ
چھ ماہ آپ کی صحبت و خدمت میں رہے سات ہزار بت پرست آپ کے دست حق
پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔

غوث الاعظم کا استفادہ

آپ اپنے دور میں علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کے مرجع و مرکز تھے غوث
الثقلین حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے آپ سے استفادہ کرنے کے متعلق
یوں بیان فرمایا جب آپ ہمدان سے بغداد تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوا آپ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اپنے ساتھ بٹھایا

و ذکر لی جمیع احوالی و حل لی جمیع ما کان اشکل علی
میرے بتائے بغیر میرے تمام احوال کا ذکر فرمایا اور میرے تمام اشکالات کو حل
فرمادیا۔

پھر ارشاد فرمایا

یا عبدالقادر تکلم علی الناس اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ سنایا کرو
آپ نے عرض کیا میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح گفتگو کروں۔
یہ سن کر فرمایا

تمہیں اب فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، نحو، لغت اور تفسیر قرآن یاد ہے تم
میں وعظ کہنے کی صلاحیت ہے اصعد علی الكرسي برسر منبر آؤ اور وعظ کہو کیونکہ

میں تجھ میں وہ جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب تناور درخت بن جائے گی کہ اصلہا ثابت
 وَفَرَعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِيُ أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ ۝
 آپ کے ارشاد پر حضرت شیخ جیلانی نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع فرمایا شیخ
 جیلانی ہفتہ میں چار روز وعظ فرمایا کرتے تھے آپ کے مواعظ حسہ پر تاثیر اور عامۃ
 الناس میں زبان زد عام تھے جو جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے معمور ہوتے کہ ہزاروں
 عراقی رضا کار سلطان نور الدین اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی فوج میں شامل ہو کر
 صلیبیوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے بالآخر مسلمانوں نے بیت المقدس کو دوبارہ فتح
 کر کے فلسطین و شام کو ان سے آزاد کروالیا۔

کمالات و ملفوظات

آپ کی کمالات جلیلہ اور ارشادات قدسیہ میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔
 ◎ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے وعظ کی تاثیر سے مجمع مسرور و مسحور تھا۔ دو فقیر بھی
 حاضرین میں موجود تھے یہ منظر برداشت نہ کر سکے اور آپ سے کہنے لگے چپ رہو کہ تم بدعتی
 ہو آپ کی زبان سے نکلا خاموش رہو تمہیں موت آئے چنانچہ وہ دونوں اسی وقت مر گئے۔

جراحے کہ ز تیغ زباں رسد بہ دلے

بہ تیغ مرہے راحت نکو نخواہد شد

◎ ایک روز ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میں ابھی
 ابھی شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا وہ درویشوں کے ساتھ کھانا
 کھا رہے تھے کہ اسی اثناء میں ان پر غیبت (استغراق) طاری ہو گئی بعد ازیں فرمایا کہ
 ابھی ابھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور میرے منہ میں لقمہ رکھا یہ
 سنا آپ نے فرمایا

تلك خیالات تُربی بہا اطفال الطریقة یہ تو خیالات ہیں جن سے

اطفال طریقت کی تربیت کی جاتی ہے۔

◎ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت (حضور و آگاہی) رکھو اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔

◎ آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ جب اہل اللہ ہم سے روپوش ہو جاتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے تاکہ ہم سلامت رہ سکیں آپ نے فرمایا ”ان کی باتیں دہراتے رہو“

تصانیف

آپ صاحب تصانیف تھے۔ آپ کی تصانیف میں زبدۃ الحیات، منازل السائرین اور منازل السالکین شامل ہیں۔

وفات حسرت آیات

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو شیخ احمد یسوی قدس سرہ کو سورہ فاطر، نازعات اور یاسین کی تلاوت کا حکم فرمایا اور یہ بیت زبان مبارک پر تھی

در کوئے تو عاشقاں جاں بحالے بدہند
کانجا ملک الموت نلنجد ہرگز

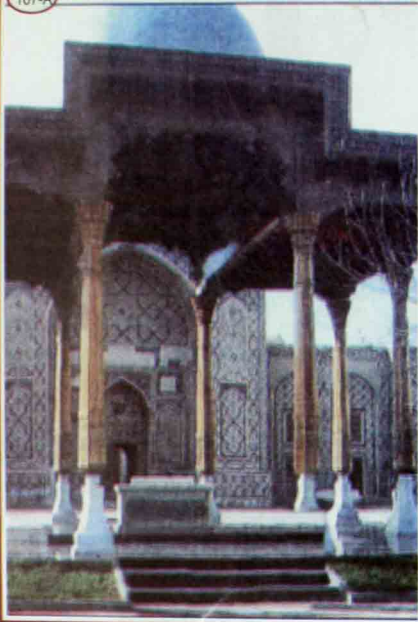
آپ نے ۹۵ برس کی عمر میں وصال فرمایا سن وصال ۱۷ رجب المرجب ۵۳۵ھ ہے مزار فیض آثار مرو تا جستان میں مرجع خلائق ہے۔

خلفائے عظام

آپ کے چار خلفائے کرام کو خوب شہرت نصیب ہوئی (۱) خواجہ عبدالخالق غجدوانی (۲) خواجہ احمد یسوی (۳) خواجہ احمد انداقتی (۴) خواجہ عبداللہ برقی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)



مرقد انور خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی قدس سرہ



مزار اقدس خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی قدس سرہ

خواجه جہاں، محبوب سبحانی

حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا نام نامی عبدالخالق لقب خواجہ جہاں ۲۲ شعبان المعظم ۴۳۵ھ عجدوان میں حضرت امام عبدالجلیل کے ہاں پیدا ہوئے جو اکابر اولیاء، اعظم اتقیاء اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے صحبت دار اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ روم کے شاہی خاندان میں سے تھیں۔

ایک روز آپ اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (اپنے رب کو زاری اور خفیہ پکارو بلاشبہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا) تو آپ نے اپنے استاد محترم سے دریافت کیا وہ کونسا خفیہ طریقہ ہے جسے بیان کیا جا رہا ہے اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا دوران ذکر اعضاء حرکت کریں تو غیر شخص اس پر واقف ہو جاتا ہے اگر دل سے ذکر کرے تو بحکم حدیث شریف الشَّيْطَانُ يَجْرِي مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ شیطان ذکر سے

آگاہ ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہو تو تمہیں اہل اللہ میں سے کوئی واقف راز مل جائے گا اور بتا دے گا۔

شیخ سبق

بعد ازاں آپ ہمیشہ کی مرد کامل کے منتظر رہتے یہاں تک کہ ایک روز حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے شرف ملاقات حاصل ہوا حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ کو اپنی فرزندگی میں قبول کر کے ارشاد فرمایا اے جوان میں تجھ میں بزرگی کے آثار پاتا ہوں اس لئے ایک سبق بتاتا ہوں اسے ہمیشہ دہراتے رہنا تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ پھر وقوف عدوی کی تعلیم دے کر حوض میں غوطہ لگا کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے تعمیل ارشاد کی اور اس ورد میں مشغول رہے یہاں تک کہ آپ پر اسرار کھل گئے۔

باطنی انتساب

اس وقت آپ کی عمر مبارک کم و بیش ۲۲ برس تھی کہ امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ بخارا میں تشریف لائے آپ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیوض و برکات اور توجہات قدسیہ کی خیرات لیتے رہے یوں آپ کے پیر سبق حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں اور شیخ صحبت و خرقہ حضرت خواجہ ہمدانی قدس سرہ ہیں اگرچہ خواجہ ہمدانی کے طریقہ میں ذکر جہر تھا لیکن سیدنا خضر علیہ السلام کے ذکر خفی تلقین فرمانے کی وجہ سے انہوں نے آپ کو ذکر جہر کا حکم نہیں فرمایا بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ جس طرح حضرت خضر نے حکم فرمایا ہے اسی طرح ذکر میں مشغول رہیں۔

مستجاب الدعوات

ایک روز ایک خوب روٹو جوان حاضر ہو کر آپ سے دعا کا طالب ہوا آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اس کے بعد وہ نو جوان یکبارگی غائب ہو گیا جب آپ سے اس نو جوان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ فلک چہارم کا ایک فرشتہ تھا جو کسی تقصیر کے باعث اس مقام سے معزول کر دیا گیا تھا اور فلک دنیا پر آ گیا تھا اس نے فرشتوں سے کہا کہ میں کیا کروں کہ میری تقصیر معاف ہو جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے پھر میرے مقام پر پہنچا دے فرشتوں نے اسے میرے بارے میں بتایا تھا اس لئے وہ طالب دعا بن کر میرے پاس آیا تھا میں نے اس کے حق میں دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا اور اسے پھر پہلا مقام مل گیا۔

بے عنایت حق و خاصان حق
گرچہ ملک باشد یہ ہستش ورق

ملفوظات شریفہ

ایک درویش نے آپ سے پوچھا کہ سالکین طریقت پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے یا نہیں ارشاد فرمایا جو سالک فنائے نفس تک نہ پہنچا ہو شیطان اس پر حالت غصہ میں غلبہ پاتا ہے لیکن جس سالک کو فنائے نفس حاصل ہوا ہے غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور یہ صفت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ میں لئے دونوں کی روشنی میں چلتا ہو۔

◎ جاہل صوفیوں سے دور رہو کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔

○ علم فقہ کی طلب میں ایک قدم بھی دور نہ ہو اور حدیث کا علم سیکھو۔

○ مذہب اہل سنت و جماعت کے پابند رہو اور ائمہ سلف کے مسلک پر قائم رہو کیونکہ نئی پیدا شدہ باتیں (بدعات) سراسر گمراہی ہیں۔

آپ کے کلمات قدسیہ میں خصوصاً اصطلاحات ہیں جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے جنہیں مصطلحات نقشبندیہ کہا جاتا ہے اور وہ آٹھ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ہوش دردم نظر بر قدم سفر در وطن خلوت در انجمن یاد کرد بازگشت نگاہ داشت یادداشت

ان کے علاوہ تین اور اصطلاحات ہیں جو حضرت شاہ نقشبند اویسی بخاری قدس سرہ کی بیان فرمودہ ہیں۔

۱..... وقوف عددی ۲..... وقوف زمانی ۳..... وقوف قلبی

ان کا تفصیلی تذکرہ اصطلاحات نقشبندیہ میں ملاحظہ فرمائیں

وفات حسرت آیات

آپ کا وصال مبارک ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو ہوا وصال کے وقت ہاتھ غیب سے آواز آئی یا ایہا النفس مطمئنة ۵ ارجعی الی ربك راضیة مرضیة۔ مزار مبارک غجدوان نزد بخارا میں ہے۔

خلفائے عظام

آپ کے خلفاء میں خواجہ عارف ریوگری، خواجہ سلیمان کرینی، خواجہ اولیاء کبیر اور خواجہ احمد صدیق (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) شامل ہیں



مزار اقدس صاحب طریقیہ نبی خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ
(داخلی دروازہ)

170-B



مرقدانور..... صاحب طریقیہ نبی خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ

معدنِ معارفِ سرمدی

حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ العزیز



ولادت

آپ کا اسم گرامی عارف اور وطن ریوگر نواحِ نجد وان ہے آپ کی ولادت باسعادت ۲۷ رجب المرجب ۵۵۱ھ میں ہوئی۔

باطنی انتساب

آپ حضرت خواجہ عبدالخالق نجدوانی قدس سرہ کے جانشین اور خلیفہ اعظم تھے اور عمر بھر خواجہ نجدوانی قدس سرہ کی صحبت و خدمت اور ملازمت میں رہے انکے وصال باکمال کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور تمام عمر عبادت و ریاضت اور ہدایت خلق میں مشغول رہے۔ علم و حلم، زہد و تقویٰ، استقامت اور متابعت سنت میں یگانہ روزگار تھے۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ کی نسبت ارادت آپ کی وساطت سے ہی خواجہ نجدوانی قدس سرہ تک پہنچتی ہے آپ کا تحریر فرمودہ رسالہ ”عارف نامہ“ خانقاہ موسیٰ زئی ڈیرہ اسماعیل خان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

وفات حسرت آیات

آپ کا وصال یکم شوال ۱۵۷۵ھ کو ریوگر میں ہوا آپ نے طویل عمر پائی۔

شیخ الشیوخ

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ العزیز



تعارف

آپ کا نام نامی محمود ہے اور آپ ۱۸ شوال ۱۲۷۷ھ کو انجیر فغنہ جو ارج بخارا میں پیدا ہوئے آپ کا ابتدائی زمانہ قصبہ وابلکہ (امکنہ) میں گذرا جہاں آپ نے تعلیم ظاہری کی تحصیل کی۔

باطنی انتساب

آپ نے باطنی تربیت حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ سے پائی۔ انہوں نے وقت وصال آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور ارشاد ہدایت کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ آپ سے بہت مخلوق فیضیاب ہوئی۔

ذکر جہر

آپ طالبان طریقت کو بر بنائے مصلحت اور اقتضائے زمانہ حال ذکر جہر کی تعلیم

172-A



مزار اقدس شیخ اشیرخ خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ



مرقدانور..... شیخ الشیوخ خواجه محمود ایچ فغوی قدس سره

دینے لگے استفسار پر وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا حضرت خواجہ عارف قدس سرہ نے آخری وقت فرمایا تھا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جس کی طرف ہمیں اشارہ ہوا تھا کہ سالکوں کو بر بنائے مصلحت ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا۔

ذکر جہر کس لئے درست ہے

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے جد اعلیٰ حضرت مولانا حافظ الدین بخاری قدس سرہ اپنے استاد شمس الائمہ حلوانی قدس سرہ کے اشارے سے علمائے عصر کے مجمع کثیر میں آپ سے سوال کیا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تاکہ سویا ہوا بیدار اور غافل ہوشیار ہو جائے اور راہ راست پر آجائے اور شریعت و طریقت پر استقامت حاصل کر لے اور توبہ و انابت کی حقیقت کی طرف جو، ہر نیکی اور نیک بختی کی اصل ہے رغبت کرے مولانا نے کہا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کے لئے یہ شغل مناسب ہے لیکن ذکر جہر کی حد مقرر فرمادیجئے تاکہ حقیقت، مجاز سے اور بیگانہ، آشنا سے ممتاز ہو جائے اس پر آپ نے فرمایا ذکر جہر اس شخص کے لئے جائز ہے جس کی زبان دروغ اور غیبت سے پاک ہو، جس کا حلق حرام اور مشتبہ لقمہ سے، دل ریاد و سمعہ سے اور باطن ماسوی اللہ سے پاک ہو۔

واضح رہے مشائخ نقشبند یہ رضی اللہ عنہم میں ذکر خفی کے ساتھ ذکر جہر آپ سے حضرت امیر کلال تک جاری رہا جب امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کی خدمت میں لے گئے تاکہ وہ آپ کو ذکر جہر سے منع کریں چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہ کی خدمات میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے آپ ایسا نہ کریں انہوں نے فرمایا کہ ہم آئندہ ایسا نہیں کریں گے حضرت خواجہ علی رامیتنی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے باطنی اشارہ پر ہی

آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے۔

علم مرتبت

حضرت خواجہ عزیزاں قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس زمانہ میں مشائخ میں سے کون بزرگ ہیں جو مرتبہ، استقامت پر فائز ہیں تاکہ دست ارادت سے ان کا دامن تمام لوگوں اور ان کی پیروی کروں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ان صفات کے حامل بزرگ خواجہ محمود انجیر فغوی ہیں۔ (حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہونے والے درویش حضرت خواجہ عزیزاں خود ہی تھے ازراہ کسر نفسی اپنا نام نہیں بتایا کہ کہیں سمعہ و نمائش نہ ہو)۔

کرامت

ایک روز حضرت خواجہ عزیزاں یارانِ طریقت کے ہمراہ موضع رامیتن میں مشغول ذکر تھے کیا دیکھتے ہیں کہ بہت بڑا سفید پرندہ ان کے اوپر اڑا چلا آتا ہے جب وہ پرندہ عین ان کے سر پر آیا تو بزبان فصیح بولا ”اے علی مردانہ باش“ اے علی مرد بن کر اپنے کام میں مشغول ہو یہ آواز سن کر ان پر کیفیت طاری ہو گئی اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو خواجہ عزیزاں سے دریافت کیا یہ کیا معاملہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ حضرت خواجہ محمود تھے حق سبحانہ نے انہیں یہ کرامت و قوت بخشی ہے کہ وہ جس مخلوق کے قالب میں چاہیں متشکل ہو جائیں اور وہ ہمیشہ اس مقام پر پرواز کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام سے کئی ہزار کلمات فرمائے اس وقت وہ خواجہ دہقان قلتی (خلیفہ خواجہ اولیائے کبیر) کے سربانے جا رہے تھے ان کا وقت آخر تھا انہوں نے دعا کی تھی خدایا اس آخری وقت میں میری مدد کے لئے اپنے

دوستوں میں سے کسی دوست کو بھیج دے تاکہ ان کی برکت سے ایمان سلامت لے جاؤں خواجہ محمود بحکم ربانی ان کے پاس بغرض امداد تشریف لے گئے وہاں سے واپس پر اس راہ سے گذرے ہیں۔

وصال

آپ کی وفات ۷ اربع الاول ۷۱۷ھ واکنہ میں ہوئی مزار مبارک بھی وہیں

ہے۔

قطب دوراں

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی علی اور لقب عزیزان ہے کیونکہ آپ خود کو دوران گفتگو عزیزان کہا کرتے تھے پیدائش بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر قصبہ رامیتن میں ہوئی۔ آپ صنعت بافندگی (ساج) میں مشغول رہا کرتے تھے عارف جامی قدس سرہ نے نغمات میں لکھا ہے کہ میں نے بعض اکابر سے یوں سنا ہے کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے درج ذیل شعر میں آپ کی طرف ہی اشارہ ہے۔

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے

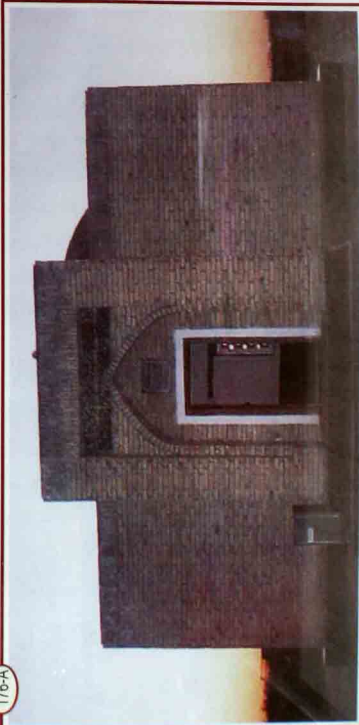
بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

ترجمہ: علم حال اگر علم قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا خواجہ نساج کے خادم کب بنتے۔

باطنی انتساب

حضرت خواجہ محمود انجیر قدس سرہ نے آخری ایام میں خلافت و سجادہ نشینی آپ

176-A



مزار اقدس قطب دوران حضرت خواجہ عزیز علی رامینی قدس سرہ



مرقد انور قطب دواں حضرت خواجہ عزیز علی رامیٹی قدس سرہ (دوسرا جزاگان کے مزارات بھی ہمراہ ہیں)

کے سپرد فرمادی تھی آپ قطب وقت اور صاحب کمالات و کرامات بزرگ تھے۔

شیخ سمنانی کے تین سوال

شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ العزیز آپ نے ہم عصر تھے انہوں نے اپنے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین سوالات پوچھے اول یہ کہ آپ اور میں آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ آپ کا دسترخوان سادہ ہوتا ہے اور میرا پر تکلف مگر لوگ آپ سے راضی ہو کر تعریف کرتے ہیں اور میرے شاکی ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا احسان رکھ کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور ان کا احسان اپنے اوپر رکھ کر خدمت کرنے والے کم ہیں پس کوشش کیجئے کہ دوسری قسم والے لوگوں میں آپ کا شمار ہو۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے کی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا جو حق تعالیٰ سبحانہ کے عاشق ہوتے ہیں خواجہ خضر ان کے عاشق ہوتے ہیں۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سنا ہے آپ ذکر جہر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے بھی سنا ہے کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں پس آپ کا ذکر بھی جہری ہوا

توجہ اتحادی

ایک نیاز مند باورچی نے آپ کے مہمانوں کی خدمت کی آپ نے خوش ہو کر فرمایا "تیری جو مراد ہو وہ مانگ ان شاء اللہ پوری ہوگی اس نے عرض کیا کہ میری مراد یہ ہے کہ آپ جیسا ہو جاؤں آپ نے باورچی کو ہر چند سمجھایا کہ ایسی خواہش نہ کرو یہ ایک بار عظیم ہے جسے برداشت کرنے کی تجھ میں سکت نہیں لیکن اس نے نہایت نیاز مندی

سے اسی خواہش کی تکمیل چاہی آخر آپ نے اسے خلوت میں لے جا کر توجہ (اتحادی) دالی تو وہ باورچی (نانبانی) صورت و سیرت اور ظاہر و باطن میں آپ کے مشابہ ہو گیا تقریباً چالیس روز تک زندہ رہا بابا آخر اس بار گراں کی تاب نہ آ کر انتقال کر گیا۔

ملفوظات شریفہ

آیہ کریمہ توبوا الی اللہ میں اشارت بھی ہے اور بشارت بھی، اشارت ہے توبہ کرنے کی ہے اور بشارت اس کے قبول ہونے کی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہ کرتا تو پھر توبہ کا امر بھی نہ فرماتا۔ امر دلیل قبولیت ہے۔ مگر بید قصور کے ساتھ۔

◎ دو وقتوں میں اپنے آپ پر کڑی نگاہ رکھنا چاہئے گنگلو کرتے وقت اور کوئی چیز کھاتے وقت۔

◎ کسی درویش نے آپ سے پوچھا کہ بالغ شریعت کون ہے اور بالغ طریقت کون؟ ارشاد فرمایا بالغ شریعت وہ ہے جس سے مادہ تولید نکلے اور بالغ طریقت وہ شخص ہے جو خودی سے نکل جائے درویش نے جواب سن کر سر زمین پر رکھ دیا آپ نے ارشاد فرمایا زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو چیز (خودی) سر میں ہے اسے زمین پر رکھو۔

◎ ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے حال پر توجہ فرمایا کیجئے ارشاد فرمایا بازار جاؤ اور ایک لوٹا خرید کر بطور تحفہ ہمیں پیش کرو اس نے تعمیل ارشاد کی آپ نے فرمایا کہ جب ہماری اس لوٹے پر نظر پڑے گی تو توجہ بھی میرے پیش نظر ہو جایا کرے گا۔

رسالہ عزیزان

آپ نے اپنے تالیف فرمودہ کتابچہ "رسالہ عزیزان" میں سالک راہِ اودس شرطیں

ہر وقت نگاہ میں رکھنے کی تلقین و تعلیم فرمائی ہیں۔ (۱) طہارت (۲) خاموشی (۳) خلوت (۴) روزہ (۵) ذکر (۶) نگہداشت خاطر (۷) رضا بحکم خدا (۸) صحبت صلحاء (۹) شب بیداری (۱۰) نگہداشت لقمہ۔

آپ ایک رباعی میں یوں نصیحت فرماتے ہیں۔

باہر کہ نشتی و نشد جمع دلت وز تو نرمید زحمت آب و گلت

از صحبت وے اگر تبرا کنی ہرگز نکند روح عزیزاں نکلت

ترجمہ: تو جس شخص کے پاس بیٹھا اور تجھے جمعیت خاطر نصیب نہ ہوئی اور تیری آب و گل کی کدورت دور نہ ہوئی۔ اگر تو اس کی صحبت سے بیزار نہ ہو تو عزیزاں کی روح تجھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔

اگر روئے زمین پر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کے معنوی فرزندوں میں سے ایک بھی ہوتا۔ تو منصور کبھی سولی پر نہ چڑھتا۔ کیونکہ وہ اسے توجہ دے کر مقام بالا پر پہنچا دیتا۔

وصال

آپ بعمر ۱۳۰ برس بروز پیر ۲۸ ذیقعد ۱۵۷۱ھ کو اس دارفانی سے رخصت ہوئے۔
مرقد انور خوارزم میں مرجع خلائق ہے۔

خلفاء

حضرت خواجہ عزیزاں قدس سرہ کے مشہور خلفاء یہ ہیں۔

(۱) بابا محمد تاسی (۲) خواجہ خورد (بڑے فرزند) (۳) خواجہ ابراہیم (چھوٹے فرزند)

(۴) خواجہ محمد کلاہ دوز (۵) محمد صلاح (۶) محمد باوردی۔ قدس سرہم

آفتاب برج حق شناسی

حضرت خواجہ بابا محمد ساسی قدس سرہ العزیز



نام

آپ کا اسم گرامی محمد، لقب بابا ساسی ہے آپ کا وطن ساس ہے جو بخارا سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ایک قریہ ہے اسی نسبت سے آپ کو بابا ساسی کہا جاتا ہے۔ بابا ترکی زبان میں بزرگ صاحب ارشاد اور ولی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

باطنی انتساب

طریقت میں آپ کا انتساب حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ سے ہے جب حضرت عزیزاں کا آخری وقت آیا تو اپنے اصحاب میں سے اپنی خلافت و جانشینی کے لئے آپ کو منتخب فرمایا اور اپنے تمام اصحاب کو آپ کی متابعت و ملازمت کا حکم فرمایا آپ صاحب کشف اور کمالات و کرامات کے حامل بزرگ تھے جذبات و واردات الہیہ کی وجہ سے اکثر وارفتگی طاری رہتی تھی۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی ولادت سے قبل جب کبھی قصر بندواں سے گذرتے تو فرماتے



مزار اقدس آفتاب بُرجِ حق شناسی حضرت بابا محمد سماسی قدس سره



مقدانور آفتاب بروج حق شناسی حضرت بابا محمد سامی قدس سرہ

”ازیس خاک بوئے مردے می آید زود باشد کہ این کو شک بند و ان قصر عارفان شود“
ترجمہ: اس خاک سے ایک مردِ خدا کی خوشبو آتی ہے جلد ہی کو شک بند و ان قصر عارفان بن جائے گا۔

جب وقت قریب آیا تو اپنے خلیفہ نامہ ارخواجہ امیر کلال قدس سرہ کو مخاطب ہو کر فرمایا اب خوشبو زیادہ ہوگئی ہے یقیناً وہ مرد پیدا ہو گیا ہے چنانچہ حضرت شاہ نقشبند کی ولادت باسعادت کے تین روز بعد ان کے جد امجد انہیں لیکر حضرت باباساسی کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اپنی نظر کیمیا اثر سے توجہ ڈالی اور فرمایا یہ میرا فرزند ہے ہم نے اسے اپنی فرزندگی میں قبول کیا یہ لڑکا عنقریب اپنے وقت کا مقتدا ہوگا پھر حضرت امیر کلال سے مخاطب ہو کر فرمایا میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت و شفقت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا ورنہ ہم معاف نہیں کریں گے حضرت امیر کلال نے کھڑے ہو کر نہایت ادب و احترام سے ہاتھ سینے پر رکھ کر عرض کیا کہ اگر کوتاہی کروں تو مرد نہیں۔

حضرت شاہ نقشبند کی تربیت

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میری عمر اٹھارہ برس ہوئی تو میرے جد امجد کو میرے نکاح کی فکر دامن گیر ہوئی تو انہوں نے مجھے حضرت باباساسی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا تا کہ ان کے قدوم میں منت لزوم فرمانے سے یہ کام بخیر و عافیت انجام و پہنچے جب میں آپ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوا تو سب سے پہلی کرامت یہ دیکھنے میں آئی کہ اسی شب آپ کی صحبت و توجہ سے مجھ میں بڑا تصریح و نیاز پیدا ہوا شب کے آخری حصہ میں اٹھ کر وضو کیا اور آپ کی مسجد مبارک میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد سربسجود ہو کر دوران دعا گریہ میری زبان سے نکلا۔

خدا یا اپنی بلاؤں کا بوجھ اٹھانے اور اپنی محبت کی محنت و مشقت برداشت کرنے کی مجھے قوت عطا فرما۔

جب میں صبح کو حضرت بابا قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فرزند یوں دعا کرنی چاہئے کہ خدایا! جو تیری مرضی ہو اس پر بندہ ضعیف و قائم رہنے کی اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا فرما اور خدا کے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے کہ بندہ بلاؤں (آزمائشوں) میں مبتلا نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کی بنا پر اپنے کسی دوست پر کوئی بلا نازل کرتا ہے تو اسے برداشت کی بھی طاقت عطا کر دیتا ہے اور اس کی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے اپنی خواہش سے بلا طلب کرنا دشوار ہے۔ اس لئے گستاخی نہیں کرنا چاہئے۔

بعد ازاں کھانا لایا گیا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حضرت بابا ساسی قدس سرہ نے دسترخوان سے ایک روٹی اٹھا کر مجھے عنایت فرمائی میرے دل میں خیال آیا یہاں سیر ہو کر کھالیا ہے تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس پہنچ جائیں گے آپ نے فرمایا لے لو! کام آئے گی میں نے وہ روٹی حفاظت سے رکھ لی۔ میں نہایت نیاز مندی کے ساتھ آپ کے ہمراہ قصر عارفان کی طرف روانہ ہوا اثنائے راہ میں میرے باطن میں جب بھی کو خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت کرو یوں حالات و واقعات و کرامات کے مشاہدے سے آپ کے ساتھ اعتقاد بڑھتا گیا راستے میں سابقہ عادت کے مطابق ایک عقیدت مند کے مکان پر جلوہ گر ہوئے اس نے نہایت بشارت اور نیاز مندی کا مظاہرہ کیا دوران قیام عقیدت مند کے بار بار اندر باہر جانے کی قہقہہ دیکھ کر ارشاد فرمایا صحیح صحیح حال بتا! تمہارے اضطراب کا سبب کیا ہے؟ اس نے عرض کیا دودھ کی ملائی (پنیر) تو گھر میں ہے روٹی نہیں ہے ہر چند جستجو کی ہے لیکن دستیاب نہیں ہوئی تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کروں حضرت بابا ساسی قدس سرہ نے میری طرف

متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ روئی دو کہ اس نیاز مند کا دل مطمئن ہو اے فرزند! تم نے دیکھا کہ بالآخر وہ روئی کام آ ہی گئی۔

وصال

آپ کا وصال باکمال ۱۰ جمادی الاخرہ ۵۷۵ھ کو ہوا اور مرقد مقدس سماس میں ہے۔

خلفاء

آپ کے چار خلفاء مشہور ہوئے۔

- | | |
|-------------------------|--------------------------------------|
| (۱) خواجہ سید امیر کلال | (۲) خواجہ محمود سماسی (فرزند ارجمند) |
| (۳) خواجہ دانش مند | (۴) خواجہ محمد صوفی۔ قدس سرہم |

عارف با کمال، بحر جذب و حال

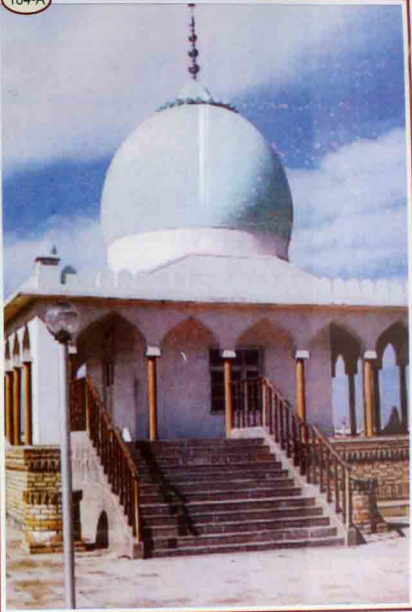
حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی شمس الدین امیر ہے ۶۷۶ھ سوخار (نواح بخارا) میں متولد ہوئے۔ آپ پیشہ زراعت تھا لیکن کوزہ گری میں بھی کمال رکھتے تھے۔ بخارا کی زبان میں کوزہ گر کو کلال کہا جاتا ہے اس لئے امیر کلال کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ سادات عظام میں حضرت امام علی رضا قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے صحیح النسب شریف و نجیب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپ جب میرے شکم میں تھے اُتر اتنا قابھی مشتبہ لقمہ کھا لیتی تو میرے پیٹ میں شدید درد ہوتا جب تک قے نہ کر لیتی آرام نہ آتا چند مرتبہ ایسا ہوا تو میں سمجھ گئی کہ اس درد کا سبب یہ بچہ ہے جو میرے شکم میں ہے چنانچہ میں خوراک میں احتیاط کرنے لگی۔



مزار اقدس عارف باکمال حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہ

باطنی انتساب

آپ کو اوائل جوانی میں کشتی کا شوق تھا چنانچہ آپ ایک روز رامیتن میں کشتی لڑنے میں مشغول تھے کہ حضرت بابا محمد سماسی قدس سرہ کا وہاں سے گذر ہوا اور یہ نظارہ دیکھنے کیلئے ایک دیوار کے سائے میں کھڑے ہو گئے اور آپ پر توجہ مرکوز کر کے محو ہو گئے بعض احباب کے دل میں خیال آیا کہ بدعتیوں کے اس معرکہ کی طرف متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے؟ حضرت بابا قدس سرہ نے قلبی خطرہ سے آگاہ ہو کر ارشاد فرمایا اس معرکہ میں ایک مرد ہے جس کی صحبت سے کالمین زمانہ فیض یاب ہو گئے ہم یہاں اس مرد کے شکار کی غرض سے کھڑے ہیں کہ کاش وہ ہمارے جال میں آ پھنسے اسی اثنا میں آپ کی نظر حضرت بابا سماسی قدس سرہ کے چہرہ انور پر پڑی اور پہلی ہی نظر میں گھائل ہو گئے

تیری پہلی نظر کا وار توبہ

دل اب تک دعائیں دے رہا ہے

حضرت بابا کی توجہ جاذبہ اور تصرف کاملہ نے آپ کو مسخر کر لیا اسی وقت کشتی کو خیر باد کہہ کر ان کے ساتھ ہو لئے حضرت بابا نے اپنے آستانہ مقدسہ پر پہنچ کر آپ کو خلوت خاص میں لے جا کر طریقہ نقشبندیہ کی تلقین فرمائی اور اپنی فرزندگی میں قبول کر لیا۔ تیس برس تک حضرت بابا کی خدمت و ملازمت میں رہ کر فیض یاب ہوئے اور تکمیل و ارشاد کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

فتح کی بشارت

ایک روز آپ بخارا کی جامع مسجد سے نماز جمعہ ادا فرما کر اپنے دولت کدہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں مشہور فاتح امیر تیمور اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا آپ کی خدمت میں نہایت نیاز مندی کے ساتھ عرض گزار ہوا کہ اے محذوم! میں آج آپ

کی زبان فیض ترجمان سے چھوٹنا چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کو تسکین ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ فقیہ کو جب تک حضرت عزیزاں قدس سرہ کی طرف سے روحانی اشارہ نہیں ہوگا اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا تم منتظر رہو نماز، مشاہدات اور کلمہ مراقبہ میں حضرت عزیزاں کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے چھوٹے بعد اپنے ایک محرم درویش منصور کو طلب کیا اور فرمایا اسی وقت امیر تیمور کے پاس جا راست پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواح طیبہ نے مملکت خوارزم تمہیں عطا کر دی ہے اس سے فوراً وہاں پہنچ جاؤ امیر تیمور نے تعمیل ارشاد کی اور خوارزم کو فتح کر لیا۔

ملفوظات شریفہ

”مقامات امیر کلال“ میں آپ کا تفصیلی وصیت نامہ مندرج ہے جو سالکین طریقت کیلئے سرچشمہ ہدایت ہے آپ کی بیان فرمودہ چند وصیتیں پیش خدمت ہیں۔

طلب علم کی تاکید

جب تک تم زندہ رہو طلب علم سے ایک قدم بھی دور نہ رہو کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

◎ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے سر مو تجا وز نہ کرو کیونکہ جملہ سعادتیں اسی عمل سے حاصل ہوتی ہیں۔

◎ جن امور سے لاعلمی کی وجہ سے لوگ بلائیں کے بھنور میں جا گرتے ہیں انہیں اچھی طرح جان لو اور وہ یہ ہیں۔

اول علم ایمان، دوم علم نماز، سوم علم روزہ، چہارم علم زکوٰۃ، پنجم علم حج، ششم خدمت والدین کا علم، ہفتم صلہ رحم اور رعایت ہمسایہ کا

علم، ہشتم... خرید و فروخت کا علم، نہم... حلال و حرام کا علم۔
 ◎ کپڑے پانی سے پاک ہوتے ہیں، زبان ذکر الہی سے اور جسم ادائے نماز سے، مال و دولت زکوٰۃ ادا کرنے سے پاک ہوتا ہے اور تمہارا وجود نفی ما سوا اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے پاک ہوتا ہے۔

ارادت

ارادت کیا ہے؟ ارادت طلب خدا، ترک عادت، ایفائے عہد، ادائے امانت، ترک خیانت، اپنی غلطیوں پر نظر اور اپنے اعمال سے صرف نظر کا نام ہے۔
 دنیا داروں کی ہم نشینی سے بچو اور جاہلوں سے دور رہو
 ◎ اچھے اخلاق اور جوانمردی سے انسان واقعی انسان بن جاتا ہے۔

عزیمت پر عمل

رخصتوں سے دور رہو اور عزیمت پر عمل کرو کیونکہ رخصتوں پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔

متابعت شاہ نقشبند کی تاکید

مرشخانیہ میں آپ نے اپنے جملہ اصحاب کو حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی متابعت کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت شاہ نقشبند ذکر جہر میں آپ کی متابعت نہیں کرتے بلکہ ذکر خفی کرتے ہیں فرمایا اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں۔ انہیں جو ہدایت ملی تھی اسی میں حکمت الہی ہے۔

وصال

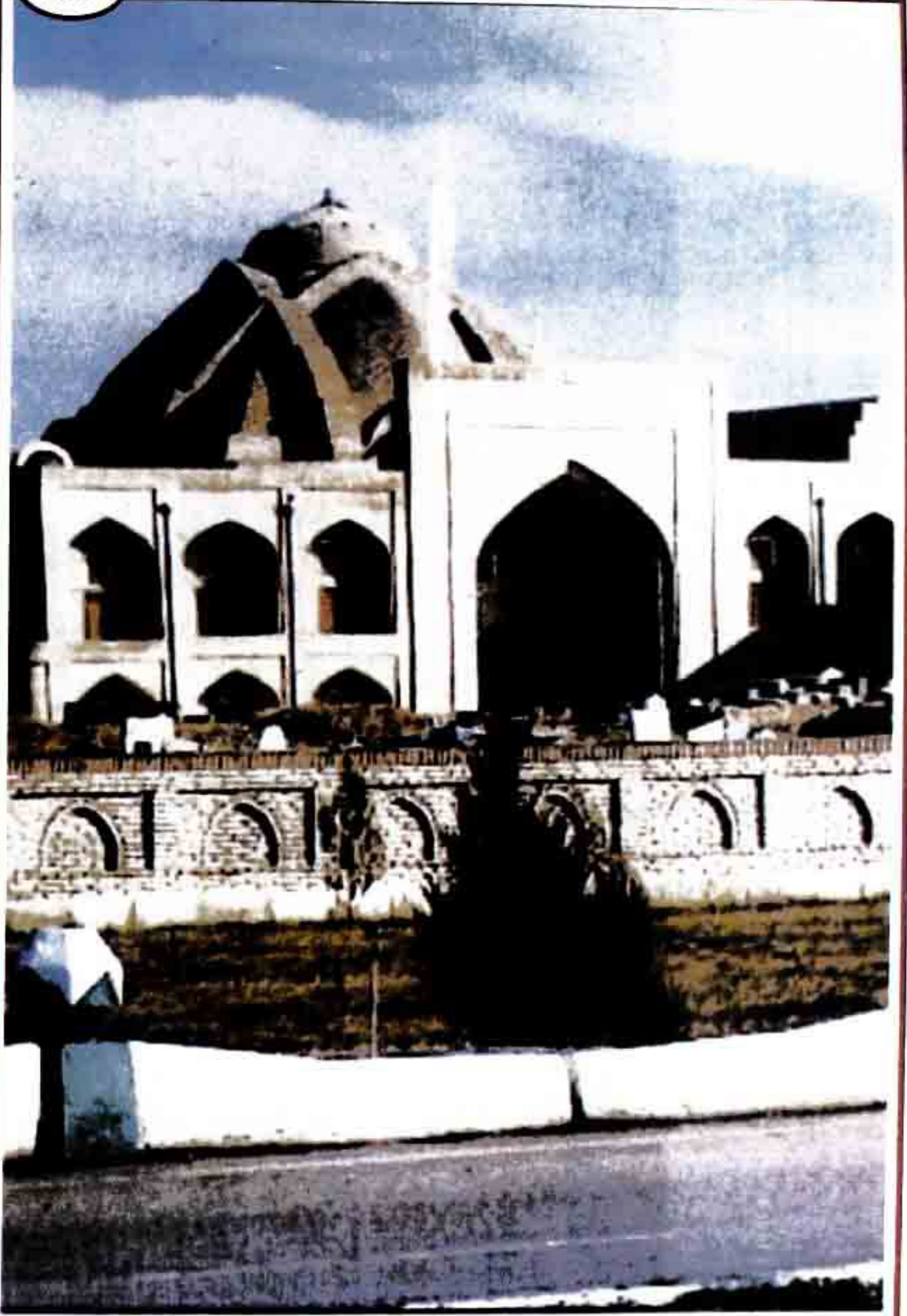
آپ کی رحلت بروز جمعرات بوقت صبح صادق ۸ جمادی الاول ۷۷۷ھ کو ہوئی۔
آپ کی وصیت کے مطابق حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ اور حضرت مولانا عارف نے
آپ کے جسد اقدس کو لحد میں اتارا۔ مزار مبارک ”سوخاز“ میں ہے۔

خلفاء

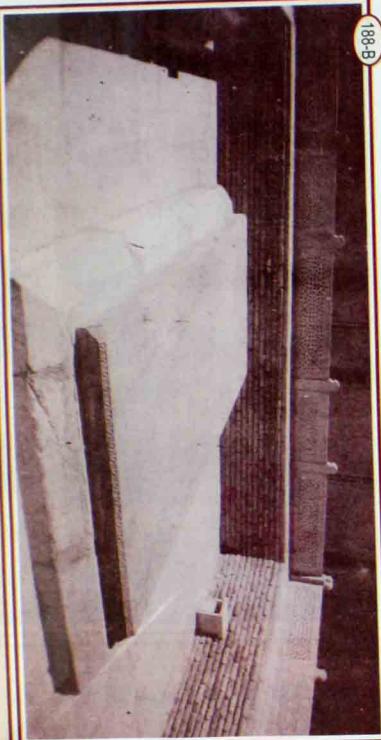
آپ کے ایک سو چودہ خلفاء تھے۔ جن میں چار آپ کے صاحبزادے تھے۔
جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- | | |
|----------------------|---------------------------|
| (۱) امیر برہان الدین | (۲) سید امیر حمزہ |
| (۳) سید امیر شاہ | (۴) سید امیر عمر قدس سرہم |

188-A



مزار اقدس امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ



مقبر انور..... امام الطريقة حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری قدس سرہ

باب سوم

امام الطریقہ، غوث الخلیقہ

حضرت خواجہ سید بہاء الدین محمد نقشبند بخاری قدس سرہ



نام و نسب

آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم ۷۱۸ھ قصر عارفان میں ہوئی جو بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے۔ آپ سادات کرام میں حضرت امام حسن عسکری قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت بہاؤ الدین اور لقب شاہ نقشبند ہے۔

آمد کی بشارت

آپ کی پیدائش سے قبل حضرت خواجہ بابا ساسی قدس سرہ نے آپ کے تولد کی بشارت سنائی اور ارشاد فرمایا۔ قریب ہے کہ قصر بندواں قصر عارفان ہو جائے۔ نیز فرمایا مجھے اس مقام سے مرد حق کی خوشبو آتی ہے۔

باطنی انتساب

ولادت کے تیسرے روز حضرت خواجہ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرما کر اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال قدس سرہ سے آپ کی تربیت کا عہد لیا۔ گو آپ کے شیخ تعلیم، حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہ ہیں مگر آپ حضرت خواجہ عبدالخالق عجب دانی قدس سرہ کے اویسی ہیں۔

نقشبندی وجہ تسمیہ

آپ جب کسی سالک کو ذکر قلبی کی تعلیم فرماتے تو اس کے قلب پر اسم اللہ نقش کر دیتے اور وہ نقش اس قدر قوی ہوتا جو عوارضِ قلبیہ سے بھی زائل نہ ہوتا تھا۔

۲..... آپ ابتدائے سلوک میں ہی ہر مرید رشید کے آئینہ قلب پر اپنے کامل تصرف اور مکمل توجہ سے نقوش کونیہ کی راہ بند فرما دیا کرتے یوں صورتوں کا نقش ذکر قلبی میں مغل نہ ہوتا تھا

نقشبند است کہ از یک نظرش تادم حشر
در مرایائے خواطر نہ قد نقشِ صورت

طریقت نقشبندیہ کی فضیلت

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم) کی طریقت میں چار طرح کی نسبتیں ہیں ایک حضرت خضر علیہ السلام سے، دوسری سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے، تیسری سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ سے جو ان کو امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ چوتھی خلیفۃ الرسول

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، اسی لئے اس طریقہ کے درویشوں کو ”ملح المشائخ“ کہا جاتا ہے۔

فرمودات قدسیہ

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرت خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مردان حق کے سامنے پوری روئے زمین ایک دسترخوان کی مانند ہے“ اور ہم کہتے ہیں کہ ”ایک ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے“

سالک کو چاہئے کہ قلب کی نگہداشت کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کلام و طعام، خرید و فروخت، عبادات کی بجا آوری، تلاوت قرآن اور دوران و عطر وغیرہا غرضیکہ چشم زدن میں بھی حق تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ بقول شاعر

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی

شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

◎ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ تو آپ نے فرمایا خلوت در انجمن پر یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور باطن خالق کے ساتھ۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش

این چنینی زیبا روش کم می بود اندر جہاں

◎ آپ نے ارشاد فرمایا ارشادات نبوی علی صاحبہا الصلوٰت نصیب امتی من نار جہنم کنصیب ابراہیم من نار نمرود اور لا تجتمع امتی علی الضلالة میں امت سے مراد امت متابعت ہے۔ امت دعوت اور امت اجابت نہیں۔

◎ حدیث قدسی الصوم لی میں صوم حقیقی کی طرف اشارہ ہے جو ماسوائے حق

تے امساک کلی کا نام ہے۔

○ مرید سے احوال کا ظاہر ہونا شیخ کی کرامت ہے۔

○ مشائخ کرام کے قول المحارر فنصرۃ الحقیقۃ (مجاز حقیقت ہاں ہے
تے مراد تمام عبادات ظاہری خواہ قولی ہوں یا فعلی مجاز ہیں جب تک سماک ان سے نہ
گزرے گا حقیقت تک نہیں پہنچے گا۔

○ حدیث الکاسب حبیب اللہ (کسب کرنے والا اللہ کا دوست ہے) میں
کسب رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسب دنیا کی طرف۔

○ یا ایہا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ لے میں اس طرف اشارہ ہے
کہ ہر لمحہ وجود طبعی کی نفی کرنا چاہئے اور معبود حقیقی کا اثبات کرنا چاہئے کیونکہ
ذنب لا یقاس بہ ذنب (تیرا وجود ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ قیاس
نہیں کیا جاسکتا)

○ عبادت طلب و جود ہے اور عبودیت تلف و جود ہے۔

○ باطن پر نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے لیکن بفضل حق سبحانہ خاصان حق کی تربیت
سے جلد میسر ہو جاتا ہے کیونکہ کامل مکمل شیخ کی ایک التفات (توجہ) سے اس قدر تھنیر
باطن ہوتا ہے کہ ریاضات کثیرہ سے بھی نہیں ہو سکتا۔

بے عنایات حق و خاصان حق

گر ملک باشد یہ ہستش و برق

نیت کی درستگی

جملہ امور میں تصحیح نیت غایت مہم ہے کیونکہ نیت عالم غیب سے ہے نہ کہ عالم سب

سے تو دیکھتا نہیں کہ اس بزرگوار دین نے امام حسن بصری قدس سرہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور کہا لَمْ يَحْضُرْ نِيَّ النِّيَّةُ یعنی میری نیت حاضر نہیں تھی حضرت شیخ عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرمایا: النِّيَّةُ نُورٌ لِأَنَّ حَرْفَ النُّونِ النُّورُ وَالْأَيُّاءُ يَدُ اللَّهِ عَلَى عَبْدِهِ وَالْهَاءُ هِدَايَةُ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّ النِّيَّةَ نَسِيمُ الرُّوحِ یعنی نیت نور ہے۔ نیت کے حرف نون سے مراد نور ہے۔ حرف یاء سے مراد اپنے بندے پر اللہ کا ہاتھ ہے اور حرف ہاء سے مراد اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے کیونکہ نیت نسیم روح ہے۔

نماز میں حضور

آپ سے کسی عالم دین نے استفسار کیا کہ نماز میں حضور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے فرمایا طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ نماز سے خارج اوقات، وضو، اور تکبیر تحریمہ کے وقت بھی وقوف کی رعایت چاہئے۔

◎ تیرا حجاب تیرا وجود ہے دَعُ نَفْسَكَ وَتَعَالِ اپنے نفس کو چھوڑ اور آ جا۔

از تو تا دوست رہ بے نیست توئی

در رہ تو خاشاک و نسے نیست توئی

نفسی وجود

حدیث مبارک میں جو اَمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ (رستے سے اذیت دہ چیز ہٹانا) آیا ہے اس سے وجود بشریت کی نفسی کی طرف اشارہ ہے اور حدیث قدسی میں جو وارد ہے کہ نَفْسُكَ مَطِيئَتُكَ فَارْفُقْ بِهَا (تیرا نفس تیری سواری ہے اس کے ساتھ نرمی کر) یہ نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ ہے جو الْأَمَارِ حَمِ رَبِّي کی خلعت سے

مشرف ہو گیا ہو۔

- ذکر کی تعلیم کسی کامل مکمل سے ہونی چاہئے تاکہ مؤثر ہو اور اس کا نتیجہ ظہور میں آئے۔ تیر بادشاہ کی ترکش سے لینا چاہئے تاکہ شایان حمایت ہو۔
- وقوف عددی علم لدنی کا پہلا مرتبہ ہے۔

مسخ باطن

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس امت سے مرتفع ہے مگر مسخ باطن باقی ہے

اندریں امت نباشد مسخ تن

لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

○ درویش اہل نقد ہیں آئندہ پر نہیں چھوڑتے

امروز بین بدیدہ باطن جمال دوست

اے بے خبر حوالہ بفردا چہ میکنی

○ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابتدائے احوال میں ایک مرتبہ 9 ماہ تک مجھ پر فیض

کا باب بند رہا میں کمزور اور بے چین ہو گیا چاہا کہ مخلوق کی خدمت و ملازمت

میں مشغول ہو جاؤں کہ میرا گذر ایک مسجد کے پاس سے ہوا جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا

اے دوست بیا کہ ما ترانیم

بیگانہ مشو کہ آشنا نیم

جب میں نے یہ شعر پڑھا مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور عنایت الہی سے وہ باب پھر مجھ

پروا ہو گیا۔

ذکر خفی کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ قلب کو خبر نہیں ہوتی کہ ذکر میں مشغول ہے کیونکہ بزرگوں کا قول ہے: **إِنَّ عِلْمَ الْقَلْبِ إِنَّهُ ذَاكِرٌ فَاَعْلَمَ إِنَّهُ غَافِلٌ** (اگر قلب کو معلوم ہو جائے کہ وہ ذاکر ہے تو جان لو کہ وہ غافل ہے) اور آ یہ کریمہ **وَإِذْ كُرِّرْتُكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً..... قَالَ الْحَسَنُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ لَا تَظْهَرُ ذِكْرَكَ لِنَفْسِكَ فَتَطْلُبُ لَهُ عَوَضًا** اور بعض بزرگوں کا مقولہ ہے **ذِكْرُ اللِّسَانِ هِدْيَانٌ وَ ذِكْرُ الْقَلْبِ وَسُوسَةٌ** اور یہ بیت پڑھا

دل را گفتم بیاد او شاد کنم گفت

چوں من ہمہ او شدم کرا یاد کنم

○ ہر کہ در سلسلہ ما قدم نہد تا بمقصود نرسد از دنیا نرود
 و ہر کہ از سلسلہ ماروئے تابد از دنیا برے ایمان رود (ترجمہ: جو شخص
 ہمارے سلسلہ نقشبندیہ میں قدم رکھے گا جب تک مقصود کو نہیں پہنچے گا دنیا سے نہیں جائے
 گا اور جو شخص ہمارے سلسلہ سے روگردانی (تحقیر، یا تخفیف) کرے گا دنیا سے بے ایمان
 جائے گا۔

کمالات و تصرفات

ریا داری

روایت ہے کہ آپ کی مرید ایک عورت کسی رئیس کے ہاں ملازمہ تھی عورت
 سین و جمیل تھی وہ رئیس اس پر فریفت ہو گیا اور ایک روز چوبارے پر اس سے جبر آزمانا

کرنے کی سعی مذمومہ کی وہ عورت آپ کے ساتھ ارادت و نسبت کی وجہ سے پاکدامن تھی اس لئے اس نے انکار کر کے رئیس کو دحتہ کار دیا مگر وہ شیطان صفت رئیس پوری قوت کے ساتھ از سر نو کمر بستہ ہو کر دست درازی کرنے لگا۔ عورت نے ہر ممکن مدافعت کی لیکن کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی تو اپنی عزت بچانے کیلئے چوبارہ سے نیچے چھلانگ لگا دی اور یوں فریاد کی ”المدد یا شاہ نقشبند“ آپ فوراً تشریف لائے اور قبل اس کے کہ وہ عورت زمین پر گرے آپ نے اسے تھام لیا اس عورت نے پوچھا کہ آپ اتنی جلدی کہاں سے تشریف لے آئے آپ نے فرمایا

”تو از چوبارا آمدی و من از بحارا آمدم“

تصور شاہ نقشبند

آپ کے مریدوں میں سے شیخ نیک روز بخاری نقل کرتے ہیں کہ جب مجھے رستہ میں امیر برہان الدین سے ملاقات کا اتفاق ہوتا تو میرے احوال باطنی غائب ہو جاتے ایک روز میں آپ کی خدمت میں امیر برہان الدین کی شکایت کرنے کیلئے حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اب امیر برہان الدین کی شکایت کے لئے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت کے ضمیر خورشید نظیر پر خود روشن ہے آپ نے فرمایا کہ جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں تم میری طرف متوجہ ہو جایا کرو کہ میں نہیں ہوں جو کچھ ہیں حضرت خولجہ ہیں بعد ازیں جب امیر برہان الدین سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو انہوں نے میری طرف متوجہ ہونا چاہا میں نے فوراً آپ کی صورت مبارک کا تصور کیا اور کہا کہ میں نہیں ہوں آپ ہی ہیں۔ اسی وقت امیر برہان کا حال متغیر ہوا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اس کے بعد انہوں نے مجھ میں کبھی بھی تصرف نہیں کیا۔

خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ جو آپ کے معتقدین میں سے تھے آپ کی

مدحت میں یوں گویا ہوئے

توتیائے چشم سازم خاک پائے نقشبند

تا بیابم سر حق از لطف سائے نقشبند

رو بدرگاہ بہاؤ الدین نظر کن زانکہ ہست

نہ فلک مانند درباں در سرائے نقشبند

آپ نے ساری ہمت ترویج شریعت، تخریب بدعت اور عمل بہ عزیمت میں صرف کردی لیکن اس کے باوجود ہمیشہ اپنے اعمال و افعال اور نیت کو تہمت زدہ جانتے تھے۔ درج ذیل رباعی آپ کی اسی کیفیت کی غماز ہے۔

گر طاعت خود نقش کنم بر نانے و آں نان بنہم پیش سگے نادانے

و آں سگ سال گرسنہ در کہدانی از ننگ بر آں نان نہد دندانے

آپ نے دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ طریقت نقشبندیہ کو بے حد

فروغ دینے کے باعث پوری دنیا میں آپ کا نام روشن ہوا۔ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ

باقی باللہ دہلوی قدس سرہ نے آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

ابو الوقت دو عالم قطب ارشاد بہاؤ الدین کہ شد دیں از وے آباد

ز سنت در جنید افگند آشوب بہ جذبہ بایزیدش آستاں روب

پنے تسکین مشتاقان دیدار جمال مصطفیٰ را آمینہ دار

در آں آمینہ می بیند محقق سواد من رانی قد رأی الحق

آپ نے اپنے جنازے کے آگے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا تھا جس کی تعمیل کی گئی

مفلسانم آمدہ در کوئے تو

شیمانہ لد از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زمبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

وصال پر ملال

آپ کی عمر مبارک تہتر (۷۳) برس ہوئی۔ آپ کا وصال مبارک شب دوشنبہ
۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قصر عارفان بخارا شریف میں ہے۔

خلفائے کرام

آپ کے نامور خلفاء میں خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ، خواجہ یعقوب چرخ
قدس سرہ اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہ شامل ہیں۔

قدوة الابرار

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ



نام

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے۔ علاؤ الدین کنیت اور عطار لقب ہے۔

باطنی اغساب

آپ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کے خلیفہ اول، نائب مطلق، جانشین اور داماد تھے۔ حضرت خواجہ کے بے حد مقبول نظر اور معتمد خاص تھے۔ اپنی حیات مبارکہ میں ہی حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ نے طالبین کی تربیت آپ کے سپرد فرمادی تھی اور فرمایا کرتے تھے۔ "علاؤ الدین نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔"

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کے تمام خلفاء، و مریدین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کے ایسے خلیفے ہیں۔ جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے تھے۔ جس طرح صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تربیت پائی اسی طرح حضرت شاہ

نقشبند کے دیگر خلفاء نے آپ سے تربیت پائی اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج کو حاصل کیا۔

بانی طریقہ علائیہ

آپ صاحب طریقہ خاص تھے جو کہ طریقہ علائیہ کے نام سے مشہور ہے اس ضمن میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا فرمان ملخصاً یہ ہے۔

مشائخ نقشبند یہ میں جذبہ ثانی کے ظہور کا مبداء، حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ ہیں اور وہ جذبہ معیت ذاتیہ کی راہ سے پیدا ہوتا ہے، جو ان سے ان کے خلیفہ اول خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کو پہنچا۔ چونکہ خواجہ عطار قدس سرہ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ اس لئے انہوں نے اس جذبے کے حصول کے لئے ایک طریقہ بھی وضع فرمادیا۔ جو ان کے خلفاء میں طریقہ علائیہ کے نام سے مشہور ہے ان کے تحریر میں درج ہے کہ سب سے اقرب اور نزدیک تر طریقوں میں ”طریقہ علائیہ“ ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ طریقہ کثیر البرکت ہے۔ جس کا تھوڑا سا حصہ بھی دوسرے طریقوں کے مقابلے میں زیادہ نفع بخش ہے۔ اس وقت تک علائیہ اور احرار یہ خاندانوں کے مشائخ اس دولت عظمیٰ سے بہرہ مند ہیں اور طالبوں کی تربیت اسی طریقے سے فرما رہے ہیں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو یہ دولت عظمیٰ حضرت یعقوب چرخنی قدس سرہ سے پہنچی۔ جو حضرت خواجہ عطار قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔

فیض صحبت

ایک روز علماء کے درمیان روایت باری تعالیٰ کی بابت مباحثہ ہوا انہوں نے بالاتفاق حضرت خواجہ عطار قدس سرہ کو ثالث تسلیم کیا۔ آپ نے منکرین روایت سے

(جو مذہب معتزلہ کی طرف مائل تھے) ارشاد فرمایا:

کہ تم تین روز تک چپ چاپ با وضو ہماری صحبت میں رہو۔ بعد ازاں ہم فیصلہ دیں گے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ تیسرے روز ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے خود ہو کر زمین پر لوٹنے لگے ہوش میں آنے کے بعد نہایت نیاز مندی سے عرض گزار ہوئے کہ ہم رویت حق پر ایمان لائے پھر کبھی بھی حضرت خواجہ کی صحبت سے جدا نہ ہوئے۔

فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھے یہ بھی آپ کی صحبت اختیار کرنے سے قبل مذہب اعتزال کی طرف مائل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک میں حضرت خواجہ علاؤ الدین کی صحبت سے مشرف نہ ہوا میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

ملفوظات شریفہ

- مشائخ کا ارشاد ہے التَّوْفِيقُ مَعَ السَّعْيِ (توفیق کوشش کے ساتھ ہے) اسی طرح مرشد کی روحانیت کی مدد طالب کے لئے بقدر کوشش ہوتی ہے۔
- اہل اللہ کی صحبت میں ہمیشہ رہنا عقل معاد کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔
- خاموشی تین صفات سے خالی نہیں ہونی چاہئے
- (۱) خطرات کی نگہداشت (۲) قلبی ذکر کا مطالعہ (۳) مشاہدہ احوال
- اہل اللہ کے مزارات کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اس بزرگوار کی روح کو خدا کی طرف کمال توجہ پیدا کرنے کا وسیلہ بنائے۔
- جب تک سائل حیوانی صفات نہ چھوڑے ولایت ثابت نہیں ہوتی تا کہ اگر اس سے کوئی خطا سرزد ہو تو باز پرس ہو۔ آپ نے آیت کریمہ **إِنَّا أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ**

لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون کا یہ مفہوم بیان فرمایا کہ اولیاء اللہ کو سابقہ حیوانی صفات کے دوبارہ ظاہر ہونے کا خوف نہیں ہوتا کیونکہ مشائخ کرام کا ارشاد ہے: الفسانی لا یردُ الی اوصافہ (ترجمہ: صاحب فنا اپنے اوصاف سابقہ کی طرف نہیں لوٹا یا جاتا)۔

وصال

آپ کا وصال شب چہار شنبہ بعد نماز عشاء ۲۰ رجب ۸۰۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ چغانیاں علاقہ ماوراء النہر میں ہے۔ آپ کے وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں جو کوئی چالیس فرسنگ تک میری قبر کے گرد دفن ہوگا بخشا جائے گا۔

202-A



مرقدانور..... مفسر قرآن حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخي قدس سرہ

عمدۃ المفسرین، قدوة العارفين

حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخنی قدس سرہ العزیز



ولادت باسعادت

آپ کا اسم گرامی محمد یعقوب اور والد ماجد کا نام نامی عثمان تھا۔ آپ ۱۲۷۲ھ علاقہ غزنی (افغانستان) کے مضافات میں واقع موضع چرخ میں متولد ہوئے اسی نسبت سے آپ چرخنی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار ایک پاکباز، صوفی منش عالم دین تھے۔ ان کے تقویٰ و عزیمت کا یہ عالم تھا کہ ایک روز پڑوسی کے گھر سے پانی لائے چونکہ پانی یتیم کے پیالہ میں تھا اس لئے نہ پیا۔

باطنی اغتساب

آپ خواجہ جہاں بلاگرداں حضرت خواجہ شاہ نقشبند قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور درخواست پیش کی کہ آپ ازراہ کرم مجھے اپنے حلقہ، ارادت میں شامل فرما کر اپنی غلامی میں قبول فرمائیں تو حضور شاہ نقشبند قدس سرہ نے ارشاد فرمایا

”ہم مامور ہیں ہم خود کسی کو قبول نہیں کرتے آج رات دیکھیں گے کہ کیا اشارہ ہوتا ہے اسی پر ہی عمل کیا جائے گا اور اگر انہوں نے تجھے قبول کیا تو ہم بھی قبول کر لیں گے“

یہ رات آپ پر بڑی بھاری تھی آپ کو یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ شاید حضرت خواجہ مجھے قبول نہ فرمائیں۔ اگلے روز آپ نے نماز فجر حضرت خواجہ کے ساتھ ادا کی، بعد نماز حضرت خواجہ نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا ”مبارک ہو کہ اشارہ قبول کرنے کا آیا ہے۔ ہم کسی کو قبول نہیں کرتے اور اگر قبول کریں تو دیر سے کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ کوئی کس نیت سے آتا ہے اور کس وقت آتا ہے۔“

جب حضور شاہ نقشبند قدس سرہ کا وصال ہو گیا تو آپ کو خیال آیا کہ درویشوں کے کسی دوسرے گروہ سے جا ملیں اور ان کے طریقہ میں مشغول ہو جائیں پھر آپ نے روحانی عالم میں حضرت خواجہ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں

قَالَ زَيْدُ بْنُ الْحَارِثِةِ "الِدِّينُ وَاحِدٌ" یعنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دین ایک ہی ہے اس سے آپ سمجھ گئے کہ اجازت نہیں ہے۔

بیعتِ خواجہ احرار

قطب الا برار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ جب آپ کی خدمت اقدس میں حلقہ، ارادت میں شامل ہونے کیلئے حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کی طرف بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بیعت کرو۔ چونکہ آپ کی پیشانی مبارک پر کچھ سفیدی مشابہ برص (داغ و دھبے) تھے جو طبیعت میں کراہت کا موجب ہوا کرتی ہے اس لئے ان کی طبیعت آپ کے ہاتھ مبارک پکڑنے کی طرف مائل نہ ہوئی۔ آپ بفرست ایمانی ان کی کراہت کو جان گئے اور جلد ہی اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا اور بطریق

خلع ولبس اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی صورت میں ظاہر ہوئے جسے دیکھ کر وہ بے خود ہو گئے آپ نے دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا اور فرمایا کہ خواجہ شاہ نقشبند قدس سرہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا اس نے ہمارا ہاتھ پکڑا فلہذا خواجہ نقشبند کا ہاتھ پکڑ لو انہوں نے بلا توقف آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ نے آپ کو رخصت کرتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا ترا بحداسہ سپردیم ہم نے تجھے خدا کے سپرد کیا کیونکہ حدیث میں ہے ان اللہ تعالیٰ اذا استودع شیئاً حفظہ یعنی جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے خواب میں حضور شاہ نقشبند قدس سرہ الصمد سے عرض کیا کہ روز قیامت کس عمل کی برکت سے آپ کا قرب حاصل کروں؟ تو ارشاد فرمایا ”تشریح سے“ یعنی شریعت پر عمل کرنے سے۔ اس کا اردو ترجمہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔

صحبت خواجہ علاؤ الدین عطار

گو آپ حضور شاہ نقشبند قدس سرہ سے صاحب مجاز تھے مگر آپ کی تکمیل سلوک جانشین شاہ نقشبند حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ سے ہوئی۔

اصناف مبارک

آپ کی متعدد تصنیفات مزید ہیں

تفسیر یعقوب چہنی، اس میں تعویذ، تسمیہ اور سورہ فاتحہ کے علاوہ آخری دونوں پاروں

کی تفسیر ہے جو فارسی زبان میں ہے۔

- (۲) رسالہ انیس (۳) شرح رباعی حضرت ابوسعید ابوالخیر (۴) رسالہ ابدالیہ
 (۵) رسالہ شرح اسماء حسنی (۶) رسالہ حورانیہ (۷) رسالہ طریقہ ختم احزاب
 (۸) رسالہ نانئہ (۹) رسالہ دربارہ اصحاب و علامات قیامت (۱۰) ترجمہ قرآن بزبان
 تاجک (۱۱) رسالہ جمالیہ (۱۲) رواج۔

ذوق شعری

آپ گاہے گاہے شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ درج ذیل رباعی آپ کی منظوم
 فرمودہ ہے

تا در طلب گوہر کانی کانی تا زندہ بوئے وصل جانی جانی
 فی الجملہ حدیث مطلق از من بشنو ہر چیز کہ در جستن آنی آنی

ملفوظات شریفہ

رزق حلال سالک کے لئے بنیاد ہے سالک جب حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو
 رجعت قبہ قبری کرتا ہے اور راہ راست سے منحرف ہو جاتا ہے۔
 آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم
 نہ شمم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

وفات حسرت آیات

آپ نے ۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ بمقام بلفقو مضافات حصار علاقہ ماوراء النہر
 (تاجکستان) میں جان، جان آفرین کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

206-A



مزار اقدس قدوة الاخيار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ

غوث اعظم نقشبنداں، قدوة الابرار

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی عبید اللہ بن محمود شاشی (تاشقند کا پرانا نام شاش تھا) لقب ناصر الدین اور خواجہ، احرار ہے احرار ”حر“ کی جمع ہے اصطلاح طریقت میں حراس بندہ مومن کو کہا جاتا ہے جو حق تعالیٰ کی عبودیت میں درجہ کمال پر فائز اور اغیار کی غلامی سے آزاد ہو۔ آپ تاشقند کے نواح میں واقع گاؤں یاغستان میں ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ھ میں متولد ہوئے۔ بچپن سے ہی رشد و سعادت کے آثار اور ولایت کے انوار آپ کی پیشانی مبارک سے ہویداتھے ولادت کے بعد جب تک والدہ ماجدہ نے غسل طہور نہیں کر لیا چالیس روز تک آپ نے دودھ نوش نہیں فرمایا آپ کے جدا مجد خواجہ شہاب الدین قدس سرہ قطب وقت تھے جب ان کا وقت آخریں آیا تو اپنے پوتوں کو الوداع کہنے کے لئے بلایا حضرت خواجہ احرار اس وقت بہت کم سن تھے جب جدا مجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے آپ کو گود میں لے کر ارشاد

فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھے بشارت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات ہے کہ یہ پیم
عالم گیر ہوگا اور اس سے شریعت و طریقت کو رونق ملے گی۔

علماء عصر کا اعتراف

شغل باطنی کا غالب علم ظاہری کی تحصیل سے مانع رہا خواجہ فضل اللہ ابو اللیث
رحمۃ اللہ علیہ (جو سمرقند کے اکابر علماء میں سے تھے) فرماتے تھے کہ ہم خواجہ احرار کے
باطن کے کمال کو نہیں جانتے مگر اتنا جانتے تھے کہ انہوں نے بحسب ظاہر ربی علوم سے
بہت کم پڑھا مگر ایسا دن کم ہی گا کہ وہ تفسیر بیضاوی میں سے ہمارے سامنے کوئی شبہ پیش
کریں اور ہم سب اس کے حل سے عاجز نہ آئے ہوں۔

علوم مرتبت

آپ کی سمرقند میں تشریف آوری سے ایک روز قبل حضرت خواجہ علاؤ الدین
عطار قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کے بعد نعرہ
مارا۔ جب نعرے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا مشرق کی طرف سے ایک شخص نمودار
ہوا جس کا نام خواجہ عبید اللہ احرار ہے اس نے تمام روئے زمین کو (اپنی روحانیت و
تصرف میں) لے لیا وہ عجیب بزرگ ہے۔ قیام سمرقند کے دوران ایک روز آپ
حضرت مولانا کے ہاں سے نکلے تو کسی بزرگ نے دریافت کیا کہ یہ جو ان رعنا کون
ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ یہ خواجہ عبید اللہ احرار ہیں عنقریب دنیا کے سلاطین و ان سے
واسطہ پڑے گا چنانچہ بادشاہ وقت سلطان ابوسعید آپ کا مرید تھا آپ کے نامور خلیفہ
سلطان العشاق مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں
یوں بیان کیا ہے

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد

بہ تدبیر عبید اللہی آمد

عام طور پر اہل اللہ ارباب اقتدار سے الگ تھلگ رہے مگر طریقہ نقشبندیہ میں اکثر مشائخ کرام نے ارباب اقتدار سے روابط پیدا کر کے سیاسی و معاشرتی اصلاحات میں اہم کردار ادا کیا حضرت خواجہ احرار قدس سرہ اس طرز فکر کے سب سے نمایاں ترجمان تھے۔

ترویج شریعت

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے واقعہ میں دیکھا کہ آپ کی مدد سے شریعت کو تقویت پہنچے گی آپ کے قلب انور میں القاء ہوا کہ یہ بات سلاطین کی مدد کے بغیر حاصل نہ ہوگی حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں

حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہ می فرمودند کہ اگر من شیخی کنم بیج شیخے در عالم مرید نیابد اما سرا کار دیگر فرمودہ اند و آن ترویج شریعت و تائید ملت است لاجرم بصحبت سلاطین می رفتند و بتصرف خود ایشان را منقاد می ساختند و بتوسل ایشان ترویج شریعت می فرمودند لے ترجمہ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شیخی کروں تو عالم میں کسی شیخ کوئی مرید نہ ملے لیکن مجھے کار دیگر کا حکم فرمایا گیا ہے اور وہ ترویج شریعت اور تائید ملت ہے اس واسطے سلاطین کی صحبت میں تشریف لے جاتے اپنے تصرف سے انہیں مطیع کرتے اور ان کے توسل سے ترویج شریعت فرمایا کرتے تھے۔

○ آپ نے ایک مرتبہ بہت سے لوگوں کے نام کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھے سلطان ابوسعید کا نام جس ٹکڑے پر لکھا تھا اس کو اپنی دستار میں رکھ لیا احباب نے پوچھا یہ کس شخص کا نام ہے فرمایا یہ اس شخص کا نام ہے جس کے ہم، آپ، اہل تاشقند، سمرقند اور خراسان رعایا ہونگے اس زمانہ میں وہاں سلطان ابوسعید کا نام و نشان بھی نہ تھا مگر چند روز کے بعد ہی سلطان ابوسعید مرزا کی شہرت ترکستان کی طرف سے بلند ہوئی۔

○ جب سلطان ابوسعید مرزا نے سمرقند فتح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کا طالب ہوا آپ نے دریافت فرمایا کس ارادہ سے فتح کرنا چاہتے ہو اگر تقویت شریعت، ترویج دین اور رعایا کے انتظام کی غرض سے ہے تو جاؤ فتح تمہاری ہے اس نے عرض کی روشن شریعت کی تقویت اور انتظام رعایا میں، میں دل و جان سے کوشش کروں گا آپ نے فرمایا اب تم پناہ شریعت میں ہو مراد حاصل ہو جائے گی۔

شاہانہ انداز

آپ کا پیشہ زراعت اور کاشت کاری تھا دنیوی مال و اسباب اور ظاہری امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ بہت تھا چنانچہ گھوڑے باندھنے کی میخین سونے چاندی کی ہوا کرتی تھیں لیکن آپ کے قلب مبارک میں ان کا بال برابر بھی تعلق و محبت نہ تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ میخین مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔

سلطان العشاق مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم عصر نامور شاعر تھے پہلی مرتبہ آپ کی سواری کے جلو میں خدام کی کثرت اور ظاہری شان و شوکت کا انداز دیکھ کر شعری حس بیدار ہوئی اور یوں گویا ہوئے

نہ مرد ست آں کہ دنیا دوست دارد

جب آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا مولانا تم نے صرف ایک مصرع کہا شعر مکمل نہیں کیا دوسرا مصرع بھی کہو۔ مولانا جامی آپ کی اس مومنانہ فراست اور باطنی بصیرت سے شرمندہ ہو کر خاموش رہے چنانچہ آپ نے خود ہی دوسرا مصرع موزوں فرما کر شعر کو مکمل کر دیا

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

اگر دارد برائے دوست دارد

تصرفات

ایک روز دوران سفر آپ کے حالات مقلون اور سکر کا غلبہ تھا اسی حالت میں آفتاب غروب کے قریب ہو گیا اور کسی ہمراہی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے نماز عصر ادا کرنے کے لئے عرض کرے غروب آفتاب کے بعد آپ کا سکر کم ہوا صحو میں آئے دیکھا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز عصر قضا ہو گئی ہے اسی وقت آفتاب سے مخاطب ہو کر فرمایا اے آفتاب! ہمارے لئے پھر نکل آ چنانچہ آفتاب اسی وقت نکل آیا آپ نے نماز عصر ادا فرمائی نماز سے فراغت کے بعد سورج پھر غروب ہو گیا اور عالم میں تاریکی چھا گئی۔

مولانا شیخ ابوسعید مجلد بیان کرتے ہیں کہ عالم جوانی میں ایک خوبصورت عورت کے ساتھ اتفاقاً میری ملاقات ہو گئی اور وہ میرے مکان میں آگئی میں نے چاہا کہ خلوت میں اس سے بات چیت کروں دریں اثناء میں نے آپ کی آواز سنی کہ فرماتے ہیں

”ابوسعید! چہ کار می کنی“

یہ سن کر میری حالت بدل گئی اور میرے دل پر ہیبت اور میرے اعضاء پر رعب لاری ہو گیا میں نے فوراً اس عورت کو مکان سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ تشریف

لائے جب آپ کی نظر کیمیا اثر مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے اگر حق تعالیٰ کی توفیق تیری یاوری نہ کرتی تو شیطان تجھے برباد کر دیتا۔

ملفوظات شریفہ

حقانیت عقائد اہل سنت

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت سے مزین نہ کیا جائے تو بجز خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں اور

حقیقت ما را بعقائد اہل سنت و جماعت بنوازند بیچ

باکے نداریم

ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ نواز دیں تو ہمیں کوئی خوف نہیں۔

پیر کون ہے؟

پیر وہ شخص ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند و ناپسند کا خیال رکھتا ہو یعنی جس کام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے اس پر عمل پیرا ہو اور جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے اس سے مکمل اجتناب کرے اور وہ خود اور اس کی تمام خواہشات اس سے گم (محو) ہو گئی ہوں اور وہ ایسا آئینہ ہو گیا ہو جس میں سوائے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کے کچھ نظر نہ آئے اس مقام میں وہ صفات نبوی علی صاحبہا الصلوٰات سے متصف ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ کے تصرف کا مظہر بن جاتا ہے اور تصرف الہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں

تصرف کرتا ہے۔

از بسکہ در کنار ہی گیرد آں نگار

بگرفت بوئے یار و رہا کرد بوئے طین

✽ ہماری زبان دل کا آئینہ ہے، دل روح کا آئینہ ہے اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے حقیقت انسانی اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے حقائق غیبیہ، غیب ذات سے دور دراز فاصلے طے کر کے زبان پر آتے ہیں اور یہاں صورتِ لفظی قبول کر کے مستعدان حقائق کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

استقامت کی فضیلت

حدیث شریف شَبَّيْتُنِي سُورَةُ هُودٍ (سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا) اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں استقامت کا حکم آیا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ہے اور استقامت نہایت دشوار ہے کیونکہ استقامت کے معنی ہیں حد وسط میں کہ تمام افعال و اقوال اور اخلاق و احوال میں اس طرح قائم رہنا کہ تمام افعال میں ضرورت سے تجاوز صادر نہ ہو اور افراط و تفریط سے محفوظ رہے اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ضروری کام تو استقامت ہے کرامت و خوارق عادات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔

ما برائے استقامت آدمیم

نے برائے کرامت آدمیم

عزیمت

ہر زمانہ میں رجال غیب صالحین میں سے اس شخص کی صحبت میں رہتے ہیں جو عزیمت پر عمل کرتا ہے یہ گروہ رخصت سے بھاگتا ہے رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام

ہے ہمارے خواجگان رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ عزیمت ہے

✽ جب آپ عزیمت و احتیاط کے طریق سے کوئی کام کرتے تو فرماتے کہ لقمہ و طعام میں احتیاط کرنا ضروریات میں سے ہے چاہئے کہ کھانا پکانے والا با وضو ہو کہ وہ شعور و آگاہی سے لکڑی چولہے میں رکھے اور آگ جلانے میں غصہ یا پریشان باتیں ظہور میں آئیں اس کھانے کو حضرت خواجہ نقشبند اویسی قدس سرہ نہ کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کھانے میں ظلمت ہے ہمیں اس کا کھانا جائز نہیں۔

عبادت اور عبودیت

عبادت سے مراد یہ ہے کہ اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے پرہیز کریں، جبکہ عبودیت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیشہ توجہ و اقبال ہے۔

✽ شریعت، طریقت اور حقیقت تین چیزیں ہیں، احکام ظاہری کا بجالانا شریعت ہے جمعیت باطن میں تعمیل و تکلف طریقت ہے اور اس جمعیت میں رسوخ حقیقت ہے

علم کی اقسام

علم دو ہیں علم وراثت اور علم لدنی علم وراثت وہ ہے جس سے پہلے کوئی عمل ہو جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ہے لِمَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَتَّهُ اللَّهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسے علم کا وارث بنا دیتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا۔

علم لدنی وہ علم ہے جس سے پہلے کوئی عمل نہ ہو بلکہ بغیر کسی سابق عمل کے اللہ تعالیٰ محض عنایت بے علت سے اپنی جناب قدس سے بندہ مومن کو کسی خاص علم کے ساتھ مشرف فرمادے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا

اقسام اجر

آپ نے فرمایا علم کی مانند اجر بھی دو قسم کا ہے اجر ممنون اور اجر غیر ممنون
اجر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے نتیجہ میں نہ ہو بلکہ محض موہبت و عطا ہو اور اجر غیر ممنون وہ
ہے جو کسی کے مقابلہ میں ہو

✽ منجملہ آداب طریقت سے یہ ہے کہ ہمیشہ با وضو رہے کیونکہ دوام وضو سے فراخی
رزق ہوتی ہے۔

✽ سونے سے قبل اپنے اوقات کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کیسے گزرے ہیں اگر غیر
طاعت میں گزرے ہوں تو توبہ و استغفار کرے۔

✽ ترک ادب کے بعد بھی سالک کے حال کا باقی رہنا خدا تعالیٰ کی خفیہ تدبیر ہے
✽ خواجگان نقشبند یہ رضی اللہ عنہم ہر مکار اور رقا ص سے نسبت نہیں رکھتے یہ کارخانہ
بلند ہے خواجگان این سلسلہ علیہ بہر زرقے و رقا صے نسبت نہ
دارد کارخانہ این بلند است ۱

✽ غیر حق سبحانہ سے دل کا آزاد کرنا تو حید ہے اور غیر حق سبحانہ کے علم و شعور سے
دل کا چھٹکارا وحدت ہے۔

وفات حسرت آیات

آپ کا وصال شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو ہوا۔ مرقد انور سمرقند میں مرجع
خلاق ہے۔

مخزن اسرارِ سرمدی

حضرت خواجہ محمد زاہد و خشتی قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی محمد زاہد ہے حضرت خواجہ یعقوب چرخنی قدس سرہ کے اقرباء میں سے تھے بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ نواسے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ شوال المکرم ۸۵۲ھ و خشت مضافات حصار علاقہ بخارا میں ہوئی۔

باطنی انتساب

ابتداء میں خواجہ چرخنی قدس سرہ کے کسی خلیفہ سے ذکر کی تعلیم اور روحانی تربیت حاصل کر کے گوشہ نشین ہو گئے اور عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ جب خواجہ احرار قدس سرہ کا شہرہ ارشاد بنا تو ان کی ملاقات کا شوق و افسانہ ہو چنانچہ حصار سے سمرقند تشریف لے گئے اور محلہ و انسرا میں اتر کر صاف ستر اہاس زیب تن فرما کر خواجہ احرار قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ وہاں سے خواجہ احرار قدس سرہ کی رہائش گاہ تین کوس (چھ میل) تھی۔ ادھر خواجہ احرار قدس سرہ کو بذریعہ کشف آپ کی آمد کی خبر ہو گئی نیز ان پر آپ کے باطنی کمالات و مقامات بھی

منکشف ہو گئے فلہذا خواجہ احرار قدس سرہ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں اونٹ پر سوار ہو کر مریدین کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لئے نکلے لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ کہاں کا عزم ہے اونٹ از خود آپ کے قیام گاہ پر پہنچ کر رک گیا اور خواجہ احرار قدس سرہ اونٹ سے اترے۔ جب آپ کو خواجہ احرار قدس سرہ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار ان کے استقبال کے لئے دوڑے اور قدم بوسی سے مشرف ہوئے پھر خلوت میں اپنے واردات و مقامات و معاملات خواجہ احرار قدس سرہ کی خدمت اقدس میں عرض کئے اور بیعت کی استدعا کی۔ خواجہ احرار قدس سرہ نے اسی مجلس میں آپ کو توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ سے سلوک نقشبندیہ کی تکمیل کروا کر خلافت و اجازت سے نوازا اور وہیں سے رخصت کر دیا۔ خواجہ احرار قدس سرہ کے بعض احباب کو آپ پر بہت رشک ہوا اور آتش غیرت سے جلنے لگے۔ لیکن خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ مولانا زاہد چراغ، جتی اور تیل تیار کر کے آئے تھے ہم نے اسے روشن کر کے انکو رخصت کر دیا ہے اس واقعہ سے خواجہ احرار قدس سرہ کے عظیم تصرف اور آپ کے باطنی استعداد و کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔

غیرتِ خواجہ

جب آپ کو سلطان محمود مرزا کا اپنے بھائی سلطان احمد مرزا سے بغرض جنگ محاصرہ سمرقند کا ارادہ معلوم ہوا تو آپ نے سلطان محمود کو تحریر فرمایا

شہر سمرقند واکا بر اولیاء اللہ نے بلدہ محفوظہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ وہاں بہت سے بزرگان دین اور فقراء و مساکین ہیں۔ دل درد مند کی آہ سے آپ بخوبی واقف ہو، شریعت مظہرہ میں بھی اس قسم کے جدال و قتال اور ظلم و ستم سے ممانعت وارد ہے۔ ہم نے محض لدہیت کی بنا پر خیر خواہی سے عرض کی ہے

پہ پیش چشم چو خاکسرم میا گستاخ

کہ بہت درنگ او آتش و دریائے

مزید برآں آپ نے اس کے امیر تبیہ کو بھی کہا بھیجا کہ جنگ اور منی نعت کے طریقہ سے باز آؤ کیا تم نہیں جانتے کہ ہزاروں آدمی خواجہ مہدی الخاق قدس سرہ کے ایک خادم سے مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو مغلوب ہونگے، خاں خواجہ نقشبندیہ بڑا صاحب تصرف ہے اللہ تعالیٰ ان کے دلی ارادہ کے مطابق کر دیتا ہے اور یہ خاں خواجہ کسی اور کا مطیع نہیں ہے۔

مگر سلطان محمود مرزا بازنہ آیا اس نے اپنے اتحادی چغتائی فوج کے ہمراہ سر قندھار محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ادھر بیچارہ سلطان احمد مرزا مقابلہ کی تاب نہ لاکر حالت اضطراب میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بھاگ جانے کی اجازت چاہی آپ اس وقت شہر کے مدرسہ میں تشریف فرما تھے۔ سلطان احمد فرمایا تم یہیں ٹھہرو اور اپنے دل کو مضبوط کرو میں تمہارا آئینہ اور ذمہ دار ہوں۔ جب آپ کو سلطان محمود کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی تو آپ پر غیرت جاری ہوئی اور اس کی ہزیمت کے لئے متوجہ ہوئے۔ اثنائے مشغولی میں کسی خادم خاص پر ظاہر ہوا کہ آپ کی تیغ باطن نے سلطان محمود کو مقہور و مغلوب کر کے اسے شکست دی ہے۔ المختصر دوران جنگ آندھی، زمین ترخنے اور اس آواز کی دہشت سے گھوڑے جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور لشکر میں یکبارگی پھوٹ پڑی۔ یوں سلطان محمود کو آپ کی حکم عدویٰ کی وجہ سے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

آپ کے زمانہ میں ظہیر الدین بابر نے برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی جبکہ بابر کے دادا سلطان ابو سعید مرزا پر خواجہ احرار قدس سرہ کے منادیات رہیں۔

وصال پر ملال

آپ کا وصال پیر بیج الاول ۹۳۶ھ کو خوش میں ہوا۔ مزار پر انوار مرجع خواجہ

عوام ہے۔

قطب اوحد

حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ العزیز



تعارف و نسب

آپ کا اسم گرامی درویش محمد تھا آپ کی ولادت باسعادت ۸۴۶ھ کو ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ زاہد قدس سرہ کے حقیقی ہم شیر زادے (بھانجے) اور انہی کے خلیفہ اعظم اور جانشین تھے۔ آپ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے۔ علوم تفسیر و حدیث و فقہ و غیرہا کے فاضل اجل اور استاذ تھے طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ کرام نے علوم ظاہری کی درس و تدریس کے مشغلہ کو باطن کی پوشیدگی کے لئے بہترین پردہ قرار دیا ہے اسی لئے آپ بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے تاکہ آپ کے حال و کمال لوگوں سے مخفی رہیں۔

سبب شہرت

ایک روز اتفاقاً کسی ترک درویش کا آپ کے شہر سے گذر ہوا، انہوں نے فرمایا

این جا بوس مردے می آید

کہ یہاں سے ایک مرد خدا کی بو آتی ہے اور اشارہ آپ کی طرف کیا۔

آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ املناں قدس سرہ ذات مروئی ہے کہ میرے والد بزرگوار کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ ایک کامل بزرگ شیخ نور الدین خوانی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے گاؤں سے گذر ہوا جب آپ نے شیخ کی قیامی خبر سنی تو کچھ ہدیہ لے کر شیخ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ شیخ اس وقت ساہو بہاں (نوہی اور قیص) پہنے بے تکلف بیٹھے تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی انھے معاف کیا اور بڑی دیر تک بغلگیر رہے بعد ازاں آپ کو نہایت احترام سے بٹھایا اور اپنی دستار وجہ پہن کر نہایت ادب کے ساتھ دوزانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ مراقبہ سے فراغت کے بعد آپ نے اجازت چاہی تو شیخ نے چند قدم ساتھ چل کر احترام سے رخصت کیا اس کے بعد شیخ نے حاضرین سے پوچھا کہ طالبان طریقت کی ان بزرگ کے پاس بڑی آمد و رفت ہوتی ہوگی؟ لوگوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں ہیں بلکہ ایک ملا ہیں اور بچوں کو قرآن حکیم کی تعلیم دیتے ہیں یہ سن کر شیخ موصوف نے فرمایا سبحان اللہ! یہاں کے لوگ عجیب تاہینا اور مردہ دل ہیں کہ ایسے درویش کامل و مکمل سے فائدہ و فیض حاصل نہیں کرتے۔

اس واقعہ کی شہرت کے بعد ہر طرف سے طالبان طریقت آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور کمالات کی تحصیل کرنے لگے مگر آپ ہمیشہ اپنی گوشہ نشینی اور پوشیدگی کی لذت کو یاد کیا کرتے تھے۔

سلب نسبت

مقتدائے زمانہ حضرت شیخ حسین خوارزمی کبروی قدس سرہ ذات مال اور صاحب تصرف بزرگ تھے جو درویش ان سے ملاقات کرتا اس کی نسبت سب کر لیتے، ایک دفعہ شیخ کا گذر آپ کے شہر سے ہوا تو وہاں کے مشائخ ان کی ملاقات کو گئے آپ نے

فرمایا ہمیں بھی شیخ کی ملاقات کے لئے چلنا چاہئے۔ شیخ نے آپ کے ساتھ بھی وہی عمل کرنا چاہا لیکن آپ نے شیخ موصوف کی نسبت اپنے باطن میں اندر ہی اندر سلب کر لی۔ شیخ اپنے آپ کو خالی پا کر سخت پریشان و حیران اور بے ہمت و بے چین ہو گئے جب آپ شیخ کی ملاقات کے لئے سوار ہوئے تو شیخ نے اپنی نسبت کی بو پائی جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بو پائی تھی۔ جوں جوں شیخ آپ کے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اسی قدر اپنی نسبت کو زیادہ محسوس کرتے تھے۔ اثنائے راہ جب باہم ملاقات ہوئی تو وہ خوشبو بھی ختم ہو گئی اسی وقت شیخ کو معلوم ہوا کہ میری نسبت کو آپ نے اپنے تصرف سے سلب کر لیا ہے فلہذا شیخ نہایت عاجزی و انکساری سے عرض گزار ہوئے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ اقلیم آپ کے زیر حکومت ہے میں ابھی یہاں سے چلا جاتا ہوں آپ کو شیخ کی عاجزی و گریہ زاری پر رحم آ گیا اور شیخ موصوف کی سلب شدہ نسبت واپس کر دی۔ چنانچہ شیخ نے اسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا اسے غنیمت سمجھ کر فی الفور اپنے وطن واپس چلے گئے اور اپنی قیام گاہ پر بھی نہ گئے۔

وصال با کمال

آپ کا وصال با کمال ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ بروز پنج شنبہ موضع اسرار متصل شہر

بہ ملایقہ ماوراء النہر میں ہوا وہیں مزار فائض الانوار ہے۔

خواجہ املنگاں، قدوہ سالکاں

حضرت مولانا خواجہ محمد املنگی قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی محمد ہے۔ حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کی نسبت سے خواجگی کہلاتے تھے۔ آپ کی ولادت موضع املنگہ نزد بخارا میں ہوئی۔ اس موضع کی طرف منسوب کر کے آپ کو املنگی کہا جاتا ہے۔ آپ قطب اوجد حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں۔

باطنی انتساب

آپ کی تربیت ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار خواجہ درویش محمد قدس سرہ سے تھی اور ان ہی سے آپ کو خلافت عطا ہوئی۔

آپ تیس برس تک مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ اگرچہ معمر ہو گئے تھے۔ مگر آنے جانے والوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ مہمانوں کے لئے کھانا خود لاتے بلکہ بسا اوقات مہمانوں کے خادموں اور سوار یوں کی بھی خود خبر گیری کیا کرتے تھے۔

اوصافِ حمیدہ

آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کے اصل طریقہ کے پابند تھے اور ذکر جبر و غیرہ محدثات طریقہ سے پرہیز کرتے تھے۔ عابد و زاہد اور صاحب کرامات و خوارق تھے۔ اپنے حالات کے اخفاء میں بہت کوشش فرماتے۔ اپنے وقت میں طالبانِ طریقت کے مرجع تھے۔ تصرف باطنی کا یہ عالم تھا کہ علماء و فضلاء اور امراء و فقراء استفاضہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے بلکہ ملوک و سلاطین آپ کے آستانہ عالیہ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔

ملفوظاتِ قدسیہ

آپ عزیمت پر کار بند تھے اور رخصت پر عمل کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ آپ کو انتہاء درجہ کی تمکین حاصل تھی اور اسی لیے آپ کی مجلس میں رقص و سماع اور شور و شغب کی گنجائش نہ تھی۔ ایک مرتبہ بعض مخلصین نے درخواست کی کہ کیا حرج ہے اگر آپ کی مبارک مجلس میں مثنوی مولانا روم پڑھی جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا مشکوٰۃ شریف کی چند احادیث پڑھی جایا کریں بلاشبہ حدیث شریف کا پڑھا جانا بزرگوں کے کلام پڑھے جانے سے بہتر ہے۔

① امر مباح کی نیت سے بھی درویشوں کے پاس نہیں آنا چاہئے کیونکہ بسا اوقات وہ ایسے کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور آنے والے بد اعتقاد ہو کر ان کی برکاتِ محبت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

② فقراء کے ہاں کرامتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کے پاس خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے جانا چاہئے۔

وصال

آپ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنے خلیفہ خاص خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کو ایک خط میں درج ذیل دو شعر تحریر فرمائے۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم
 ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم
 جدائی مبادا مرا از خدا
 دگر بر چہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے پہنچتے ہی آپ کے وصال کی خبر بھی خواجہ ممدوح کو پہنچی۔ آپ ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ بم ۹۰ سال دارفنا سے داربقا کی طرف سدھارے۔ آپ کا مزار پرانوار قصبہ امکنہ میں مرجع خلافت ہے۔



224-A

مرقد النور عارف بالله حضرت خواجہ محمد بانی اللہ قاسمی دہلوی قدس سرہ

خواجه بیرنگ، عارف باللہ

حضرت خواجه باقی باللہ احرارِ می قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجه باقی باللہ قدس سرہ ہے
 آپ ۱۹۷۱ھ میں کابل میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت قاضی
 عبدالسلام خلجی قریشی رحمۃ اللہ علیہ تھا جو اپنے زمانے کے معروف عالم باعمل، صاحب
 جد و حال و فضل و کمال بزرگ تھے۔ آپ کے نانا جان کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عمر
 غستانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو قطب الارشاد حضرت خواجه عبید اللہ احرار قدس سرہ
 کے نانا تھے۔ آپ پر بچپن سے ہی تجرید و تفرید، خلوت گزینی اور عزالت نشینی کے آثار
 غالب تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
 می تافت ستارہ بلندی

تحصیل علوم شرعیہ

آپ نے آٹھ برس میں حفظ قرآن کے بعد کابل کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں علم و عمل کے آفتاب بن کر چمکنے لگے۔ جب فقر و درویشی کا شوق دامنگیر ہوا تو ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے علاوہ مختلف دیار و امصار کا سفر اختیار فرمایا اور مختلف اکابر اولیاء کی صحبت و خدمت میں رہ کر بے شمار روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔

اویسیت

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ اور خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کی روحانیت سے بلا واسطہ بطریق اویسیت فیضیاب تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

شنیدم کاشف راز نہانی
ابو القاسم چراغ کرگانی
کہ بودے ورد جاں نام اویسش
کہ باشد شربے از جام اویسش

باطنی انتساب

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے واقعہ میں آپ کو حضرت خواجہ محمد امکنی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا ادھر خواجہ امکنان نے واقعہ میں فرمایا اے فرزند ہماری آنکھیں تمہارے انتظار میں لگی ہوئی ہیں چنانچہ جب آپ خواجہ امکنان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، وہ انتہائی شفقت سے ملے اور تین روز تک خواجہ باقی باللہ کو اپنی

صحبتِ خاص میں رکھا منزل مقصود تک پہنچا کر خرقة خلافت عطا فرمایا۔

ہندوستان میں آمد

آپ کے مرشد گرامی حضرت خواجہ املنگی قدس سرہ نے اشارہٴ غیبی پا کر آپ کو ہندوستان کی طرف ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک عزیز الوجود ہستی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرف اشارہ تھا) آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوگی جس کے ذریعے تمام عالم منور ہو جائے گا۔ چنانچہ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دینے والے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جن کی توجہات قدسیہ اور تجدیدی کارناموں نے ہندوستان کی قسمت بدل کر رکھ دی۔ آپ کے حلقہ بیعت و صحبت سے ہزاروں صلحاء و صوفیاء پیدا ہوئے۔

آپ نے ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری سے پانچ چھ سال کے اندر اندر روحانی حلقوں میں انقلاب برپا ہو گیا۔ عامۃ المسلمین اور علماء و مشائخ کے علاوہ اعیان مملکت اور ارکان سلطنت بھی آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔

شیخ فرید بخاری، عبدالرحیم خان خاناں، مرزا قلیج خان اور صدر جہاں وغیر ہم بھی آپ کے نیاز مندوں میں شامل ہوئے۔

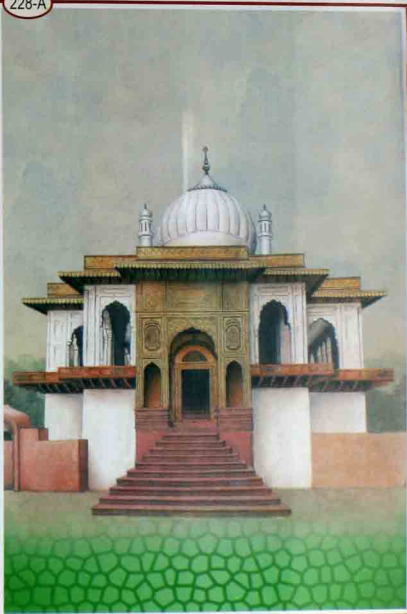
توجہ اتحادی

ایک روز چند لوگ آپ کے ہاں مہمان ہوئے ماحضر موجود نہ تھا اس لئے آپ کو ان کی ضیافت کی تشویش ہوئی اتفاقاً ہمسایہ نانباکی خواجہ حسن رحمۃ اللہ علیہ اس تشویش پر مطلع ہو گئے اور مرغن نان اور نہاری آپ کی خدمت میں پیش کر دی آپ اس کے اس

سلوک سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا بحواہ جہ سبحواہی جو جی چاہے مانگ لو اس نے عرض کیا مجھے اپنی مثل بنا دیں آپ نے فرمایا تحمل ایس حالت نمی توان کرد چیرے دیگر بحواہ تم اس حالت کے تحمل نہیں ہو سکتے کوئی اور چیز مانگ لو وہ اس سوال پر مصررہا مگر آپ اعراض فرماتے تھے حتی کہ اس نے بہت لجاجت کی ناچار آپ اسے حجرہ میں لے گئے اور اس پر توجہ اتحادی ذالی جب حجرہ سے باہر تشریف لائے تو آپ اور اس نانباتی کی شکل و صورت میں کوئی فرق نہ رہا لوگوں کے لئے امتیاز کرنا مشکل ہو گیا البتہ اتنا فرق تھا کہ آپ باہوش تھے اور نانباتی بے خود اور مدہوش تھا آخر تین روز کے بعد اس حالت سکر و مدہوشی میں واصل بحق ہو گیا۔

وصال

آپ کی نظر کیمیا، توجہ اکسیر اور دعا مستجاب تھی اس لئے آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد بالآخر تمام روحانی نظام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سپرد فرما کر ۲۵ جمادی الثانی بروز شنبہ ۱۰۱۲ھ بعد نماز عصر، ذکر اسم ذات کرتے ہوئے عالم قدس میں جا پہنچے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ آپ کا مزار مبارک دہلی میں فیروز شاہ کے قبرستان میں صحن مسجد کے متصل واقع ہے۔



مزار اقدس حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ



مرقد انور حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ

باب چہارم

غوث صمدانی، قیوم زمانی، امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ



نام و نسب

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ۱۳ شوال ۹۷۰ھ جمعہ کی شب سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو البرکات، لقب بدرالدین اور نام احمد رکھا گیا جو بعد میں قیوم اول، امام ربانی، مجدد الف ثانی کے خطابات سے مشہور ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی پانچویں پشت میں حضرت امام رفیع الدین بانی سرہند شریف کا نام آتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ مخدوم عبدالاحد اور دادا حضرت شیخ زین العابدین ہیں۔

خطہ سرہند شریف کا پس منظر

سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت میں شاہی خزانہ پنجاب سے دہلی جا رہا تھا۔ قافلے کا گزرا اس جنگل میں سے ہوا جہاں آج کل سرہند شریف واقع ہے تو ایک صاحب کشف مرد کامل حضرت خواجہ حمید الدین قدس سرہ (جو قافلے میں شامل تھے)

نے انکشاف کیا کہ ایک بہت بڑے ولی اللہ اس مقام پر پیدا ہوں گے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف بہ مخدوم جہانیاں (جو سلطان فیروز شاہ تغلق کے مرشد تھے) نے بھی اپنے کشف سے یہ معلوم کر کے سلطان کو حکم دیا کہ اس جنگل میں ایک شہر آباد کیا جائے۔

حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لئے

ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہراچھے کہ بن؟

چنانچہ اس شہر کی تعمیر کا مقدس فریضہ شیخ مجدد کے مورث اعلیٰ حضرت امام رفیع الدین کے سپرد کیا گیا۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر اور حضرت امام رفیع الدین دونوں نے ایک ایک اینٹ اٹھا کر شہر کی بنیاد رکھی۔ سبحان اللہ! شیخ مجدد کا علوم مرتبت ملاحظہ ہو کہ امام رفیع الدین اور شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمہما اللہ جیسے اولیاء کاملین آپ کے کا شانہ اقدس کی تعمیر میں مزدور بنے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء

بعد میں حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر نے امام رفیع الدین کو بشارت دی کہ وہ عظیم ولی کامل آپ کی اولاد سے ہوگا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت امام رفیع الدین نے شہر کا نام سیر ہند رکھا جو بعد میں سر ہند کے نام سے مشہور ہوا اور آپ نے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت امام رفیع الدین کا مزار مبارک سر ہند شریف سے باہر قریب ہی اب تک موجود ہے۔ یہ شہر تین سو سال سے زیادہ عرصہ خوب آباد رہا بعد میں سکھوں نے ۱۷۰۷ھ میں تاخت و تاراج کیا اور اب تک ویران پڑا ہے۔

بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ اس شہر کی آبادی کی جگہ ایک وحشت ناک جنگل تھا جہاں درندے رہتے تھے۔ اس جنگل کا نام ہندی میں سہرند (سہ بمعنی شیر رند یعنی جنگل) یعنی شیروں کا جنگل تھا۔

سر ہند شریف کی عظمت و شرافت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ اس کے قرب و جوار

میں انبیاء علیہم الصلوٰات کی قبریں ہیں۔ سرہند سے چند کوس کے فاصلہ پر براس ایک شہر تھا جہاں پر شیخ مجدد کو انبیاء کرام کے مزارات کا انکشاف ہوا۔ چنانچہ مکتوبات شریف میں ہے

”بخارا اور سمرقند سے بیخ لا کر سرزمین ہند (سرہند) میں جس کو بطحاء کی خاک سے سرمایہ حاصل ہے بویا گیا پھر سالہا سال آب وصل سے اس کی تربیت کی گئی“۔

عمر با در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات

تاز بزم شوق یک دانائے راز آید بروں

حضرت کا خمیر بقیہ طینت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات (خمیر جسم اقدس) سے تیار کیا گیا جس کا اظہار آپ نے مکتوبات دفتر سوم میں کیا ہے۔ (جیسا کہ بقیہ طینت آدم علیہ السلام سے خرما کی خلقت، حدیث سے ثابت ہے)

شواہد التجدید

مجدد الف ثانی رسالت مآب ﷺ کی نظر میں

ہمارا ایمان ہے کہ از آدم تا ایں دم و بعد از حشر و نشر کے تمام احوال و واقعات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت میں تھے جس کا تفصیلی ذکر کتب احادیث میں موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خیریت ختم ہو جانے کے متعلق دو مدتوں

کی اطلاع دی تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱ میری امت کی عمر (خیریت) پانچ سو برس ہے۔

۲ میری امت کی عمر (خیریت) ہزار برس ہے۔

بعد میں یہ پیش گوئیاں نکھر کر سامنے آئیں۔

چنانچہ پانچویں صدی گزرنے پر فتنہ تاتاریاں ہوا جس نے قبائے خلافت کو تار
تار کر دیا۔ مسلمانوں کا لہو پانی کے قطروں سے ارزاں ہو گیا۔ ان کے اقبال کا ستارہ
غروب ہو گیا۔ ان کی آبرو کا سفینہ ڈوب گیا۔ اکھوں علماء و صلحاء کو قتل کیا گیا
ان کی لاشیں بے گور و کفن پڑی رہیں اور عباسی تاجدار مستعصم باللہ کی ہڈیاں توڑ دی
گئیں شیخ سعدی پکارا ٹھے۔

آسماں را حق بود گر خوں بہارو بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیر المؤمنین

حکومت تاتاریاں کی استیلاء نے علماء و اولیاء کو بند کا رخ کرنے پر مجبور کر دیا۔
سلطان التمش نے ان کا استقبال کیا اور ایک کروڑ روپیہ صرف کر کے ان کو آباد کیا۔
بالآخر قدرت ایزدی نے دستگیری فرمائی کہ خلافت عثمانیہ کی بنیاد رکھی گئی اور اسلام کی نئی
روح کا آغاز ہوا، اقبال نے کہا۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہی فتنہ تاتاریاں جو پانچ صدیاں گزرنے پر ظاہر ہوا تھا اور اسی فتنے کا انکشاف
کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”میری امت کی عمر پانچ صدیاں ہے۔“
دوسری حدیث میں امت کی عمر ہزار برس بتائی گئی۔ چھٹی صدی سے گویا امت
کی تعمیر ہوئی اور اسلام کا دور جدید شروع ہوا۔ علماء و فضلاء اٹھے اور دین و اہل نوزندہ
کیا حتیٰ کہ یہ پانچ صدیوں کا دوسرا دور ختم ہوا اور امت پھر سے انحطاط پذیر ہو گئی۔
غرضیکہ الف اول (پہلے ہزار برس) کا اختتام اور الف ثانی (دوسرے ہزار سال) کا
آغاز، ملت اسلامیہ کا دور انحطاط ہے۔ یہی انحطاط تھا جو بعثت نبوی کے ہزار برس بعد
وجود پذیر ہوا۔ اسی کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عمر

خیریت ہزار برس ہے۔ الف اول کے بعد اسلام پر زوال آنا شروع ہوا اور الف ثانی میں دین کو از سر نو زندہ کرنے کیلئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مبعوث ہوئے۔

✽..... سنن ابی داؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد

لہا دینہا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں کسی ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔

✽..... مکتوبات دفتر دوم میں ہے کہ

ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد ہوتا ہے لیکن ایک الف (ہزار سال) کا مجدد ہوتا ہے اور جو فرق سوا اور ہزار کا ہے وہی فرق انکے مجددوں کا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

✽..... حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مناقب میں لکھا ہے

لا یحبہ الامؤمن تقی ولا یبغضہ الا منافق شقی

ترجمہ: ان سے وہی شخص محبت رکھے گا جو مؤمن تقی ہو اور وہی بغض رکھے گا جو منافق شقی ہو۔

✽..... طبقات کبریٰ میں ابن سعد نے یہ حدیث نقل کی ہے

یکون فی امتی رجل یقال لہ صلۃ یدخل الجنۃ بشفاعتہ

کذا وکذا

ترجمہ: حضور عالیہ السلام نے ارشاد فرمایا میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کو صلہ کہا جائے گا (طریقہ و شریعت کو ملانے والا) اس کی شفاعت سے میری امت کے بیشتر افراد جنت میں داخل ہوں گے۔

علماء محدثین نے اس حدیث سے شیخ مجدد کی ذات مراد لی ہے۔ نیز خود حضرت شیخ مجدد مکتوبات شریف جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں

الحمد لله الذي جعلني صلة بين البحرين ومصلحاً بين
الفتنتين

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا بنایا اور دو لشکروں میں صلح کرانے والا بنایا۔

(دو سمندروں سے مراد شریعت و طریقت ہے اور دو لشکروں سے مراد علماء اور

صوفیاء ہیں)

دوسری حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث الله رجلاً على

رأس احد عشر مائة سنة هونور عظيم، اسمه اسمي، بين

السلطانين الجابرين ويدخل الجنة بشفاعته رجال الوفاء

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ گیا رہویں صدی کے

شروع میں دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک شخص بھیجے گا جو میرا ہم نام (احمد) ہوگا

اور نور عظیم ہوگا اور اس کی شفاعت سے ہزاروں انسان جنت میں داخل ہوں گے۔

آپ کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

حضور علیہ السلام ہر وقت عواقب امت کی فکر میں محور ہتے تھے۔ غالباً حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں ایسا نور مشاہدہ کیا تھا جو عظمت اسلام

کا موجب ہو سکتا تھا۔ اسی لئے آپ نے دعا کی تھی اللهم اعز الاسلام من

اسلام عمر بن خطاب نیز لو كان بعدى نبيا لكان عمر في

بھی بالواسطہ شیخ مجدد کی وراثت نبوت اور تجدیدی اصلاحات کی طرف اشارہ ہے۔
واللہ ورسولہ اعلم

حضرت مجدد الف ثانی..... اولیاء سابقین کی نظر میں

..... حضرت داؤد قیصری جو فصوص کے شارح ہیں، قیصری کے مقدمہ کی فصل ثانی میں لکھتے ہیں کہ

”ہر ایک اسم اور ستارے کا دورہ ہزار سال بعد ہوتا ہے۔ انبیاء اولوالعزم (علیہم السلام) کی شریعتیں بھی ہزار ہزار سال رہی ہیں۔ پس اس امت میں بھی ایک شخص مبعوث ہوگا جو وارث انبیاء ہوگا اور مجدد الف ثانی کہلائے گا اور اس کی تجدید کا دور ہزار سالہ ہوگا۔“

۲..... شیخ الجن والانس حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مراقب تھے کہ ایک نور عظیم ظاہر ہوا جس کی روشنی محیط کائنات ہوگئی۔ اس روشنی سے گذشتہ و آئندہ اولیاء نے استفادہ کیا۔ آپ متحیر و متعجب ہوئے تو الہام ہوا کہ یہ نور اس شخص کا ہے جو آپ سے پانچ سو سال بعد پیدا ہوگا اور دین کی تجدید کرے گا۔ اس کے فرزند اور خلفاء بارگاہ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔

آپ نے اسی وقت اپنا خرقہ اتار کر اپنی مخصوص نسبت و دیعت کر کے بطور امانت اپنے خلیفہ کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ نسل بعد نسل بہ کمال حفاظت یہ خرقہ شخص معبود تک پہنچا کر میرا سلام کہنا۔ چنانچہ حسب وصیت حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہما نے تجدید کے دوسرے سال وہ خرقہ آپ کو عنایت فرمایا جس کے بعد آپ نسبت قادر یہ کے بھی جامع کہلانے لگے۔

۳ شیخ الاسلام حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں ہے کہ شیخ نے فرمایا:

میرے بعد چار سو سال کے عرصہ میں سترہ آدمی احمد نام کے پیدا ہوں گے ان میں آخری شخص ہجرت نبوی کے ہزار سال بعد پیدا ہوگا جو اولیاء سے افضل ہوگا۔

۴..... مقامات شیخ خلیل اللہ بدخشی میں ہے، آپ نے فرمایا کہ

ہند میں سلسلہ نقشبندیہ سے ایک شخص پیدا ہوگا جو افضل ترین اولیائے امت سے ہوگا۔ افسوس کہ مجھے اس عزیز الوجود ہستی کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط بطور عرضداشت تحریر کیا جس میں دعا کی استدعا کی گئی تھی۔ وہ خط اپنے خلیفہ عبدالرحمن بدخشی کے سپرد کیا جو ۱۰۲۲ھ میں آپ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے قبول فرما کر دعا کی۔

۵..... حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے مشاہدہ کیا کہ ایک نور سر زمین سرہند سے ظاہر ہو کر محیط عالم ہو گیا ہے۔ الہام ہوا کہ یہ نور اس شخص کا ہے جو اسی سر زمین میں پیدا ہوگا اور تجدید دین کرے گا۔

علاوہ ازیں منجموں، اختر شناسوں نے بھی آپ کی ولادت کے متعلق پیشگوئیاں کی تھیں۔

علوم شریعت میں آپ کا مقام

حضرت امام ربانی نے سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مزید تعلیم آپ نے مولانا کمال الدین کشمیری، مولانا محمد یعقوب کشمیری، مولانا قاضی بہلول بدخشی رحمہم اللہ سے حاصل کی۔ ٹھیک سترہ برس کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ مسند ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو الراسخین فی العلم میں سے بنایا تھا۔ اس سلسلے میں سوا طع الالہام کے چند اوراق بھی آپ کی قلم کے مرہون منت ہیں۔ جب

فیضی الفاظ کے ہیر پھیر میں سرگرداں ہوا تو حضرت مجدد نے قلم برداشتہ کئی اوراق لکھ ڈالے۔ نیز ابوالفضل نے تفسیر بے نقط کا ایک ورق تحریر کیا اور تفسیر سے تمام علماء مجبور ہو گئے۔ حضرت سے استفادہ چاہا تو آپ نے قلم برداشتہ تذکیر، تبشیر، قصص، حکم، اسباب نزول کے ساتھ تفسیر بے نقط بشمول معنی تحت اللفظ کا وافر حصہ تحریر فرما دیا۔ آپ کے اس تبحر علمی پر ابوالفضل اور دیگر تمام علماء متحیر ہو گئے۔

آپ کے علم و فضل کی سب سے بڑی شہادت آپ کے مکتوبات شریفہ ہیں جن میں آپ نے وہ علوم و معارف بیان فرمائے جو آج تک کسی نے بیان نہ فرمائے۔ علماء سادات ترکیہ میں سے ایک مقتدر عالم مولانا عبدالحکیم بن مصطفیٰ نقشبندی مجددی خالدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”بعد از کتاب اللہ وبعد کتب حدیث افضل کتب مکتوبات است“

یعنی قرآن پاک اور احادیث نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰات) کے بعد مکتوبات تمام کتابوں سے افضل ہیں۔

آپ نے متعدد تصنیفات عربی اور فارسی میں تحریر فرمائیں جو درج ذیل ہیں:-

- مبداء و معاد
- معارف لدنیہ
- آداب المریدین
- رسالہ تہلیلہ
- رسالہ اثبات نبوت
- رسالہ رد روافض
- تعلیقات عوارف
- مکاشفات غیبیہ
- رسالہ خواجگان نقشبند
- رسالہ علم حدیث
- شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ (رحمۃ اللہ علیہ)
- مکتوبات - جلد

آپ کی ان کتب میں علوم و معارف کے کئی ناپید اکنار سمندر موجزن ہیں۔

آپ کی دعوت تجدید کا بنیادی رکن شریعت کی ترویج ہے اور اسی امر کی تکمیل کیلئے آپ نے علماء اور امراء کو بیدار کرنا چاہا ہے۔

آپ نے فرمایا شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم... عمل... اخلاص
آپ علم و عمل کے اس کمال کے باوجود مقلد تھے اور حنفی المذہب تھے۔ آپ نے فرمایا

”مجتہد کا اجتہاد..... مقلد کے لئے حجت ہے۔ کسی شے کی حلت و حرمت میں صوفیاء کا عمل سند نہیں ہے بلکہ حلت و حرمت کے امور میں ہمارے لئے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابو الحسن نوری کا۔“
نیز آپ نے مکتوبات کے دفتر دوم میں فرمایا

فقہ کے بانی ابوحنیفہ ہیں، تمام فقہاء ان کے عیال ہیں۔ مذہب حنفی کی نورانیت، نظر کشفی میں دریائے عظیم کے مانند نظر آتی ہے جبکہ دوسرے مذاہب، حوضوں اور کھالوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

علوم طریقت میں آپ کا مقام

علوم شریعت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تصوف کی عملی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کا انتساب بھی انہی سے حاصل کیا۔ آپ کے والد، حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہما اللہ کے خلیفہ تھے۔ سلسلہ قادریہ میں آپ کو انتساب حضرت شاہ کمال کیتھلی کے نبیرۃ اعلیٰ حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمہما اللہ سے حاصل ہوا اور حضرت شیخ یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ عنہ سے سلسلہ سہروردیہ میں بھی خلافت پائی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔

والد ماجد کی وفات کے بعد حضرت شیخ مجدد، حج کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ جب دہلی پہنچے تو اپنے دوست مولانا حسن کشمیری کی تحریک سے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور چند دنوں میں تکمیل سلوک کے بعد خرقہ خلافت نقشبندیہ حاصل کیا۔ ایام قیام دہلی کے دوران تقریباً ڈھائی ماہ کے عرصے میں نسبت نقشبندیہ کامل طور پر حاصل کر لی۔ نسبت نقشبندیہ ”دوام حضور و آگاہی“ کا نام ہے جس میں غیبت بالکل نہ ہو۔ یہ نسبت حدیث نبوی و اعد ربك كانك تراہ سے تعبیر ہے۔

✽ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مرشد حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا تھا کہ وہ افغانستان سے ہندوستان تشریف لے جائیں۔ یہاں ان کی وساطت سے ایک عزیز الوجود عظیم ہستی سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوگی جس سے سارا عالم منور ہوگا اور ان کو بھی اس سے حصہ ملے گا۔ چنانچہ شیخ مجدد نے وہ مقام بلند حاصل کیا کہ خود حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے کہ

”شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہو جائیں۔ اس وقت ان جیسا اس آسمان کے نیچے کوئی نہیں۔“

مرشد برحق کی ہدایت کے مطابق آپ بسلسلہ رشد و ہدایت لاہور میں بھی تشریف لائے اور ہزاروں نفوس سلسلے میں داخل ہوئے۔ آپ نے لاہور کی قطبیت حضرت شیخ ملا حاجی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو ودیعت فرمائی۔

مکتوبات دفتر سوم میں آپ نے فرمایا کہ

آں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ارادت بہت واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس واسطوں سے، طریقہ قادریہ میں پچیس واسطوں سے طریقہ چشتیہ میں ستائیس واسطوں سے۔ میرا سلسلہ رحمانی ہے کیونکہ میں رحمان

کا بندہ ہوں، میرا طریقہ سحانی ہے کیونکہ میں تزییہ کی راہ سے پہنچا ہوں۔

غرضیکہ آپ صوفیاء کے پندرہ سلاسل کے علی الاطلاق مرشد مجاز اور پیچ ماذون تھے لیکن آپ پر سلسلہ نقشبندیہ کا غلبہ رہا اور اسی سلسلہ کو آپ نے فروغ بخشا۔ دیگر سلاسل میں تزکیہ نفس پہلے ہوتا ہے اور تصفیہ، قلب بعد میں، لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں تصفیہ قلب کو مقدم رکھا گیا ہے اور یہی اندراج النہایۃ فی البدایۃ کا مفہوم ہے۔ اس سلسلہ میں استکمال شریعت کا نام ہی طریقت و حقیقت ہے، اسی لئے ذکر خفی، جلی پر حال، قال پر صحو، سکر پر اور فکر، ذکر پر مقدم سمجھا گیا ہے۔ اگرچہ یہ سلسلہ حال و وجد کی دلاویزی اور نعرہ ہائے حق ہو کی ظاہری دلکشی و طرب انگیزی سے یکسر خالی ہے تاہم خلوت در انجمن اور نظر بر قدم کے اصولوں میں احوال و مواجید کے تمام اسرار و رموز مضمّن کر دیئے گئے ہیں۔

نقشبنداں عجب قافلہ سالار اند

کہ بحر می روند پنہاں قافلہ را

❁ بلکہ آپ نے راہ سلوک میں بعض ایسے مقامات کی نشاندہی بھی فرمائی جو اس سے پیشتر، بیشتر صوفیائے عظام کے ذاتی تجربات و مشاہدات سے بالاتر تھے۔

آپ کو ۱۰ ربيع الاول ۱۰۱۰ھ بروز جمعہ "خلعت مجدد الف ثانی" عطا ہوا

والحمد لله على ذلك

❁ طبقہ علماء میں سے سب سے پہلے حضرت ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے

آپ کو مجدد الف ثانی لکھا اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ بنام "دلائل

التجدید" تصنیف فرمایا۔ اور ۲۷ رمضان ۱۰۱۰ھ بروز پیر منصب قیومیت عطا ہوا۔ خود

سرورد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سر پر دستار باندھی اور منصب قیومیت کی

بشارت و مبارک دی۔

تعمین و جودی جس کے متعلق کسی عارف کامل نے لب کشائی نہ کی تھی وہ آپ پر ظاہر ہوا۔ آنجناب پر ہر سہ درجات ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ اور ولایت علیا منکشف فرمائے گئے۔ حقیقت محمدیہ، حقیقت احمدیہ، حقیقت کعبہ، حقیقت بیت المقدس، حقیقت قرآن کے علاوہ سیر آفاقی و سیر انفسی کا بھی کشف ہوا۔

آپ کو نسبت فردیت، اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوئی۔ علوم لدنیہ روحانیہ حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل کئے اور علوم آسمانی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے۔ مقام فنا فی اللہ..... مقام بقا باللہ..... مقام محبوبیت ذاتیہ..... حسب صرفہ و لا تعین..... مقام شہادت و مرادیت..... مقام قیومیت..... مقام مجددیت و قطبیت..... مقام قربت و معیت اور مقام بخت احدیت و فردیت سے بھی آپ کو سرفراز کیا گیا..... نیز رموز متشابہات فرقانی و مقطعات قرآنی سے بھی آپ کو وافر حصہ عطا ہوا۔

آپ مجموعہ قطب مدار اور قطب ارشاد ہیں اور قیامت تک قطب مدار و ارشاد آپ ہی کے سلسلہ میں ہوا کریں گے۔ حضرت امام مہدی (آخر الزمان) علیہ السلام آپ کے ہی خلفاء سلسلہ سے ہوں گے۔

آپ کو مرتبہ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین و جمع الجمع و ادراک بسیط عطا کیا گیا۔ (ان مقامات کی تفصیل و تشریح البینات شرح مکتوبات میں ملاحظہ فرمائیں)

آپ کی زیارت کیلئے کعبہ تشریف لایا اور آپ کی خانقاہ شریف کے کنویں سے آب زمزم برآمد ہوا۔ آپ کے سلسلے کے کل مریدین و متوسلین جو قیامت تک ہوں گے آپ کو دکھلائے گئے۔ ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بھی بتایا گیا بلکہ آپ نے وعدہ فرمایا کہ میں اپنے سلسلے کے تمام مریدوں کو ساتھ لے کر جنت میں جاؤں گا۔

مبدأ و معاد میں ہے کہ آپ ایک مرتبہ مراقب تھے کہ یکا یک بارگاہ خداوندی

سے خطاب ہوا

غفرت لك ولمن توصل بك الى بواسطة او بغير واسطة
الى يوم القيامة
ترجمہ: اے امام ربانی! میں نے تجھ کو اور قیامت تک بالواسطہ یا بلاواسطہ تیرے سلسلے
سے منسلک ہونے والوں کو بخش دیا۔

بملك اولياء چوں او نزادہ
محمد ثمره چوں او ندادہ

شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے تجدیدی کارناموں پر طائرانہ نظر اور الحاد اکبری کا استیصال

ہمایوں کے انتقال کے بعد جلال الدین اکبر تخت شاہی پر براجمان ہوتا ہے
تو اکبر نے سلطنت کی بنیاد کو مضبوط کرنے کیلئے یہ سوچا کہ محبت اتحاد اور صلح کلیت سے
ہندوستان میں میری حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ہندوستان جیسے مختلف
الاقوام ملک میں بادشاہ ایسا ہونا چاہئے کہ ہندو اسے سمجھیں، مسلمان اسے مسلمان
خیال کریں اور پارسائی، چین اور عیسائی وغیرہ بھی اس کو اپنا ہم عقیدہ متصور کریں۔ اس
لئے ضروری ہے کہ مذاہب کے اختلافات کو درمیان سے اٹھا دیا جائے اور ہندوستان
کی سرکش قوموں کو تلوار سے ختم کرنے کی بجائے باہم میل جول رشتہ و ناطہ سے ختم کیا
جائے اور نہ صرف ان کے جسموں پر بلکہ دلوں پر بھی حکومت کی جائے۔

اکبر چونکہ جاہل تھا اس کی رہنمائی اور مذہبی معاملات میں مداخلت وراثتاً ان
لوگوں کے ہاتھ میں آئی جو علماء حق نہ تھے بلکہ علماء سوء تھے۔ ابتداء میں ایرانی عقائد کو

اہلسنت کے عقائد کے مطابق کرنے کی کوشش شروع ہوئی اور توہین صحابہ کا اقدام ہوا۔ شطاریہ مداریہ روشنیہ فرقوں کی آزاد خیالی اور نظریہ وحدت الوجود کو نا فہمی کی بناء پر غلط رنگ دے کر اکبر کے اعتقادات میں لغزش پیدا کی گئی۔ اسی اثنا میں اکبر کے حرم میں ہندو راجاؤں کی لڑکیاں بھی داخل ہو چکی تھیں۔ اس لئے وہ اب قولاً و فعلاً مذہبی جو کو اپنے کندھے سے اتارنے کی تر ایک سوچ رہا تھا..... تا آنکہ ابوالفضل اور فیضی نے اس کے دربار تک رسائی حاصل کر لی۔

اتفاق کی بات ہے انہی دنوں قاضی عبدالرحیم نے متھرا میں مسجد بنانے کے لئے سامان جمع کیا لیکن کسی برہمن نے وہ تعمیری مسالہ مندر بنانے میں استعمال کر لیا جس پر باہم چیقلش ہوئی۔ نوبت باہینجا رسید کہ اس برہمن نے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی (معاذ اللہ) گالیاں دینا شروع کر دیں۔ یہ مقدمہ اکبر کے دربار میں پیش ہوا۔ اکبر اس کو ٹالنا چاہتا تھا لیکن شیخ عبدالنبی کے حکم سے وہ برہمن قتل ہوا جس کا اکبر کے دل پر ناگوار اثر ہوا۔ چنانچہ ایک محضر نامہ تیار ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اختلافی مسائل میں صرف بادشاہ وقت کا فیصلہ ہی قابل قبول ہوگا خواہ کتاب و سنت کے مطابق ہو یا مخالف۔ اب اکبر کے سامنے علماء کی طاقت ختم ہو رہی تھی۔ فیضی اور ابوالفضل جیسے آزاد منش فضلاء معاون بن چکے تھے۔ چنانچہ اکبر نے دین الہی کا اعلان کر دیا اور وہ اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ کہلانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد دعویٰ خدائی کیا اور اپنی مہر پر یہ عبارت لکھوائی

”حل حلالہ امت اکبر ما اکبر شانہ تعالیٰ“

دراصل اکبر کے دماغ میں صرف یہی جذبہ کار فرما تھا کہ کسی طرح ہندوستان

کا تخت و تاج اس کے لئے اور اس کی اولاد کے لئے ہمیشہ قائم رہے۔

کاش! اگر بادشاہ وقت یہی اعلان کر دیتا کہ حکومت کا مذہب الادینی ہے تو شاید

اسلام کو اتنا دھچکانہ لگتا۔

جب شہنشاہ اور اس کے درباریوں کا مشغلہ، تضحیک اسلام بن گیا... اکبر بر ملا کہتا تھا کہ رام اور رحیم میں کوئی فرق نہیں، ہندو مسلم، سکھ اور عیسائی سب ایک ہیں... تصوف نے اپنا مقام کھو کر ویدانت سے ساز باز کی... مذہب و طریقت کی اصل روح مفقود ہوئی... رہنما اصول، صلح کل تھا... شیعہ سنی ایک مسجد میں، فرنگی یہودی ایک کلیسا میں آداب عبادت بجالاتے... ہندوؤں کے برت کا اہتمام ہوتا... رمضان کے مہینے میں کھلے بندوں کھانا کھلایا جاتا... نماز باجماعت ممنوع کر دی گئی... مساجد شہید کر کے ان کی جگہ مندر تعمیر ہونے لگے... بموجب عقائد ہنود خنزیر کی تعظیم کی جاتی... ذبیحہ گاؤں پر پابندی عائد کی گئی... جزیہ ختم کیا گیا... تعظیمی سجدہ رواج پذیر ہوا... سورج کی دن میں چار مرتبہ پوجا کی جاتی... سورج کے ایک ہزار ایک نام کی مالا جی جاتی... قشقہ لگایا جاتا... سود، شراب اور جواہ حلال سمجھا گیا... داڑھیاں منڈوائی گئیں... غسل جنابت فضول سمجھا گیا... قرآن کو مخلوق، وحی کو محال، معراج اور شق القمر کو غلط سمجھا گیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو علماء حق نے آوازیں بلند کیں لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔

اندریں حالات ہندوستان کی مرکزیت کی وجہ سے اکبری الحاد کے جراثیم دنیائے اسلام میں منتشر ہو رہے تھے علماء و فقراء اپنے مراکز کھو چکے تھے چاروں طرف تاریکی بھیانک مناظر پیش کر رہی تھی اور کوئی بھی ایسا مرد میدان نظر نہیں آتا تھا جو ان جراثیم کا کلیتاً خاتمہ کر سکے۔ آخرش پو پھننے کا وقت قریب آیا۔ صبح صادق کے نشانات ہویدا ہونے لگے، اسلام کے بطل جلیل امام ربانی کی رگ تجدید پھڑکی، غیرت فاروقی جوش میں آئی اور آپ نے اعلانیہ جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کے ذریعے اسلامی اقدار کے تحفظ کا کام شروع کر دیا۔

آپ نے اکبر کے مقررین کو بلوا کر کہا کہ ”بادشاہ، خدا اور رسول کا باغی ہو چکا ہے۔ جاؤ میری طرف سے اس کو کہہ دو کہ عنقریب اس کی شہنشاہی مٹنے والی ہے۔ وہ فوراً توبہ کرے ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کرے۔“

اکبر نے اس مرد حق آگاہ کا یہ پیغام سن کر کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی سطوت و کبر و نخوت کے نشے میں مست رہا۔ بالآخر وہ وقت آیا کہ شیخ مجدد شعلہ جو الا بن کر چمکے اور برق خاطف بن کر گرے اور سطوت اکبری کو خاکستر بنا دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ الحاد اکبری کے اصل قاطع شیخ مجدد تھے۔

اکبر کے انتقال کے بعد اسی گھناؤنے وتیرہ وتار اور متعفن ماحول میں ایک عیاش اور مخمور بادشاہ نور الدین جہانگیر تخت نشین ہوا۔ نور جہاں سے نکاح کیا جو جہانگیر کے قلب و دماغ پر پوری طرح مسلط ہو گئی۔ کچھ دوسری وجوہات کی بنا پر اثنا عشری (شیعہ) عقائد سرایت کرنے لگے اور عہد اکبری کے بیشتر قوانین و قواعد جاری رکھے گئے۔

حضرت شیخ مجدد نے اپنے مکتوبات اور تصنیفات میں عقائد باطلہ کی تردید شروع کر دی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنے مبلغین کو اندرون ملک اور بیرون ملک بھیجنا شروع کر دیا اور ایک منظم جدوجہد شروع کر دی۔ علماء سوء نے ہوس اقتدار میں آپ کی مخالفت شروع کر دی اور آپ کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے اور ہر طرح کے الزام دھرے۔ بالآخر شیخ مجدد کو دربار جہانگیری میں بلایا گیا اور سجدہ تعظیسی کا حکم دیا گیا۔ آپ نے سختی سے انکار کیا اور فرمایا

”اے جہانگیر! جو پیشانی اپنے معبود برحق کے سامنے جھک چکی ہے وہ تیرے

سامنے ہرگز نہ جھکے گی۔“

جہانگیر کا چہرہ غصے سے تمٹما اٹھا، آنکھیں سرخ ہو گئیں اور پھر سجدے پر اصرار

کیا۔ مفتی وقت نے جب دیکھا کہ جہانگیر آپ کو ہاتھی کے پاؤں کے ساتھ باندھ کر چروانے والا ہے تو بے اختیار بول پڑا۔

”اے شیخ احمد! میں از روئے شرع فتویٰ دیتا ہوں کہ گردن جھکا دی جائے اور جان بچالی جائے۔“

آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا ”واقعی فتویٰ تو یہی ہے لیکن فتویٰ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ گردن غیر خدا کے سامنے جھکنے پائے۔“ آپ کے اسی استقلال و عزیمت کے پیش نظر علامہ اقبال نے آپ کے حضور یہ نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار ہے

آپ کے ان برجستہ الفاظ سے دربار جہانگیری میں سناٹا طاری ہو گیا۔ نہ معلوم قدرت نے کیا کرشمہ دکھایا کہ جہانگیر نے قتل کی بجائے گوالیار کے قلعہ میں قید کر کے آپ کے مکان اور کتابوں کو لوٹ لینے کا حکم جاری کر دیا۔ حضرت مجدد، یہ واقعہ رونما ہونے سے پہلے اپنے صاحبزادوں کو بتا چکے تھے کہ ہم پر مصائب نازل ہونے

والے ہیں۔ ان کو ہم خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔
 آپ کے قلعہ گوالیار میں پہنچتے ہی قید خانے کی نوعیت بدل گئی۔ ذکر و فکر کی محفلیں
 ہونے لگیں۔ غیر مسلم، دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ غرضیکہ حضرت مجدد کے قدم
 سے وہ قید خانہ نقشبندیہ مجددیہ آستانہ کی صورت اختیار کر گیا۔ بادشاہ بزم خود مطمئن
 تھا کہ باغی کو سزا دے دی گئی لیکن وہ اس امر سے غافل تھا کہ قدرت نے یہ سارا انتظام
 صرف اسی کو راہ راست پر لانے کیلئے کیا ہے۔ چند برس آپ وہاں رہے تو متوسلین
 (جو لاکھوں کی تعداد میں تھے) نے بغاوت کا سلسلہ شروع کرنا چاہا۔ آپ نے ایک
 مکتوب میں تمام کو متنبہ کیا کہ میں حکومت کا خواہشمند نہیں، قید کی مصیبت میرے لئے
 راحت ہے اور جس مقصد کے لئے میں یہاں آیا ہوں انشاء اللہ وہ عنقریب
 پورا ہو جائے گا۔

قدرت نے جہانگیر کے قلب و ذہن میں انقلاب پیدا کیا اور اس نے خواب میں
 دیکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بطورتاً سف اپنی انگلی مبارک دانتوں میں
 دبائے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جہانگیر! تو نے کتنے بڑے انسان کو قید کر دیا۔ اس خواب
 کے بعد اس نے آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا۔ آپ نے رہائی سے پہلے حسب ذیل
 سات شرائط پیش کیں۔

- ۱۔ سجدہ تعظیمی موقوف کیا جائے
- ۲۔ مساجد آباد ہوں
- ۳۔ ذبیحہ کاؤ کی اجازت دی جائے
- ۴۔ خادمان شرع مثلاً قاضی، مفتی اور محتسب وغیرہ مقرر کئے جائیں
- ۵۔ جزیہ لیا جائے
- ۶۔ کام شرع کی ترویج ہو

۷۔ قیدی رہا کئے جائیں۔

جہانگیر نے یہ شرائط قبول کر لیں۔ ربانی کے بعد جہانگیر نے سفر و سفر میں ساتھ رہنے کی پیش کش کی جو آپ نے منظور فرمائی تاکہ حضرت شیخ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے وہ قول بھی پورا ہو جائے کہ بادشاہ اور اراکین سلطنت سے وابستگی اس نیت کے ساتھ اختیار کرنی چاہئے کہ ظلم و عصیان دور ہو اور شریعت کا دور دورہ ہو۔ آپ کا سفر و سفر میں جہانگیر کے ساتھ رہنے کا مقصد بادشاہ کو پیش کردہ شرائط پر پابند کروانا تھا۔ آپ کی صحبت اور مجالست کا یہ اثر ہوا کہ بادشاہ کو گزشتہ اعمال کا جائزہ لینے اور ان سے تائب ہونے کا موقع مل گیا۔ وہ آپ کے کا نیاز مند ہو کر خدمت اسلام کیلئے ہر قربانی دینے کیلئے تیار ہو گیا اور وہ بدعات و کفریات جو اکبر کے زمانے میں رائج ہو کر جہانگیری دور میں جڑ پکڑ چکے تھے آپ کے شاندار تجدیدی کارناموں کے سبب دور ہو گئے اور اسلام پر پھر سے بہار آ گئی۔

آخر عمر میں جہانگیر نے کہا تھا کہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو۔ البتہ میرے پاس ایک مقدس دستاویز ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ دستاویز یہ ہے کہ حضرت امام ربانی نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے جہانگیر! ”ہم جنت میں تیرے بغیر نہ جائیں گے“۔

یہ حضرت امام ربانی ہی کی برکت تھی کہ جہانگیر کی پشت سے شاہ جہاں جیسا دیندار بادشاہ اور شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب جیسا مرد درویش پیدا ہوا۔ اورنگ زیب نے شریعت و طریقت کے علوم میں کمال حاصل کیا تھا۔ اورنگ زیب کے استاد حضرت ملا احمد بیون رحمۃ اللہ علیہ (مصنف تفسیرات احمدیہ) تھے اور پیر و مرشد حضرت عسروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ تھے۔ مزید باطنی تعلیم حضرت شیخ سیف الدین سرہندی قدس سرہ سے حاصل کی جو حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس

سرہ کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ آپ ہی کی توجہ اور صحبت کا اثر تھا کہ اورنگ زیب نے اعلیٰ سیاسی طبقوں کا ذہن بدل کے رکھ دیا۔ یہ امام ربانی کے وہ حیرت انگیز تجدیدی کارنامے ہیں جو لاکھوں افراد کی منظم تحریکیں بھی سرانجام نہ دے سکتیں۔

اولاً: آپ نے حکومت کو صحیح اسلامی نظام کی طرف متوجہ کیا اور اکبر کے فتنہ، متحدہ قومیت نے تعینات اسلامی کے مٹانے میں جو بے انتہا مضر اثرات پیدا کئے تھے ان کا سدباب کیا۔ بند و مسلم اتحاد کے نعرہ کی سخت مخالفت کی اور فرمایا چونکہ ہماری ملت اور تہذیب جداگانہ ہے اس لئے

ہم پیرویٰ قیس نہ فرہاد کریں گے

ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

آج بھی ترویج اسلام کی جو تحریکات پائی جاتی ہیں ان میں آپ کے باطنی فیوضات و تصرفات کا رفرما ہیں۔ مسلم قومیت کا نظریہ جو آپ نے پیش کیا تھا وہ بالآخر قیام پاکستان پر منتج ہوا۔ گویا یہ ملک پاکستان آپ کی نگاہ فیض و تجدید کا ثمرہ ہے۔

شہ ملک ولایت شیخ احمد

بمشلش ما در ایام کم زاد

ثانیاً: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور روحانی تصرفات نے صوفیاء اور فقراء کو طریقت کی بعض اہم مصطلحات سے بچایا اور صرف اتباع سنت اور قرآن و حدیث کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا اور ہر حال میں کشف و الہام کو وحی کے تابع قرار دیا اور شریعت و طریقت و جود و شہود کے حقیقی خدو خال کو بے نقاب کیا۔

آپ کی کرامات سات سات سوت زائد منقول ہیں انکی تفصیل یا اجمال کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے کہ حضرت کا وجود ہی سراپا کشف و کرامات تھا۔

وفات حسرت آیات

آپ نے ۶۳ برس کی عمر پا کر ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ بروز سہ شنبہ بوقت اشراق دہائی
اجل کو لبیک کہا۔ انا لله وانا اليه راجعون

آپ کا مزار اقدس سر بند شریف میں مرجع خاص و عام ہے جہاں ہر سال
۲۶، ۲۷، ۲۸ صفر کو عرس منعقد ہوتا ہے اور خلق خدا فیوض و برکات حاصل کرتی ہے۔

اے خاک پاک روضہ، عمیری و عنبری
کابل جہاں زبوں تو مدہوش گشتہ اند

ملفوظات شریفہ

عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اس کی ایجاد
سے موجود ہیں اور حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور افعال میں یگانہ ہے حقیقتاً کسی امر
میں بھی خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ (اس کی
جناب میں) مشارکت اسمی اور مناسبت لفظی بحث سے خارج ہے۔

◎ حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور افعال میں غنی مطلق ہے اور کسی امر میں بھی کسی
چیز کا محتاج نہیں ہے اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے اسی طرح ظہور میں بھی محتاج
نہیں ہے اور یہ جو بعض صوفیہ کی عبارات سے منہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسمائی و
صفاتی کمالات کے ظہور میں ہمارا محتاج ہے یہ بات فقیر پر بہت گراں ہے بلکہ جانتا ہے
کہ مخلوق کی پیدائش سے مقصود خود ان کے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے نہ کہ وہ کمال

جو حق تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ کی طرف عائد ہو سکے۔

◎..... اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اس کے سوا کسی کے لئے ”قدم و ازل“ ثابت نہیں تمام ملتوں کا اس پر اجماع ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے قدم و ازلیت کا قائل ہو اس کی تکفیر کی ہے۔ امام غزالی نے اسی وجہ سے ابن سینا، فارابی اور ان جیسے عقائد والوں کی تکفیر کی ہے جو عقول و نفوس کے قدم کے قائل ہیں۔

◎..... اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہے اور کوئی بھی چیز اس کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کر سکتی ہے لیکن وہ اشیاء کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے وہ بھی ایسی جو ہماری فہم سے قاصر ہے۔ ۱

نور انبیتِ مصطفیٰ ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي** سب سے اول اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا..... اور پھر فرمایا: **خُلِقْتُ مِنْ نُورِ اللَّهِ الْمُؤْمِنُونَ مِنْ نُورِي**

میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ۲

سیلابِ مصطفیٰ ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک نمونوں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر انسانی صورت میں جو سب سے بہترین صورت ہے دنیا میں جلوہ گر ہوئے اور محمد و احمد کے نام

۱۔ مکتوبات دفتر اول مکتوب: ۲۶۶ ۲۔ مکتوبات دفتر سوم مکتوب: ۱۲۴

مبارک سے موسوم ہوئے۔ ۱

معراجِ جسمانی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور تمام موجوداتِ اولین و آخرین میں بہترین ہیں باوجود اس کے کہ جسمانی معراج کی نعمت سے مشرف ہوئے بلکہ عرش و کرسی سے گذر کر حد و زمان و مکان سے بھی آگے تشریف لے گئے تھے۔ ۲

بے سایہ نبی

چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بلند و اعلیٰ مکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس بناء پر آپ کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا اور نیز اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے ہی نہیں، تو آپ کے جسم اقدس کے لئے سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے؟۔ ۳

حیاتِ انبیاء

آپ نے سنا ہوگا کہ انبیاء قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام پر گزرتے تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ ۴

انبیاء و اولیاء کی شفاعت

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و صالحین کی شفاعت حق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن

سے پیغمبر گنہگار مومنوں کی شفاعت کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہوگی۔ ۱۔

حضور کو بشر کہنے والے مجبوب اور منکر ہیں

جن مجبوبوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے بشروں کی طرح تصور کیا وہ بالآخر منکر ہو گئے اور جن خوش نصیبوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے طور پر دیکھا اور تمام دوسرے لوگوں سے ممتاز سمجھا وہ ایماں کی دولت سے مشرف ہوئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہو گئے۔ ۱۔

کمال مصطفیٰ

تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث میں (کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر دل نہیں سوتا) دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہ ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیند میں بھی آپ کا وضو ساقط نہ ہوتا تھا کیونکہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے نگہبان ہیں تو پھر غفلت منصب نبوت کے مناسب نہیں۔ ۲۔

خلفائے اربعہ کی فضیلت

حضرات خلفاء اربعہ (حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیونکہ تمام ملحق کا اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے افضل حضرت صدیق کبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ۳۔

فضیلتِ شیخین رضی اللہ عنہما

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دونوں اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ جو کوئی مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے، میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں۔ ۱

صحابہ کرام پر طعن کرنیوالا مومن نہیں ہو سکتا

صحابہ کے حق میں طعنہ زنی کرنا درحقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر (نعوذ باللہ) طعن کرنا ہے۔ یعنی جس نے صحابہ کی عزت و تکریم نہیں کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا کیونکہ ان کا حسد کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس بد اعتقادی سے بچائے)۔ ۲

صحابہ کرام کی رفعتِ شان

خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ باوجود بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و صحبت میں حاضر نہیں ہوئے، ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ۔ تو جواب فرمایا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا، وہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے کئی درجہ بہتر ہے۔ ۳

امام ربانی کے عقائد و مکتوبات بارگاہ رسالت میں مقبول ہیں

ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے

مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ (مکتوبات) کو اپنے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھا کر فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم (مکتوبات) سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز و عزیز الوجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار کو اس واقعہ کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔

ناجی گروہ

اہلسنت کی صداقت کے بارے میں خانِ جہاں کے نام آپ نے تحریر فرمایا.....
اے بزرگی و سعادت کے نشان والے!

سب سے پہلے آدمی پر ضروری ہے کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق اپنے عقائد کو درست کیا جائے کیونکہ یہی مسلمانوں کا سوادِ اعظم ہے۔ عقائد کی اصلاح بہت ضروری ہے تاکہ آخرت میں کامیابی اور نجات میسر آسکے۔ اہلسنت کے خلاف عقیدہ رکھنا بد اعتقادی ہے جو ہر قاتل ہے اور اس کا نتیجہ ابدی موت اور دائمی عذاب خریدنا ہے۔ عمل میں اگر سستی یا کوتاہی ہو جائے تو بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن عقیدے میں تساہل اور خرابی ہوئی تو نجات کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔

محفل میلاد

آپ نے میلادِ خوانی کے بارے میں لکھا تھا کہ محفل میلاد میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کی جائے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور بزرگانِ دین کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟۔ ناجائز بات

تو یہ ہے کہ قرآن کے حروف میں تبدیلی و تحریف کر دی جائے اور (قصیدے و نعتیں پڑھنے میں) راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت اور پابندی کی جائے اور تالیاں بجائی جائیں۔ جس محفل مولود میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے ناجائز منع ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟۔^۱

فضیلتِ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

فقہ کے بانی حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور فقہ کے تین حصے ان کو مسلم ہیں اور باقی چوتھے حصے میں سب شریک ہیں۔ فقہ میں صاحبِ خانہ وہی ہیں اور دوسرے سب ان کے عیال ہیں۔ مذہبِ حنفی کا پابند ہونے کے باوجود مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ذاتی محبت ہے اور میں ان کو بزرگ جانتا ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمالِ علم و تقویٰ کے امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔^۲

محافلِ اعراس

حضرت خواجہ جیو قدس سرہ کے عرس کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت میں بھی پہنچوں۔ اسی اثناء میں روانگی کی خبر پھیل گئی۔ اس لئے توقف کر کے چند نامر بوط کلمات سے آپ کو تکلیف دی ہے۔^۳

ایصالِ ثواب

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ کلام اللہ ختم کرنا اور نماز نفل پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب والدین استاد یا بھائیوں کو بخشنا بہتر ہے یا نہیں۔ واضح ہو کہ ثواب بخشنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں اپنا بھی نفع ہے اور ان کا بھی۔^۴

ایصالِ ثواب اور اس کا طریقہ

چند سال پیش فقیر کا یہ طریقہ تھا کہ اللہ کی رضا کے لئے کھانا پکاتا اور اس کا ثواب اہل عبا (رضوان اللہ علیہم) کی ارواحِ مقدسہ کو نذر کرتا جس میں آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امین (سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کو بھی ایصالِ ثواب میں شامل کر لیتا۔ ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں، فقیر نے سلام عقیدت پیش کیا تو آپ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ چہرہ انور پھیر لیا۔ اسی اثناء میں ارشاد فرمایا میں عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں۔ جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ کے گھر بھیجا کرے۔

اس طرح معلوم ہوا کہ آپ کے توجہ نہ فرمانے کا یہی سبب تھا کہ میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو شریکِ طعام نہ کرتا تھا۔ اس کے بعد معمول بن گیا کہ حضرت صدیقہ بلکہ تمام امہات المؤمنین کو جو کہ اہل بیت ہیں شریکِ ایصالِ ثواب کر لیا کرتا اور تمام اہل بیت کو اپنے لئے وسیلہ بناتا۔

فاتحہ و دعا

مغفرت پناہ میاں شیخ جمال کے فوت ہونے سے تمام اہل اسلام کو غم و الم لاحق ہوا۔ ان سے مخدوم زاہدوں کے ہاں فقیر کی طرف سے ماتم پرسی کریں۔ نیز ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ بھی پڑھیں۔

اولیاء کی توجہ

یہ اولیاء اللہ و لوگ ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی صحبت علیہ پر موقوف ہے اور

ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ شریفہ پر منحصر ہے۔ ان کی نظر امراض قلبی کو شفا دیتی ہے اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔ ان کی ایک توجہ سوچلوں کا کام کرتی ہے اور ان کی ایک نگاہ التفات کئی سالوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے برابر ہے۔ ۱

ارواح اولیاء

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرتِ کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسم سے وقوع پذیر ہوں ہماری ارواح سے صادر ہوتے ہیں (مثلاً جسمانی حرکات و سکنات و عبادات وغیرہم)۔ ۲

امداد اولیاء اللہ

جب ارشاد پناہی قبلہ گا ہی کے رحلت فرما جانے کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب پر بلدہ عروسہ دہلی میں جانے کا اتفاق ہوا اور عید کے دن ان کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا تو مزار کی جانب توجہ کرنے کے دوران ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری توجہ ظاہر ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی وہ نسبتِ خاصہ مرحمت فرمائی جو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھی۔ ۳

اہل قبور سے استمداد

یہ حالت ایک مدت تک رہی، پھر اتفاقاً ایک ولی اللہ کے مزار کے پاس سے گذرنے کا اتفاق ہوا اور اس معاملہ میں اس صاحبِ قبر ولی اللہ سے میں نے مدد و اعانت طلب کی۔ چنانچہ اسی وقت اللہ جل شانہ کی عنایت شامل حال ہو گئی اور معاملہ کی

حقیقت پورے طور پر ظاہر ہو گئی اور عین اس وقت حضور خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی جلوہ گر ہوئی اور میرے غمگین دل کو تسلی عطا فرمائی۔ ۱۔

تصویرِ شیخ

اگر ذکر کے وقت بھی شیخ کا تصور بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہئے اور قلب پر نگاہ رکھ کر ذکر کرنا چاہئے۔ تو جانتا ہے پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے جس سے تو خدا تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف پہنچنے کا رستہ سیکھے اور اس رستہ میں تو اس سے مدد و اعانت حاصل کرے۔ ۲۔

سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیات

اس طریقہ علیہ کے بزرگوں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی طرف راہنمائی فرمائی ہے اور سماع و رقص و وجد و تواجد سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھا ان سے منع کیا ہے اور خلوت و چلہ جو صدر اول میں نہ تھا اس کی بجائے خلوت در انجمن اختیار کی ہے چنانچہ اسی سبب سے اس التزام پر بڑے بڑے نتائج مرتب ہوئے ہیں اور اس اجتناب سے بہت قسم کے فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی انتہاء ان بزرگوں کی ابتدا میں درج ہے۔ ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کا کلام دلی مریضوں کی دوا ہے اور ان کی نظر باطنی مرض کی شفا ہے۔ ان کی بزرگ تو جہات طالبوں کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہیں اور ان کے بلند ہمت مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک پہنچاتی ہے۔

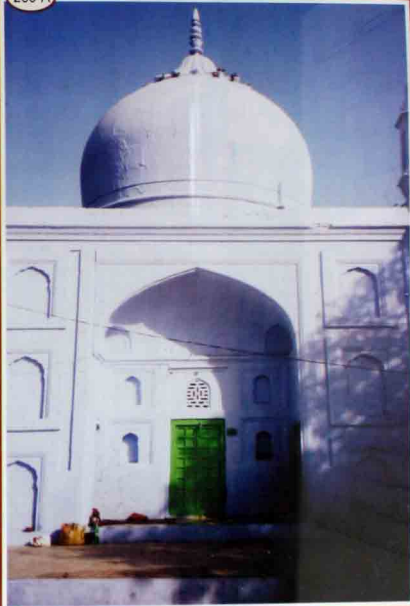
عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبند
کہ لے جاتے ہیں حرم تک قافلے کو لے

نجات کا حصول

نجات کا طریقہ اہل سنت و جماعت کی تابعداری میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت کے اقوال و افعال اور اصول و فروع میں برکت عطا فرمائے کیونکہ نجات پانے والا یہی گروہ ہے اور اس کے سوا باقی سب فرقے زوال کے مقام میں ہیں اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے، کل بروز قیامت یہ راز سب پر کھل جائے گا لیکن اس دن کا جاننا نفع نہ دے گا۔ اے اللہ تو ہم کو اس غفلت سے بیدار کر دے موت کے بیدار کرنے سے پہلے۔ ۱

اولیاء کی دعا

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں مگر مجھے، کہ اگر چاہوں تو اس میں تصرف کروں۔ میں اس بات پر بہت تعجب کیا کرتا تھا کہ آپ کا فرمان بعید از فہم تھا اور بہت مدت تک یہ خیال فقیر کے ذہن میں رہا، یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے مجھے بھی اس دولت سے مشرف فرما دیا۔ ۲



مزار اقدس عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ



مرقد انور عروۃ الوثقی قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ

عروة الوثقى ، قیوم ثانی

حضرت محمد معصوم قدس سرہ القیوم



تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد معصوم، کنیت ”ابوالخیرات“ لقب ”مجدالدین“ اور خطاب ”العروة الوثقی“ ہے آپ اشوال المکرم ۱۰۰۷ھ مطابق 7 مئی ۱۵۹۹ء کو بستی ملک حیدر میں متولد ہوئے۔ آپ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے فرزند ثالث، جانشین اور قیوم ثانی ہیں نیز امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ آپ خدو خال، قدر و کمال، سیرت و کردار اور معارف و احوال میں اپنے والد گرامی کے ساتھ گہری مشابہت و مناسبت رکھتے ہیں۔ انہی حضرات القدس کی نسبت ہی آپ کی عظمت و منزلت کے لئے کافی ہے۔

پدر نور و پسر نورے ست مشہور

ازیں جا فہم کن نور علی نور

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میرے فرزند محمد معصوم کی ولادت ہمارے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی۔ ان کی ولادت باسعادت کے چند ماہ

بعد مجھے خواجہ بے رنگ حضرت خواجہ باقی باللہ احراری قدس سرہ الساری کی خدمت میں
حاضری نصیب ہوئی اور یہ تمام علوم و معارف حاصل ہوئے۔

ایام طفولیت

آپ بچپن میں عام بچوں کی طرح نہیں رویا کرتے تھے اور کپڑوں پر بول و براز
کا کہیں نشان نہ ہوتا تھا، اگر اتفاقاً برہنہ ہو جاتے تو فوراً اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے، ماہ
رمضان المبارک میں دن کے وقت ہرگز دودھ نوش نہ فرماتے تھے ہر چند ایہ دودھ پلانا
چاہتی مگر آپ چہرہ انور پھیر لیتے البتہ نماز مغرب کے بعد سیر ہو کر دودھ نوش فرماتے۔
ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک کے چاند کے متعلق لوگوں کو شبہ ہوا کہ آیا طلوع ہوا ہے یا
نہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ دریافت کرو کہ آج محمد معصوم نے
دودھ پیا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نہیں پیا تب حضرت امام ربانی نے شرعی وضاحت اور
صاحبزادے کی کرامت سے لوگوں کو آگاہ فرمایا، جس کی وجہ سے لوگوں کو اطمینان ہو
گیا۔ عالم شیرخوارگی میں جب کبھی آپ کو مجالس و محافل میں لایا جاتا تو آپ حاضرین
کو مخاطب کر کے فرماتے۔ السلوك السكوك۔ اسی وقت لوگوں کے باطن پر اثر
ہو جاتا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ آپ کے بچپن سے ہی آپ کے علو استعداد کے
متعلق فرمایا کرتے تھے ”یہ فرزند ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰات کی استعداد رکھتا ہے
اور محمدی المشرّب ہے۔“

نیز یہ بھی فرماتے کہ ”محمد معصوم نے تین برس کی عمر میں کلمہ، توحید کے متعلق کلام
کیا اور درود یوار اور گل و گلزار میں سے جس چیز پر جب نظر پڑتی تو کہتا تھا ”میں آسمان
ہوں، میں زمین ہوں، میں فلاں ہوں اور میں فلاں ہوں۔“

چوں زلیخا کز سپند آں تا بعود
نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

علوم متداولہ کی تحصیل

آپ نے کتب درسیہ اپنے والد مکرم حضرت امام ربانی قدس سرہ برادر اکبر حضرت خواجہ محمد صادق اور مولانا شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری سے خوب تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھیں۔ دورانِ تعلیم حضرت امام ربانی قدس سرہ آپ کو اکثر فرمایا کرتے تھے ”بابا اپنے کو علم طاہر سے جلدی فارغ کرو مجھ کو تجھ سے کام لینا ہے۔“ چنانچہ آپ سولہ برس کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے۔

سلوک نقشبندیہ کی تکمیل

اگرچہ آپ زمانہء طالب علمی سے ہی تحصیل حال میں سرگرم تھے لیکن حصولِ تعلیم سے فراغت کے بعد پوری طرح اس جانب متوجہ ہو گئے اور اپنے والد گرامی کی عنایات و توجہات قدسیہ کی بنا پر احوال و اسرار خاصہ حاصل کئے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ ”محمد معصوم کا ہماری نسبتوں کو یونانیوں کا اقتباس کرنا ایسے ہی ہے جیسے صاحب شرح وقایہ کا اپنے دادا سے ان کی تالیف وقایہ کا حفظ کرنا۔“ چنانچہ انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”وقایہ جس طرح سبقاً سبقاً میرے جد بزرگوار تالیف کرتے جاتے میں بھی اسے سبقاً سبقاً یاد کرتا جاتا۔ چنانچہ جب یہ تالیف مکمل ہو گئی تو تمام کی تمام میرے ذہن میں محفوظ تھی۔“

حضرت شیخ عبدالاحد و وحدت مجددی قدس العزیز نے اس مضمون کو یوں موزوں

فرمایا

مجدد بتوصیف او لب کشاد
بفرمود کائے پور عرفاں نژاد
ز عرفاں نوشم ورق در ورق
ہمہ خواندی از من سبق در سبق

آپ نے ایک روز اپنے والد مکرم کی خدمت فیض درجت میں عرض کیا کہ میں ایک نور دیکھتا ہوں کہ جس سے تمام عالم منور ہے اور وہ نور ذرات عالم میں یوں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے آفتاب کہ اگر غروب ہو جائے تو سارا عالم ظلمت میں ڈوب جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا!

”تم اپنے وقت کے قطب ہو گے میری اس بات کو یاد رکھنا۔“ (والحمد لله
حمداً کثیراً) بقول شیخ وحدت

تو یک نقطہ زیں لوح نگذاشتی
ہر آنچہ نہادم تو برداشتی
تو آخر چوں من قطب دوراں شوی
ز من ایں بشارت بیاد آوری

مسند تدریس پر جلوہ افروزی

ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ”انما بعثت معلما“ کے مطابق تعلیم و تبلیغ چونکہ سنت مبارکہ ہے اس لئے مشائخ نقشبندیہ میں بالعموم اور خانوادہ مجددیہ میں بالخصوص اس کا التزام فرمایا گیا ہے چنانچہ آپ اپنے والد گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ کی طرح طلباء کو قرآن و حدیث اور اصول و فقہ کی تعلیم و تدریس بھی فرمایا کرتے تھے اسی لئے تفسیر بیضاوی، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ، تلویح اور عضدی جیسی ادق اور مشکل

کتابوں کو پڑھانا اکثر آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

زبدۃ المقامات میں ہے کہ باوجود ایفادہ طلباء اور التزام اوراد و مراقبات ”در اندک روز حفظ قرآن مجید نمودند و ما هذا الا من اعطاف اللہ سبحانہ و انعامہ“ طلبہ کو پڑھانے اور اوراد و وظائف کے باوجود تھوڑے سے زمانہ میں قرآن مجید حفظ کر لینا محض اللہ سبحانہ کی مہربانیوں اور انعامات سے ہوا۔

ترویج شریعت اور احیائے سنت

شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بے دینی اور بدعت کے خلاف جو پرزور تحریک چلائی تھی آپ کے دورِ جانشینی میں بار آور ہو رہی تھی اور اس کے نتائج و ثمرات تمام شعبہ ہائے حیات میں نظر آ رہے تھے آپ نے اکبری عہد کی کفریات اور جہانگیری دور کی بدعات نیست و نابود کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ جہانگیر کے انتقال کے بعد شاہ جہاں آپ کی خدمت بابرکت میں سلطنت کیلئے دعا و توجہ کا خواستگار ہوا چنانچہ آپ نے سلطنت کی نیابت کا حکم جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسے دلایا اور اسے حکومت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔

”تمہاری سلطنت تو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے کشف سے ثابت ہو چکی ہے ہماری نظر میں بھی اظہر من الشمس معلوم ہوتی ہے۔“

شاہ جہاں یہ خوشخبری سن کر باغ باغ ہو گیا اور آپ سے اجازت لے کر رخصت ہوا اور تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد سر بند شریف میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مزار پہ انوار پر حاضری دی اور آپ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کر کے عرض گزار ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مجھے فرمایا تھا کہ اپنے دور سلطنت میں

پر چھوٹے اور خیموں کو سرخ بنوانا جبکہ گذشتہ بادشاہوں کے ادوار میں پرچم عموماً سرخ رنگ کے ہوتے تھے اور خیمے سرخ و سبز دھاری دار ہوا کرتے تھے۔ بحمدہ تعالیٰ یہ حضرات امام ربانی قدس سرہ کے فیضان تجدید کا ثمرہ ہے کہ اکبر اور جہانگیر کے ادوار میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا پیش فرمودہ ”دوقومی نظریہ“ کی بدولت مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آیا اور اس کے پرچم کا سبز رنگ مسلمانوں کی اکثریت پر ولایت کرتا ہے۔

مزید برآں شاہجہاں نے اپنے عہد سلطنت میں تین لاکھ مساجد اور ایک لاکھ مدارس تعمیر کروائے جہاں دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا جاتا رہا جو بدعات و منکرات کے خاتمہ اور اسلامی طرز حیات کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔

بعد ازیں اس کے بیٹوں داراشکوہ اور سلطان اورنگ زیب کے درمیان تخت نشینی کی کشمکش شروع ہو گئی۔ اکبر کی طرح داراشکوہ بھی ابتداء میں ایک راسخ العقیدہ حنفی مسلمان (حنفی قادری) تھا مگر بعض نام نہاد آزاد مشرب صوفیاء، سلکھ گروؤں اور ہندو پنڈتوں کی صحبت و مجلس نے اسے وسیع المشرب اور راہ الحاد پر گامزن کر دیا تھا۔ حدود شرعیہ سے آزاد، تصوف کے ان علمبرداروں میں سے ملا شاہ بدخشی نے دین سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا

پنجہ در پنجہ خدا دارم

من چہ پروائے مصطفیٰ دارم

اورنگ زیب کی حمایت میں اردو زبان میں قلم اٹھانے والے پہلے مسلمان مؤلف علامہ شبلی نے سراج اکبر (تصنیف دارا) کا دیباچہ پڑھ کر جو رائے لکھی تھی وہ ملاحظہ

ہو!

اس کتاب کے دیباچہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دارا بالکل ہندو بن گیا تھا اور

کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تخت شاہی پر متمکن ہوتا تو شعار اسلام اور خصوصیات دین بالکل مٹ جاتے۔^۱

علامہ اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

تخم الحادے کہ اکبر پرورید
باز اندر فطرتِ دارا دمید

جبکہ شاہجہاں کا دوسرا بیٹا اورنگزیب حافظ قرآن، عالم دین اور صوم و صلوة کا پابند صوفی مشرب، راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ اس نے اپنے آخری ایام حکومت کے دوران نبیرہ امام ربانی حضرت مولانا محمد فرخ سرہندی سے بخاری شریف دوبارہ پڑھی اور نبار امام ربانی سے باقاعدہ سلوک مجددیہ طے کرنے کے دوران ولایت کبریٰ کی بشارت بھی پائی تھی۔

دارا اور اورنگزیب کے مذہبی افکار اور فکری نظریات کے مطالعہ سے ایک منصف مزاج قاری بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ تخت نشینی کی یہ جنگ دو بھائیوں کے درمیان نہیں تھی بلکہ درحقیقت راسخ العقیدہ علماء و مشائخ اور صوفیائے خام کے افکار کا تصادم اور حق و باطل کا معرکہ تھا۔ جس میں (حضرت شیخ برہان الدین شطاری، حضرت شیخ سید شیر محمد قادری برہان پوری جیسے) مشائخ شطاریہ و قادریہ بالعموم اور حضرات مجددیہ بالخصوص (حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی، شیخ سعد الدین سرہندی، شیخ محمد اشرف سرہندی، خواجہ سیف الدین سرہندی) اورنگزیب کی تخت نشینی کے سلسلہ میں باقاعدہ پشت پناہی فرما رہے تھے۔ تخت نشینی کی اس نظریاتی جنگ میں علماء و صوفیاء کے علاوہ سلطنت مغلیہ کے راسخ العقیدہ سنی امراء بھی اورنگزیب کے حامی تھے۔

۱۔ مقدمہ روضۃ القیومیہ جلد دوم، بحوالہ مقالات دارالمصنفین ص ۱۰۱ سن طباعت ۱۹۳۸ء

درمیان کار زار کفر و دین
ترکش مارا خندگ آخرین

حرمین طیبین کی حاضری کے دوران جب حضرت خواجہ محمد معصوم مدینہ منورہ میں
مواجهہ شریف پر حاضر ہوئے تو ان کے دل میں داراشکوہ کی شریعت دشمنی اور اس سلسلہ
میں اس کی عداوت و انتقامی جذبات کے بارے میں گمان گزرا تو حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے آپ کے دست مبارک میں بر بنہ تلوار تھی حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے دارا کے قتل کا اشارہ فرمایا تو حضرت خواجہ سمجھ گئے کہ حضور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ دشمن اسلام قتل ہو چکا ہے۔

اسی نوعیت کا مکاشفہ حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کے مکاشفات حرمین میں بھی
مذکور ہے دیگر کتب میں بھی دارا کے قتل کو حضرت خواجہ معصوم کی کرامت کے ساتھ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی قرار دیا ہے۔

فانہ کرامة له و معجزة للنبي عليه الصلوة والسلام

غرضیکہ دارا اور اورنگزیب کے درمیان خونریز معرکے ہوئے۔ بالآخر جمیر
شریف کے مقام پر دارا کو شکست فاش ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا آخر کار
گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا مگر اس کے بیٹے سپہر شکوہ کو فی الوقت قلعہ گوالیار میں نظر بند
کر دیا بعد ازیں اورنگزیب نے اپنی دختر زبدة النساء بیگم کو اس کے حوالہ عقد میں دے
دیا۔ محی الاسلام اورنگزیب نے حضرت خواجہ معصوم قدس سرہ کے کہنے پر متھرا کا بت
خانہ (جو بظاہر کفار کا سب سے بڑا تیرتھ تھا مگر باطن ان کی سازشوں اور عیاشیوں کا
مرکز تھا) منہدم کروا کر ایک عالیشان مسجد بنوائی۔

بہ میں کرامت شیخ مرا کہ بت خانہ

نیمن پیر منش خانہ، خدا گرود (روحی)

مختصر یہ کہ اورنگزیب کے دورِ سلطنت میں احکام شرعیہ کا نفاذ اور شعائر اسلام کو وقار اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو خوب خوب رواج ملا۔ لاہور کی شاہی مسجد اور فتاویٰ عالمگیری اسی دورِ گرامی کی عظیم یادگاریں ہیں۔

چہار دانگ عالم میں طریقہ مجددیہ کی اشاعت

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے وصال باکمال کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم مسند ارشاد و قومیت پر جلوہ افروز ہوئے تو پہلے روز ہی پچاس ہزار افراد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی جن میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے دو ہزار خلفاء بھی تھے۔ آپ نے سلسلہ، طریقت اور طریقہ، بیعت میں اس قدر تندہی اور جانفشانی سے ایسا صورت پھونکا کہ آپ کی دعوات صالحہ اور مساعیٰ جمیلہ کی بدولت کرہ ارض سے خلقت مور و ملخ کی مانند آپ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت و توجہ میں عجیب تاثیر رکھی تھی کہ ایک ہفتہ میں سالکین راہ طریقت پر فنائے قلب کے اسرار ظاہر ہونے لگتے تھے، جو بات سالوں میں حاصل ہوا کرتی تھی وہ مہینوں اور ہفتوں میں حاصل ہونے لگی۔ آپ نے دین اسلام کی ترویج و تقویت اور طریقہ مجددیہ کی نشر و اشاعت کے لئے خلافت کا سلسلہ شروع فرمایا تقریباً سات ہزار خلفاء اور رجال کار شریعت و طریقت کے لئے تیار فرمائے

خواجه، خواجگان شیخ شیوخ

بیچاں امام معصوم است

اور زونے زمین کے طول و عرض میں انہیں مساجد و مدارس اور خانقاہیں قائم کرنے پر مامور فرمایا۔ آپ کی ذات میں ایسی جاذبیت اور مقناطیسیت تھی کہ دنیا کے ہر کونے سے عامۃ المسلمین، ارکان سلطنت، امرائے مملکت کے علاوہ دیگر ممالک

کے خوانین و سلاطین بھی آپ سے بیعت و نیاز مندی کا دم بھرتے تھے یہاں تک کہ خلفاء اور فرزندوں کی وساطت کے بغیر براہ راست نواکھ آدمی آپ کے مرید ہوئے۔

قطب ارشاد قبلہ، عالم

شاہ شاہاں امام معصوم است

مرآت العالم اور مرآت جہاں میں تحریر ہے کہ آپ سے پہلے ایسا کوئی شخص نہیں گزرا جس کی خدمت میں اس قدر معتقدین اور مریدین کا مجمع ہو یا اس قدر ارشاد و شیخیت کا اس سے ظہور ہوا ہو، یا اس شان و شوکت سے کوئی ولی ارشاد و شیخیت کی مسند پر جلوہ افروز ہوا ہو۔

چراغِ ہفت محفل خواجه معصوم

منور از فروغش ہند تا روم

زہے عزت کہ رب العرش داد

کہ بر سر تاج قیومیش بہ نہاد

لنگر معصومیہ

آپ کے عہد مشیخت میں سرہند شریف میں ہمہ وقت علماء، مشائخ و خلفاء، طالبان شریعت اور سالکان طریقت کا ہجوم رہتا تھا کہ صبح و شام روزانہ پانچ ہزار افراد آپ کے لنگر خانہ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ ہر کسی کو پیٹ بھر کر گندم کی روٹی، بکرے کا گوشت ملتا۔ بڑے بڑے خلفاء کے لئے دو ہزار خوان تیار ہوتے جن میں قسم قسم کے کھانے، حلوے اور پھل وغیرہ ہوتے تھے۔

تصرفات و کرامات

بعض اوقات نماز کے وقت آپ کے پیچھے سو سو صفیں بھی ہوتیں مگر دورانِ قرأت آپ کی آواز سب کو برابر سنائی دیتی۔

ایک شخص اپنے بیٹے کو لے کر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرا یہ بیٹا کسی عورت پر فریفتہ ہو گیا ہے کہ اسے نہ دین کی فکر ہے نہ دُنیا کی۔ جب آپ اسے سمجھانے لگے تو اس نے شعر میں جواب دیا

در کوئے نیک نامی ما را گذر ندادند

گر تو نمی پسندی تبدیل کن قضاء را

یہ سن کر آپ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے فرمایا ہم نے تیری قضا تبدیل کر دی ہے چنانچہ وہ فوراً تائب ہوا اور عشق کا خیال جاتا رہا۔
کسی نے خوب کیا

اولیاء را بہت قدرت از الہ

تیر جتہ باز گردانند ز راہ

✽ آپ کے مرید مولانا محمد محسن کابلی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جب آپ معتکف تھے میں بوقت چاشت آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ کو سوتا ہوا پایا۔ مجھے خیال ہوا کہ آج آپ معمول سے زیادہ سو رہے ہیں اور ساتھ یہ بھی گمان گزرا کہ یہ غفلت کی نیند ہے اتنے میں آپ بیدار ہو گئے اور فرمایا

خواب میں وصل اس کا دیکھا ہے

خواب بہتر ہے یا کہ بیداری ۱

میں بہت شرمندہ ہوا اور آپ سے معذرت خواہ ہوا۔

○ آپ کے ایک مخلص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میری آنکھ میں درد ہوا ہر قسم کا علاج معالجہ کروایا لیکن بے سود۔ اتفاقاً ایک شخص دو لایا اور اس کی بہت تعریف کی جب میں نے وہ دوا استعمال کی تو میری رہی سہی بصارت بھی جاتی رہی اور میں اندھا ہو گیا۔ چنانچہ روز اسی حالت میں رہا۔ انہی دنوں آپ زیارت حرمین طہمین (حج) سے واپس تشریف لائے میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض حال کی آپ نے بہت افسوس کیا اور اپنا علاج دہن میری آنکھوں میں ڈال کر فرمایا۔ دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کر لو گھر جا کر کھولنا چنانچہ سب الحکم گھر جا کر جب آنکھیں کھولیں تو بالکل روشن تھیں۔

آپ کے عہد گرامی میں ناصر علی سرہندی مشہور شاعر ہوا ہے شروع شروع میں شوق کے باوجود اس کی طبیعت میں شاعری کے ساتھ صحیح مناسبت پیدا نہیں ہوتی تھی اس نے آپ کی خدمت عالیہ میں صورتحال عرض کی آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے آفتاب کا بقیہ پانی اسے نوش کرنے کے لئے دیا جسے پیتے ہی طبیعت میں آمد اور کلام میں موزونیت و شوخی پیدا ہو گئی۔ آپ کی منقبت میں کہے ہوئے چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔

ستونِ بارگاہِ شرعِ اسلام	بہ افعالِ پیغمبرِ گام بر گام
حیاتِ صدق را صدیقِ ثانی	ز نخلِ باغِ فاروقِ ارمغانی
ز علم و حلمِ فضلِ نیلِ عثمان	خمیرش کاشفِ اسرارِ قرآن
ز روئے جود و احسن و کرامت	قبائے حیدری بر قد و قامت
سریرِ معرفت را بادشاہے	بفرق از فرقِ درویشے کلاہے
علی اے بے ادب زیں حرفِ بس کن	دعا را با اجابت ہم نفس کن

تصانیف عالیہ

آپ کی تالیفات لطیفہ بالعموم اور مکتوبات شریفہ بالخصوص ادب و انشاء کا عظیم شاہکار ہیں جن میں ایجاز و اختصار کے ساتھ ساتھ بر محل اشعار کا استعمال قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہے اور ان میں علوم و معارف، حقائق و دقائق، شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے دریا بہا دیئے گئے ہیں جن کا صحیح ادراک و احساس ان کے مطالعہ و ملاحظہ سے ہی ممکن ہے آپ کے مکاتیب مقدسہ تین دفاتر پر مشتمل ہیں۔

مکتوبات معصومیہ دفتر اول کی ترتیب و تدوین آپ کے صاحبزادہ سوم مروّج الشریعہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ قدس سرہ العزیز نے فرمائی، یہ دفتر ۲۳۹ مکاتیب پر مشتمل ہے۔ دفتر دوم آپ کے صاحبزادہ پنجم حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ العزیز کے حکم سے آپ کے خلیفہ حضرت مولانا شرف الدین حسین الہروی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب و تدوین فرمایا، جس میں ۱۵۸ مکتوبات ہیں۔ جبکہ دفتر سوم آپ کے صاحبزادہ دوم قیوم ثالث حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہ العزیز کے حسب الحکم آپ کے خلیفہ حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع و تدوین کی سعادت حاصل کی اس میں ۲۵۵ مکاتیب شریفہ ہیں۔ علاوہ ازیں مکاشفات عینیہ، یواقیت الحرمین اور اذکار معصومیہ بھی آپ کی ہی مرتب فرمودہ ہیں۔

وفات حسب آیات

آپ عمر ۷۱ برس بروز شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو بعد از فراغت نماز اشراق سکرات موت کے عالم میں زبان سے کچھ پڑھتے ہوئے راہی ملک بقا ہوئے صاحبزادگان نے کان لگا کر سنا تو سورہ یاسین تلاوت کرنے کی آواز آرہی تھی مرقد انور سرہند شریف میں ہے۔

ملفوظات شریفہ

اگر گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار سے اس کا تدارک کرے۔ اگر گناہ پوشیدہ ہو تو توبہ بھی پوشیدہ کرے اور اگر گناہ علانیہ سرزد ہوا ہے تو توبہ بھی علانیہ کرے۔ نقل ہے کہ کرانا کا تین تین ساعت تک تحریر کرنے میں توقف کرتے ہیں اگر اس دوران توبہ کر لی جائے تو نامہ اعمال میں وہ گناہ نہیں لکھتے اگر جلد توبہ نصیب نہ ہو تو بہر وقت توبہ کرتا رہے۔

✽ سالک خوردونوش میں اعتدال کرے نہ اس قدر کھائے کہ طاعت میں سستی پیدا ہو اور نہ ہی اس قدر کمی کرے کہ ذکر و طاعت سے باز رہے۔ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز کا قول گرامی ہے کہ لقمہ ترکھاؤ اور عمل صالح کرو۔ اصل کام طاعت ہے جو بات اس میں معاون ہے وہ مبارک ہے اور جو اس میں مخل ہے وہ ممنوع ہے۔

✽ کسی شخص نے آپ کو لکھا کہ پیر مریدوں کے حالات کو نہ جاننا نقص ہے۔ فرمایا ہمارے طریقہ میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ ہے ایسا علم نہ پیر کے لئے ضروری ہے نہ مرید کے لئے، بلکہ اس طریقت میں استفادہ انکاسی ہے۔ خر بوزہ جو آفتاب کی حرارت سے پکتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ آفتاب کو پکانے یا خر بوزہ کو پکنے کا علم ہو۔

✽ ہرنیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیے جو شخص عذر پیش کرے اس کا عذر قبول کرے دوسروں پر اعتراض کم کرے اور نرم و ملائم طریقے سے گفتگو کرے۔ حضرت شیخ عبداللہ فرماتے ہیں کہ درویشی، نماز، روزہ اور شب بیداری میں نہیں ہے کیونکہ یہ توبندگی کے اسباب ہیں بلکہ درویشی یہ ہے کہ نہ کسی سے ناراض ہو اور نہ کسی کو ناراض کرے۔ اگر یہ دولت حاصل ہو جائے تو تو واصل ہو جائے گا۔

قیوم ثالث، حجۃ اللہ

حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ العزیز



ولادت باسعادت

آپ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز کے فرزند دوم ہیں۔ آپ ۷ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۵ء کو بروز جمعۃ المبارک حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے وصال مبارک سے چند ماہ بعد دارالارشاد سرہند شریف میں پیدا ہوئے جبکہ عمدۃ المقامات میں ماہ ذیقعد تحریر ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز کو مرض موت میں فرمایا تھا کہ ”امسال میرے وصال کے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو صاحب معارف و اسرار اور عجائب روزگار ہوگا، قرب الہی کے کمالات میں میرے برابر ہوگا اور کثیر تعداد خلقت اس سے فیض یاب ہوگی۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان گرامی کے مطابق آپ کا نام نامی محمد نقشبند، لقب شرف الدین اور کنیت ابوالقاسم رکھی گئی اور بطور شکرانہ بہت سا کھانا پکا کر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کے نام پر تقسیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ”حجۃ اللہ“ کا خطاب عطا ہوا، الہامی الفاظ یوں تھے

”انت محبوب رب العالمین و حجة اللہ فی العالمین“ بعد ازاں آپ نے دیکھا کہ ملائکہ کرام اور اولیائے امت کی ارواح مقدسہ نے آپ کو السلام علیکم یا حجة اللہ کہہ کر سر اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

تعلیم

آپ تھوڑی مدت میں ہی قرآن مجید حفظ کر کے علوم متداولہ حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ علوم درسیہ تفسیر، حدیث، فقہ اور منقولات و معقولات اپنے والد گرامی کے علاوہ اپنے عم محترم خازن الرحمہ حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ العزیز سے ایسی تحقیق و تدقیق سے پڑھے کہ حضرت خواجہ محمد سعید فرمایا کرتے تھے ”یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بلکہ پڑھانے آتے ہیں“۔

قیومیت کی بشارت

علو استعداد کی بنا پر تھوڑے عرصہ میں ہی آپ پر وہ اسرار و حقائق منکشف ہو گئے جن کی نسبت حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ یہ حیطہء درک عقل و تصویر خیال سے باہر ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں نے جب بھی بعض علوم و معارف و اسرار حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں عرض کئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ علوم و معارف جو تم بیان کرتے ہو مقطعات قرآنی کے اسرار ہیں جو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے مجھ سے خلوت میں بیان

فرمائے تھے۔ پھر دوسرے روز حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز نے اپنی قیومیت کے ۴۱ ویں برس ۱۰۷۴ھ میں آپ کو خلوت میں بلا کر ”قطب الاقطابی“ اور ”منصب قیومیت“ کی بشارت دی اور فرمایا کہ جو تاج مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرمایا تھا اب وہی تاج تمہیں عنایت ہوا ہے۔ میں عرض پرداز ہوا کہ وہ تاج طینت، اصالت، قیومیت اور محبوبیت ذاتی پر مشتمل تھا؟ فرمایا بعینہ وہی تاج ہے جو مجھے عنایت ہوا تھا اب وہی تمہیں عطا فرما دیا گیا ہے۔

مسند ارشاد پر جلوس

آپ ۱۱ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء کو مسند دعوت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ رُوئے زمین کے مختلف، خطوں سے لوگ ٹڈی دل کی طرح آپ کی خدمت فیض درجت میں بغرض نسبت و ارادت حاضر ہوتے۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ اپنی مشیخت اور درس و تدریس کو چھوڑ کر آپ کے مبارک ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ یہی اشارہ پا کر رئیس المشائخ، حضرت شیخ عبدالوہاب، حضرت شیخ فخر الدین خطیب اور ملک العلماء عرب مولانا شمس الدین ہزارہا آدمیوں کو ساتھ لے کر (جن میں تین سو عالم، حافظ اور قاری تھے) آپ کی زیارت و بیعت کے لئے سرہند شریف حاضر ہوئے۔

بادشاہ وقت کی حاضری

مجلس میں آپ کا اس قدر رُعب و دبدبہ ہوتا تھا کہ بادشاہ اور امراء کو بھی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی چنانچہ محی الاسلام والنسۃ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ایک مرتبہ آپ کے حلقہ، مراقبہ کے دوران حاضر خدمت ہوا اور ایک گوشہ میں مراقبہ ہو کر بیٹھ گیا۔ سب حاضرین مراقبہ میں اس قدر محو تھے کہ کسی نے بھی غور نہیں کیا کہ کون آیا

ہے جب آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے بادشاہ حاضر خدمت ہو کر آداب بجالایا آپ نے شفقت فرمائی۔ بادشاہ عرض گزار ہوا کہ ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس زمانہ میں بھی اس کا ایسا بندہ موجود ہے کہ مجھ جیسا بادشاہ، جس کے ڈر سے ایران، توران اور روم وغیرہ کے بادشاہ بھی حواس باختہ ہو جاتے ہیں، جب اس بندہ خدا کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے تو میرے نوکر چاکر تک بھی اس شیخ کی تعظیم کے پیش نظر میرے آداب و تواضع نہیں بجالاتے بلکہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کون شخص آیا ہے“ بعد ازاں آپ سوار ہوئے تو بادشاہ احتراماً پیادہ آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ اس وقت صرف آپ ہی سوار تھے باقی سب پیدل چل رہے تھے۔

صوفی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا عالمگیر جیسا بادشاہ جس کا ثانی دنیا بھر میں نہیں ہے اس وقت آپ کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہا ہے آپ کے دل مبارک میں بھی یہ خیال ضرور آیا ہوگا یہ خیال آتے ہی آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

”عبدالوہاب اگر عالمگیر جیسے لاکھوں بادشاہ میرے ساتھ پیدل چلیں تو بھی میرے دل میں کوئی خیال نہیں آئے گا“ میں نے عرض کیا واقعی آپ کی ذات ستودہ صفات ایسی ہی ہے۔ دریں اثناء بادشاہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں آداب و نیاز اور تواضع کیوں کرتا ہوں آپ نے دریافت فرمایا کیوں کرتے ہو عرض کیا میں بادشاہ ہوں اور آنجناب درویش، جبکہ قیامت کے روز معاملہ برعکس ہوگا آپ بادشاہوں کے ساتھ ہونگے اور میں گناہگاروں کے گروہ میں کھڑا ہوں گا اس وقت میرا بھی خیال رکھنا۔ آپ نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں گناہگاروں میں نہیں رہنے دے گا اور تم کو ضرور بخش دے گا۔

زیارت حرمین شریفین

قبولیت کے نویں برس جب آپ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا تو اعلان کر دیا کہ جو شخص چاہے ہمارے ساتھ حج پر چلے اور زادِ سفر کی کوئی فکر نہ کرے چنانچہ جب آپ شوال ۱۱۰۷ھ میں حجاز مقدس کی طرف روانہ ہوئے تو ۲۵ ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے اور ساحل سمندر پر پہنچنے تک آپ کے ہمراہیوں کی تعداد ۲۷ ہزار ہو چکی تھی جن میں ۲ ہزار علماء و مشائخ تھے ان دو ہزار میں سے ۳ سو حضرات ایسے تھے جن کے ہزاروں مرید صاحب باطن اور شاگرد تھے جن میں ۲ سو حضرات خواجه معصوم قدس سرہ العزیز کے خلفاء تھے۔ حضرت خواجه کا بحری جہاز ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے دو ماہ میں یمن کی بندرگاہ مُخَہ پر پہنچا جب اہل یمن کو آپ کے قدوم میمنت لزوم کے ورود کی اطلاع ملی تو وہ تمام آپ کی زیارت و استقبال کیلئے حاضر ہوئے اور مرید و غلام ہو گئے والہی مُخَہ کو خدمت گاری اور مہمانداری کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعد ازاں جب اہل عرب کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو تمام وضع و شریف علماء و مشائخ بلکہ شریف مکہ بھی آپ کے دیدار فیض آثار کیلئے آئے۔

جب آپ بارگاہ رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰات میں بہ ہزار ذوق و اشتیاق اور بعد ادب و نیاز "نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا" کے مصداق حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت فضل و کرم فرماتے ہوئے عنایات خاصہ اور تشریفات مخصوصہ سے نوازا کہ اَلتَّ فخر اُمَّتِنِ (تم میری امت کا فخر ہو) سے ممتاز فرمایا۔ آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر احسان و انعام میں مستغرق حالت مراقبہ میں ان کلمات سے عرض کناں تھے

أَقْدَيْتُ نَفْسِي وَرُوحِي وَأَوْلَادِي عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

یا رسول اللہ! میرا نفس، میری روح اور میری اولاد آپ پر قربان ہوں۔
 اگرچہ آپ نے بیاس ادب بیعت کا سلسلہ منقطع فرمادیا تھا مگر حضور اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم کی اجازت و عنایت سے ہزاروں لوگ آپ سے مستفیض ہوئے یہاں تک
 کہ شیخ الاسلام مدینہ اور شیخ العرب بھی اپنے ہزاروں علماء و طلباء اور فقراء، سمیت حاضر
 ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔ پچیس روز تک آپ کو مدینہ طیبہ میں حاضر رہنے کا شرف ملا۔

برزنجی کا عبرت ناک انجام

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی تعلیمات پر آپ کے حین حیات ہی میں
 معاندین کے اعتراضات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جن کے مسکت جوابات خود حضرت
 امام ربانی قدس سرہ العزیز، آپ کے صاحبزادگان والا شان اور خلفائے کرام تحریر و
 تقریر کے ذریعے دیتے رہے۔ اگرچہ وقتی طور پر فتنہ دب جاتا مگر دین ملائی سبیل اللہ
 فساد کے مصداق حاسدین نے اپنے خبث باطن کی بناء پر حضرت قیوم ثالث قدس سرہ
 العزیز کی مسند نشینی کے دوران ایک مرتبہ پھر طوفان بدتمیزی برپا کر دیا اور بادشاہ وقت کو
 مکتوبات شریفہ کی اشاعت و تعلیم و تدریس پر پابندی عائد کرنے کی درخواست کی جن
 میں عبداللہ خویشگی قصوری اور برزنجی رافضی (از علمائے عرب) پیش پیش تھے۔ جب
 برزنجی کو معاندین نے ہندوستان آنے کی دعوت دی تو وہ تقریباً تین سو شاگردوں سمیت
 جہاز میں سوار ہو کر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ ادھر جب آپ کو اس کی آمد کی اطلاع ملی تو
 آپ نے برہم ہو کر فرمایا ”اللہ تعالیٰ اسے ہندوستان پہنچنے کی مہلت نہیں دے گا وہ جلد
 ہی غضب پروردگار میں غرق ہوگا“۔ یہ خبر لوگوں میں عام پھیل گئی۔ آپ کے مرید کہتے
 تھے کہ اگر برزنجی ہلاک ہو گیا تو یہ آپ کا عین تصرف ہوگا اور آپ کی بزرگی روز روشن کی
 مانند واضح ہو جائے گی۔ برزنجی کا جہاز جب بندرگاہ ”سورت“ کے قریب پہنچا تو وہ اور

اس کے شاگرد جب فتح و نصرت کے لئے دست بدعا ہوئے ابھی دُعا میں مشغول تھے کہ بادِ مخالف نے اُٹھ کر جہاز کے پر نچے اڑا دیئے یوں اللہ تعالیٰ نے برزنجی کو غرق کر کے بندوستانی معاندین کو بھی ذلیل و رسوا کر دیا اور ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اس دور میں مخالفین کی تردید میں تقریباً ۳۶۰ کتابیں لکھی گئیں جن میں ۷۲ رسائل خانوادہ مجددیہ کے تحریر فرمودہ تھے۔

کرامت ولایت کی شرط نہیں

حضرت مولانا عابد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں مجھے خیال آیا کہ مرشد کو اس قدر کشف ضرور ہونا چاہیے کہ سالک کے بعض خطرات سے واقف ہو کر ان کا دفعیہ کر سکے۔ آپ قدس سرہ العزیز نے اسی وقت مجھے مخاطب کر کے فرمایا، محمد عابد سنو!

اولیاء اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں انہیں علم غیب کا جاننا اور ان سے کرامات کا ظاہر ہونا واجب نہیں اور ان امور کے نہ ہونے سے ان کے کمال میں نقص لازم نہیں آتا حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو افضل البشر بعد الانبیاء ہیں میں اس قدر کرامات نہ تھیں جتنی ایک ولی اللہ میں ہوتی ہیں۔

قلعہ گولکنڈہ کی فتح

جب سلطان الہند اورنگزیب عالمگیر نے آپ قدس سرہ کے حضور حاضر ہو کر فتح حیدرآباد، دکن کی استمداد کی کیونکہ بادشاہ کو متواتر خبریں پہنچ رہی تھیں کہ حیدرآباد میں خلفائے ثلاثہ، حضرت عائشہ صدیقہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اعلانیہ سب و شتم کیا جاتا ہے وہاں کا بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ عیش و عشرت کا دلدادہ اور شراب و نشاط میں غرق رہتا

اور شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ رعیت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ لیکن مظلوموں کی داد رسی کرنے والا کوئی نہیں۔ حضرت قیوم ثالث قدس سرہ العزیز بادشاہ کی عرض و نیاز سماعت فرما کر خلوت کدہ میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے آپ کے مبارک ہاتھ میں ایک تحریر کردہ قرطاس تھا جو آپ نے بادشاہ کو تھما دیا جس میں تحریر تھا کہ حیدرآباد کا یہ قلعہ تیسرے روز صبح کے وقت فتح ہوگا اور دن چڑھے قلعے کی چابیاں تمہارے ہاتھ آئیں گی۔ چنانچہ ناقابل تخیر قلعہ گولکنڈہ آپ قدس سرہ العزیز کی دُعاؤں اور تصرف سے فتح ہو گیا۔ یونہی بیجا پور اور قلعہ ستارہ بھی محض تائید ایزدی سے آپ کی توجہات و تصرفات سے فتح ہو گئے۔ (والحمد للہ علیٰ ذالک)

معاصرین

خانوادہ مجددیہ اور آپ کے خلفاء کے علاوہ حضرت سید حسن دہلوی درسی کتب ”سلم العلوم“ اور ”مسلم الثبوت“ کے مصنف حضرت علامہ محبت اللہ بہاری، مرزا بیدل اور غنیمت جیسے بیسیوں مشائخ، علماء اور شعراء بھی آپ کے نیاز مند اور ہم عصر تھے۔

باقیات صالحات

آپ کی اولاد امجاد میں حضرات شیخ ابوالعلی، شیخ محمد عمر، شیخ محمد کاظم، خواجہ عبدالرحیم، خواجہ عبدالرحمن، میر عبداللہ چھ صاحبزادے اور امت الکریم اور امت القیوم دو صاحبزادیاں تھیں جو علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے۔

وفات حسرت آیات

آپ پر مدت سے عوارضات کا غلبہ رہتا تھا خاص کر خفقان اور پاؤں میں درد شدید ہو گئے تھے کہ ایک کا علاج دوسرے کی مضرت کا باعث ہوتا تھا۔ ایک روز بعد نماز

جمعہ حضرت قیوم ثانی قدس سرہ العزیز کے روضہ منورہ میں احباب کو فرمایا مجھے الہام ہوا ہے کہ تمہاری عمر اسی سال سے متجاوز ہوگئی ہے اور یہ اس اُمت کی اوسط عمر ہے اگر مزید عمر چاہتے ہو تو دُنیا میں رہو ورنہ ہمارے پاس آ جاؤ..... سو میں نے لقائے پروردگار کو اختیار کیا ہے، تم سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کی پیروی کرتے رہنا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے طریقہ پر پوری طرح پابند رہنا تا کہ تمہاری فلاح و نجات ہو اور منصب قیومیت کے تمام کمالات اس پوتے محمد زبیر (قدس سرہ العزیز) کو حاصل ہوئے ہیں تم اس کی اطاعت کرنا۔

آپ پر بروز جمعرات امراض و ضعف کا حد سے زیادہ غلبہ ہو گیا کہ لحظہ بہ لحظہ بے ہوش ہوتے جاتے تھے گو سانس میں تیزی آ گئی تھی لیکن نہایت وقار سے اُوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ شب جمعہ کو نماز تہجد کے بعد حصن حصین سے بعض دُعائیں سورۃ یسین چند بار فاتحہ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے، ۲۹ محرم الحرام ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۲ء کو ۳۵ برس مسند قیومیت و ارشاد پر فائز المرام رہ کر جان شیریں، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (إنا لله وانا إليه راجعون) مزار پُر انوار سرہند شریف میں ہے جس پر نہایت عالیشان خوبصورت قبہ بنا ہوا ہے۔ ۱

۱۔ روضۃ القیومہ رکن سوم، انوار معصومیہ، تاریخ مشائخ نقشبند، انوار الکریم، جواہر نقشبندیہ، سیرت

طالب، تذکرہ مشائخ امینیہ قاسمی

قیوم رابع

حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کی ولادت ۵ ذیقعد ۱۰۹۳ھ بروز پیر سرہند شریف میں ہوئی۔ ہدایت نبی علی صاحبہا الصلوٰت کے مطابق آپ کا اسم گرامی محمد زبیر کنیت ابو البرکات اور لقب شمس الدین رکھا گیا۔ آپ قیوم ثالث حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ العزیز کے پوتے اور جانشین ہیں آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہ العزیز تک یوں پہنچتا ہے خواجہ محمد زبیر بن خواجہ ابو العلی بن خواجہ محمد نقشبند ثانی بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم۔

آپ نے عام بچوں کی طرح کبھی ستر یا بدن مبارک بول و براز سے ملوث نہ کیا، برہنہ رہنے سے طبعاً متنفر تھے۔ آپ نے کبھی دایہ سے خود بخود دودھ نہ مانگا اور نہ ہی بچوں کی طرح روتے۔

آپ کھیل کود میں مصروف نہ ہوئے اگر ہم عمر بچے آپ کو کھیل کود کی طرف



مزار اقدس خلیفۃ اللہ قیوم رابع حضرت خواجہ محمد زبیر سہندی قدس سرہ

رغبت دلاتے تو آپ ہرگز کھیل کی طرف مائل نہ ہوتے اور نہ ہی خواہش کرتے بلکہ زبان مبارک سے فرماتے کہ پیری مریدی میں صرف کرنا خوش وقتی ہے اپنے دادا محترم حضرت قیوم ثالث کی طرح لوگوں کو توجہات قدسیہ سے نوازتے اور بشارت سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔

محیط فیض زیبا گوہرے آمد پدید
بر سپہر شرع روشن اخترے آمد پدید

تعلیم و تربیت

جب آپ کی عمر مبارک چار برس چار ماہ ہوئی تو آپ کو ایک سعادت مند ادیب اور طالع مندا تالیق کے سپرد کیا گیا اور اصلاح طبع کے لئے کئی خرد پرور اور سخن ورد دانشور مقرر کئے گئے کہ آپ اپنا وقت تکمیل علوم اور تحصیل فضائل میں صرف کریں..... چنانچہ آپ نے اپنی ادائے کریمانہ اور قدوم میمنت لزوم سے استاد یگانہ کی نگاہوں میں گھر کر لیا۔

دلستان از قدومش شد گلستاں

کہ یابد این چنین حولی استاں

دوران بچپن آپ پر بعض اوقات ایسے قوی احوال و واردات طاری ہوتے جو طبع مبارک کو متغیر کرتے کہ آپ بے خود ہو جاتے اگر کوئی ان کیفیات کی بابت دریافت کرتا تو آپ مطلع نہ فرماتے۔

ہر کسے را سر حق آموختند

مہر کردند و دہانش و خند

ان احوال و عوارف کے متعلق آپ کے جد کریم قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ یہ مناصب احمدیہ کے دینہ اور کمالات معصومیہ کے خزینہ کے خفیہ اسرار ہیں جو

مبارک وقت میں جلوہ گر ہوتے رہتے ہیں۔

سات برس کی عمر میں ہی شائستگی حال، آرائگی مقال، اوضاع کریمانہ اور اطوار بزرگانہ آپ کی جبین سعادت سے ہویدا ہو گئے تھے۔

ابھی آپ کی عمر تیرہ برس ہوئی کہ والد گرامی حضرت شیخ ابوالعلی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اس لئے آپ کی ظاہری و باطنی پرورش آپ کے جدا مجد قدس سرہ العزیز نے ہی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ کم سنی میں ہی آپ پر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔

زیارت حرمین طیبین

حضرت قیوم ثالث قدس سرہ العزیز اپنے پوتے قیوم چہارم حضرت خواجه محمد زبیر قدس سرہ العزیز کو ہمراہ لے کر حجاز مقدس روانہ ہوئے۔ جہاں حضرت خواجه محمد معصوم کے خلیفہ اجل حضرت شیخ مراد شامی (جو ملک شام کے سب سے بڑے شیخ تھے) نے اپنے صاحبزادے شیخ محمد شامی کو حضرت خواجه محمد زبیر کے مرید کروایا اور حضرت قیوم ثالث قدس سرہ العزیز نے ان کی باطنی تربیت فرما کر خلافت عنایت فرمائی جو بے شمار لوگوں کی رشد و ہدایت کا باعث ہوئے۔ ان کی خانقاہ کا سالانہ خرچہ تین لاکھ دینار ہوتا سلطان روم بھی انہیں کا مرید تھا۔

خلعت قیومیت

قیوم اول حضرت سیدنا مجد الف ثانی قدس سرہ العزیز کو جس برس ”تجدید الف ثانی“ کا منصب عظیم عطا ہوا تھا اس کے پورے سو برس بعد 1111ھ میں حضرت قیوم ثالث نے جہاں دیدہ سلطان اورنگ زیب کے لشکر شاہی میں آپ کو اپنا نائب مناب بنا کر قطب الاقطابی اور خلعت قیومیت پہنا کر اپنا جانشین مقرر فرما دیا اور اپنے تمام خلفاء اور مریدوں کی تربیت آپ کے سپرد فرمادی۔ (اسی سال 11 رمضان المبارک

۱۱۱۱ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت فجر حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (سلطان آپ کی حیرت انگیز ذکاوت طبع اور فہم و فراست دیکھ کر کہتا تھا کہ جو بزرگی و فراست اس خوردسال بچے میں ہے کسی سال خوردہ میں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

جب ۱۱۱۲ھ کو حضرت قیوم ثالث کا وصال ہو گیا تو یکم صفر المظفر ۱۱۱۲ھ بروز ہفتہ آپ مسند قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے (اسی برس ۲ شوال ۱۱۱۲ھ کو بروز بدھ بوقت طلوع آفتاب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز متولد ہوئے۔)

نادر شاہ

سلطان الہند اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغل شہزادوں میں تخت نشینی کی خاطر خانہ جنگیوں اور انکی عیاشیوں نے عظیم اسلامی سلطنت کی نظریاتی بنیادوں اور جغرافیائی سرحدوں کو بلا کر رکھ دیا تھا شہزادہ معظم (بہادر شاہ) کو آپ نے تخت و تاج کی خوشخبری سنا کر اقتدار کی کشمکش میں سہارا دیا تھا لیکن وہ تخت نشینی کے بعد آپ کے احسانات و عنایات کو نظر انداز کر کے ایسا بد اعتقاد اور عیش پرست ہو گیا کہ اس نے سلطنت مغلیہ کو تباہ و برباد کر کے اسلامی تہذیب و تمدن کو بھی بگاڑ کے رکھ دیا شہنشاہ فرخ سیر گو آپ کا نیاز مند تھا مگر ہندو راجاؤں اور سادات بارہہ (جو برائے نام مسلمان اور مسلک شیعہ تھے) اب نوشی اور قمار بازی ان کا شیوہ تھا) کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا کہ اس نے غیر مسلموں سے جزیہ موقوف کر دیا تھا۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں آپ نے مغل شہزادوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تھا ”عیاشیوں اور برے کردار سے باز آ جاؤ ورنہ تم پر ایسی بلا نازل ہوگی جو آج تک نازل نہ ہوئی تھی“

لیکن یہ اغتباہ بھی ان عیش کوش حکمرانوں کو راہ راست پر نہ لائے گا انہی وجوہات کی بنا پر مغل حکمران خانوادہ مجددیہ کی نظر التفات اور خصوصی توجہات سے محروم ہو گئے بالآخر ہندوستان کے حکمران محمد شاہ کی عیاشیوں اور بدکرداریوں سے جنگ آ کر امرائے سلطنت نے نادر شاہ کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دیتے رہے عذاب الہی جوش میں آیا اور نادر شاہ قیامت بن کر ہندوستان پر ٹوٹ پڑا۔

ع شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

چنانچہ نادر شاہ دریائے سندھ عبور کر کے لوگوں کو قتل عام کرتا، بستیوں کو گراتا اور باغات و جنگلات کو جلاتا ہوا دہلی پر قابض ہو گیا چونکہ مغل حکمران اور توراتی خاندان حضرات مجددیہ کے مرید چلے آ رہے تھے اور توراتیوں اور ایرانیوں کی قدیم عداوت بھی چلی آ رہی تھی نیز حضرات مجددیہ اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال پر سختی سے کار بند تھے اس لئے وہ دینی اقدار کی تربیت و حمایت اور اسلامی انقلاب کی حمیت کو اجاگر کرنے میں ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے تھے۔ اس لئے نادر شاہ نے دارالارشاد سرہند شریف کو نیست و نابود کرنے کا حکم دے دیا۔ دریں اثناء ایک روز نادر شاہ تخت پر سوناہی چاہتا تھا کہ ایک نورانی شکل، سفید ریش، کندھے پر مصلیٰ ڈالے، ہاتھ میں عصائے ہوئے کھڑے کہہ رہے ہیں کہ نادر شاہ! اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو سرہند کو تکلیف نہ پہنچانا بلکہ اس پاک شہر کی عزت کرنا اور اس کے مشائخ کو راضی رکھنا۔ ورنہ اسکی بلا نازل ہوگی کہ اس سے تو نہ بچ سکے گا اور نہ تیرا لشکر یہ تین مرتبہ تاکید فرما کر وہ سفید ریش بزرگ غائب ہو گئے نادر شاہ یہ باتیں سن کر گھبرایا اور پاسبانوں کو بلا کر ڈانٹنے لگا کہ اس شخص کو تم نے ایسے وقت میں اندر کیوں آنے دیا انہیں سزا دینا چاہئے تھی تو پاسبانوں نے حلفاً کہا کہ ہم نے ایسا کوئی شخص گزرنے نہیں دیا۔ نادر سمجھ گیا کہ یہ مرد غیب ہے اور اپنے خیال و پروگرام سے توبہ کی اور سرہند شریف کو دارالامان قرار دے دیا وہ سفید

ریش نورانی صورت بزرگ خود حضرت خواجہ زبیر قدس سرہ العزیز تھے کہ جنہوں نے باطنی تصرف سے اپنے وطن مالوف کو تاخت و تاراج ہونے سے بچالیا یونہی نادر شاہ ہندوستان سے آپ کی توجہات و تصرفات کی بدولت ایران واپس لوٹ گیا اور تخت طاؤس (جسے شاہجہان نے دس کروڑ کی لاگت سے بنوایا تھا) اور دیگر قیمتی اشیاء بھی ساتھ لے گئے۔

معمولاتِ مبارکہ

آپ تابع سنت اور کثیر العبادت تھے نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ سورہ یس پڑھا کرتے نماز ظہر سے قبل ختم خواجگان نقشبندیہ اور ختم مجددیہ اصحاب کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتے۔ نماز عصر کے بعد مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات امام ربانی کا درس ارشاد فرماتے۔ ۲۴ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ ۵ ہزار مرتبہ اسم ذات دن کو اور ۵ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اور ہزار مرتبہ درود شریف رات کو آپ کا دائمی وظیفہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد صلوٰۃ اوابین میں دس پارے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔

آپ کا حلقہ مریدین بہت وسیع تھا زمانے کے بڑے بڑے علماء و امراء آپ کے معتقد تھے۔ جنہیں آپ توجہات قدسیہ سے نوازتے اور ان کی روحانی تربیت فرماتے تھے۔ آپ جب کبھی عیادت مریض یا مجلس وعظ میں شمولیت کے لئے دولت کدہ سے باہر تشریف لاتے تو شاہی امراء اپنے دو شالے اور پگڑیاں متبرک بنانے کے لئے فرش راہ کرتے تاکہ آپ کے قدم مبارک زمین پر نہ پڑیں۔

علوم مرتبہ

آپ ایک مرتبہ کسی تقریب میں شرکت کے لئے جامع مسجد کے قریب سے گذرے سواری کے ساتھ بے شمار ارادت مندوں کا جم غفیر تھا حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ

علیہ نے مسجد سے آپ کی سواری کی رونق دیکھ کر اپنی کملی اتار کر پھینکتے ہوئے فرمایا
 ”اسے جلا دو“ خدام نے جب سبب دریافت کیا تو فرمایا

اس بزرگ کی سواری میں اس قدر نور ہے اس کا ایک شمعہ بھی میں نے اپنی کملی
 میں نہیں دیکھا حالانکہ میں برس سے اس کملی میں ریاضت کر رہا ہوں کسی نے عرض کیا
 کہ یہ حضرت خواجه محمد زبیر ہیں۔ فرمایا الحمد للہ! یہ تو ہمارے پیر زادہ ہیں ہماری آبرورہ
 گئی۔ (واضح رہے کہ حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجه محمد سعید بن حضرت امام
 ربانی کے صاحبزادے حضرت خواجه عبدالاحد کے مرید تھے آپ کا سن وصال ۱۱۵۲ھ
 ہے مرقد انور دہلی میں ہے)۔

القائے نسبت

ایک شخص آپ کی خدمت بابرکت میں عرض گزار ہوا کہ خاندان مجددیہ رضی اللہ
 عنہم کی نسبت مجھے ایک توجہ میں عنایت فرمادیں آپ نے ارشاد فرمایا یہ معمول نہیں ہے
 اگر نسبت ایک ہی توجہ میں دی جائے تو اس کا تحمل حوصلہ بشریت سے باہر ہے مگر وہ شخص
 اپنے سوال پر مصر رہا اور مزید الحاج وزاری سے عرض کرنے لگا ناچار آپ نے تمام
 نسبت ایک ہی توجہ میں یکبارگی القاء فرمادی مگر وہ شخص تاب نہ لاسکا اور شہید عشق ہو گیا۔

وفات حسرت آیات

۳۸ برس مسند قومیت پر رونق افروز رہ کر ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ / ۱۷۴۰ء بمصر ۵۹ برس
 بروز بدھ بوقت اشراق آپ دہلی میں دارفانی سے رخصت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون
 مرقد انور سرہند شریف میں ہے

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
 حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

حافظِ حدیث رسول ثقلین

حضرت خواجہ قطب الدین حیدر بخاری قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم مبارک شاہ قطب الدین عرف محمد اشرف اور لقب حیدر حسین ہے۔ آپ کی نشوونما اور تعلیم و تربیت نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ آپ بخاری سید تھے۔ نسب نامہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے آبائی وطن ماوراء النہر ہے۔

علمی مقام

مختلف اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، منقولات اور معقولات میں یدِ طولیٰ اور مہارتِ تامہ حاصل کی آپ ایک عالمِ باعمل اور فاضل بے بدل تھے کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے تفسیر اور حدیث کی تدریس و تعلیم بھی فرمایا کرتے تھے اور بہت سی کتب کی شروح و حواشی بھی لکھے۔

باطنی انتساب

ذوق طریقت اور شوق نسبت آپ کو سرہند شریف میں قیوم رابع حضرت خواجہ محمد زبیر فاروقی قدس سرہ کی خدمت فیض درجت میں لے آیا۔ شرف بیعت اور حصول نسبت کے بعد پندرہ برس اپنے مرشد و مربی کی صحبت و ملازمت میں رہے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ شریعت و طریقت اور زہد و تقویٰ میں منفرد اور ممتاز تھے۔ اپنے پیر روشن ضمیر کے انتقال پر ملال (۱۱۵۲ھ) کے بعد مسند مشیخت پر متمکن ہوئے اور بیس برس تک سرہند شریف میں تشنگان طریقت اور طالبان معرفت کو رشد و ہدایت سے نوازتے رہے۔ دریں اثناء ایک صاحبزادہ صاحب سے کسی بات پر عناد ناحق شروع ہو گیا جو طوالت پکڑ گیا اور بالآخر آپ سرہند شریف کو مجبوراً خیر باد کہہ کر حضرت دہلی میں عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ احراری قدس سرہ کے آستانہ پر کچھ عرصہ قیام پذیر رہے یوں آپ کی غیرت و رنجیدگی سے سرہند میں چھ برس تک لرزہ و زلزلہ رہا اور وہ تباہ و فنا ہو گیا۔ اس لئے آپ کو فانی سرہند (غارت گر سرہند) کہتے ہیں امام رفیع الدین فاروقی قدس سرہ العزیز کو بانی سرہند کہا جاتا ہے۔

زیارت حرمین

۱۱۷۳ھ میں آپ حضرت حافظ جمال اللہ قدس سرہ کو اپنا جانشین مقرر فرما کر عازم حرمین طیبین ہو گئے جذب و اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ قدم قدم پر درود و سلام کا بدیہ پیش کرتے اور ہر فرسنگ (تقریباً پانچ کلومیٹر) پر دو گانہ نماز ادا کرتے تھے۔ دوران سفر طرح طرح کے عجائبات و کرامات ملاحظہ میں آئے۔ مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر نماز شکرانہ ادا کر کے برہنہ پاشہر طیبہ میں داخل ہوئے اور دیوانہ وار درود یوار کو چومتے

ہوئے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور بارگاہ رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰات میں بزبان حال عرض گزار ہوئے کہ اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں ہی جان دے دوں گا حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا۔

با دو قبلہ در رہ تو حید نتواں رفت راست

یا رضائے دوست باید یا ہوائے خویشتن

ترجمہ: رہ تو حید میں دو قبلوں سے چلنا روا نہیں۔ یا تو رضائے دوست چاہئے یا اپنی مرضی کرنی چاہئے۔

ارباب مکاشفہ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ہوئی کہ قطب الدین میرا فرزند اور مہمان ہے اس سے باطنی فیوض و برکات حاصل کرو۔ چنانچہ بہت سے لوگ آپ کی خدمت بابرکت میں بغایت نیاز و احترام حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے اور دارین کی نعمتوں سے سرفراز اور حصول مراد کو پہنچے یوں مدینہ منورہ میں آپ کی بدولت طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت ہوئی آپ مدینہ منورہ میں ہندالولی کے لقب سے مشہور تھے۔

وفات حسرت آیات

آپ کا سال ۱۱۸۰ھ / ۱۷۶۶ء کو حسبی اللہ و نعم السور کیل کا ورہ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ میں ہوا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی جالی مبارک سے ایک دستار برآمد ہوئی اور ارشاد ہوا کہ میرے فرزند قطب الدین کو اتنی کانفرن دو، چنانچہ وہ دستار فیض آثار آپ کی تکفین کیلئے کافی ہوئی آپ قدوۃ الاقطاب حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ اور حضرت خواجہ سید آدم بنوری

قدس سرہ کے مزارات کے قریب نواسہ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے شمال مغربی گوشہ میں جنت البقیع میں مدفون ہوئے، خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قبہ مبارکہ کا پانی آپ کی مرقد انور پر گرتا تھا لیکن سعودی حکومت نے تمام قبے مسمار کر دیئے ہیں۔ !

قطب عالم

حضرت خواجہ سید محمد جمال اللہ قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا نام نامی سید محمد جمال اللہ اور والد ماجد کا اسم گرامی سید سلطان شاہ معروف بہ سید محمد درویش تھا۔ آپ ۱۱۲۷ھ بمطابق ۲۸ نومبر ۱۷۱۴ء گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا آبائی وطن بخارہ ہے، آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی وساطت سے مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ عالم بچپن میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خواب میں اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز آپ کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچپن سے ہی آپ پر بے خودی اور جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

تحصیل تعلیم

آپ نے حفظ قرآن کے بعد علوم ظاہری حاصل کیے اور مکمل عسکری تربیت حاصل کی۔ ایک روز استاذ گرامی نے فرمایا شاہ صاحب تمہاری امانت ملک ہندوستان میں ہے اسے حاصل کرو، ایک جہاں تم سے فیضیاب ہوگا۔ چنانچہ سیر و افسی الارض کے بموجب سیر و سیاحت کرتے ہوئے دہلی تشریف لائے اور وہاں سلسلہ نقشبندیہ کے ایک درویش صفت تبحر عالم دین سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل فرمائی اور علوم متداولہ میں ید طولیٰ اور مہارت تامہ حاصل کی۔

بیعت و ریاضت

علوم درسیہ کی تحصیل کے بعد آپ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ تلاوت قرآن بڑی خوش الحانی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی زیارت و تلاوت میں اس قدر محو ہوتے کہ روزانہ دو قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کے استاذ محترم حضرت خواجہ قطب الدین حیدر قدس سرہ العزیز کے مرید خاص تھے اس لئے آپ ان سے غائبانہ مانوس ہو چکے تھے۔ ایک شب حسب معمول تلاوت قرآن حکیم کر رہے تھے کہ ہاتھ غیب سے ندا آئی ”اے جمال اللہ! اگرچہ تلاوت قرآن بہت بڑی عبادت ہے مگر عبادت میں لذت و سرور کسی شیخ کامل کی بیعت سے دو بالا ہو جائے گا۔“ ندائے نبی سنتے ہی آپ کی حالت دگرگوں ہوئی چنانچہ افقاں و خیزاں استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا خدا را مجھے جلد اپنے پیرومرشد کی خدمت اقدس میں لے چلیں۔ استاذ گرامی نے فرمایا کہ اب رات کا وقت ہے انشاء اللہ العزیز صبح چلیں گے۔ یہ سن کر آپ کی طبیعت میں مزید اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی اور رات گزارنا مشکل ہو گئی۔

صبح ہوتے ہی استاذ مکرم کے ہمراہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ احراری قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے کیونکہ حضرت خواجہ قطب الدین حیدر قدس سرہ العزیز ان دنوں وہیں گوشہ نشین تھے۔

خرقہ خلافت

شرف بیعت اور حصول نسبت کے بعد ہر کسی کو خیر باد کہہ کر مرشد و مربی کی خدمت فیض درجت میں رہنا شروع کر دیا اور بارہ برس شیخ کی صحبت کیمیا اثر میں رہے۔ چونکہ مرشد گرامی کو بھی آپ کو جدائی گوارا نہ تھی، اس لیے حج کے موقع پر زیارت حرمین طیبین کے لیے جاتے ہوئے حافظ صاحب قدس سرہ العزیز کو بھی ہمراہ لے گئے۔

جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ قطب الدین حیدر، جمال جہاں آراء سے مشرف ہوئے تو حکم ملا کہ حافظ صاحب کو خرقہ خلافت پہنا کر بندوستان واپس بھیج دو وہاں ہزاروں لوگ ان سے مستفیض ہوئے۔

وطن واپسی

مدینہ منورہ سے واپس تشریف لاکر آپ تین برس تک سرہند شریف میں قیام پذیر رہے اور حضرات مجددیہ رضی اللہ عنہم کے فیوض و برکات سے حظ وافر حاصل کیا۔ بعد ازیں منٹھنے آباد شریف معروف رام پور میں نواب فیض اللہ خان کی فوج میں بحیثیت ملازم اپنے جذب و فخر و چمپائے رکھا مگر

نہیں پہچانتا ہے اکبر پھول پتیوں میں نہاں ہو کر

عالم جذب و فتنی میں ایک روز رام پور کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک پراثر آواز کی سماعت نے آتش عشق کو دو آتشہ کر دیا اور اللہ، اللہ و نعرہ لگاتے ہوئے دولت

خانہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس حالت میں جو جاندار آپ کے سامنے آتا وہ مست و بے خود ہو جاتا بلکہ بعض تو مرغِ بکمل کی طرح خاک پر لوٹتے تھے۔ یہ واقعہ بنگلہ کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گیا اور ہر سو آپ کی شہرت ہوئی اور خلقِ شیعہ خدمت ہو کر آپ سے مستفید ہونے لگی۔

معمولات

آپ کا قلب اطہر عرفان الہی اور عشقِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰات سے معمور و مخمور تھا۔ شریعت و سنت کا خصوصی التزام فرماتے اور اذکار و اوراد کی کثرت آپ کا معمول تھا۔ خوش اخلاقی اور جو دو سخا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ کا لنگر شاہی ہونے کی وجہ سے سینکڑوں لوگ کھانا کھاتے تھے۔ کوئی ساکھل آپ کے در سے خالی نہیں جاتا تھا۔ آپ بذاتِ خود سائلوں کے منتظر رہتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے کہ آپ کی دعا و توجہ کی برکت سے لوگوں کی مصیبتیں دور اور مشکلیں کا فور ہو جاتی تھیں۔ چہرہ انور نہایت نورانی اور نگاہ اس قدر پرتا شیر تھی کہ جو بھی آپ کو ایک دفعہ دیکھ لیتا فریفتہ و سروریدہ ہو کر عمر بھر کے لئے آپ کا غلام بے دام بن جاتا تھا۔

مسند دعوت و ارشاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات ستودہ صفات میں اس قدر جذب و کشش رکھی تھی کہ عامۃ الناس کے علاوہ امرائے مملکت اور رؤسائے سلطنت بھی آپ کے معتقد تھے۔ چنانچہ نواب فیض اللہ خان والی رام پور اور حافظ رحمت خان والی روهیلہ سمند بھی آپ کے دلدادہ تھے۔ حافظ رحمت خان کی بیٹی خدیجہ خاتون بھی آپ کی مرید تھی۔ خواجہ سید محمد عیسیٰ (چودھوان شریف)، خواجہ سید محی الدین تیراہی، خواجہ سید امان تیراہی، خواجہ

شہزادہ درگاہی غزنوی، خواجہ ملا شیر خان تیرانی، خواجہ وارث خان بخاری، خواجہ ملا فدا
 اقصیٰ، درمیوں، سیف مراد، سنبھلی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے جمیل القدر خلفائے آپ
 سے فیوضِ درگاہت حاصل کئے۔ چنانچہ تاجرت مجرد رہے نکاح نہیں فرمایا اس لئے
 خلفائے اہل بیت پرین کی آپ کی بہ قیادت کس سے تھے۔ مظہر انوار خفئی و جلی حضرت
 شہزادہ علی رسول قدس سرہ و حضرت زین العابدین آپ کی ملاقات کے لئے مولانا سرہ میں رام پور
 تشریف لے کر آئے اور انہوں نے کہ میں آپ کی محبت اور حرارت عقیدت کی صلب میں آپ کے
 پانچ بیٹوں کو آپ کے شہداء حسبِ اولاد پڑھانے فرمایا تھا۔

جمیل ارشاد کی نادر مثال

چنانچہ آپ کو یہ نسبت اور شکار کا بہت شوق تھا اس لئے ایک مرتبہ اپنی سے
 ایک مہم پوریوں، عربیت کے علم و تشریف کے بارے میں تھے کہ دورانِ سفر شکار کی
 خوشی پیر ہوں۔ آپ نے اپنے ایک مہم پور شہزادہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک جگہ خطر کر
 کے اور تھیں تھیں، اپنی پانچ بیٹوں کو مہم پور کے جنگ کے اور شکار کرنے کے لئے
 ایک جنگ کی طرف تشریف لے گئے۔ جب شکار کرتے کرتے شہزادہ ہوئی تو آپ
 ایک نائی گاؤں میں تھیں کہ آپ کے لئے تشریف لے گئے اور پھر وہیں سے جا کر
 مہم پور کے پاس پہنچے کہ شہزادہ درگاہی خواجہ خواجہ مہم پور پہنچے جو میں نے شہزادہ درگاہی
 کو دیکھا۔ ان دنوں کے بعد تھانہ قادیان تشریف لے جاتے ہوئے تھی۔ اسے پھر
 تھانہ قادیان کی دولت لے کر آئے تھیں۔ ان وقت میں تھانہ میں پور تھانہ میں شہزادہ
 شہزادہ آئے اور انہوں نے شہزادہ درگاہی کے پاس سے تھانہ میں تھانہ میں تھانہ میں
 سے آپ کے تھانہ میں تھانہ میں تھانہ میں تھانہ میں تھانہ میں تھانہ میں

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تو

پلا کے مجھ کو منے لا الہ الا ہو

اس پر آپ کے سینے میں تلاطم خیز بیجان پیدا ہوا اور فرط محبت سے شاہ درگا ہی و سینے سے اگا کر فیض و نور سے معمور کر دیا اور دستار خلافت سر پر باندھتے ہوئے فرمایا "جادرگا ہی جو تیرے ہاتھ سے ہاتھ ملائے گا اس کو بھی خدا کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔"

قدرے گل و مل بادہ پرستاں دانند

نہ خود منشاں و تنگدستاں دانند

از نقش تو اں بسوئے بے نقش شدن

کیں نقش غریب نقشبنداں دانند

یہ ہے مرشد گرامی کے حکم کی تعمیل جو فیوض و برکات کے حصول کا باعث ثابت ہوئی۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی

زہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہہ و بالا

حقیقت یہ ہے کہ جب تک کوئی مرید پیکر تسلیم و وفا نہیں بن جاتا اس وقت تک

اس پر فضل و فتوحات کے درازے نہیں کھلتے، مشائخ کے سینے نہیں اچھلتے۔ قلب محبت

چکنی چیز کی باتوں سے نہیں بلکہ وفاؤں اور اداؤں سے جیتا جاتا ہے۔ ادب و نیاز اور

سوز و گداز کا مجسمہ بن کر سالہا سال کوچہ جانان کی خاک چھاننا پڑتی ہے حضرات

صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار کی سیرت و کردار کو مشعل راہ بنا کر یار کے مشن اور اولاد کے

ساتھ وفا کرنا پڑتی ہے اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے قُلْ لَا الْمَسْئُكُمُ عَلَيْهِ

اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کا سبق سیکھنا پڑتا ہے۔ بقول عارف حاکمی رحمۃ اللہ علیہ

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زبانی

پاؤ خیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی

آپ نے ایک روز قیام رام پور کے دوران فرمایا آج ہمارا دل احمد شاہ بادشاہ کا قلعہ اور باغ دیکھنے کو چاہتا ہے لہذا اپنے وظائف و نوافل وغیرہا سے فارغ ہو جائیں تاکہ معمولات میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہونے پائے چنانچہ آپ بھی وظائف و اذکار معمولہ سے فراغت حاصل کر کے احباب کے ہمراہ قلعہ شاہی کے نزدیک باغ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت قلعہ میں حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیرا ہی قدس سرہ العزیز عہدہ سپہ سالار پر تعینات فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کسی کام کے سلسلہ میں دیوار پر کھڑے تھے کہ جب آپ کی نظر مبارک حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہ العزیز پر پڑی تو آپ کی پروقار علمی و روحانی شخصیت کو دیکھ کر متحیر ہو گئے۔ فی الفور دیوار سے اتر کر آپ کے قدموں میں گر گئے۔ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ہوش و حواس نہ رہے۔ جب دو تین گھنٹوں کے بعد حالت اضطرابی سے تسکین و قراری ملی تو آپ کی خدمت بابرکت میں داخل سلسلہ کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ قدس سرہ العزیز کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ اس کی بیعت اگرچہ میری طرف سے ہے مگر ان کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے۔

تصرف روحانی

ایک قوی الجبہ، سنگ دل اور زاہد خشک اذکر نامی مولوی اہل اللہ کا منکر تھا اور مجاہد میں اہل اللہ کا تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ آپ کی مسجد مبارک میں بھی آیا تو آپ نے باطنی بصیرت اور نور فراست سے جان لیا کہ یہ بے ادب، گستاخ اور بد بخت آدمی ہے۔ جب آپ نے اس سے نام پوچھا تو بڑے کرخت لہجہ اور مکروہ آواز کے ساتھ کہنے لگا "ملا اذکر" آپ نے فرمایا تیرا جسم اور اسم سخت ہیں پھر آپ نے بلند آواز سے "اللہ" کا نعرہ مارا جس کی روحانی تاب نہ لاکر وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا

اور ایسے تڑپنے پھڑکنے لگا کہ ابھی مر جائے گا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو رحم آ گیا اور اپنا دست مبارک اس کے دل پر پھیرا جس سے اس کی قلبی قساوت اور غرور زائل ہو گیا اور معذرت کر کے داخل سلسلہ ہو گیا۔

وفات حسرت آیات

آپ نے ۳ یا ۴ صفر المظفر ۱۲۰۹ھ کو جان شیریں، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی مادہ تاریخ وفات منظر حیا (۱۲۰۹ھ) اور وہو العظیم ہے۔ آپ کی مرقد انور رام پور شہر میں متصل دروازہ عید گاہ بنی جو مرجع خاص و عام ہے۔ مزار پر انوار کے جنوبی دروازہ پر درج ذیل قطعہ وصال مبارک کندہ ہے

آن شاہ جمال قطب عالم
خوش رفت بجلوہ گاہ وحدت
تاریخ فنائے با بقائش
سیر عالم مقام حیرت

مرقد انور پر تعمیر کردہ گنبد پر گلکاری آپ کا نیاز مند کر رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گر گیا۔ زمین پر گرنے سے قبل اس نے آپ کو یاد کیا تو آپ فوراً نمودار ہوئے اور اپنے نیاز مند کو فضا میں ہی دبوچ کر زمین پر صحیح سالم پہنچا دیا حاضرین یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ۱

۱ تذکرہ مشائخ امینیہ قلمی، جواہر نقشبندیہ، تاریخ مشائخ نقشبندیہ، سیرت طالب، انوار الکریم

زبدۃ اہل رضا

حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ قدس سرہ العزیز



نام و نسب

آپ کا اسم گرامی محمد عیسیٰ ہے اور شجرۂ نسب امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملنے کی وجہ سے آپ شرف سیادت سے بھی ممتاز ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت موضع چودھوان علاقہ گنڈہ پور تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوئی۔ گنڈہ پور ایک قبیلہ ہے جو بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ میں آباد ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ علم ظاہری و باطنی میں بے نظیر اور فضل و کمال میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے مصاحب تھے۔ روزانہ ان سے شرف ملاقات نصیب ہوتا تھا اور انہی کے اشارے پر رام پور جا کر حضرت خواجہ سید محمد جمال اللہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ عرصہ دراز تک سفر و حضر میں اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت فیض درجت میں رہ کر تاج خلافت پایا۔ آپ اپنے شیخ کے مقرب

خاص اور اس قدر منظور نظر خلیفہ اکبر تھے کہ آپ کے شیخ محترم اپنے بعض مریدوں کو باطنی تربیت و توجہات کے لئے ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ جمال اللہ نے اپنے مرید خاص حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی قدس سرہ کو آپ کے پیر و سرور اور فرمایا کہ اگرچہ اس کی بیعت میری طرف سے ہے مگر اس کی تکمیل تہوارے نام ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

دیدار فرحت آثار

ایک دفعہ حضرت خواجہ فیض اللہ اپنے شیخ تربیت حضرت خواجہ محمد عیسیٰ قدس سرہ کی زیارت و قدم بوسی کیلئے چودھوان شریف کی طرف عازم سفر ہوئے تو راستے میں سخت علیل ہو گئے اور حیات مستعار کی امید نہ رہی تو ایک قصبہ کی مسجد میں فروکش ہو گئے۔ آپ اضطراب و بے قراری کے عالم میں حضرت خواجہ عیسیٰ کو یاد کرتے محبت کی جلوہ گری نے کمال دکھایا کہ خود حضرت خواجہ محمد عیسیٰ قدس سرہ خواجہ فیض اللہ کی ملاقات کیلئے اپنے در دولت سے روانہ ہو گئے۔ عین نماز مغرب میں اسی مسجد میں شامل نماز ہو گئے جہاں حضرت خواجہ تیراہی صاحب فراش تھے۔ ادائے نماز کے بعد دریافت فرمایا یہاں ایک مسافر بیمار ہے کسی کو اس کے قیام کا پتہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ایک بیمار مسافر یہاں حجرہ میں فروکش ہے۔ جونہی آپ حجرہ میں داخل ہوئے تو آپ کے دیدار فرحت آثار سے حضرت خواجہ تیراہی پر وجد جاری ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سینے پر پھیرا تو وہ فی الفور ہوش میں آ گئے۔ یہاری کی وجہ سے حضرت خواجہ تیراہی بہت کمزور ہو گئے تھے اور کافی دنوں سے کچھ تناول بھی نہیں فرمایا تھا اسلئے آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر کسی چیز کو دل چاہے تو کھانے کیلئے تیار کریں۔ خواجہ تیراہی نے عرض کیا ”جو نعمت دیدار اچانک مجھے نصیب ہو گئی ہے میرے

لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تلخیوں کو شیرینیوں میں بدل دیا ہے۔ بقول شاعر

گر خوری یک لقمہ از نان نور

خاک ریزی بر سر نان تنور

پھر آپ نے اپنے بضاعت سفر سے قدرے ہر سہ نکالا اور فرمایا یہ تھوڑا سا نوش کر لیجئے انشاء اللہ صحت عاجلہ کاملہ نصیب ہوگی۔ جب خواجہ تیراہی نے بطور تبرک تعمیل ارشاد کرتے ہوئے دو چار لقمے تناول فرمائے تو فی الفور تمام حجابات اٹھ گئے۔ بعد ازاں مزید بھوک محسوس ہوئی اور بقیہ تمام ہر سہ نوش جاں فرمایا پھر صبح تک آرام سے سوئے رہے۔ دوسرے روز جب بیدار ہوئے تو مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے تھے۔ خواجہ تیراہی آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے آقا! آپ کو میری علالت کے بارے میں کیسے علم ہوا؟ تو فرمایا کئی روز سے مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری تھی فلہذا میں تمہاری طرف روانہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس پہنچا دیا۔ چند ایک یوم کے بعد یہ دونوں حضرات حضرت خواجہ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمہ کی ملاقات کیلئے رام پور روانہ ہو گئے۔

خاک شفاء

حضرت خواجہ فیض اللہ ہر سال تیزئی شریف (تیراہ) سے چودھوان شریف حاضہ ہوا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ سخت علالت کی وجہ سے اپنے مرشد گرامی کی خدمت بابت میں حاضہ نہ ہو سکے تو اپنے ساتھیوں کے ذریعے دست بستہ سلام و پیغام عرض کیا۔

آپ کا نام بے دام آپ کے دیدار کا بے حد مشتاق ہے مگر بوجہ علالت مجبور اور معذور ہے محروم نہ فرمایا جائے

بعد ازاں گو کہ دعا گوئی شامی گوید

گرچہ دوریم ز خدمت بخدا مجبوریم

ساتھیوں سے یہ بھی کہا کہ واپسی پر حضرت خواجہ قدس سرہ کے مبارک قدموں کے نیچے سے خاک پاک اٹھاتے لانا جو میرے لئے تریاق ہے۔ بقول شیخ سعدی رحمۃ

اللہ علیہ

اگر بوسہ بر خاک مرداں زنی

بمردمی کہ پیش آیت روشنی

کسانیکہ پوشیدہ چشم دل اند

ہمانا کہ زیں توطیا غافل اند

جب آپ کے ساتھی بیس روز کی مسافت کے بعد چودہواں شریف پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا ”فیض اللہ دیوانہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں آیا خیریت تو ہے؟“ تو دوستوں نے عرض کی ... آپ کا دیوانہ ایک عرصہ سے بیمار ہے اور کوشش بسیار کے باوجود بیماری کی وجہ سے امسال زیارت و ملاقات سے محروم رہ گیا لیکن زیارت سے مشرف ہونے کی آرزو رکھتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا میرے دیوانے کو سلام و دعا کے بعد کہنا، فقیر خود اس کے پاس پہنچ کر ملاقات کرے گا۔

ساتھیوں نے حسب وعدہ ان کے لئے قدرے خاک پائی اور وطن واپس آ کر خواجہ تیرا ہی کو آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی۔

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد

ہدبد خوش خبر از شہر سبا باز آمد

خواجہ تیرا ہی نے دوستوں سے اپنی امانت طلب کی اور خاک پائے مبارک لے کر

پانی میں حل کر کے نوش جاں کر لی تو شیخ کامل کی محبت اور خوش اعتقادی کے باعث دو تین روز میں صحت یاب ہو گئے

ع ہے ذوق تجلی اسی خاک میں پنہاں
آپ مرشد کامل کی تشریف آوری کی خبر سن کر پھولے نہ سماتے تھے اور دیوانہ وار بار بار
یہ شعر گناتے تھے

قاصد رسید نامہ رسید و خبر رسید
در حیرتم کہ جاں بکدا میں کنم نثار

میرے خضر تو آپ ہی ہیں

ایک دفعہ خواجہ تیراہی قدس سرہ نے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر
عرض کی کہ مجھ کو ایک دوست کی یاد بہت آتی ہے جو زمانہ طالب علمی میں میرا ہم سبق رہا
ہے۔ ان کا نام ”حضرت جی“ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے میری ملاقات ہو جائے۔
وہ سات سال تک درس مکتب میں میرے ساتھ رہا اور اس کی ذات سے مجھے بیشمار دینی
و دنیوی فوائد حاصل ہوئے۔“ آپ نے فرمایا:..... ”میرے ساتھ اس وادی (جنگل)
میں چلو!“

وادی میں پہنچ کر مراقب ہو گئے تو اچانک دیکھا کہ دور سے دو آدمی چلے آ رہے
ہیں۔ قریب پہنچ کر انہوں نے سلام فرمایا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر نہایت ادب
سے مصافحہ فرمایا۔ ان دونوں میں ایک ”حضرت جی“ تھے خواجہ تیراہی ان سے مل کر
بہت خوش ہوئے۔

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے
بہ امید رسد امید وارے

آپ قدس سرہ نے فرمایا:

”اے دیوانے!! کیا تو نہیں جانتا یہ دوسرا شخص کون ہے؟“

عرض کی! حضور میں نہیں جانتا۔

فرمایا: یہ دوسرے شخص حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ اگر کچھ مانگنا ہے تو ان سے

مانگ لو!

عرض کی! ”یا حضرت! میرے خضر تو آپ ہی ہیں مجھے جو کچھ لینا ہے آپ سے ہی لینا

ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام بھی مجھے آپ ہی کی برکت سے ملے ہیں“

زمانہ چھوٹ جائے لیکن تیرا در نہ چھوٹے گا

کہ ساقی تیرے مئے خواروں کو غداری نہیں آتی

گویا کہ خواجہ تیرا ہی بزبان حال یوں گویا تھے

منت خدائے را کہ تمنائے سالہا

در دل کہ داشتیم باو کامراں شدیم

وفات حسرت آیات

آپ کا وصال باکمال ۷ ذوالحجہ ۱۲۲۰ھ کو ہوا۔ مادہ تاریخ مظفر (۱۲۲۰ھ) ہے

اور مرقد انور چودھوان شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

باقیات صالحات

آپ کے تین فرزند تھے اول خواجہ پیر محمد دوم خواجہ جان محمد سوم

خواجہ علی محمد علیہم الرحمۃ۔ وقت وصال خواجہ جان محمد اور خواجہ علی محمد بقید حیات تھے۔ آپ

نے دونوں کو حضرت خواجہ تیرا ہی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت و تکمیل سلوک کی

وصیت فرمائی چنانچہ دونوں صاحبزادگان والا شان چھ ماہ تک تیزی شریف (تیراہ) میں اکتساب فیض کرتے رہے۔

مراحل سلوک طے کروانے کے بعد حضرت خواجہ تیراہی قدس سرہ نے دونوں صاحبزادوں کو بصد اعزاز و اکرام وطن واپس بھیج دیا۔ حضرت خواجہ جان محمد علیہ الرحمہ آپ کے جانشین منتخب ہوئے۔ ا

واصل باللہ

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہ العزیز



تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد فیض اللہ ہے اور تاریخ ولادت غالباً ۱۱۳۳ھ/۱۷۳۰ء ہے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک ”محمد“ عرف ”خان محمد“ تھا۔ اپنے وقت کے عظیم مفتی اور علوم ظاہری میں کامل تھے۔ تدریس میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ کوہاٹ شہر کے نزدیک موضع شادی خیل میں ایک عرصہ تک درس دیتے رہے۔ آپ کے علم و فضل کا ایک عالم گواہ تھا۔

تعلیم

آپ نے اکیس (۲۱) برس کی عمر میں تمام علوم ظاہری کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی۔ آپ فن خطاطی میں بے بھی مثل تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کی شادی ہو گئی۔

احمد شاہ ابدالی کی فوج سے وابستگی

احمد شاہ ابدالی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ہندوستان پر حملہ کرنے والا تھا۔ آپ نے بھی قلیل عرصہ میں فنون حرب کی تربیت حاصل کی اور احمد شاہ ابدالی کی فوج میں شامل ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ بعد سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دینے کے لئے قلعہ رام پور میں تعینات کئے گئے۔

باطنی انتساب

آپ قلعہ رام پور میں سپہ سالاری کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ ایک دن قلعہ سے باہر حضرت خواجہ سید جمال اللہ قدس سرہ باغ میں اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ سیر کر رہے تھے آپ کی نظر ان پر پڑی فوراً قلعہ کی دیوار سے اتر کر ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور داخل سلسلہ نقشبندیہ ہونے کی استدعا کی۔

حضرت سید جمال اللہ قدس سرہ نے آپ کو اپنے دستِ حق پر بیعت فرما کر آپ کی تربیت و تکمیل کے لئے اپنے خلیفہ خاص خواجہ سید محمد عیسیٰ قدس سرہ کے حوالے کر دیا۔ آپ ایک عرصہ تک خواجہ سید محمد عیسیٰ قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر باطنی تربیت حاصل کرتے رہے۔ جب انہوں نے اپنے آبائی وطن چودھوان شریف جانے کا قصد کیا تو آپ کو حضرت سید جمال اللہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر باشی پر مامور کر دیا۔ چنانچہ آپ چار سال تک اس خدمت پر مامور رہے اور مرشد باصفا کی توجہ سے فیضِ عظیم حاصل ہوا۔

وطن مالوف کو واپسی

حضرت سید جمال اللہ قدس سرہ نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرما کر وطن

واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا ”ملک افغانستان جاؤ! اور اہل دنیا کو نورِ ہدایت سے منور کرو!“ اس طرح آپ تقریباً عرصہ اٹھارہ سال بعد وطن واپس آئے تو کوہاٹ شہر کے نواح میں موضع ڈوڈہ میں قیام فرمایا کیونکہ آپ کو اسی جگہ اپنے بزرگوں سے واقفیت تھی اس وقت موضع ڈوڈہ میں تپ کی بیماری عام تھی۔ اس لئے خلقت آپ کی خدمت آنا شروع ہو گئی اور فیضیاب ہوئی۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے آپ سے ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیا۔

وفات حسرت آیات

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہ ۲۰ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۹ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرما گئے۔ مزار مبارک تیزئی شریف تیراہ میں مرجع خاص و عام ہے۔

تصرفات

سوکھا درخت سرسبز ہو گیا

جن دنوں حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہ تیزئی شریف میں قیام فرماتے تھے مسجد کے قریب ایک چبوترہ تھا جس پر آپ تشریف رکھتے تھے اور کتاب لکھا کرتے تھے۔ اس چبوترے کے ساتھ دو قد آور درخت تھے۔ زیتون کے یہ درخت کافی عرصہ سے خشک تھے۔ آپ جس وقت پانی پیا کرتے تھے تو بقایا پانی درختوں کے دامن میں ڈال دیا کرتے تھے۔ ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں آپ کے پانی اور دعا کے اثر سے دونوں درخت سرسبز ہو گئے۔

فیضانِ نظر

ایک دفعہ کوہاٹ شہر میں حاجی بہادر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک میں چلہ میں تھے۔ فارغ ہوئے تو تین چار دن روضہ مبارک میں بیٹھے رہے۔ نزدیک ہی ایک سید شہزادہ صاحب بھی قیام فرماتھے۔ رات کے وقت اکثر اوقات ملاقات ہوتی تو سید شہزادہ صاحب عموماً مرشد کامل کے نہ ملنے کا ذکر کرتے۔

ایک دن آپ نے فرمایا:

اولیاء تو بہت ہیں، کوئی حق کا متلاشی نہیں ملتا

شہزادہ صاحب نے عرض کی ”میں عاشق صادق ہوں“

فرمایا: ”عاشق نہیں، معشوق!“ تین دفعہ تکرار کی اور فرمایا ”کسی بزرگ کے

متلاشی ہو تو موضع طورہ کے علاقہ میں سید صاحب صاحب کمال ہیں ایک نظر میں

واصل باللہ کر دیتے ہیں۔“

سید شہزادہ نے عرض کی

”مجھے پتہ بتائیے! میں اسی وقت چلتا ہوں“ گودڑی کا ندھے پر رکھ کر تیار ہو

گئے۔ حضرت خواجہ نے مزید آزمانے کے لئے فرمایا:

”موضع پوہ جھوان میں ایک اور سید بزرگ ہیں جن کی ولایت سے ایک زمانے

نے فیض اخذ کیا ہے“

عرض کیا ”انہی کا پتہ بتائیں میں ابھی جاتا ہوں“

آپ نے جان لیا کہ یہ واقعی طلبِ صادق رکھتا ہے فرمایا

یہ سے پاس آئے اور حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ پہلے بیعت فرمایا اور

ایک ناکہ دی۔ اس کے بعد شہزادہ صاحب کو کسی اور سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ

رہی۔ بہت تھوڑے عرصہ میں خلافت سے شرف ہوا اور صاحب مجاز ہوئے۔

خلفاء

آپ کے پانچوں صاحبزادگان

(۱) خواجہ نور محمد (۲) خواجہ گل محمد (۳) خواجہ خان محمد

(۴) خواجہ صالح محمد (۵) خواجہ محمد نور

دیگر خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۶) سید شہزادہ صاحب (جن کا اوپر ذکر ہوا ہے) (۷) شیر محمد

(۸) اخون زادہ محمد شاہ صاحب (۹) مولوی محمد امین صاحب

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

314-A



مزار اقدس قطب صمد حضرت بابا اجی خواجہ نور محمد چورانی قدس سرہ



مرقد انور..... قطب صمد حضرت بابا واجی خواجہ نور محمد چوراہی قدس سرہ

شیخ المشائخ، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت، قطب اوحد

حضرت باواجی نور محمد قدس سرہ الصمد

تاجدار آستانہ عالیہ چورہ شریف



چورہ شریف کا محل وقوع

چورہ شریف کی یہ مقدس بستی اسرار لاہوت کی یہ پر بہار وادی، مشاطہ، حسن قدرت سے آراستہ سنگلاخ اور ہموار چٹانوں کے ابھرے ہوئے سینے پر ایک پرسکون بہتی ندی کے کنارے، خلوتوں کی امین سرزمین کے افق مبین پر ماہ تاباں کی طرح جلوہ نما ہے جو راولپنڈی سے کوہاٹ کی جانب ۱۰۸ کلومیٹر اور کوہاٹ سے راولپنڈی کی جانب ۷۰ کلومیٹر اور انک سے ۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر (ضلع انک میں) واقع ہے۔ ریلوے اسٹیشن چورہ شریف سے دو میل کے فاصلے پر (ندی عبور کر کے) ہے۔ اولیاء کا یہ مسکن زائرین کیلئے تسکین قلب و نظر کا سامان مہیا کر رہا ہے اور شہروں کے حسن و جمال اور باغوں کے دلفریب نظارے اس کی سادگی اور بے ساختگی پر قربان ہو رہے ہیں۔

حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لئے

ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہراچھے کہ بن

بانی چورہ شریف

سرزمین چورہ شریف کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے فیضیاب فرمانے والے پہلے بزرگ، قطب العالمین، شمس العارفین، قدوۃ الکاملین، حجۃ اللہ علی الارضین، غوثِ دوراں، خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ نور محمد چوراہی (المعروف باوا جی صاحب) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ مردم خیز خطہ ازل سے ہی امین انوار ولایت تھا۔

حضور قبلہ، عالم باوا جی صاحب قدس سرہ العزیز کو ایک روحانی بشارت کے ذریعے یہاں قیام فرما ہونے کا حکم ملا تھا چنانچہ آپ نے اپنے ایک مخلص مرید میاں فقیر محمد (جو اس مقام سے ایک میل کے فاصلہ پر سکونت پذیر تھا) کو بلا کر ایک مخصوص جگہ کی نشاندہی فرمائی اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھنے کا حکم دیا اور اپنے روضہ عالیہ اور اولاد امجاد کی قبروں کے لئے علیحدہ علیحدہ جگہ دکھائی، یہ پیشین گوئی آپ نے یہاں تشریف لانے سے گیارہ سال پیشتر فرمائی تھی جبکہ آپ ابھی تیزی شریف علاقہ تیراہ میں ہی قیام فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے یہاں اپنے وصال سے صرف ڈیڑھ سال پہلے تشریف لا کر اس مردم خیز مٹی کو بخارا اور سرہند کے محبت آمیز پانی میں گوندھ کر جلوہ ہائے فقر و مستی کا معمورہ اور تابش ہائے حسن ازلی کا چورہ بنا دیا۔

ع رہے لاکھوں برس ساقی تیرا آباد میخانہ

ولادت باسعادت

اسم گرامی خواجہ نور محمد (المعروف باوا جی چوراہی) والد گرامی کا نام مبارک خواجہ محمد فیض اللہ (تیراہی) تاریخ ولادت ۱۷۹۹ھ مقام ولادت تیزی شریف علاقہ تیراہ شریف آپ کی والدہ کا اسم گرامی بی بی صفری تھا، جو قاضی عبداللہ (مشتی وہاٹ) کی صاحبزادی تھیں۔ انتہائی نیک خصلت اور پارسا تھیں۔

بشارت

حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کو استخارہ کے نتیجے میں اشارہ ہوا کہ بی بی صفری کے بطن سے پیدا ہونے والا پہلا فرزند حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا نائب اور کامل وارث ہوگا۔ اس کے ظاہری و باطنی علوم سے ایک عالم فیض یاب ہوگا۔

نیز آپ کی ولادت سے تین روز پہلے حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی قدس سرہ کو عالم خواب میں بشارت ہوئی کہ تمہارا فرزند اسلام اور سلسلہ نقشبندیہ کے بے حد فروغ اور تقویت کا موجب ہوگا۔ پیدائش کے بعد حضرت خواجہ خضر علیہ السلام، حضرت سید شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور تینوں حضرات نے حضرت خواجہ فیض اللہ کو فرزند ارجمند کی پیدائش پر مبارک باد پیش فرمائی۔

تعلیم و تربیت

آپ مادر زاد ولی کامل تھے اور فطری طور پر علم لدنی سے بہرہ یاب تھے، تاہم ظاہری طور پر بھی زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کے لئے آپ نے اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی کے حضور ہی زانوئے تلمذ طے کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں علوم متداولہ درسیہ پر عبور حاصل کر لیا۔ اسی دوران آپ نے ایک نسخہ قلمی قرآن کریم مکمل تحریر فرمایا جو نہایت خوش خط اور خوبصورت ہے اور آپ کے ذوق علمی، نفاست طبعی اور عربی رسم الخط پر مہارت کا آئینہ دار ہے اور آج بھی چورہ شریف میں حضرت پیر بہادر شاہ مدظلہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ راقم الحروف نے نسخہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ

بیعت

آپ نے اپنے والد گرامی سے ہی نسبت بیعت اخذ کی اور باقاعدہ سلوک نقشبندیہ مجددیہ طے کیا اور اپنے والد ماجد سے ہی طریقت کے چہار خانوادوں کے فیوض و برکات حاصل کئے۔

تیرھویں صدی کے مجدد طریقت

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد چوراہی قدس سرہ کا خاندان علم و عرفان کا بحر بیکراں تھا۔ اسی خاندان کے لازوال فیضان سے پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا اور اس نسبت کی مجددانہ طریق پر ترویج و اشاعت ہوئی۔

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد چوراہی قدس سرہ نے سلسلہ نقشبندیہ کے قدیم طریق سلوک میں سلوک مجددیہ کو اس طرح اجمالاً درج کر دیا تھا کہ فقط ایک ہی توجہ کاملہ سے دونوں سلوک طے کروادیا کرتے تھے۔ آپ تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے کے لئے روحانی لشکروں کو اس طرح تیار فرماتے کہ سالکین خفیہ راہوں سے چشم زدن میں منزل مقصود تک جا پہنچتے۔ آپ کا طریق سلوک حضرت عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کا آئینہ دار تھا

نقشبنداں عجب قافلہ سالاراند

کہ بحر می روند پنہاں قافلہ را

حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ (آلومہار شریف)

فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قبلہ عالم سلوک نقشبندیہ اور سلوک مجددیہ کے باہمی حسین امتزاج کی نسبت جاذبہ قویہ کے موجد اور تیرھویں صدی ہجری کے مجدد برحق تھے۔

آپ کی نسبت خاصہ میں صفا اور سکون کے ساتھ توجہ اتحادی اور توجہ انعکاسی کا رنگ پوری طرح نمایاں تھا اور آپ کے فیضان میں جذب کا پہلو غالب تھا یہی وجہ ہے

کہ آپ کے فیض صحبت اور حلقہ تربیت سے لامکان کے شہباز اور طریقت کے آفتاب پیدا ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ محمد کبیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک خصوصی محفل احباب میں عاشق رسول مولانا محمد صادق چشتی جہلمی نے یہ ایمان افروز بات سنائی کہ میں اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حاضر تھا۔ بڑی انتظار کے بعد خلوت کی چند گھنٹیاں میسر آئیں تو میں نے حضرت سے بڑی رازداری کے ساتھ سوال کیا

حضور اس دور میں علم مجددیت کس کے پاس ہے؟

تو آپ نے بے ساختہ فرمایا حضرت پیر پٹھان خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مجددیت کا علم چورہ شریف کو منتقل ہوا تھا، ابھی تک انہی بزرگوں کے پاس ہے واپس نہیں آیا۔ خدا جانے کب تک ان کے پاس رہتا ہے۔

تلك ابائى فجئنى بمثلهم

ارشادات قدسیہ

ایک دن ایک درویش نے عرض کیا کہ حضور یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ دوسرے لوگ صد ہا ریاضات و مجاہدات کر کے بھی اس قدر جوش عشق و محبت اور جذب و فیض حاصل نہیں کر پاتے جس قدر آپ کے غلام و خدام چند روز میں حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:

”دوست یا اولاد اس شخص کی تنگ دست و محتاج ہوتی ہے جن کا باپ یار فیتق غریب و مفلس ہو اور جن کا باپ یار فیتق مالدار ہو ان کو زیادہ تر خلوص و محبت کی ضرورت ہے، محنت کی چنداں حاجت نہیں۔“

◉ فرمایا کہ آدمی کو دو چیزیں درست اور دو چیزیں شکستہ چاہئیں۔

درست چیزیں یہ کہ۔۔۔ (الف) دین درست (ب) یقین درست

شکستہ چیزیں یہ کہ۔۔۔ (ج) دست شکستہ (د) پاشکتہ۔

الف دین درست سے مراد یہ ہے کہ قولاً فعلاً اعتقاداً شریعت کے موافق ہو۔

ب یقین درست کے معنی موعید الہی پر پورا پورا یقین ہو۔

ج دست شکستہ کا مطلب یہ کہ اشارۃً یا صریحاً کسی سے کسی چیز کا طالب نہ ہو۔

د پاشکتہ کا مطلب یہ کہ کسی کے پاس کسی غرض سے نہ جوئے یعنی محتاجی نہ

کرے

◉ فقر و فاقہ کمال طریقہ ہے۔

◉ فقیر کے ”ف“ سے مراد ”فاقہ“۔۔۔ ”ق“ سے مراد ”قناعت“ اور ”ی“ سے

مراد ”یاد الہی“۔۔۔ ”ز“ سے مراد ریاضت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ امور بجالائے تو اسے

”ف“ سے ”فضل الہی“۔۔۔ ”ق“ سے قرب مولا ”ی“ سے ”یاری خدا“ اور ”ز“ سے

”رحمت الہی“ مراد ہے، حاصل ہو۔۔۔ ورنہ ”ف“ سے ”فضیحت“۔۔۔ ”ق“ سے

”قبر الہی“ ”ی“ سے ”یاس“ اور ”ز“ سے ”رسوائی“ ملے۔

◉ طالب ذوق و شوق اور کشف و کرامت، طالب خدا نہیں۔

◉ جس طرح طلب حلال مومنوں پر فرض ہے اسی طرح ترک حلال عارفوں پر فرض

ہے کیونکہ درویشوں کی فاقہ کی رات معراج کی رات ہے۔

◉ جو مخدوم بننا چاہتا ہے، اس کو چاہئے کہ پیر کی خدمت کرے کیونکہ۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ہر کہ خود را دید او محروم شد

جس کسی نے خدمت کی وہ مخدوم بن گیا اور جس نے اپنے آپ کو دیکھا وہ محروم رہا۔

○ رضائے پیر و مرشد سب قبولیت خلق و خالق ہے۔ آزر دگئی پیر سب نفرت حق اور خلق ہے۔

○ پیر کی رضاء سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو کسی مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

○ ہر روز پچیس ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر ضروری ہے۔

○ فقر و دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔

○ لوگوں کے عیب کو نیکی کی طرف تاویل کرو اور اپنی اچھی باتوں کو عیب کی طرف تاویل کرو۔

○ میں تو ہر ایک کو نیک ہی جانتا ہوں جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

مرا پیر دانائے مرشد شہاب

دو انداز فرمود بر روئے آب

میرے دانا پیر و مرشد حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے دریا کے کنارے پر مجھے دو نصیحتیں فرمائی۔

یکے آں کہ بر خویش خود میں مباحش

دوم آنکہ بر غیر بد میں مباحش

پہلی یہ کہ تو خود پسند اور خود بین نہ بن۔ دوسری یہ کہ غیر کو بری نظر سے نہ دیکھ۔

○ طالبان حق کو چاہئے کہ ایک لمحہ جناب الہی سے غافل نہ ہوں تاکہ توجہ الی اللہ بے مزاحمت اختیار ہو کہ اسی کو دوام حضور بھی کہتے ہیں اور کوئی مقصود سوائے اللہ تعالیٰ کے دل میں نہ رہے۔

○ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دنیا طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے آخرت سے محروم رکھتا

ہے کیونکہ دوستان الہی کیلئے دنیا راحت کی جگہ نہیں، راحت کی جگہ تو آخرت ہے۔

✽ ترک دنیا دل سے ہوتی ہے نہ کہ اسباب سے۔

✽ طالب مولا کو سوائے ذات باری کے کسی اور سے محبت نہیں ہونی چاہئے۔

✽ سب سے بڑا کام یہ ہے کہ شریعت پر استقامت رکھے۔

✽ ذکر اسم ذات سے جذبہ پیدا ہوتا ہے اور نشی اثبات سے سلوک۔

✽ جس قدر طالب میں شکست و عاجزی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر فیض اس پر زیادہ

وارد ہوتا ہے۔

✽ سالک کو چاہئے کہ نیچی نظر رکھ کر چلا کرے۔

خوئے سگاں بہت بہر سو نگاہ

شیر سر افگندہ رود سوئے راہ

کتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر طرف دیکھتے ہیں جب کہ شیر سر کو جھکا کر راستہ

میں چلتا ہے۔

✽ زیادہ بولنا اور ہنسنا غفلت سے ہے۔

✽ سلوک حاصل کرنے کی چند شرطیں ہیں۔ استعداد کامل، پیر کامل اور فیض الہی

✽ ایک مراد ہوتے ہیں ایک مرید۔ مراد وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچے اور

مرید وہ ہے جو خود محنت و ریاضت کر کے مقام حاصل کرتے ہیں۔

✽ مدار کار و چیزوں پر ہے۔ اول، محبت پیر۔ دوم، اتباع شریعت۔

✽ رستگاری عبادت میں نہیں گناہوں سے بچنے میں ہے۔

✽ فقر بڑی دولت ہے یہ دولت جس قدر ہو سکے پوشیدہ رکھنی چاہئے۔

✽ خواہ دوست ہو یا دشمن سب سے اخلاق سے پیش آنا چاہئے۔

وفات حسرت آیات

آپ نے اپنے وصال کے ڈیڑھ سال پہلے بمقام چورہ شریف نقل مکانی فرمائی اور یہیں ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ کو رحلت فرمائی۔ انا لله وانا اليه راجعون

قطعہ تاریخ وصال

رفت نور محمد از دنیا
مست مسکین کہ ہست خادم او
کہ ہمہ عمر خود نگفتہ دروغ
سال تاریخ او بگفت ”فروغ“

معمولات

آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ آخر تہائی شب نیند سے بیدار ہوتے ۱۲ رکعت نماز تہجد ادا فرماتے۔ ایک تسبیح استغفار پڑھ کر مراقب ہو جاتے۔ پھر ذکر نفی اثبات فرماتے آپ کی عادت مبارک تھی کہ بوقت فجر ادائیگی سنت کے بعد متابعت نبوی میں دائیں پہلو پر کچھ دیر لیٹ جاتے تھے۔ پھر باجماعت نماز فجر ادا فرماتے نماز فجر کے بعد تا ادائے نماز اشراق کسی سے کلام نہ فرماتے۔

اس دوران سورہ فاتحہ، سورہ البقرہ کا پہلا رکوع، آیت الکرسی، سورہ یاسین، سورہ الکافرون، سورہ اخلاص اور معوذتین اور ایک تسبیح دو در شریف پڑھا کرتے تھے..... نماز اشراق چار رکعت پڑھتے تھے..... بعد از فراغت طالبان طریقت پر توجہ فرماتے اور مشتاقان بیعت کو داخل طریقہ فرماتے..... بعد ازاں کھانا تقسیم ہوتا اور خود بھی فقراء کے ساتھ کھانا تناول فرماتے..... پھر آرام فرماتے بعد از زوال وضو فرما کر نفی اثبات کا ذکر فرماتے..... چار رکعت سنت ظہر اور عصر سے پہلے لازماً ادا فرماتے..... نماز ظہر کے بعد یاران طریقت پر توجہ فرماتے..... نماز ظہر کے بعد ایک مرتبہ سورہ نوح ضرور پڑھتے.....

نماز عصر کی ادائیگی کے بعد یاران طریقت کے ہمراہ مراقبہ فرماتے۔ بعض اوقات نماز مغرب کی امامت خود فرماتے اور پہلی رکعت میں سورۃ النہکم التکاتیر اور دوسری رکعت میں والعصر تلاوت فرماتے۔۔۔ بعد ازاں چھ رکعت نماز اواہین ادا فرماتے اور تمام احباب طریقت کو اس نماز کی نہایت تاکید فرماتے۔ فقراء اور یاران طریقت کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔۔۔ بعدہ سورۃ واقعہ تلاوت فرماتے۔ نماز عشاء کے بعد وتر سے قبل یہ دعا پڑھتے تھے سبحان الملک القدوس، سورۃ ملک، اسمائے حسنی، آخر سورۃ بقرہ، آیت ثم انزل علیکم تا صدور، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف اور سورۃ حشر مذکورہ تینوں سورہ قرآنیہ کی آخری آیات ایک مرتبہ تلاوت فرما کر استراحت فرماتے۔

تصرفات و کرامات

آداب شیخ

ایک دفعہ علمائے تیراہ نے ایک شرعی مسئلہ میں آپ کو منصف بنایا اور فیصلہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دنوں درویشوں کو علم تفسیر و حدیث و فقہ کے لئے آپ کی خدمت میں ملا شرافت حاضر باش رہتے تھے وہ از خود مسئلہ کے متعلق اپنی تحقیق پیش کرنے لگے۔ جب ملا شرافت نے بلا اجازت تقریر شروع کی تو آپ کو ناگواری محسوس ہوئی۔ آپ نے انتہائی تحمل سے فرمایا

ملاں شرافت تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ چپ ہو جاؤ!

خدا کی قدرت اسی وقت ملا شرافت علم سے بے بہرہ ہو گئے یا رائے تکلم نہ رہا۔ زبان بند ہو گئی۔ جو طالب علم اس سے تعلیم حاصل کرتے تھے وہ یہ معاملہ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ انہوں نے چند دن انتظار کیا پھر وہ بھی اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔ ملاں شرافت کے اسی حالت میں آٹھ سال بیت گئے۔

اتفاقاً ایک روز حضرت خواجہ باواجی قدس سرہ اپنی مسجد مبارک میں نماز اشراق ادا کر کے دعا فرما رہے تھے دیکھا کہ ملاں شرافت دیوار صحن مسجد پر سر تسلیم رکھ کر زار و قطار رو رہا ہے اور بزبان حال یوں کہہ رہا ہے

بے گریہ کے شگفتگی دل میسر است
گلشن ز فیض قطرہ بنشود و نماء شود

آپ کو اس کی شدت گریہ زاری، عاجزی اور حالت زار پر رحم آیا اور فرمایا

ملاں شرافت کیا حال ہے؟

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ فضل الہی اس کی طرف متوجہ ہوا اور ملاں شرافت کی زبان کی گرہ کھل گئی۔ آپ کے قدموں پر گرا، قدم بوسی کی اور نہایت درد سے بزبان پشتویہ

شعر پڑھتا جاتا اور روتا جاتا

زہ پہ قید او رنگ نہ یم چہ زہ خلاص شوم

زہ پہ قید دے شیخ لونکار زڈی بابا یم

من دل بخال و خط ندہم مہر پیشہ کن

بلبل نیم کہ مست کند رنگ و بو مرا

یہ سن کر حضرت خواجہ قدس سرہ نے اسے اپنے گلے سے لگایا اور دعا فرمائی اور

حال دریافت فرمایا۔۔۔ ملاں شرافت نے عرض کی

حضرت ایک حرف بھی یاد نہیں رہا یہاں تک کہ نماز بھی صحیح پڑھنی دشوار ہے۔

دعاے خیر فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو علم نافع دوبارہ نصیب فرمائے

دامن در یوزہ کشادیم باز

پیش کف ہمت عالم نواز

اور زبان معذرت سے کہنے لگا

نہ من زبے عملی درجہاں ملولم و بس

ملالت علماء ہم ز علم بے عمل است

حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا جاؤ مسجد میں طلباء کو پڑھانا شروع کرو اللہ تعالیٰ علم میں رسوخ عطا فرمائے گا۔ آپ کی برکت سے ملاں شرافت تیزی شریف میں بیس سال سے زیادہ علوم عربیہ کی تعلیم دیتے رہے۔

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است

فانی است و گفت او گفت خدا است

گر تو سنگ خارہ مرمر شوی

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

✽ ایک مرتبہ حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ موضع لحاظ تشریف لے گئے جو کہ تیراہ شریف کے وسط میں واقع ہے باشندگان وہ آپ کی خدمت عالیہ میں عرض گزار ہوئے کہ ہمیں پینے کا پانی انتہائی دور سے لانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے ہمیں بڑی مشکل ہے کیونکہ ہمارا گاؤں لحاظ برسر کوہ واقع ہے اور پانی نشیب کی طرف ایک میل سے زیادہ دور ہے، براہ کرم ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور بارگاہ الہی میں دعا فرمائیں کہ کہیں قریب سے ہمیں پانی مل جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا آج ہم استخارہ کریں گے اور تم لوگ بھی استخارہ کرو جو کچھ خدائے تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا اس پر عمل کریں گے۔

استخارہ کا طریقہ

بعض احباب نے عرض کی حضور استخارہ کا طریقہ بتا دیجئے آپ نے فرمایا کہ نماز عشاء کے بعد دو رکعت نوافل بہ نیت استخارہ ادا کریں پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون

اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھیں اور یہ دعا پڑھ کر سو جائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ
وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ
وَ لَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا لِاَمْرٍ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ فِیْ
عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اَجَلِهِ فَاَقْدِرْهُ ، وَ یَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَ اِنْ
كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا لِاَمْرٍ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ
اَوْ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِهِ فَاَصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اَصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَ اَقْدِرْ
لِیْ الْخَیْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ

چنانچہ حسب الارشاد ایسا ہی عمل ہوا..... صبح بعد از نماز فجر سب لوگ آپ کی
خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضرت آپ کی طرف سے ہماری مشکل
کشائی کا اشارہ ہوتا رہا۔

اولیاء را بہت قدرت از الہ

تیر جتہ باز گردانند ز راہ

ورنہ اگر حقیقت ہماری پڑمردہ نصیبہ کی دریافت کرنا چاہیں تو ہم بالکل کسی قابل
نہیں حافظ کا یہ شعر ہمارے حسب حال ہے

ما آزمودہ ایم دریں ورطہ بخت خویش

بہوں کشیدہ باید ازیں شہر رخت خویش

آپ نے فرمایا ایسا نہیں کہنا چاہئے خداوند کریم کی نعمت و رحمت کا ہمیشہ امیدوار
رہنا تصوف کا پہلا رکن ہے۔ کیا تمہیں بزرگوں کا یہ قول یاد نہیں ہے۔

چہ بنگام سختی مشو نا امید

کز ابر سیہ بارد آب سفید

در چارہ سازی بخود در مہند
کہ بسیار تلخی بود سود مند

یاران طریقت نے عرض کی کہ حضور ہم حاضر ہیں جیسا آپ کا ارشاد ہو۔ فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلو اس پہاڑ کے دوسرے گوشہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر قضاے حاجات کی دعا کریں۔ بعد ازاں یاران طریقت کے ہمراہ مسجد سے روانہ ہوئے قریب میل سے کم اس پہاڑ کے پہنچے ہوئے کہ آپ یکبارگی اسی جگہ ٹھہر گئے اور فرمایا بس اسی جگہ ٹھہر جائیگا حکم ہے۔ آپ نے اس جگہ دو رکعت نماز نفل ادا کئے اور بعد ازاں فاتحہ الکتاب پڑھ کر دستہ بیل جس کو پنجابی میں کہتی ہیں پکڑ کر ایک پتھر کونکا لے کر کیلئے تین ضربیں لگائیں اور ہر ضرب کے ساتھ بسم اللہ شریف پڑھتے رہے۔ بحکم الہی پتھر اپنی جگہ سے حرکت میں آیا حاضرین نے مل کر پتھر اپنی جگہ سے ہٹایا اور اس جگہ سے نہایت عمدہ اور صاف پانی کا چشمہ بڑے زور سے جاری ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نہر کی صورت سے پانی کا رستہ آبادی کی طرف بناتے چلو۔ چونکہ مجمع کثیر جمع تھا سب لوگ نہر کھودنے میں مشغول ہوئے۔ حضور باوا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ تین عدد مادہ گائے بطور قربانی ذبح کیں۔ بعد از نماز عصر جب پانی گاؤں کے قریب پہنچا گیا تو راستہ میں ایک زمیندار نے اپنی زمین میں سے نہر کیلئے رستہ نہ دیا۔ کیونکہ اس رستہ کے علاوہ کوئی اور سہیل نہ تھی۔ سب حاضرین نہایت پریشان ہوئے اور سب اس زمیندار کے پاس جا کر نہایت عجز سے التجا کرنے لگے لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر میں حضرت باوا جی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی زبان مبارک سے زمیندار کو یوں ارشاد فرمایا

”نہر کے پانی کا گذر تمہاری زمین کے بغیر نہیں ہو سکتا خلق خدا پر رحم کرو اور اجازت دو۔“

اس نے انتہائی ڈھٹائی سے جواب دیا کہ اگر مجھے قتل کر دیں گے تو بھی میں

اپنی زمین سے نہر کو گزرنے کا راستہ نہیں دوں گا۔

حضور نے اپنے حاضرین کو فرمایا

اچھا چلو اس نہر کے گزرنے کا راستہ خدا تعالیٰ خود بنا دیگا

قریب نصف شب گزری ہوگی کہ ایک عظیم زوردار آواز سنائی دی، سب لوگ جاگ اٹھے۔ حیران رہ گئے کہ یہ کیسی آواز ہے کسی کو صبح تک نیند نہ آئی۔ جب صبح نماز کیلئے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ گاؤں کے نزدیک ایک سوراخ سے صاف و شفاف پانی ابل رہا ہے۔ جب مزید تحقیق کی تو انہیں علم ہوا کہ کل جس جگہ پانی چھوڑ دیا تھا وہاں سے ایک پتھر میں تین گز گول سوراخ ہو چکا ہے جس میں داخل ہو کر پانی غائب ہو جاتا ہے اور زمیندار کی زمین میں پانی کا کوئی نشان موجود نہیں ہے اور زیر زمین وہ پانی گاؤں میں پہنچ چکا ہے۔

حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر سب گاؤں والے آپ کے

دست اقدس پر بیعت ہو گئے۔

چورہ شریف کے بزرگوں میں سے ایک جناب پیر سید محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بیان

کرتے ہیں کہ جب وہ ۱۹۵۱ء میں تیزی شریف گئے تو چشمہ مذکورہ بدستور جاری تھا۔

✽ حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے مویشیوں کی نگرانی کے لئے ایک درویش ملا

شمشیر رہتا تھا ایک مرتبہ آپ کے مویشیوں کو جنگل کی طرف گھاس چروانے کیلئے لے

گیا۔ اتفاق سے مویشی ایک زمیندار کے کھیت میں چلے گئے اور دریں اثناء زمین کا

مالک آپہنچا اور مال مویشی اپنے گاؤں میں جو کہ مشہور بہ موضع برلس ہے لے گیا فقیر ملا

شمشیر نے ہر چند زاری اور عجز سے کہا کہ یہ مال مویشی حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے

ہیں اس کو چھوڑ دو۔ مگر اس شقی ازلی نے پرواہ کی۔

ملا شمشیر ناامید ہو کر حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک موضع تیزی

شریف (جو کہ موضع براس سے بقدر دو میل ہے) پہنچا اور تمام واقعہ گوش گزار کیا۔ آپ اپنی سمندرنگ کی گھوڑی جو کہ آپ کی خاص سواری تھی، اس پر سوار ہو کر اس زمیندار کے گھر تشریف لے گئے۔ زمیندار نے مٹی کی پھلیاں گھوڑی کے آگے رکھ کر حضور کو چارپائی پر بٹھایا۔ آپ نے فرمایا

میری گھوڑی کو کچھ نہ کھلانا تا وقتیکہ ہمارے مال مویشی ہمارے پیہ نہ آرد۔ اور گھوڑی نے بھی کچھ نہ کھایا اس بد بخت زمیندار نے کہا اگر باواجی رحمۃ اللہ علیہ ان مویشیوں کے لئے اپنے پیران کو بھی ساتھ لاویں اور میرے قدم پکڑیں میں پھر بھی مال مویشی نہیں دوں گا۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا اچھا

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال دی آمد

باواجی اللہ کا نام لیکر گھوڑی پر سوار ہوئے اور گھر تشریف لے آئے۔ اتنے میں زمیندار کا ایک نوجوان چوبیس سالہ لڑکا درد شکم میں مبتلا ہوا اور دو گھنٹہ میں اس کی حالت غیر ہو گئی اہل محلہ نے اس کو کہا اے کم بخت تمہارے گھر سے حضور باواجی ناراض اور ناخوش تشریف لے گئے ہیں جب تک وہ راضی نہ ہوں گے تمہارے بیٹے کو شفا نہ ہوگی۔ زمیندار نے مبلغ پانچ روپے نقد اور ایک بکرا بطور ہدیہ ہمراہ مال مویشی لیے اور آپ کی بارگاہ عالی میں روتا ہوا حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت میرا ایک بی لڑکا ہے خدا کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اس کو شفا عطا کرے۔

آپ نے فرمایا کہ تمہارا کام ہمارے اختیار سے باہر ہو گیا ہے کیونکہ تم نے پیران عظام کو بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ یاد کیا ہے۔

اور یہ شعر اس وقت کی حالت کے بالکل موزوں تھا

علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد
 دروغ سود ندارد و چو کار رفت از دست
 آپ ابھی اسی بات میں تھے کہ لڑکے کی وفات کی خبر پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا
 اول بظالماں اثر ظلم میرسد
 پیش از ہدف ہمیشہ کماں نالہ میکند
 اور مثنوی والا فرماتا ہے

تا دل مرد خدا نہ آید بدرد
 بیج قوسے را خدا رسوا نکرد
 در حقیقت یہ مصیبت محض سبب بے ادبی بزرگان کرام و پیران عظام اس کو پہنچی
 اور بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے

از خدا خواہیم توفیق ادب
 بے ادب محروم ماند از فضل رب
 کہ دم از عقل سوالے بگو ایمان چیست
 عقل در گوش لم گفت کہ ایمان ادب است
 چشم بکشاد بہ میں جملہ کلام اللہ را
 آیت آیت ہمہ این معنی کہ قرآن ادب است

باقیات صالحات

آپ کے چاروں صاحبزادے خواجہ احمد گل، خواجہ فقیر محمد، خواجہ دین محمد اور خواجہ
 شاہ محمد قدس سرہارہم با کمال تھے۔ یہ ہر چہار حضرات آپ کی رحلت کے بعد مسند
 خلافت پر بیٹھے۔ آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس دوسرے صاحبزادے
 حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے اور سر مبارک آپ کا ان کے زانو پر تھا اور

انہوں نے بدست خود تجہیز و تکفین کی اور مبارک ہاتھوں سے آپ کو لحد شریف میں لٹایا اور آپ کا جو کچھ فیض باطنی اور خزانہ مخفی تھا وہ اسی وقت ان کو عطا کیا گیا۔

حضرت خواجہ باواجی نور محمد قدس سرہ کے خلفاء

صاحبزادگان

- 1..... حضرت خواجہ سید احمد گل
- 2..... حضرت سید فقیر محمد (المعروف باواجی چوراہی)
- 3..... حضرت خواجہ سید دین محمد (المعروف حضرت ملاجی)
- 4..... حضرت خواجہ سید شاہ محمد

خلفاء عظام

- حضرت عجب نور
- حضرت اللہ نور
- ہادی نامدار شاہ (نتھیال شریف)
- خلیفہ حسن علی بھوت مار (افغانستان) (بسال نزدائک)
- خلیفہ میاں فقیر محمد (سکنہ چورہ شریف)
- خلیفہ میاں احمد فقیر (سکنہ چورہ شریف)
- خلیفہ جان محمد (ساکن کنٹ)
- مولوی فضل دین (موضع خونی چک متصل گجرات)
- خلیفہ خان عالم (باؤلی شریف گجرات)
- میاں صوبہ (کھاریاں ضلع گجرات)
- خلیفہ خدا بخش بنی والا (سکنہ پوڑپسوال ضلع راو پینڈی)

- خلیفہ صاحبزادہ محمد بخش (باؤلی شریف)
- خلیفہ احمد شاہ افغانی
- خلیفہ ملا بہادر گرہمی
- سید مرتضیٰ شاہ (مکان شریف ضلع گورداسپور)
- سید چمن شاہ (آلومہار شریف سیالکوٹ)
- سید حبیب اللہ شاہ اترولی
- محمد شریف فتح جنگ (ملا محمد نصیر ملک والا)
- حافظ خواجہ الدین (راجو والا)
- حافظ عبد اللطیف (پشاور)
- سید حبیب شاہ پونچھ
- ملا مرید بھٹو
- ملا بشیر بھٹو
- قاضی میاں محمد پنڈی
- حاجی سر خسرو (رجویہ ضلع جھنگ)
- میاں محمود (لاٹانی والا)
- میاں احمد کراچی
- میاں عظیم (سواں والا)
- میاں محمود (نیوڑی والا)
- حاجی صاحب (ریاسی)
- عبید اللہ (کوٹ چھجی)
- پیر صاحب کہیاں شریف - (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

مجدوثنانی، شہباز لاما مکانی

حضرت خواجہ محمد نامدار شاہ المعروف ہادی پاک قدس سرہ

وارث اعلیٰ مسند بالانتھیاں شریف (ضلع اٹک)



اسم گرامی و لقب

آپ کا اسم گرامی محمد نامدار شاہ اور لقب ہادی پاک تھا۔

مقام و تاریخ ولادت

آپ کی پیدائش کرنینتال علاقہ گھسی (مضافات پشاور) میں ہوئی آپ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت پیر محمد فضل شاہ قدس سرہ سجادہ نشین انتھیاں شریف نے راقم الحروف

(محمد سعید احمد مجددی) کو ایک ملاقات کے دوران بتایا کہ مجھے استخارہ کے ذریعے القائی

طور پر بتایا گیا کہ حضرت ہادی نامدار شاہ قدس سرہ حضرت حسن ثنی کے صاحبزادے

حضرت عبداللہ المعروف حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ واللہ اعلم

آپ کی تاریخ ولادت ایک محتاط اندازے کا مطابق ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۰۹ھ کے

درمیان معلوم ہوتی ہے۔



مزار اقدس غوث العالمین خواجہ محمد نامدار شاہ المعروف ہادی پاک قدس سرہ

وجہ لقب

”آپ روزانہ یا ہادی انت الہادی لیس الہادی الا ہو“ کا ورد کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات جذبہ الہیہ میں ”ہادی اللہ“ کا پر جوش نعرہ بلند فرمایا کرتے تھے۔ اسی بناء پر آپ کا لقب ہادی پاک مشہور ہے۔

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل فرمائی اس کے بعد مضافات کابل میں ایک قصبہ کاشہ (جو کہ ڈراڈر سے دس میل کے فاصلہ پر واقع تھا) کی ایک دینی درسگاہ سے علوم متداولہ کی تکمیل فرمائی وہیں آپ نے کتاب شرح الیاس بھی پڑھی۔ حضرت خواجہ محمد حبیب اللہ (اترولی شریف، جو آپ کے خلیفہ خاص تھے) نے اپنی تصنیف ”تبلیغ عجیب“ میں تحریر فرمایا کہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد آپ نے مسند درس و تدریس سنبھالی۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ سن کر خود حضرت حبیب اللہ، جوان دنوں فتح جنگ میں قیام پذیر تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علوم ظاہری و باطنی کرتے رہے بعد میں یہی بزرگ آپ کے خلیفہ اول بھی بنے انہوں نے حضرت ہادی پاک کے حالات زندگی، کرامات و تصرفات پر ایک کتاب ”تبلیغ عجیب“ لکھی۔

جذب الہی اور بیعت

ابتداء میں آپ درس و تدریس میں مشغولیت رکھتے تھے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے زبردست عالم و ماہر تھے اچانک جذبہ الہی نمودار ہوا اور ایک رات خواب میں قطب العالمین حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ نے زیارت بخشی اور فرمایا

”اے نامدار شاہ جلدی ہمارے پاس آ کر شرف بیعت حاصل کرو“

چنانچہ آپ نے علی الصبح تیاری فرمائی تمام کتابیں طلبہ میں تقسیم کیں اور تلاش مقصود میں نکل پڑے۔ ہر خانقاہ میں جاتے ہر بزرگ کی زیارت کرتے تاکہ خواب واپی صورت نظر آجائے۔ دور دراز کے سفر کئے اور بسیار تردد کے باوجود گویہ مقصود نے مل سکا۔ آخر ایک دن جب مایوسی کی صورت نے غلبہ کیا تو اسی رات خواب میں دوبارہ حضرت باواجی تیرا ہی قدس سرہ نے فرمایا

”نامدار شاہ ہم تمہارے منتظر ہیں“ تم ہم سے بہت دور، آگے نکل گئے ہو واپس آؤ ہم تمہارے قریب رہتے ہیں۔ آپ نے عرض کی حضور! خدارا اپنا پورا پتہ اور نشان ارشاد فرمائیں تو آپ نے تیراہ شریف کا پتہ بتایا جس پر آپ فی الفور خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے پہلی نظر میں ہی بے خودی اور وجد طاری ہو گیا۔ حواس درست ہوئے تو آپ نے حضرت باواجی کی خدمت میں شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد ایک عدد سرمہ دانی اور ایک پیسہ نانک شاہی نذر کیا اور انتہائی عاجزی سے عرض گزار ہوئے کہ یہ پیسہ نانک شاہی مجھ کو ایک مرتبہ جنازہ ادا کرنے کے بعد حیلہ اسقاط میں سے عطا ہوا تھا۔ حضرت باواجی نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو ہر قسم کی دولت سے نوازے گا۔

خدمت و ریاضت

اس کے بعد آپ نے مستقل طور پر انگریز اور مہمانوں کی خدمت اور حضرت باواجی کی معیت و رفاقت کی درخواست پیش کی جو قبول ہوئی چنانچہ آپ بارہ سال تک خدمت میں ہمدن حاضر باش رہے۔ دن کے وقت تیراہ شریف کے ایک پہاڑ میں مسروف ذکر و عبادت رہتے اور کچھ وقت نکال کر جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے رات کے وقت لکڑیوں کا گنھا، مویشیوں کے گوبر اٹھاتے، تھان صاف کرتے، چارہ کھلاتے

اور تہجد کے وقت واپس پہاڑ میں جا کر خلوت نشین ہو جاتے اور اکثر اوقات مخلوق کی نظروں سے اوجھل رہتے۔ اس عرصہ کے دوران آپ کے جسم پر لباس سادہ اور پھٹا ہوا تھا ایک گدڑی تھی جس کے نیچے لباس چھپائے رکھتے اکثر اوقات درختوں کے پتوں اور چشموں کے پانی پر گزارا کرتے کبھی وقت نکال کر دن کے وقت تیراہ شریف میں باواجی کی خدمت گزاروں کے لیے حاضر ہوتے اسی دوران ایک دن حویلی کی چھت پر آستانہ عالیہ کی کسی خدمت میں مصروف تھے کہ اچانک حضور باواجی اس طرف تشریف لے آئے تو اس خیال سے کہ میں اوپر ہوں اور آپ نیچے ہیں یہ تو بے ادبی ہے آپ فوراً چھت سے نیچے کود پڑے اور باواجی کے قدموں میں جا گرے باواجی نے اٹھا کر سینے سے لگایا اور ایک ہی توجہ دے کر سارے مقامات باطنی طے کرادیئے۔

اجازت و خرقہ خلافت

جب حضرت نامدار شاہ ہادی پاک قدس سرہ بارہ برس حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر تکمیل سلوک نقشبند یہ اور تحصیل جذب الہیہ کر چکے تو حضرت باواجی کو بارگاہ الہی سے حکم ہوا کہ نامدار شاہ کو خلافت دے کر بلا دہند (پنجاب کشمیر وغیرہما) کی طرف روانہ کرو چنانچہ حضرت باواجی نے آپ کو اجازت خاصہ اور خلافت مطلقہ سے نوازا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

”تیراہ کے وہستانوں میں جو کچھ جذب و عشق تھا وہ آخون صاحب محمد نامدار شاہ نے کھینچ لیا ہے اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہمارا جسم یہاں ہے اور ہماری روح ان کے پاس ہے۔“

تبلیغ و ارشاد

حضرت باواجی قدس سرہ نے حضرت نامدار شاہ ہادی قدس سرہ کو خلافت عطا

فرما کر تبلیغ و ارشاد کا فریضہ سونپا اور فرمایا کہ میرے پاس سوانا کھاولیا، کالمین کا فیض تھا جو میں نے نامدار شاہ کے سینے میں ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے سوا کسی شخص میں اتنی استعداد نظر نہیں آتی۔ چنانچہ آپ نے بادی پاک کو پنجاب کشمیر اور دیگر بلاد ہند میں اس مشن کی تکمیل کے لیے جانے کا حکم دیا اور دعا مانگی ”الہی جس قدر ترقی ممکن ہے نامدار شاہ کو اس پر فائز فرما“

”صاحب تذکرہ“ حضرت خلیفہ محمد سعید آلومباروی رقم طراز ہیں کہ حضرت بابا صاحب قدس سرہ کی خدمت سے آپ جبراً کرہ رخصت ہو کر کچھ فاصلہ پر رک گئے پنجاب میں رشد و ہدایت کی جو خدمت آپ کے سپرد کی گئی تھی شاید اس کی نااہلیت کا گمان غالب تھا، شام کا وقت قریب تھا آسمان پر کچھ بادل بھی نمودار ہو رہے تھے۔ رات کی آمد اور بارش کے خوف سے پہاڑ کے ایک غار میں تشریف لے گئے اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ شیر کا مسکن تھا اور اس میں پسو بھی بہت تھے خیر نسو کلاً علی اللہ اس میں بیٹھ گئے اور نماز ادا کی اتنے میں شیر بھی آ گیا اس نے جب آپ کو غار میں دیکھا تو آہستہ آہستہ اس کے اندر داخل ہوا اور آپ کے پاؤں مبارک کچھ دیر چاٹ کر واپس ہو گیا۔ سحری کے وقت اٹھ کر آپ نے نفل ادا کئے اور دعا کی کہ یا اللہ مجھے حضرت باواجی کی زیارت نصیب فرما۔

صبح کو شیر آیا اور پھر آپ کے پائے مبارک چاٹ کر واپس ہو گیا پھر جب تک آپ اس غار میں قیام پذیر رہے وہ شیر اس غار میں نہیں آیا چھ ماہ اسی طرح گزر گئے پس حضرت باواجی صاحب ایک روز آپ کو ملے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں پہاڑوں میں رہنے کے لیے نہیں بھیجا تم پنجاب جاؤ اور وہاں اللہ کا نام بتلاؤ۔ اب پنجاب جانے کے سوا چارہ نہ رہا۔ آپ دوبارہ باواجی صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہاں سے رخصت ہو کر پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں اس مقام سے

گزرے جہاں آپ تحصیل علم ظاہری کے لیے تشریف لے گئے تھے اس مسجد میں پہنچے تو بوزحمے استاد سے ملاقات ہوئی وہ افسوس کرنے لگے کہ تم نے درویشوں کے پیچھے اپنا وقت ضائع کیا اگر دین کا علم حاصل کر لیتے تو دستار فضیلت مل جاتی۔ آپ خاموش ہو رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ رات کو جب سب سو رہے تھے تو آپ سحری کے وقت باہر ایک کھیت میں تشریف لے گئے اور وہاں مراقبے میں مشغول ہو گئے مولوی صاحب اور سب لوگ جو اس مسجد میں تھے جذبہ میں مبتلا ہو گئے اور سب کی آنکھ کھل گئی۔ وہ گھبرا کر مسجد سے باہر نکل آئے تو آپ کو وہاں مراقبہ پایا آپ نے فس کران کو فرمایا کہ میں نے درویشوں کی خدمت میں رہ کر وقت ضائع نہیں کیا درویشوں ہی کی برکت سے مجھے یہ نعمت عطا ہوئی ہے ”اگر چاہوں تو تمام دنیا ایسے ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ میری بات مان لیتا ہے“۔

پہلا تبلیغی روحانی دورہ بطرف پنجاب

حضرت ہادی نامدار شاہ قدس سرہ جب اپنے مرشد روشن ضمیر حضرت باداچی خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ کے حکم پر عازم پنجاب ہوئے تو سب سے پہلے آپ سیالکوٹ کے مضافات میں قصبہ رنگ پورہ کی ایک مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ (غالبا اس مسجد کا نام اعواناں والی مسجد تھا) آپ نے امامت و خطابت کے علاوہ مسجد کی تعمیر و تظہیر و نمونے لے پانی بھرنے کی خدمت بھی اپنے ذمے لے لی اور نہایت سادگی و گمنامی میں وہاں چند ماہ بسر کئے۔ آخر قدرت کی مشیت کے مطابق آپ کے ظہور کا زمانہ آ پہنچا اور آپ سے بے ساختہ چند کرامات ظہور پذیر ہوئیں جن سے آپ کی ولایت کا ہر طرف شہرہ ہو گیا یہی شہرہ سن کر آلو مہار شریف (ضلع سیالکوٹ) سے حضرت خواجہ سید چنان شاہ قدس سرہ (جو اوائل شباب ہی سے کسی ولی کامل کی جستجو میں

رہتے تھے) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے راستے میں یہ تصور پختہ کرتے ہوئے آ رہے تھے کہ میں ایسے شیخ کی بیعت کا شرف حاصل کروں گا جو سید بھی ہو عالم بھی ہو اور کامل بھی، چنانچہ جب آپ اعواناں والی مسجد میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت بادی پاک کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم ہے اور آپ تبلیغ فرما رہے ہیں۔

حضرت چمن شاہ قدس سرہ آپ کی پشت کے پیچھے خاموشی سے بیٹھ کر دل میں درود شریف پڑھنے لگے تو بادی پاک نے فوراً پیٹھ پھیر کر فرمایا بعض لوگ آتے ہیں اور پیٹھ کے پیچھے بیٹھ کر درود شریف پڑھتے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے اور آپ کو آگے بلا لیا۔ آپ کے کشف کا یہ عالم دیکھ کر حضرت شاہ صاحب بہت متاثر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ حضرت مجھے اپنی بیعت میں قبول فرمائیں تو فوراً بادی پاک نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ شاہ صاحب ہم نہ تو سید ہیں اور نہ عالم ہیں اور نہ ہی کامل ہیں شاہ صاحب اور بھی زیادہ مائل و قائل ہو گئے اور پکارا اٹھے! حضرت میرے لئے آپ ہی سب کچھ ہیں۔

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را

اوست سید جملہ موجودات را

اس پر بادی پاک قدس سرہ نے دعا پر مجلس ختم کی اور حضرت سید چمن شاہ قدس سرہ سے فرمایا کہ میں کسی ضروری کام کے لیے جانا چاہتا ہوں اگر آپ کا ارادہ ہو تو میرے ساتھ چلیں۔ شاہ صاحب موقع غنیمت جان کر بخوشی آپ کے ساتھ ہوئے آپ بطرف سیالکوٹ چھاؤنی چلے گئے وہاں شاہ صاحب کو ایک جگہ کھڑا کیا اور فرمایا جب تک میں نہ آؤں یہیں کھڑے رہیں۔ چند قدم آگے بڑھے تو ایک مکان سے دوکتے بھونکتے ہوئے کانٹے کے لیے آپ کی طرف لپکے آپ نے یکے بعد دیگرے دونوں کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور ساتھ ہی فرمایا!

”مجھ فقیر سے کیا لینے آئے ہو“ روایت ہے کہ دونوں کتے وجد کی حالت میں تڑپنے لگے اور بھونکنے کی بجائے ہو، ہو کرنے لگے ایک کتیا تھی جو توجہ برداشت نہ کر سکنے کی بناء پر تھوڑی دیر کے بعد وہیں مر گئی اور دوسرا کتا تھا اس کی حالت ایسی ہوئی کہ وہ گردن جھکائے مراقبہ کی حالت میں بیٹھا رہتا اور دوسرے کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور حلقہ باندھ کر بیٹھے رہتے۔ مخلوق خدا اور دور سے ان کتوں کی حالت زار دیکھنے اور زیارت کرنے آیا کرتی تھی۔

چنانچہ کتے آپ کی توجہ سے تڑپتے رہے اور آپ آگے چلے گئے کسی ضروری کام سے فارغ ہو کر بوقت مغرب واپس لوٹے تو حضرت سید چمن شاہ قدس سرہ کو وہیں کھڑے منتظر پایا تو آپ نے کیمبل پوری بولی میں فرمایا ”ماہاں دایا رتے بانہوں پکا اے“ واپس مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے بعد حضرت صاحب کو حجرے میں لے جا کر بیعت سے مشرف فرمایا اور پوری توجہ دے کر بے شمار فیوض و برکات کا حامل بنا دیا۔

شجرہ فارسی اترولی شریف سے چند اقتباسات

کلمہ دعائیہ

شجرہ فارسی منظوم و منشور دربار عالی اترولی شریف ضلع علی گڑھ (ہندوستان) میں رقم ہے حضرت قبلہ عالم باواجی خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی قدس سرہ اپنے خلیفہ اول حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ قدس سرہ العزیز کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا فرمایا کرتے تھے

”در مجلس آنحضرت ہر گاہ نام نامی آخون صاحب

می آمد ہر بار دست دعا دراز کردہ می فرمودند“

”الہی ہر قدر ترقی کہ ممکن آخون صاحب را باں فائز کن“
 آپ کی مجلس میں جب آپ کے سامنے ہادی پاک کا نام آتا آپ ہر بار دعا
 کے لیے ہاتھ اوپر اٹھا کر عرض کرتے
 ”اے اللہ جس قدر ترقی ممکن ہے نامدار شاہ کو اس پر فائز فرما۔“

روحی محبت کا اظہار

جب ہادی نامدار شاہ قدس سرہ بغرض تبلیغ و ارشاد بلاد ہند اور کشمیر و پنجاب کی
 طرف روانہ ہو گئے تو حضور باواجی خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ مفارقت صوری کے بعد
 طالبان خدا سے فرمایا کرتے تھے

”ہر چہ دریس کو بہستان جذب و عشق بود آخون
 صاحب بردند حالا با خود چیزمے ندارم کالبد اینجا است
 و جان من نزد او شان است۔“

ترجمہ: تیراہ کے پہاڑوں میں جتنا جذب اور عشق تھا سب کچھ آخون صاحب (نامدار
 شاہ) لے گئے ہیں اب میں اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا میرا جسم یہاں ہے اور میری جان
 اس کے پاس ہے۔

آپ کی توجہ کی تاثیرات کے متعلق مرقوم ہے کہ!

”بیک توجه اکثر کسان را بمقامات عالی میرسانیدند

و بہماں وقت اجازت و خلافت بخشیدہ رخصت میفرمودند“
 ترجمہ: آپ (ہادی نامدار شاہ) ایک ہی توجہ کے ساتھ اکثر لوگوں کو مقامات عالیہ تک
 پہنچا دیتے اور اسی وقت اجازت اور خلافت دے کر رخصت فرماتے۔

مجدد ثانی

حضرت خواجہ محمد حبیب اللہ شاہ قدس سرہ ساکن اترولی شریف علی گڑھ (بھارت) نے اپنی کتاب ”تبلیغ عجیب“ میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ قدس سرہ جب بلاد ہند میں تبلیغی دورہ فرماتے ہوئے دہلی سے واپس لوٹے تو راستے ہیں پانی پت سے گزر ہوا۔ حضرت بوعلی قلندر پانی پتی قدس سرہ نے وہاں کے مشائخ میں سے ایک بزرگ کو خواب میں فرمایا کہ

”مجدد ثانی آمد و رفت و شما ملاقات نکردید“

یعنی مجدد ثانی (دوسرا مجدد) آیا اور چلا گیا اور تم نے ملاقات نہ کی۔ چنانچہ اس شیخ نے اپنے مریدوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ تم میں سے جو خدا کا طالب ہے حضرت آخون نامدار شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گوہر مقصود حاصل کرے۔ میں بوجہ بیماری معذور ہوں اور حرکت کرنے سے قاصر ہوں ورنہ میں بھی حاضر ہوتا اور آپ کی زیارت و فیض عام سے بہرہ ور ہوتا۔ (ماخوذ از شجرہ فارسی منظوم و منشور دربار عالیہ اترولی شریف ضلع علی گڑھ، بھارت)

وصال

آپ کی عمر مبارک تقریباً پچاس سال یا کچھ اوپر تھی تھوڑے وقت کے اندر قدرت نے آپ سے وہ کام لیا جو بڑی بڑی تحریکیں سرانجام نہیں دے سکتیں۔ آپ نے مرشد برحق حضور باواجی خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ کی زندگی میں ہی وصال فرمایا۔ زندگی کے آخری تین سال آپ نے نتھیال شریف میں گزارے وصال کے وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ کے علاوہ ”حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم

المولیٰ و نعم النصیر " کاورد جاری رہا اور جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔
 "انا لله وانا اليه راجعون" آپ کی تاریخ وصال سات جمادی الاول بروز
 منگل ۱۲۵۹ ہجری ہے۔

قطعہ تاریخ وصال

حضرت نامدار شاہ زمان
 فیض نور محمدی چوں یافت
 بادی و رہنمائے عرفان گشت
 از رخش نور عشق حق یافت
 نقشبندی و مجددی لیکن
 فیض او در ہمہ طرق یافت
 ہفتمی از جمادی الاولیٰ بود
 روز سہ شنبہ سوئے خلاش یافت
 سرباطل برید و طالب گفت
 دائمی وصل عاشق حق یافت
 (۱۲۵۹ھ)

راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) نے بھی آپ کی تاریخ وصال کے متعلق

۱۹۶۰ء میں ایک قطعہ تحریر کیا تھا جو درج ذیل ہے

واصل بحق شد شہباز لامکاں

حضرت شاہ محمد نامدار رہنما

از وفات آل شہنشاہ زماں
 فقاد شور الم نحسرت و آہ
 بدیں صدمہ پائے تصوف بلرزد
 بدیں صدمہ غوغا فقاد در ملکوت سما
 بہ ہجر آل نور چشم طالبان
 در آہ و بکا اند عاشقان با وفا
 چوں سعید ز ہاتف پرسید کن وصال
 رحمۃ اللہ علیہ ازوئے آمد ندا

۱۲۵۹ھ

کرامات

شہباز لامکاں

قلمی نسخہ ”تذکرہ مشائخ امینیہ“ مصنف حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہ
 گوجرانوالہ... کتاب ”تذکرہ“ مصنف حضرت خلیفہ محمد سعید آلو مہاروی... اور ”تبلیغ
 عجیب“ مصنف حضرت خواجہ حبیب اللہ شاہ اترولی شریف علی گڑھ بھارت میں مرقوم
 ہے کہ حضرت قبلہ عالم باواجی خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ، حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ
 نصیالوی قدس سرہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے

”میں نے علاقہ پنجاب میں ایک شہباز چھوڑا ہوا ہے اس کی بلند پروازیاں
 اور قلمبازیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔“

چنانچہ اس شہباز لامکاں کی وہ بلند پروازیاں، کرامات کی صورت میں ہدیہ قارئین ہیں

○ قدوة الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہ (گوجرانوالہ) اپنے قلمی نسخہ "تذکرہ مشائخ امینیہ" میں بمطابق روایت قطب الاولیاء حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ یوں رقم طراز ہیں

دہلی کا حاجی

دہلی کا ایک متمول شخص حج بیت اللہ کے بعد اپنے قافلہ کے ساتھ واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں جدہ کے قریب اپنے قافلہ سے پیچھے رہ گیا جبکہ قافلے والے بحری جہاز میں سوار ہو گئے اور جہاز چل پڑا، یہ شخص اندھیری رات میں سمندر کے کنارے پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں لرزہ بر اندام تھا۔ ادھر فوراً بارگاہ الہی سے حضرت خواجہ بادی نامدار انتھیا لوی قدس سرہ کو باطنی طور پر ارشاد ہوا کہ میرا ایک بندہ پریشانی کی حالت میں جدہ کے ساحل پر سمندر کے کنارے بے سہارا کھڑا ہے اس کی مدد کے لیے جلدی پہنچو۔ چنانچہ آپ باطنی تصرف کے ساتھ فوراً وہاں پہنچے اور ایک معمولی سی جھونپڑی میں چراغ روشن کر کے یاد الہی میں مصروف ہو گئے۔

وہ حاجی مسافر ابھی رات بسر کرنے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک طرف نگاہ اٹھی تو کیا دیکھا کہ اندھیرے میں ایک جھونپڑی کے اندر چراغ کی روشنی نظر آئی تو فوراً اس جانب لپکا۔ جھونپڑی کے اندر ایک نہایت ہی نورانی صورت، بزرگ ہستی نظر آئی اس مسافر نے اپنا ماجرا سنا کر رات بسر کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بڑی خوشی سے ہمارے پاس رات گزارو۔ ابھی یہ فرمایا رہے تھے کہ اچانک ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ بجھ گیا اور آپ نے فرمایا کہ مسافر بھائی فکر نہ کرو ہمارا چراغ تو بجھ گیا ہے مگر وہ دیکھو سامنے کچھ مدہم مدہم روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔ اس نے دیکھا تو واقعی تھوڑی دور سامنے روشنیاں نظر آئیں فرمایا ان کے درمیان ایک ذراتیز

روشنی بھی نظر آ رہی ہے..... اس نے کہا جی ہاں فرمایا جلدی جلدی جاؤ اور یہ دیا بھی ساتھ لیتے جاؤ وہاں سے روشن کر کے لاؤ۔ اب مسافر کی گھبراہٹ دور ہوئی اور چراغ روشن کرنے کیلئے چل پڑا، ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ آپ نے پیچھے سے آواز دی کہ بھائی راستہ میں پانی کی ایک دونالیاں آئیں گی ذرا قدم اٹھا کے رکھنا اور اگر مجھے ملنے کی خواہش ہوئی تو رنگ پورہ سیالکوٹ میں آ کر ملاقات کر لینا۔ مسافر آپ کی اس بات کو سمجھ نہ سکا اور چراغ جلانے کے شوق میں مسلسل قدم آگے بڑھاتا رہا جب وہ روشنیوں کے قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ تو اپنے شہر کے دورازے پر کھڑا ہے اور اس کے عزیز واقارب دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور اپنے بزرگ حاجی کے استقبال میں مصروف ہیں۔

وہ شخص چراغ ہاتھ میں تھا مے اس عجیب و غریب صورت حال پر گہری سوچ میں مبتلا ہو گیا کہ میں تو ابھی جدہ میں سمندر کے ساحل پر کھڑا تھا اور ایک بزرگ انسان کے کہنے پر یہاں چراغ جلانے کے لیے آیا تھا۔ راستے میں سمندر تو نالی کی شکل میں نظر آیا اور یہ لمبا راستہ کیسے طے ہو گیا یہ تو اسی جھونپڑی والے بزرگ کی عجب کرامت معلوم ہوتی ہے۔ لوگوں نے اس کی ہیئت کدائی پر تشویش کا اظہار کیا تو پوچھنے پر اس مسافر حاجی نے سارا ماجرا کہہ سنایا سب لوگوں میں ایسے کامل بزرگ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا چنانچہ اگلے روز ایک قافلہ دہلی سے رنگ پورہ سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر کافی دیر تلاش کے بعد کسی شخص نے بتایا کہ رنگ پورہ میں اس حلیہ اور شکل کا ایک شخص مسجد کی خدمت کرتا ہے اور صبح و شام مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہی ہو یا اس کے ذریعے آپ منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ چنانچہ وہ سب لوگ رنگ پورہ کی مسجد میں پہنچے تو حاجی صاحب نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی سمندر پار جھونپڑی والے بزرگ ہیں۔ بے تابانہ آگے بڑھے اور قدموں میں جا کرے ہادی پاک نے فرمایا حاجی صاحب خیریت سے پہنچ گئے تھے؟

پھر حاجی صاحب دست بستہ عرض کرنے لگے کہ حضور پہلے مجھے بعد احباب اپنی بیعت میں داخل فرمائیں؟ حضور ہادی نامہ دار شاہ نحمیا لوی قدس سرہ نے سب کو حلقہ، بیعت میں داخل فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور روحانی توجہات سے ان کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہوا تو ہادی پاک قدس سرہ نے نماز پڑھائی دوران نماز جذب و رقت کا یہ عالم تھا کہ سب مقتدی زار و قطار رونے لگے۔ جب نماز ختم ہوئی اور آپ نے داہنی جانب سلام پھیرا تو اس طرف کے تمام مقتدی جذب و حال سے بے خود ہو گئے اور جب بائیں جانب سلام پھیرا یہی حال بائیں جانب کے مقتدیوں کا بھی ہوا۔

آخر یہ لوگ ایک دو دن کے بعد اجازت لے کر واپس دہلی پہنچے۔ یہی واقعہ بالآخر آپ کے دہلی کی جانب سفر کا سبب بنا اور وہاں ہزار ہا افراد آپ کے دست حق پرست پر تائب اور بیعت ہوئے اور سلسلے کو فروغ ملا۔

دودھ کے بدلے حج

دربار عالیہ تیراہ شریف میں حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد قدس سرہ کی بارگاہ میں یاران طریقت اور خلفاء کرام کا بھرپورا اجتماع تھا۔ حضرت خواجہ ہادی نامہ دار شاہ قدس سرہ بھی اپنے خلفاء خاص حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوری قدس سرہ آؤ مہار شریف، خلیفہ حضرت خان عالم (باولی شریف) اور دیگر خلفاء کے ہمراہ تشریف فرما تھے اسی مجلس میں ایک مولوی صاحب حاضر ہوئے جو کہ حج بیت اللہ کے لیے جا رہے تھے اور حضرت باواجی خواجہ نور محمد قدس سرہ کی بزرگی کا چرچا سن کر دعائے خیر کے لیے حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب نے جب مجلس میں بے پناہ رونق دیکھی، عقیدت مندوں کا ہجوم اور سامنے نذرانوں کا ڈھیر دیکھا تو دل میں سوچنے لگا کہ یہ تو اچھا خاصا کاروبار ہے

اور دوکانداری معلوم ہوتی ہے یہاں معرفت الہیہ کا کیا تصور ہو سکتا ہے۔ جب کچھ دیر بعد مولوی صاحب جانے لگے تو خیال آیا کہ ذرا ایک مسئلہ پوچھ لوں۔ کہنے لگا کہ حضرت ایمان کیا چیز ہے؟

”تو حضرت باواجی نے فرمایا کہ مولوی صاحب ”ایمان کھانے پینے کا نام ہے“ مولوی صاحب جلتے ہوئے اٹھے کہ یہاں بزرگی کہاں کہ ان کو تو ایمان کا بھی پتہ نہیں مطلق بے علم ہیں۔ یہ سوچ کر غصے میں اٹھے اور چلتے بنے واپس گھر آ کر حج کی تیاری میں مصروف ہوئے اور قافلہ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ حج سے فارغ ہو کر اسی قافلہ کے ہمراہ وطن کی طرف چل پڑے۔ اس زمانے میں لوگ جدہ سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تک ریگستانی علاقے میں پیدل یا اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔

مولوی صاحب قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اچانک قضائے حاجت کے سلسلے میں کسی پہاڑ کی اوٹ میں گئے اور جب اٹھے تو قافلہ جاچکا تھا۔ قافلہ کی تلاش میں بڑے دوڑے بھاگے لیکن ناکام رہے..... گرمی کی شدت اس پر بھوک پیاس کا غلبہ..... ریگستانی علاقہ..... تھک گئے..... ضعف طاری ہوا..... مولوی صاحب کی آنکھوں کے سامنے موت رقص کرنے لگی۔ ادھر حضور ہادی نامدار شاہ قدس سرہ کو غیب سے ندا آئی کہ جو مولوی حضرت باواجی قدس سرہ کے دربار میں بے ادبی اور بدظنی کا مرتکب ہوا تھا حج سے واپسی پر فلاں جگہ بھوک پیاس کے غلبے میں سخت پریشان ہے قدرت کو اس کی ہدایت مقصود ہے۔ فوراً پہنچو اور اس کی ہر ممکن مدد کرو۔

آپ اللہ تعالیٰ کے اذن سے باطنی روحانی تصرف کے ساتھ فوراً وہاں پہنچے اور حکمت ایزدی کے تحت ایک چرواہے کی شکل و صورت میں بھیڑ بکریاں چراتے ہوئے ریگستانی ٹیلوں کی اوٹ سے ظاہر ہوئے۔ مولوی صاحب کی آنکھیں چرواہے کو دیکھ کر کچھ کھانے پینے کے لیے کھل گئیں۔ فوراً چرواہے سے کہا اے اللہ کے بندے مجھے

بھوک پیاس نے نڈھال کر رکھا ہے سخت کمزور اور مضطرب ہوں مہربانی کر کے کسی بکری کا دودھ نکال کر مجھے پلاؤ۔

چرواہے نے کہا دودھ مفت نہیں ملتا اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ حاجی صاحب بولے میں قافلہ سے نکھڑ گیا ہوں میرے پاس کچھ نہیں مسافر اور غریب ہوں، فی سبیل اللہ تھوڑا سا دودھ پلا دو۔ چرواہا بولا کہ تم تو بڑے امیر ہو تمہارے پاس تو بہترین دولت "حج بیت اللہ" ہے جس کی دربار الہی میں بڑی قیمت ہے، بڑا درجہ ہے اپنا حج میری ملک کر دو۔ حاجی صاحب تڑپ کر بولے کہ میں دین بیچ کر یہ سودا کیسے کر لوں؟ چرواہے نے کہا تو پھر دودھ نہیں مل سکتا۔ حاجی صاحب بے تابی کے عالم میں بولے کہ اچھا چوتھا حصہ حج کا لے لو اور دودھ پلا دو چرواہے نے کہا کہ ہرگز ایک گھونٹ کی بھی امید نہ رکھیں خواہ آپ میرے سامنے تڑپ کر مر جائیں۔ حاجی صاحب کی جان لبوں پر آئی تھی فوراً بولے اچھا آدھا حج لے لو۔ چرواہے نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آخر کار حاجی صاحب سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ فی الحال جان بچالی جائے زندگی رہی تو حج پھر بھی ہو جائے گا چنانچہ حاجی صاحب کو مجبوراً دودھ کے بدلے اپنا سارا حج چرواہے کی ملک کرنا پڑا۔

دودھ پینے کے بعد حواس بحال ہوئے، دل میں خیال آیا کہ جب میں موضع تیراہ شریف میں ایک مرد فقیر کے پاس گیا تھا اور ان سے دریافت کیا تھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے میری بدظنی بھانپ کر فرماست سے جواب دیا تھا کہ ایمان کھانے پینے کا نام ہے۔ اس فقیر کی بات تو بالکل درست نکلی اور وہ مسئلہ تو مجھ پر ہی صادق آیا، میں نے تو دودھ کے پیالے کی خاطر حج بھی قربان کر دیا۔ ادھر حاجی صاحب سوچتے رہے اور چرواہا بکریوں سمیت نظروں سے غائب ہو گیا۔ حاجی صاحب نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر سلامتی کے ساتھ واپس وطن پہنچ گیا تو پہلے اس مرد کامل سے معافی طلب کروں گا چنانچہ مشیت خداوندی کے مطابق جب وہ واپس ہوئے تو سیدھے حضرت

خواجہ نور محمد قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

دیکھا کہ اسی طرح محفل بھی ہے خلفاء اور علماء کا اجتماع ہے خلق خدا فیض یاب ہو رہی ہے حاجی صاحب بے ساختہ باواجی قدس سرہ کے قدموں میں جا گرے اور رونا چلانا شروع کر دیا۔ آپ نے تسلی دے کر پوچھا کہ مولوی صاحب بتاؤ تو سہی بات کیا ہے؟..... مولوی صاحب نے اپنی داستان غم سنادی کہ میں نے بڑی مشکل پیسہ پیسہ جمع کر کے حج ادا کیا تھا مگر راستے میں دودھ کے پیالے کے عوض حج دے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بس مولوی صاحب! حج کی خاطر اتنے پریشان ہو رہے ہو ذرا ان آدمیوں میں سے پیچا نو تو سہی کونسا آدمی ہے جس کے آگے آپ نے دودھ کے بدلے حج فروخت کیا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا حضور وہ یہاں کہاں..... وہ کوئی اعرابی تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا دیکھو تو سہی شاید وہ یہیں مل جائے۔ اب مولوی صاحب اٹھے اور سارے اجتماع پر نظر ڈالتے گئے جب نظر حضرت ہادی نامدار شاہ قدس سرہ پر پڑی تو پکار اٹھے کہ یا حضرت یہی وہ اعرابی چرواہا ہے جس نے میرا حج لیا ہے۔

نقل ہے کہ وہ مولوی صاحب تائب ہو کر حضرت باواجی کے حلقہء بیعت میں داخل ہوئے اور ایک بائبل عالم دین اور مرد فقیر بن کر اس دنیا سے بامراد رخصت ہوئے۔

ناہینا حاجی

ایک ناہینا حافظ کھاریاں ضلع گجرات سے بغرض حج بیت اللہ شریف گیا ہوا تھا فریضہ حج سے فارغ ہو کر وطن واپسی کے لیے ان کے پاس نہ زادراہ تھا اور نہ ہی کوئی ساتھی۔ پریشانی کے عالم میں لوگوں کو پکارنے لگا کہ ہے کوئی درد مند جو مجھے میرے وطن پنجاب کھاریاں میں پہنچا دے۔ قریب سے حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ قدس سرہ رجال غیب کی صورت میں ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ حافظ صاحب کل صبح اس مسجد کے

دروازہ پر ٹھہرنا ہم آپ کو آپ کے وطن کھاریاں پہنچانے کا انتظام کر دیں گے۔

حافظ صاحب دوسرے روز علی الصبح مسجد کے دروازے پر اپنے محسن کا انتظار کر رہے تھے اسی اثناء میں حضور بادی نامدار شاہ قدس سرہ تشریف فرما ہوئے اور فرمانے لگے کہ آؤ حافظ صاحب تمہارے وطن پہنچنے کا انتظام کریں حافظ صاحب بخوشی اپنے محسن کے ساتھ بازو پکڑ کر چلنے لگے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے ہوا تھا تو بادی پاک قدس سرہ نے فرمایا:

”آؤ حافظ صاحب میرے پاؤں پر اپنے پاؤں رکھو“ حافظ صاحب نے ایسا ہی کیا معاً آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ کے گاؤں سے باہر جھاڑیاں ہیں، کہا ہاں فرمایا یہ جھاڑیاں آگئیں۔ حضور بادی پاک قدس سرہ فرمانے لگے حافظ صاحب اس وقت آپ جس جگہ پر چل رہے ہو یہ جگہ غور سے معلوم کرو کونسی جگہ ہے؟ فلاں درخت یا کنواں آپ کے قصبہ کے قریب ٹھیک ہیں اور حافظ صاحب نے جو نشانیاں بتلائیں تھیں وہ موجود پائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا حافظ صاحب سپرد خدا

حافظ صاحب حیرت میں گم ہو گئے اور کہنے لگے اے مرد کامل آپ اپنا پتہ یا نشانی تو بتلا جائیں حضور بادی نامدار شاہ قدس سرہ بولے کہ حافظ صاحب یہ آپ کا قصبہ ہے اپنے گھر کو جاؤ مجھ فقیر سے میرا پتہ پوچھ کر لیا لینا ہے۔

حافظ صاحب آپ کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے نہیں حضور میں نہیں جانے دوں گا جب تک آپ پورا پتہ نہ بتائیں۔ آپ نے فرمایا اگر فقیر کو ضرور ملنا ہو تو رنگ پورہ سیالکوٹ میں آ کر مل لینا۔ یہ کہا اور آپ طاہری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حافظ صاحب خوشی اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں گھر پہنچے۔ رشتہ دار اور اعضاء و اقرباء حیران ہوئے کہ حافظ صاحب اتنی جلدی حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر کیسے آگئے جبکہ ابھی تو حجاج کرام کی واپسی میں کئی دن باقی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ

کہنا شروع کر دیا کہ یہ حج پر گئے ہی نہیں راستے سے ہی واپس لوٹ آئے۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو حافظ صاحب نے سارا قصہ من و عن سنایا جس سے لوگوں کے دلوں میں ایسے مرد کامل کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک دن حافظ صاحب اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ رنگ پورہ سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں بھی اس مرد کامل کی کرامت کا تذکرہ سن کر کثیر تعداد میں گاؤں کے لوگ قافلہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب لوگ رنگ پورہ پہنچے تو گاؤں کے لوگ اتنی تعداد میں مردوں اور عورتوں کو دیکھ کر گاؤں سے باہر جمع ہو گئے اب تمام قافلے والے حافظ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے کہ اب حافظ صاحب اس مرد کامل کو پہچانیں گے کیسے؟ ہادی پاک قدس سرہ اس وقت کنوئیں سے پانی بھر رہے تھے اور کسی سے محو گفتگو تھے حافظ صاحب نے آپ کی آواز پہچان لی اور آپ کے قدم پکڑ لئے۔

بعد ازاں تمام اہل قافلہ نے ارادت میں داخل ہونے کی درخواست پیش کی آپ نے سب کو اپنے حلقہء بیعت میں داخل فرمایا۔ آپ کی اسی کرامت کا جب تحصیل کھاریاں میں شہرہ عام ہوا تو قصبہ باولی شریف سے حضرت خواجہ خان عالم بھی حضور ہادی نامدار شاہ قدس سرہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور شرف بیعت و غلامی حاصل کیا۔

بدعتی سے پرہیز

آپ زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے مسلک حق اہل سنت پر سختی سے پابند اور بدعات سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کا ایک عقیدت مند آپ کی زیارت کے لیے آ رہا تھا کہ راستے میں اہل تشیع ماتم کر رہے تھے وہ راستے میں انہیں دیکھنے کے لیے ٹھہر گیا۔ جب آپ کی مجلس میں پہنچا تو آپ نے ملنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ بدعتوں سے ملنا جائز نہیں۔ اس نے توبہ کی اور آئندہ بدعتیہ لوگوں کے

ساتھ میل جول سے اجتناب اور ان کی مجالس میں شرکت نہ کرنے کا عہد کیا تو خواجہ صاحب راضی ہوئے۔

جدائی سے محبت

ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں آپ اپنے کسی عقیدت مند کے ہاں کھانے کی دعوت پر مدعو تھے اور مکان کے بالا خانے میں تشریف فرما تھے کہ اسی اثناء میں ایک سائل حاضر ہوا جو جذام کے مرض میں مبتلا تھا، اس نے کھانے کا سوال کیا۔ مالک مکان نے اس کو انتظار کے لیے کہا لیکن وہ کمزور اور بیمار تھا صبر نہ کر۔ اس نے پھر سوال کیا تو مالک مکان نے اس کو دھکا دے دیا وہ گر پڑا اور اس کی چیخ نکلی۔ حضرت ہادی پاک قدس سرہ اس کی چیخ سن کر بالا خانے سے نیچے اتر آئے وجہ پوچھی صورت حال کا جائزہ لے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ بالا خانے پر لے جا کر دسترخوان پر اپنے ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلایا جبکہ دوسرے لوگ اس کے جدائی ہونے کی وجہ سے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھانے کی برکت سے اسی وقت وہ جدائی تندرست ہو گیا اور اس کا جذام جاتا رہا۔

مالک مکان اور اہل مجلس آپ کی یہ عظیم کرامت دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے اور فقیر سے بھی معذرت کرنے لگے۔

غوث اعظم کی گیارہویں

ایک مرتبہ حضرت خواجہ ہادی نامہ دار شاہ نعتیالوی قدس سرہ اپنے پیر و مرشد حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ کی زیارت کے لیے تیراہ شریف کی طرف روانہ ہوئے آپ کے عقیدت مندوں کی بھی کثیر تعداد آپ کے ہمراہ تھی، دوران سفر

رات آگئی سب احباب بھوک سے بے تاب ہو گئے آپ نے سب کو صبر کی تلقین فرمائی اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے وہ ضرور انتظام فرمائے گا۔ ایک عقیدت مند سے فرمایا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر دیکھو شاید کوئی آبادی نظر آ جائے چنانچہ ایک دو درویش پہاڑ کے اوپر چڑھے اور دیکھا کہ کوئی شخص مشعل ہاتھ میں لئے پھر رہا ہے اور آواز دے رہا ہے کہ یہاں کوئی مسافر آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہماری جماعت تیراہ شریف جا رہی تھی ہمارے سالار قافلہ حضور ہادی نامدار شاہ قدس سرہ ہیں یہاں ہمیں رات آگئی ہے تمام قافلہ بھوک کی وجہ سے پریشان ہے۔ اس شخص نے جب ہادی پاک قدس سرہ کا نام سنا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ میرے پاس کھانے پینے کا سامان ہے اسے اٹھاؤ اور مجھے بھی ساتھ لے چلو چنانچہ ہادی پاک قدس سرہ کی خدمت میں وہ سارا سامان پیش کیا گیا آپ نے تمام اہل قافلہ کو کھانا تقسیم فرمایا کھانا کافی پر تکلف تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ بھائی تم نے ہمیں کھانا بھول کر تو نہیں کھلا دیا تم یہاں کس کی تلاش میں کھانا لیے گھوم رہے تھے؟

تو اس نے عرض کی حضور مجھے آپ ہی کی تلاش تھی میں ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم دلاتا ہوں۔ کل رات خواب میں مجھے حضور سیدنا غوث پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی زیارت ہوئی آپ نے مجھے فرمایا کہ کل ہمارا ایک بیٹا ہادی نامدار شاہ قدس سرہ یہاں سے گزرے گا اس کے ساتھ زائرین کا ایک قافلہ ہوگا ہماری گیارہویں کا سارا انگراں کو کھلا دینا۔ چنانچہ میں انگرتیار کر کے شام سے آپ کی انتظار میں تھا اب رات کافی گزر چکی تھی اور میں انتظار کرتے کرتے تھک چکا تھا کہ اچانک آپ کے ساتھیوں کی آہٹ سنی تو میں نے آواز دی۔ اس طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کا شکریہ ادا لیا اور ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھا! ہمارے بزرگوں کو ہمارا کتنا خیال ہے۔

۱۔ تذکرہ مصنفہ خلیفہ محمد سعید آلومبار شریف

احترام شیخ

حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ قدس سرہ اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ کی حیات طاہری میں ہی دار فانی سے عالم بقا کی طرف سفر کر گئے چنانچہ آپ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد آپ کے پیرو مرشد حضرت باواجی قدس سرہ آپ کی قبر انور پر فاتحہ خوانی کے لیے انتھیاں شریف تشریف فرما ہوئے۔ ابھی حضرت خواجہ نور محمد تیراہی قدس سرہ آپ کی قبر اطہر سے کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ اچانک آپ کی تربت انور حرکت کرنے لگی تو باواجی قدس سرہ نے دوڑ کر اپنا دست مبارک تربت شریف پر رکھا اور فرمایا!

”اے اللہ کے عاشق صبر کرو“ چنانچہ قبر ساکن ہو گئی۔ بعد میں آپ نے فرمایا..... اگر میں تربت پر ہاتھ نہ رکھتا تو اللہ کا یہ عاشق تربت سے باہر نکل کر مجھے ملتا..... تو اس دن سے تربت شریف پھنسنے کا نشان اور ایک پتھر پر آپ کے ہاتھ مبارک کا نشان بطور یادگار قائم ہو گیا..... کافی عرصہ لوگ اس مبارک نشان کی زیارت کرتے رہے اس کے بعد آپ کی تربت پر جب گنبد تعمیر کیا گیا تو پہلی عمارت شہید ہونے پر وہ پتھر قدرتی طور پر غائب ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

باقیات صالحات

آپ نے اپنے باقیات میں دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی کو چھوڑا۔ صاحبزادگان کے اسماء گرامی، خواجہ غلام نبی شاہ (یہ مجذوب الحال بزرگ تھے) و خواجہ محمد فضل شاہ (یہ سالک کامل بزرگ تھے) صاحبزادی کا نام معلوم نہیں۔

۱۔ قلمی نسخہ تذکرہ مشائخ امینیہ

خلفائے عظام

آپ کے خلفاء بے شمار ہیں ہمیں صرف 31 خلفاء عظام کے اسماء گرامی دستیاب ہو سکے ہیں افسوس کہ تفصیلات نہ مل سکیں۔ ایک چھوٹی سی کتاب جس کا نام ”مختصر حالات خواجگان باؤلی شریف“ ہے جس کے مرتب فرمانے والے حضرت قدوة المشائخ مولانا پیر محمد فاضل نقشبندی مجددی سجادہ نشین ڈھانگری شریف ضلع میرپور آزاد کشمیر ہیں اس میں حضرت مولوی ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ خلیفہ مجاز دربار عالیہ روپڑ شریف کی فارسی نثر کے حوالے سے مندرجہ ذیل چھبیس خلفاء عظام کے اسماء گرامی ملے ہیں فارسی نثر کا نمونہ بعینہ پیش ہے۔ لقب ایشان ہادی صاحب نام محمد نامدار سرچشمہ فیض ہزار مظہر نور پروردگار... مذہب حنفی داشتہ و خرقہ خلافت و فیوض ظاہری و باطنی از حضرت خواجہ نور محمد رحمة الله عليه حاصل نموده... بموجب امر پیر روشن ضمیر خود در ہندوستان سیر کردہ ہزار ہا خلقت را راہ نمود واپس آمدہ در ملک کشمیر سیر فرمودہ و چندان خلیفہ را صاحب ارشاد فرمودند... وفات ایشان قبل از پیر روشن ضمیر شدہ ہفتہ جمادی الاول در ۱۲۵۹ھ رحلت فرمودند۔

حضرت خواجہ نامدار قدس سرہ را چندان خلیفہ صاحب

ارشاد داشتند

- ۱ خلیفہ خواجہ شیخ احمد دیوسکنہ روپڑ کلاں
- ۲ خلیفہ حضرت خواجہ فضل احمد سکند ہزارہ
- ۳ خلیفہ حضرت خواجہ محمد خان عالم باؤلی شریف
- ۴ حضرت خواجہ سید چمن شاہ آلو مبارک شریف ضلع سیالکوٹ

- ۵ خواجہ حبیب اللہ کوٹلی
 ۶ خواجہ عبدالرحمن کوٹلی
 ۷ خواجہ قاسم خان
 ۸ خواجہ شاہ محمد لدہانہ
 ۹ خواجہ مرتضیٰ رتوی
 ۱۰ خواجہ الہی بخش لدہانہ
 ۱۱ مولوی امام الدین
 ۱۲ مولوی صدر الدین سرہند شریف
 ۱۳ مولوی الہی بخش سکنہ تھانیر
 ۱۴ میاں محمد بخش ہندوستان
 ۱۵ شاہ محمد سکنہ ملک پور
 ۱۶ مولوی فدا بخش ملتانی
 ۱۷ اخون احمد، مسقط ملک عرب
 ۱۸ اخون صاحب سکنہ ریاسی
 ۱۹ محمد شاہ سکنہ ٹہلا پور
 ۲۰ مولوی شیر محمد
 ۲۱ مولوی خان ملک وال
 ۲۲ مرتضیٰ سکنہ رملہ
 ۲۳ میاں سلام الدین
 ۲۴ میاں رحیم الدین سکنہ کشمیر
 ۲۵ ملنگ شاہ سہال

۲۷..... الف دین سکنہ بجریتال

ایں خلفائی صاحب ارشاد بودند لیکن بندہ را ہمیں

ستیاب شدند۔

علاوہ ازیں راقم الحروف کے پیر و مرشد زبدۃ الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد علی ندس سرہ (مزار شریف واقع در بار عالیہ حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ محلہ مبارک شاہ بیرون کھیالی گیٹ متصل کلاں قبرستان گوجرانوالہ) کے دست اقدس سے تحریر فرمودہ قلمی نسخہ ”تذکرہ مشائخ امینیہ“ سے مزید تین خلفاء کے اسماء گرامی حاصل ہوئے جو راج ذیل ہیں۔

۲۷..... حضرت میاں بڈھا موضع ڈھوڈا ضلع سیالکوٹ

۲۸..... حضرت حافظ فتح دین موضع جوڑا ضلع گجرات

۲۹..... حضرت خواجہ خلیفہ عبدالصمد خان عرف رنمت خان مصنف ”مثنوی تحفۃ العاشقین“ و تحفۃ العارفین

یہ بزرگ حضرت ہادی پاک قدس سرہ کی بارگاہ میں ہندوستان سے پیدل چل کر آپ کے وصال سے تھوڑی دیر پہلے تھیال شریف حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اسی وقت توجہ دے کر درجہ تکمیل تک پہنچا دیا اور ساتھ ہی ہر چہار سلاسل میں اجازت و خلافت بھی عطا فرمادی اور قطب الارشاد کے مرتبے پر فائز فرما دیا، یہ آپ کے آخری خلیفہ تھے۔ آپ نے مثنوی تحفۃ العاشقین میں اپنی نسبت کا یوں اظہار فرمایا ہے

تتشبہم صاحب ارشاد در ہر سلسلہ

بہست نسبت باجناب نامدار محترم

۳۰..... حضرت خواجہ پیر سید نوران شاہ ولی قدس سرہ نور پور شاہاں سوہاواہ

راقم الحروف نے بارہا حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ (آلو مہار شریف) کی زبان اقدس سے سنا کہ سو باوہ (ضلع جہلم) کے قریب جی نی روڈ پر واقع بستی نور پور شاہاں میں ایک بلند ترین بستی اور ولی کامل حضرت خواجہ پیر سید نوران شاہ قدس سرہ کا مزار ہے یہ بزرگ بھی حضرت ہادی نامدار شاہ نتمیالوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز ہوئے ہیں۔ حضرت خطیب الاسلام کئی مرتبہ ان کے سالانہ عرس پر حاضری دیتے رہے۔

۳۱..... حضرت قبلہ باواجی خواجہ محمد قاسم قدس سرہ موہڑہ شریف (نزد مری)

راقم نے حضرت صاحبزادہ پیر محمد فضل شاہ سجادہ نشین نتمیال شریف کی زبانی متعدد بار سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود کئی مرتبہ حضرت باواجی خواجہ محمد قاسم موہڑوی قدس سرہ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے کئی بار حضرت خواجہ ہادی پاک کی زیارت اور حصول فیض کی سعادت حاصل ہوئی بالآخر آپ نے مجھے اجازت و خلافت سے بھی نوازا "والحمد لله علی ذالک" آپ کے اکتیس خلفاء کے اسماء گرامی بدیہ قارئین ہیں لیکن ہمیں سوائے پانچ سات خلفاء کے باقی خلفاء کرام کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکے۔

ان کے علاوہ بے شمار صاحبان علم و معرفت، مقتدر علماء و مشائخ اور خلفائے کرام و اولیائے عظام آپ کے فیضان باطنی کے وارث ہوئے ہیں جن کی توجہات و تصرفات سے ایک جہاں فیضیاب ہوا اور آج تک ان کے روحانی فیوض و برکات جاری ہیں۔ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ حضرت باواجی تیرا ہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ سب چراغ بجھ جائیں گے مگر نتمیال کا چراغ جلتا رہے گا آج کل دربار عالیہ نتمیال شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر الطاف حسین شاہ مدظلہ العالی ہیں جو نہایت پاکیزہ نفس، عالی کردار، خوش خلق، مہمان نواز اور صاحب دل درویش ہیں۔

مشائخ آلومہار شریف

عشق و مستی کا حسین دلکش نگر آلو مہار

اے سر زمین اولیاء، اے خطہ آلو مہار
 شوکت خورشید تیرے ایک ذرے پر شمار
 حضرت شیخ مجدد کی ولایت کا امین
 عشق و مستی کا حسین دلکش نگر آلو مہار
 جلوۂ نور محمد کا یہ سارا بانگین
 تاج فرق اولیا اس آستانے کا غبار
 بادی راہ ہدی کی پاک نظروں کے طفیل
 ہو گیا اس آسماں کا ہر ستارہ نامدار
 اولیائے گلشن چمن شہی تم پر سلام
 ہے تمہارے فیض سے بزمِ طریقت میں بہار
 جنگلی آغوش ولایت ہے امین اہل دل
 جس طرح پنہاں صدف میں گوہر صد آبدار
 اولیاء اس سر زمین کے گلشن آل رسول
 اے حسین پاک تیری نکجوں کا یہ نکھار
 کشور پنجاب کا جھومر، وطن کی آبرو
 سید فیض الحسن اہل نظر کا تاجدار
 اپنے منکوں کو نوازا آپ نے ہے کس قدر
 ہے سعید بے نوا بھی تیرے ادنیٰ منکوں میں شمار
 نتیجہ فکر حضرت ابوالبلیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

362-A



آستانہ عالیہ آلومبار شریف

362-B



جامع مسجد نقشبندیہ مجددیہ آستانہ عالیہ آلہمہ اشرفیہ

آلومہار شریف کا محل وقوع



سرزمین اولیاء آلومہار شریف ڈسکہ سے سیالکوٹ جاتے ہوئے چار پانچ میل کے فاصلے پر بائیں کنارے لہلہاتے کھیتوں کے درمیان واقع ہے ساتھ ہی مشہور اڈا موترہ ہے، آج کل بھیلومہاراڈہ پر اتر کر آلومہار شریف جانا پڑتا ہے۔ مغربی جانب دریائے چناب کا شفاف پانی لئے ہوئے نہر لور چناب گزرتی ہے۔ مزار پرانوار گاؤں کے جنوب مغربی کونے میں مربع خلائق ہے۔ مزار اقدس گھنے درختوں کے درمیان عجیب روح پرور منظر پیش کرتا ہے، پختہ سڑک مزار اقدس کی دہلیز چومتی ہے۔

حضرت سید محمد جیون شاہ قدس سرہ

(المعروف شاہ شیرسوار)



اشراف سادات آلو مہار شریف میں پہلے بزرگ حضرت سید محمد جیون شاہ قدس سرہ ہوئے ہیں جو حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا خاندان خراسان میں حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز تھا۔ منٹائے ایزدی کے مطابق اس خاندان نے حکمرانی کو خیر آباد کہہ کر فقر و رویشی کی زندگی اختیار کر لی۔ چنانچہ یہ خاندان خراسان سے ہجرت کر کے پہلے بھکر اور پھر آلو مہار شریف میں قیام پذیر ہوا۔

اس خاندان کے پہلے بزرگ حضرت سید محمد جیون شاہ قدس سرہ، ایک روایت کے مطابق حضرت امام علی الحق شہید سیالکوٹی قدس سرہ کے دور میں یا ان کے ہمراہ بسلسلہ تبلیغ و جہاد یہاں تشریف لائے اور علاقہ میں علم و عرفان کی شمع روشن کی۔ ان کے متعلق یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ وہ شیر پر سواری کیا کرتے تھے اور سانپ کا چابک ہاتھ میں رکھا کرتے تھے اور اپنے دور میں ”شہ شیرسوار“ کے نام سے مشہور تھے۔

364-A



مزار اقدس حضرت خواجہ سید محمد جیون شاہ المعروف شہ شیر سوار قدس سرہ



مرقد انور..... شمس الہند حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ

خواجہ خواجگان شمس الہند
حضرت خواجہ سید محمد چمن شاہ نوری
دامم الحضورى قدس سرہ العزیز



ولادت باسعادت

شمس الہند حضرت سید چمن شاہ قدس سرہ کی تاریخ ولادت کے بارے میں کسی حتمی تاریخ کا تعین نہیں کیا جاسکتا تاہم یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی عمر مبارک تقریباً سو سال ہوئی ہے۔ چونکہ یہ آفتاب ولایت 1889ء یا 1890ء میں غروب ہوا اس لیے آپ کی تاریخ ولادت 1789ء یا 1790ء میں متعین کی جاسکتی ہے۔^۱

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے حالات

آپ کی ولادت کا وہی زمانہ ہے جب مغلیہ سلطنت کے اقتدار کا سورج زوال پذیر ہی نہیں بلکہ غروب ہو چکا تھا۔ رنجیت سنگھ کی یورشوں نے پنجاب بھر میں بے اطمینانی کی کیفیت پیدا کر رکھی تھی۔ یہ حالات رنجیت سنگھ کے مہاراجہ بننے کی شہادت دے رہے تھے۔ انیسویں صدی کے ابتداء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب پر قابض ہو چکا تھا۔

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص: ۱۶۴ مولفہ خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ محرمہ ۱۹۶۰ء

رنجیت سنگھ کا خصوصی ہدف مسلمان تھے۔ دوسری طرف فرنگی استعمار ہندوستان میں اپنے بچے مضبوط کر چکا تھا۔ اندریں حالات سنت الہیہ کے مطابق حضرت شمس الہند قدس سرہ کی صورت میں مسلمانوں کے روحانی عروج کے لیے ان کو یہ عظیم رہنما عطا کیا گیا۔

آلو مہار شریف میں آمد

آپ کے خاندان کا اصل وطن خراسان تھا۔ خراسان میں آپ کے آباء و اجداد حکمران تھے۔ نیرنگی دوراں نے اقتدار سے محروم کر کے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ آپ کا خاندان بھکر میں آباد ہوا۔ پھر کچھ مدت قیام کے بعد پنجاب میں آلو مہار شریف تشریف لائے اور یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ اس خاندان سادات میں کا ملین پیدا ہوتے رہے مگر حضرت شمس الہند قدس سرہ کے وجود مسعود سے آلو مہار شریف کو شہرت دوام ملی۔

تعلیم و تربیت

وہ نامور انسان جنہیں قدرت خداوندی بھٹکتی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سونپتی ہے ان کی حنا بندی بھی مشاطہ قدرت خود فرماتی ہے۔ حضرت خواجہ شمس الہند بھی انہیں چند افراد میں سے ایک تھے۔ ستارہ بلندی آپ کی لوح پیشانی پر بچپن ہی سے ہویدا تھا۔ لاہور کے میاں دسوندی علیہ الرحمہ جو عمر میں آپ سے بڑے تھے ان سے خواجہ رکن الدین علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ آپ بچپن ہی سے بلا کے ذہین، نہایت فطین، خاموش طبع اور تنہائی پسند تھے۔ عام بچوں کی عادات کے برعکس آپ شرارت، لہو و لعب اور گالی گلوچ وغیرہ سے مجتنب رہتے۔^۱

آٹھ نو سال کی عمر میں آپ قرآن حکیم کی تعلیم سے فارغ ہو کر کتب متداولہ کی

^۱ تذکرہ مشائخ امینہ (قلمی) ص: ۱۶۲

تحصیل میں اپنے شب و روز صرف کرنے لگے قرآن، حدیث، فقہ، علوم عقلیہ اور نقلیہ میں مہارت تامہ کے بعد اپنے برادر سید دیدار علی شاہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ پشاور تشریف لے گئے۔ وہ حکومت کے ایک بڑے عہدہ پر فائز تھے۔ انہوں نے حضرت شمس الہند کو بھی اپنے ماتحت ملازمت دلوادی مگر اللہ تعالیٰ کو آپ سے کچھ اور ہی کام لینا تھا۔ ملازمت کے دوران تلاش حقیقت کی جستجو رہتی، دل بے چین اور روح بے قرار رہتی، ملازمت مقصود حقیقی کی راہ میں رکاوٹ محسوس ہونے لگی۔ مرشد کامل کی پیاس لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی حتیٰ کہ پشاور کے گرد و نواح کے جنگلات اور پہاڑوں میں مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔

جہاں کہیں کسی اہل دل کا نام سنتے دیوانہ وار وہاں حاضر ہو جاتے۔ اسی دوران خبر ملی کہ دریائے کابل کے کنارے ایک انتہائی باکمال بزرگ موجود ہیں۔ آپ فوراً انکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بزرگ فرمانے لگے شاہ صاحب آپکا حصہ کہاں ہے اور آپ تلاش کہاں کر رہے ہیں؟۔ اس بات نے شوق کو مزید بڑھا دیا۔ ملازمت آپ کی طبیعت کو پہلے ہی راس نہیں آئی تھی لہذا آپ ملازمت چھوڑ کر آلو مہار شریف واپس تشریف لے آئے۔ ۱

تلاش مرشد

دریائے کابل والے بزرگ کے فرمان کے مطابق آپ آلو مہار شریف واپس تشریف لائے اور تلاش مرشد میں سرگرداں رہنے لگے۔ ایک دن آپ اپنے برادر سید دیدار علی شاہ صاحب کے ہمراہ سیالکوٹ شہر گئے۔ آپ کے بھائی اپنے کام میں مشغول ہو گئے مگر حضرت شمس الہند قدس سرہ اپنے مقصود حقیقی کی جستجو میں منہمک ہو گئے۔ دریں

اتنا کسی نے خبر دی کہ محلہ رنگ پورہ سیالکوٹ میں ایک مرد کامل تشریف لائے ہوئے ہیں یہ سننا تھا کہ آپ بے قرار ہو کر ان سے ملنے کو روانہ ہوئے۔ عجیب اتفاق تھا کہ آپ جس گلی اور جس بازار سے گزرتے، ہر طرف ہادی کامل حضرت ہادی نامہ ارشاد قدس سرہ کا چہرہ چاہتا۔ اتنا، راہ مرشد کامل کے معیار کے متعلق سوچنے لگے کہ

مرشد کامل سید ہو، عالم فاضل ہو، تب بیعت کروں گا، ورنہ تلاش جاری رکھوں

گا۔

آپ کشاں کشاں اس حجرہ مبارک تک آ پہنچے جہاں حضرت ہادی نامہ ارشاد قدس سرہ کا نزول اجلال تھا۔ حجرہ میں داخل ہوتے ہی حضرت ہادی نامہ ارشاد قدس سرہ کے چہرہ انور پر پہلی نظر پڑی تو ان کے رعب و جلال سے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ حضرت کے پیچھے جا بیٹھے اور درود پاک کا ورد شروع کر دیا۔

جوں ہی آپ نے درود پاک شروع کیا تو حضرت ہادی نامہ ارشاد فرمانے لگے بعض اللہ کے بندے پیٹھ پیچھے درود پاک پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، اور ادب و احترام کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ شمس الہند قدس سرہ یہ سنتے ہی چونک اٹھے۔ آرزوئے بیعت دل میں مچلنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد بیعت کے لیے عرض کیا تو حضرت ہادی نامہ ارشاد قدس سرہ فرمانے لگے!

”شاہ جی ماں تے نہ سید ہاں نہ عالم ہاں ماں تے پٹھان فقیر ہاں،“

حضرت شمس الہند قدس سرہ عرض کرنے لگے یہ خیال آپ کی زیارت سے قبل تھا

لیکن اب تو میرے لیے سب کچھ آپ ہی ہیں

نظر جہاں دی کیمیا سونا کر دے وٹ

ذاتاں دتیاں رب دیاں کیا سید کیا جٹ

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
 او ست سید جملہ موجودات را

حضرت ہادی نامدار شاہ قدس سرہ فرمانے لگے شاہ جی ایک کام یاد آ گیا ہے ٹھہرو
 آ کر آپ سے بات کریں گے۔ آپ عرض کناں ہوئے اگر حکم ہو تو بندہ بھی ہم رکابی
 کا شرف حاصل کرے؟ حضرت نے اجازت مرحمت فرمائی چھاؤنی کی طرف جا رہے
 تھے چھاؤنی کے قریب پہنچ کر فرمانے لگے ”ذرا ٹھہرو میں آتا ہوں“۔ تھوڑی دور ایک
 بنگلہ سے اچانک دو کتے نکلے اور آپ پر حملہ کی غرض سے بھونکنا شروع کر دیا۔ آپ نے
 یکے بعد دیگرے دونوں کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور ساتھ ہی فرمایا ”مجھ
 فقیر سے کیا لینے آئے ہو“۔

روایت ہے کہ دونوں کتے وجد میں تڑپنے لگے اور حضرت ہادی نامدار قدس سرہ
 آگے بڑھ گئے۔ کافی دیر کے بعد عصر کے وقت واپس تشریف لائے تو حضرت خواجہ
 چمن شاہ قدس سرہ وہیں انتظار کر رہے تھے۔ حضرت ہادی نامدار قدس سرہ آپ کو دیکھ
 کر فرمانے لگے!

”ماہاں دا یار تے بہوں پکا اے“

واپس حجرہ میں تشریف لائے اور حضرت سید چمن شاہ قدس سرہ کو بیعت فرما کر
 خصوصی توجہ فرمائی ہی تھی کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ وجد و حال سے افاقہ ہوا تو آپ فنا
 فی الشیخ کی منزل میں گم ہو گئے۔ مرشد کی محبت کا غلبہ اور صحبت کا جذبہ شدید ہو گیا۔ ایک
 دن کسی خاص مجلس میں آپ حاضر تھے کہ ایک شخص نے ہادی پاک کی خدمت میں ایک
 پچھیری بطور نذرانہ پیش کی آپ نے ارشاد فرمایا اے عزیز! میں مسافر ہوں اور اکیلا
 ہوں ایسی حالت میں اس گھوڑی کو کون سنبھالے گا۔؟

حضرت شمس الہند نے عرض کی کہ یہ گھوڑی مجھے عنایت فرمادی جائے میں اس کی

خدمت کروں گا اور جوان ہو جانے پر پیش خدمت کر دوں گا۔ چنانچہ حسب درخواست وہ گھوڑی آپ کو دے دی گئی آپ نے گھر پہنچ کر اپنے ہاتھوں سے گھاس اکٹھا کرنے، گھوڑی کو پانی پلانے سمیت تمام دیگر خدمات بھی اپنے ذمہ لے لیں۔ گھوڑی کی خدمت کے لیے گائے خریدی گئی اس کے دودھ میں پتاشے ملا کر گھوڑی کو پلایا جاتا۔

دو سال کے عرصے میں گھوڑی تندرست و توانا اور خوب فر بہ ہو گئی حضرت ہادی نامدار قدس سرہ کی سیالکوٹ آمد پر حضرت شمس البند نے گھوڑی کو نئی زین اور سامان سے آراستہ کیا اور خوب سجا سنوار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ہادی پاک نے پوچھا یہ گھوڑی کہاں سے آئی؟۔ آپ نے عرض کیا حضور یہ وہی گھوڑی ہے جو آپ نے خدمت کے لیے مجھے عطا فرمائی تھی ہادی پاک نے خوش ہو کر فرمایا ”واہ شاہ جی“ آپ کے ان لفظوں سے ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور حضرت شمس البند کو یک لخت کشف کوئی کامرتبہ مل گیا۔ اس کے بعد ہادی پاک گھوڑی پر سوار ہو کر کسی مرید کے گھر تشریف لے گئے گھوڑی کی خوش خرامی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے ہادی پاک نے مزید فرمایا! واہ شاہ صاحب“ آپ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ پر میرے انفسی مراحل بھی طے ہو گئے۔ چنانچہ گھوڑی کی خدمت کے صلے میں حصول فیض و برکت ایک خاندانی اصول بن گیا۔

ایک مرتبہ حضرت ہادی نامدار شاہ نتھیا لوی قدس سرہ نے دربار عالیہ تیراہ شریف کی حاضری کا ارادہ فرمایا اور اپنے ہمراہ حضرت سیدنا چمن شاہ قدس سرہ کو لے کر روانہ ہوئے جب ہادی پاک اپنے مرشد برحق خواجہ، خواجگان حضرت خواجہ نور محمد تیراہی المعروف باواجی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو راز و نیاز کی باتوں کے دوران عرض پرداز ہوئے کہ حضور میں آلو مہار سے ایک شہباز کو اپنے ساتھ لایا ہوں۔ آپ کی خدمت میں یہ بہترین تحفہ پیش کرتا ہوں اس کو اپنے سلسلہ کے فروغ کیلئے قبول فرمائیں

اور مزید فیض بھی عطا فرمائیں۔ حضور باواجی نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا
نامدار! عجب تحفہ لائے ہو یہ تو سورج ہے۔ (غالباً اسی وجہ سے آپ کو شمس الہند کہا
جاتا ہے)

دربار چوراہی میں خدمت

حضرت ہادی نامدار قدس سرہ، حضرت باواجی قدس سرہ کے سامنے آپ کے
اوصاف بیان کرتے رہے۔ حضرت باواجی قدس سرہ فرمانے لگے آج رات استخارہ
کے بعد شاہ صاحب کو کوئی خدمت سپرد کی جائے گی۔ صبح آپ نے فرمایا شاہ جی لنگر پکوا یا
کرو اور تقسیم کیا کرو۔

آستانہ عالیہ کی خدمت سرانجام دینے میں حضرت ہادی نامدار قدس سرہ کی جو
حالت ہوئی بعینہ وہی حالت حضرت خواجہ سید چمن شاہ قدس سرہ کی بھی ہو گئی حتیٰ کہ
آپ کے کپڑے بوسیدہ ہو کر ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر حضور
باواجی نے اپنا جوڑا اور نعلین مبارک عنایت فرمایا۔ آپ نے قمیض تو زیب تن فرمائی مگر
نعلین پہننا خلاف ادب سمجھ کر اسے سینہ پر باندھ لیا۔^۱

دربار چوراہی سے خلافت

اس لباس کی بھی وہی حالت ہو گئی تو یاران طریقت میں سے کسی نے اطلاع کر
دی۔ حضور باواجی قدس سرہ نے تمام دوستوں کو جمع کیا۔ فرمانے لگے چمن شاہ کو بلاؤ
آپ فوراً حاضر خدمت ہوئے۔ حضور باواجی نے حکم دیا ”یہ قمیض اتار دو لو یہ نئے
کپڑے پہن لو“ یہ سننا تھا کہ راز افشاء ہونے کے غم میں آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں
کی جھڑی لگ گئی اور آپ نے کچھ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا یہ دیکھ کر حضور باواجی قدس سرہ

۱۔ تذکرہ مشائخ امینہ (قلمی) ص: ۱۷۷ مولفہ حضرت صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمۃ

نے اپنے دست مبارک سے آپ کی قمیض اتاری۔ تو حاضرین مجلس نے دیکھا کہ مرشد کریم کے عطا کردہ نعلین مبارک آپ کے سینہ پر بندھے ہوئے ہیں۔ عقیدت و محبت کا یہ بے مثال منظر دیکھ کر اہل مجلس پر ذوق و شوق اور سوز و گداز کی کیفیات کا ورود ہوا۔ حق ہو کے نعرے بلند ہوئے، اہل مجلس پر حالت وجد طاری ہوئی۔ آپ کیفیت وجد میں بے ہوش ہو گئے۔ حضور باواجی قدس سرہ انتہائی شفقت سے آپ کے جسم پر دست اقدس پھیرنے لگے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو آپ کو خلافت عظمیٰ سے نواز کر فرمانے لگے

”رات کے بعد جس طرح سورج جہان کو روشن کرتا ہے اسی طرح چمن شاہ دنیا کو روشن کر دے گا“۔ یہ فرما کر دربار سے رخصتی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ بارہ برس لنگر کی خدمت کرنے کے بعد یہ اعزاز پا کر واپس لوٹے۔

مسند ارشاد

حضور باواجی قدس سرہ نے مع یاران طریقت آپ کو رخصت فرمایا جدائی کے صدمے سے آپ کی آنکھیں برسے لگیں حضور باواجی نے سینے سے لگا کر تسلی دی۔ بادل نخواستہ آپ دربار عالیہ تیراہ سے روانہ ہوئے ابھی تک آپ کی طبیعت میں جذب و جنوں کا غلبہ تھا۔ اثناء راہ جنگل میں ایک غار پر نظر پڑی اندر چلے گئے۔ غار کا ماحول خوب پسند آیا تو وہیں عبادات ذکر و فکر اور مراقبات میں مشغول ہو گئے

ہے رسم عاشقی میں الگ سب سے بیٹھنا

تین دن یوں ہی گزر گئے اچانک حضور باواجی چوراہی قدس سرہ کی زوردار آواز

سنائی دی

”اے چمن شاہ! ہم نے تمہیں غیروں کے گھروں میں مراقبہ کے لیے نہیں بھیجا

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص: ۱۷۸ مولفہ حضرت صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمۃ

پنجاب میں تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔“

یہ آواز سن کر آپ فوراً اٹھے اور غار سے باہر تشریف لائے کیا دیکھا کہ ایک شیر سر جھکائے غار کے سامنے کھڑا ہے۔ آپ کو دیکھ کر قدموں پر لوٹنے لگا۔ آپ شیر کی پشت پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمانے لگے بھائی مجھے علم نہیں تھا کہ یہ تمہاری رہائش گاہ ہے لو اپنا گھر سنبھالو۔

یہاں سے آپ سیدھے نتھیال شریف حاضر ہوئے، قبلہ عالم ہادی نامدار شاہ قدس سرہ سے ملاقات ہوئی، چند دن قیام کے بعد حضرت قبلہ ہادی نامدار شاہ قدس سرہ نے بھی خلافت عطا فرمائی، یوں دوطرفہ فیض سے مخمور ہو کر آپ آلو مہار شریف واپس تشریف لائے۔ ۱

فیض عام

آپ کا آلو مہار شریف تشریف لانا تھا کہ ہر سو آپ کا فیض نور کی طرح پھیل گیا ہر خاص و عام دیوانہ وار آلو مہار شریف کا رخ کرنے لگا۔ لوگ جوق در جوق جمع ہونے لگے جو یہاں پہنچ جاتا آپ کی نگاہِ کیمیا اثر سے منزل فنا پر فائز ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا۔ عشق مجازی میں گرفتار عاشق حقیقی بن گئے۔ طالب دنیا آپ کی صحبت میں آ کر طالب مولا بن گئے۔ ایک شور تھا، چرچا تھا، دھوم تھی، جوم تھا، کوئی گھوڑیاں چرا کر فیض پارہا تھا۔ کوئی خدمت کر کے روحانی منازل طے کر رہا تھا، کوئی آپ کے لباس پر مقرر تھا تو کوئی وضو پر۔ کوئی لنگر کی خدمت پر مامور تھا تو کوئی لنگر کے ٹکڑے کھا کر دین و دنیا پا گیا۔ کئی غربت کے مارے شہنشاہ ہو گئے۔

غرض کہ کوئی ایسا سائل نہ تھا جو نامراد لوٹ جائے۔ اپنے کا سے اور ظرف کے

مطابق ہر کوئی فیض پارہا تھا۔ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق بیعت ہو کر اپنی بخشش کا سامان کرتے۔ روزانہ تقریباً دو سو آدمی لنگر کھاتے۔ جب تک آپ آلو مہار شریف تشریف رکھتے ایک عرس کا سامان بندھا رہتا۔ دوران سفر کثیر تعداد میں علماء کرام اور خلفاء عظام کو شرف ہم رکابی ملتا۔ ۱

حلیہ مبارک

خانوادہ سادات سے تعلق کی وجہ سے حسن اور رعنائی آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ نسبت طریقت نے حسن کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ چہرہ کیا تھا مطلع انوار، کلیوں کی مسکراہٹ، چشم غزالاں، آنکھوں میں سرخ ڈورے اور اس پر مستزاد کہ سرگلیں، ریش نورانی، کشادہ و منور پیشانی، ہونٹ تازہ گلاب کی طرح کھلے ہوئے۔ جب تبسم فرماتے تو نہایت خوشنما معلوم ہوتے۔ مشاطہ قدرت نے حسن کی رعنائی میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی مگر بایں ہمہ آپ کے حلیہ کو عشاق بیان نہیں کر سکتے تھے کیونکہ آپ کے چہرہ انور پر نظر نہیں جمتی تھی۔ بے ساختہ نظریں اٹھ جاتیں تو عشاق محویت اور مستی کے عالم میں ہوش کھو بیٹھتے۔ سر و قد تھے، مجمع میں چلتے ہوئے سب سے بلند اور نمایاں نظر آتے۔ ۲

لباس مبارک

ہمیشہ سفید براق پارچہ جات زیر استعمال رہتے۔ لباس میں عالمانہ وقار اور مشائخ کا سا انداز شامل ہوتا۔ نیز لباس کی وضع قطع عین سنت کے مطابق ہوتی۔ سر پر گول چھوٹی سی پگڑی کھلے بازوں والا کرتہ اور کھلے پانچوں والا ہندوستانی وضع کا پانجامہ استعمال کرتے۔ لباس کے اوپر فرغل۔ سردیوں میں مونے اور گرمیوں میں باریک کپڑے کا پہنتے دو تین جوڑوں سے زیادہ پارچہ جات زیر استعمال نہ لاتے۔ عموماً

۱ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۸۱ مولفہ خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ ۲ ایضاً ص: ۱۸۱

جمعہ المبارک کو جماعت بنواتے اور صاف دھلا ہوا لباس زیب تن فرماتے۔ کنگھی، سرمہ اور خوشبو عموماً استعمال فرماتے، موسم سرما میں چمڑے کے موزے بھی پہنتے۔

خوراک

ابتدائے نسبتِ طریقت سے لے کر تا وصال آپ ہمیشہ کم خوراک کی پر عمل پیرا رہے ہمیشہ قوتِ لایموت پر اکتفا فرماتے۔ ستر سال کی عمر کے بعد آپکا معمول تھا کہ ایک گائے ہمیشہ سفر و حضر میں ساتھ رہتی، گائے کے ایک پاؤدھی کے ساتھ ناشتہ فرماتے جبکہ دوپہر کو ایک چھوٹی سی خمیری روٹی تناول فرماتے جس پر گائے کا مکھن لگاتے کبھی سالن اور کبھی بغیر سالن کے استعمال فرماتے اور رات کو گائے کا آدھ سیر دودھ نوش فرماتے یہ معمول تا دم انتقال قائم رہا۔ کھانے پینے میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ جو بھی روکھا پھیکا سامنے آجاتا بلا تکلف تناول فرمالیتے۔ اس میں نہ کوئی فرمائش تھی نہ اہتمام۔

معمولات

حضرت شمس الہند نماز تہجد حجرہ مبارک میں ادا فرماتے۔ نماز فجر تک ذکر نفی اثبات اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔ نماز باجماعت کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ اکثر کسی صالح یا عالم آدمی کو امامت کے لیے فرماتے۔ اگر کبھی کوئی جماعت کروانے والا نہ ہوتا تو خود امامت کرواتے مگر سلام پھیرنے پر دائیں اور بائیں طرف کے نمازیوں کو وجد ہو جاتا اور راہ سلوک بھی طے ہوتی۔ آپ کی امامت میں نماز ادا کرنے سے لوگوں کو وہ فیض ملتا جو کئی برسوں کے مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

نماز فجر باجماعت ادا فرمانے کے بعد تلاوت کلام پاک نماز اشراق اور حلقہ ذکر کرواتے۔ اس کے بعد بیعت کے لیے آنے والے عقیدت مندوں کو بیعت فرماتے بعد ازاں گھر تشریف لے جاتے اور مہمانوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے۔

کھانا خود تقسیم فرماتے۔ تکمیل تقسیم کے بعد کھانے کی اجازت فرماتے۔ کھانے کے بعد دوستوں کو رخصت فرماتے۔ دوپہر کو سنت نبوی کے مطابق قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز باجماعت ادا فرمانے کے بعد قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، دلائل الخیرات پڑھتے، زائرین اور ارادتمندوں کو تبلیغ فرماتے، پند و نصیحت کے ساتھ روحانی ارتقاء کے راز افشاء فرماتے۔

نماز عصر باجماعت ادا کرنے کے بعد ختم خواجگان اور دیگر وظائف اور ختم بسم اللہ شریف بصورت حلقہ پڑھتے، اگر کچھ وقت بچتا تو حلقہ ذکر کرتے۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد نماز اوامین ادا فرماتے بعد ازاں لنگر تقسیم فرماتے۔ نماز عشاء باجماعت ادا کرنے کے بعد خواہش مند حضرات کو بیعت فرماتے۔ بعد ازیں کافی دیر آرام فرما کر کبھی باہر جا کر اور کبھی مصلیٰ پر ہی ذکر و مراقبہ فرماتے۔

کیفیت مراقبہ

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے کہ آلو مہار شریف کے ایک بہت ہی عمر رسیدہ سکھ نے مجھے بتایا تھا کہ اوائل نسبت طریقت میں حضرت شمس الہند اس خیال سے کہ لوگ مغل نہ ہوں، گنے کے کھیت میں ساری ساری رات مراقبہ فرماتے حتیٰ کہ موسم سرما کی شدید سردراتوں میں آپ کی چادر پر کبہر جم جاتی لیکن آپ کی محویت اور یکسوئی میں فرق نہ آتا۔

نوری دائم الحضور

اکثر بزرگوں سے سننے میں آیا ہے کہ کمال لطافت و نورانیت کی وجہ سے سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ بھی نظر نہیں آتا تھا

چوں فنا در فقر پیرایہ شود

او محمد وار بے سایہ شود

روضہ عالیہ آلو مہار شریف کے متصل جنوب مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی تین گنبدوں والی خوبصورت مسجد تھی۔ حضرت سید چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ العزیز اپنے ہاتھوں سے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتے رہے۔ اب وہ مسجد شہید کر کے اس کی جگہ ایک بڑی جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کے تمام تعمیری اخراجات حضرت صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ مدظلہ جگر گوشہ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ نے خود برداشت فرمائے ہیں۔

اس مسجد کی تعمیر کا واقعہ راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) نے حضرت پیر سید رحمت علی شاہ آف پنج گرائیں شریف سے خود سنا تھا کہ آپ کے ایک مرید خاص ڈپٹی فیض الحسن مال آفیسر سیالکوٹ نے از خود تعمیر کے لیے اینٹیں منگوا کر بنیادوں کی کھدائی کر کے حضرت کی خدمت میں اپنے دست اقدس سے سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست پیش کر دی جسے آپ نے منظور فرمایا اور اس کے بعد گاہے بگاہے تعمیر مسجد میں خود بھی حصہ لیتے رہے۔ تعمیر مکمل ہونے پر آپ نے چند عقیدت مندوں کی موجودگی میں ڈپٹی فیض الحسن سے فرمایا ”بیٹا تم نے تعمیر مسجد کا ایک مقدس فریضہ تو سرانجام دیا ہے مبارک ہو، مگر تم نے تعمیر کے دوران اس بندہ حقیر کو بھی آزمائش میں ڈالے رکھا۔ تمہیں کیا معلوم کہ ہم اس کار خیر میں حصہ لینے کے لیے کتنی بار عالم لاہوت سے عالم ناسوت کی طرف اور وحدت سے کثرت کی طرف رجوع کرتے رہے اور اس سے ہمارے دوام حضور میں کتنا رخنہ پیدا ہوا، آئندہ محتاط رہنا۔“

ملفوظ

راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) نے اس واقعہ سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ

حضرت سیدنا چمن شاہ نوری قدس سرہ یقیناً دائم الحضور تھے۔ گویا کہ تعمیر مسجد میں حصہ لینا ایک امر خیر ہونے کے باوجود آپ کیلئے ”حسنات الا برار سیئات المقربین“ کے زمرہ میں آتا تھا۔ نیز بندہ راقم الحروف نے حضرت مولانا محمد شریف نقشبندی (گلکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ) کی ذاتی بیاض میں آپ کا نام سید چمن شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا پایا۔ اسی طرح کتاب ”اسرار تصوف“ مصنف جناب صوفی غلام حسین گجراتی میں آپ کے نام کے ساتھ دائم الحضور لکھا ہوا ہے جس پر اس بندہ عاجز کے دل پر یقینی طور پر یہ چیز وارد ہوئی کہ آئندہ کے لیے آپ کو سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور علیہ الرحمہ کے مقدس نام اور القاب سے یاد کیا جانا چاہیے۔

روحانی تربیت کا طریقہ

آپ اکابر اولیاء نقشبندیہ کی طرح جذب و سلوک کا مجسمہ، شہسوار عرصہء تجرید و تفرید، غواص بحر توحید اور امین ولایت محمدیہ تھے۔ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے دنیا و مافیہا سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتے۔ آپ کی مجلس میں استغراق و محویت اور مستی و بے خودی کا یہ عالم ہوتا کہ سروں پر پرندے بیٹھ کر اڑ جاتے اور محسوس نہ ہوتا۔ آپ کی توجہ، سالکین کو دائم الحضوری کے مرتبے پر فائز کر دیتی۔ آپ کی محفل قال کی بجائے حال کی آئینہ دار ہوتی۔ تربیت، زبان سے کم اور نگاہ سے زیادہ فرماتے۔ توجہ باطنی کے ذریعے لوگوں کی فطرتیں اور تقدیریں بدل دیتے۔ جو بھی آپ کی مجلس نور و سرور میں آجاتا وہیں کا ہو کے رہ جاتا۔ ساقی کی دریا دلی اور صہبا کی کیفیت آفرینی کا یہ عالم تھا کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی کیف و مستی سے محروم نہ رہتا۔

سلوک نقشبندیہ پرانے بزرگوں کے طریق کے مطابق طے کرواتے۔ لمبی اور

تفصیلی سیر کی بجائے پہلے روز سے ایک ہی توجہ میں سارے مقامات طے کروادئے جاتے اور حجابات اٹھا دیئے جاتے۔ آپ کا حجرہ، بستر، لباس بلکہ قرب و جوار کے شجر و حجر بھی آپ کے ساتھ ذکر الہی میں مشغول معلوم ہوتے۔ آپ مردہ دلوں کے مسیحا تھے۔ آپ کے حلقہ تربیت سے چار سو افراد نے خلیفہ مطلق اور ولی کامل بن کر خطہ پنجاب کو دینی فکر و شعور اور روحانی ذوق و سرور سے معمور کیا۔

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ سے روایت ہے کہ حضرت شمس الہند سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ اپنے حجرہ مبارکہ میں اکثر مراقب رہتے اور ادراک بسیط کی منزلوں میں گم رہتے۔ جب نماز کے لیے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو جس پر پہلی نظر پڑ جاتی اس کے لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا، یقیناً آپ کی توجہ اکسیر اور نظر کیمیا تھی۔

فریضہ حج کی ادائیگی اور دربار رسالت سے تحفہ

حضرت سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ نے جس دور میں فریضہ حج کی سعادت حاصل کی اس دور میں موجودہ رسل و رسائل اور سفر کی سہولتیں ناپید تھیں، دشوار گزار منزلوں سے گزر کر خشکی کے راستے پیدل چل کر یہ سفر طے کرنے میں کئی ماہ لگ جاتے۔

کتاب "اسرار تصوف" سے منقول ہے کہ حضرت سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور علیہ الرحمہ جب سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ حجاج کا ایک قافلہ تیار ہوا اس قافلے میں آپ کے مرشد برحق حضرت ہادی نامہ ارشاد تھیا لوی رحمہ۔

اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے بھی شامل تھے۔

مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران آپ روزانہ کئی مرتبہ روضہ اطہر کے سامنے صلوٰۃ و سلام عرض کرتے۔ بعض دفعہ بڑھاپے اور علالت کی بناء پر اپنے رہائشی مکان سے ہی حاضری دیتے۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن آپ شدید نقاہت کی بناء پر حاضر نہ ہو سکے تو صاحبزادہ عالی جاہ نتھیال شریف کو ہدیہ سلام کے ساتھ حاضری کے لیے بھیجا۔

واپسی پر صاحبزادہ عالی جاہ نے فرمایا کہ ہم نے آج ظاہری آنکھوں سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے اور آپ نے ضیافت کے طور پر چند سرخ انار عطا فرما کر حکم فرمایا ہے کہ

”یہ انار ہمارے مہمان چمن شاہ کو ہماری طرف سے تحفہ دینا“

چنانچہ آپ نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ تحفہ دل و جان سے قبول کرتے ہوئے اس کرم نوازی پر وجد میں آ کر ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار بوڑھے کو ضعیف سمجھتے ہوئے کس قدر نگاہ لطف و کرم سے نوازا ہے

کرم کردی الہی زندہ باشی

یہ واقعہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی حضوری و منظوری کا غماز ہے۔

جنت کی بشارت

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا جو مرید کم از کم اکیس بار روزانہ صبح اسم ذات کا ورد کرے گا میں اس کو جنت کی بشارت سناتا ہوں۔

وصال پر ملال

آپ نے سو برس عمر پائی۔ بالآخر نماز مغرب پڑھتے ہوئے آخری سجدے میں یہ آفتابِ روحانیت ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا اور اپنی ضیاءِ پاشِ کرنوں سے کئی چاند اور ستارے روشن کر گیا۔ انا للہ وانا الہ راجعون

چن ڈب دیاں ڈب دیاں ڈب جاندا

چلک نور دی تاریاں تے سٹ جاندا

آپ کی تاریخِ وصال بروز پیر ماہ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ کا تک شمسی بمطابق

1890ء ہے۔

حضرت شمس الہند قدس سرہ کے وصال کا جو قطعہ تاریخ حضرت مولانا شیخ عبداللہ علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء / ۱۳۳۹ھ) نے آپ کے مرید صادق ملک فضل الدین نقشبندی مجددی (تاجر کتب و مالک اللہ والے کی قومی وکان منزل نقشبندیہ کوچہ ککے زبیاں کشمیری بازار لاہور) کی فرمائش پر تحریر کیا۔ اس کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں یہ عکس ہمیں قاضی لاہوری گلکھڑ منڈی گوجرانوالہ سے ملا ہے۔

تاریخ وصال مقبول بارگاہ و جلال قدوالتا کین بدو الکاملین
 سلطان العارفين پر طریقت ہاوی حقیقت رہنا سالکان
 پیشوا عالیجاہ جناب حضرت پیر چمن شاہ قدس العالی ہماروی

قرۃ العین سول نور چشم مرتضیٰ	نخلستان طریقت سرو باغ انما
شاہ سوار عرصہ لاہوت چمن شاہ پیر	صد شجر راہ چو صندل کرد بویش جانفزا
زیب فطرت سباط نقشبندی سا دل	سادگی و نقشبندی او جو دوش متعاقب
ہر دو پیشین باز در عرفاں چو ہائے ہو	سرشین اولیا چوں نقطہ بر و الضم
چوں اخیر سورہ و ہجر وہم بعد عصر	شد خطابش از جناب خالق ارض و سما
در نماز شام گردید اتعالتش زین سبب	شد جہان ملک یک شام افتاد و شب از قبضنا
اقتدا باجد محب کرد اندازہ روز	در ربیع الاول و روز دوشنبہ اے فتا

شیخ مسکین چوں فکر سال صلیب ز قلم
 هَبْ لَنَا يَا رَبِّ مِنْ آفْصَالِهِ آمَدْنَا

حجرتش مہربان صادق الیقین نیاز آگین خاکسار فضل الدین گے زنی تاجرت قوم مالک اخبار اشاعت
 کشمیری بازار لاہور و نقیہ انبیاء
 سچا ہراں

دکتر پریلو

کمالات و کرامات

خدمت شیخ کا صلہ

ایک خادم کافی عرصہ تک حضرت شمس الہند قدس سرہ کی گھوڑی کی خدمت کرتا رہا ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ اتنی طویل خدمت کے بعد مجھے فیضِ طریقت ملنا چاہیے تھا۔ شاید میں محروم و بد قسمت ہوں کہ ابھی تک روحانی ترقی کی راہ نہیں کھل سکی۔ اس خیال کے بعد وہ شام کو گھوڑی کے سامنے چارہ ڈالنے گیا تو گھوڑی نے پیار سے اس کے کان کے ساتھ منہ لگا کر ہنہانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اسی وقت اس کا قلب جاری ہو گیا تمام حجابات اٹھ گئے اور وہ کامیاب منزل ہو گیا۔

برکاتِ توجہ

کتاب ”اسرار تصوف“ مصنف جناب غلام حسین گجراتی سے منقول ہے کہ سیالکوٹ میں ایک نجیب الطرفین شخص بنام ڈپٹی فیض الحسن مال آفیسر کے عہدے پر فائز تھا۔ نہایت اعلیٰ خاندان اور امیر کبیر گھرانے کا فرد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مال و نعمت کے ساتھ ساتھ دینی اعزاز سے بھی نوازا رکھا تھا جو کسی پیر کامل کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ ایک رات اچانک خواب میں ایک حسین و جمیل قد آور بزرگ ترین نورانی شخصیت کی زیارت ہوئی اور سید صاحب کو اپنے پاس حاضر ہونے کا اشارہ فرمایا خواب سے بیدار ہوئے تو ایک لگن اور محویت سی چھا گئی۔ ہر وقت اس خواب میں ملنے والی شخصیت کی زیارت کا شوق دامن گیر رہتا تا آنکہ اسی تلاش میں ایک دن کسی دوست کے ہمراہ آلو مہار شریف پہنچے جو نبی حضرت شمس الہند کے نورانی چہرے پر نظر پڑی، خواب والی صورت پہچان کر ایک نعرہ بلند کیا اور قدموں میں گر کر حلقہ بیعت میں داخل

ہو گئے۔

قلب میں ذکر جاری ہوا اور دنیا کی محبت رخصت ہوئی۔ اسی وقت واپس گیا اور دوسرے دن حاضر ہوا تو ایک گھوڑا ایک گھوڑی اور پانچ سو روپیہ کے علاوہ چالیس گھماؤں زمین بمع کنواں واقع موضع ماچھی کے ضلع گوجرانوالہ لنگر کی خدمت کے لیے بد یہ پیش کیا آپ نے مطلق انکار فرمایا مگر اسکے والہانہ اصرار پر قبول فرمایا بعد میں یہی شخص سلسلہ عالیہ کا بہترین خدمت گزار ثابت ہوا اور دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال ہوا اور ایک ولی کامل بن کر دنیا سے رخصت ہوا نیز اسی خوش نصیب نے آلو مہار شریف میں روضہ عالیہ کے قریب مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔

آگ میں ڈالنے سے رومال کا صاف ہونا

خلیفہ محمد اعظم (فتو والی) فرماتے ہیں میں نے اپنے جد امجد حضرت خواجہ احمد دین سے یہ کرامت سنی۔ خواجہ احمد دین فرماتے ہیں کہ حضرت شمس البند نوری قدس سرہ ایک گاؤں میں قیام پذیر تھے کہ انہوں نے مجھے رومال دھونے کے لیے ارشاد فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ بندہ اور چند ساتھی رومال دھونے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں خیال آیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگا ہوا رومال حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تنور میں ڈالا تو وہ اسی طرح رہا اور صاف ہو گیا مگر جلا نہیں، حضرت شمس البند بھی تو انہیں کے نواسے ہیں یہ خیال آنا تھا کہ ہم نے آگ جلائی اور اس میں رومال ڈال دیا تھوڑا سا دھواں اٹھا اور رومال صاف ہو گیا۔ میل اتر گیا رومال رہ گیا ہم رومال لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ دیکھ کر فرمانے لگے فقیروں کا امتحان نہیں لیتے۔ ہم حیران ہوئے کہ ہماری اس حرکت کی آپ کو کیسے خبر ہوئی؟ آپ نے فرمایا تعجب کی کوئی بات ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کا نتیجہ ہے۔ ۱۔

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۹۳، ۱۹۵ مولفہ خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

روحانی توجہ

خواجہ احمد دین اپنا دوسرا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بغرض بیعت حاضر ہوا۔ آپ بیعت فرمانے لگے تو عرض کیا قبلہ میری بیوی بھی ساتھ ہوتی تو ہم اکٹھے بیعت ہو جاتے۔ آپ فرمانے لگے اسے بھی بیعت کر لیں گے۔ بیعت کرنے کے بعد فرمایا جاؤ اپنے گھر کی خبر لو۔ اس کا گاؤں آلو مہار شریف سے تقریباً چار کوس دور تھا۔ وہ چلا گیا۔ گھر پہنچا تو بیوی بے ہوش پڑی تھی لوگ جمع تھے معاملہ سمجھ گیا لوگوں کو ہٹایا جب بیوی ہوش میں آگئی تو پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگی فلاں وقت تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ بیعت کیا، اسم ذات کا ذکر بتایا تو میں بے ہوش ہو گئی۔ خاوند کہنے لگا اگر دیکھو تو پہچان لو گی کہنے لگی ہاں۔ دونوں آلو مہار شریف حاضر ہوئے دیکھتے ہی کہنے لگی یہی بزرگ ہیں دونوں میاں بیوی نے یہاں ہی زندگی گزار دی۔ ۱

جنات کی شرارت اور شمس الہند کا تدارک

خواجہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ حضرت شمس الہند کے اصطلبل میں ایک دن حضرت صاحبزادہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ گھوڑوں کو چارہ ڈال رہے تھے کہ اچانک آپکی نظر گھوڑیوں کے بالوں پر پڑی وہ گوندے ہوئے تھے اور ایسی شرارتیں جنات اکثر کیا کرتے۔ آپ وہ بال روزانہ کھولتے رہتے۔ اس دن آپ فرمانے لگے جنات نے بڑا تنگ کیا ہوا ہے تو جس طرف آپ کھڑے تھے جنات نے اس طرف سے شہتیر گرا دیا۔ میں اس وقت حضرت شمس الہند قصبہ سمبرو یال میں تشریف فرما تھے۔

حضرت نے وہیں سے تصرف فرماتے ہوئے اس شہتیر کو جس کے نیچے صاحبزادہ صاحب اور گھوڑیاں تھیں پکڑے رکھا باقی چھت گرنی چھت کے گرنے کی

۱۔ تذکرہ مشائخ امینڈیہ (قلمی) ص ۱۹۶ مولفہ خواجہ صفوی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

آواز سن کر لوگ دوڑے آئے۔ دو بھائی گوہر شاہ اور بلند شاہ نے شور کر کے پورا گاؤں اکٹھا کر لیا۔ لوگ مٹی ہٹانے لگے حضرت خواجہ محمد امین شاہ قدس سرہ نے آواز دی بھائی میں صحیح سلامت ہوں قبلہ والد صاحب کا ہاتھ شہتیر کو تھامے ہوئے ہے۔

حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جنات بھی حضور کی بیعت سے مستفیض ہوتے تھے اور اکتساب فیض کرتے تھے۔ بعد میں حضرت شمس البند علیہ الرحمہ نے انہیں دربار کے باغیچے میں منتقل کر دیا جو اب تک وہاں ہیں۔

جنات کا اکتساب فیض

حضرت شمس البند قدس سرہ سے صرف انسان ہی اکتساب فیض نہیں کرتے بلکہ آپ کی صحبت میں جن بھی حاضر ہوتے اور فیض یاب ہوتے جب کہ عام لوگوں کو اس بات کا علم تک نہ تھا۔ اسکا انکشاف اس وقت ہوا جب ایک دفعہ ایام عرس قریب آگئے اور انتظامات مکمل نہ تھے۔ خصوصاً ایندھن کی بہت کمی تھی مجلس مشاورت میں کافی تجاویز سامنے آئیں۔ آپ کے مریدین میں سے ایک نے کہا حضرت تمام ایندھن کا انتظام میں کرونگا تو حضرت مطمئن ہو گئے۔

دوسرا دن ہوا تو حویلی میں پمپل کا ایک بہت بڑا درخت پڑا ہوا تھا۔ حضرت نے ملاحظہ فرمایا اور پوچھا یہ کون لایا ہے؟ خدام اس خادم کو جس نے ایندھن لانے کا وعدہ کیا تھا لے آئے۔ آپ نے فرمایا بھائی یہ کہاں سے لائے ہو، چوری کا ایندھن ہمیں نہیں چاہیے۔ وہ کہنے لگا نہیں حضرت یہ چوری کا نہیں بلکہ یہاں سے دو دراز ایک بندوؤں کا گاؤں ہے یہ درخت مدتوں سے کٹا پڑا تھا بندوؤں نے اس کٹے ہوئے درخت کی پوجا شروع کر رکھی تھی میں نے تو شرک کا خاتمہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص: ۱۹۸ مولفہ خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

ہم حرام مال نہیں کھا سکتے جہاں سے لائے ہو چھوڑ آؤ۔ وہ معافی کا طلبگار ہوا اور عرض کرتا ہے کہ حضرت صبح یہاں نہ ہوگا۔ اس دن لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ انسانی شکل میں جن ہے اور یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے۔ ۱

جن کا حملہ اور شمس الہند کا دفاع

موضع سبز پیر میں حضرت سید محمد امین شاہ قدس سرہ تشریف فرما تھے کہ ایک آسیب زدہ آدمی حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے دم فرمایا تو آسیب دور ہو گیا گھر گیا تو پھر وہی حالت، پھر آیا پھر آسیب دور ہو گیا۔ ایسا کئی دفعہ ہوا کہنے لگا حضرت جب آپ کے پاس آتا ہوں تو جن دور ہو جاتا ہے واپس جاتا ہوں تو جن لوٹ آتا ہے آپ نے فرمایا تم میرے پاس ہی بیٹھے رہو جن کو غصہ آ گیا وہ آپ پر حملہ آور ہوا اس وقت حضرت شمس الہند موضع جیٹھکی قصبہ سمبر یاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے نظر کشفی سے اپنے لخت جگر پر جن کو حملہ آور ہوتے دیکھا۔ تو جن کو زور سے تھپڑ مارا جس سے زور دار دھماکہ ہوا گھوڑیاں ڈر گئیں خلیفہ محمد بخش آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے حضرت یہ کیا ہوا؟ آپ فرمانے لگے جن مجھ پر حملہ آور ہوا تو میرے والد گرامی نے اسے تھپڑ رسید کیا جس سے یہ آواز پیدا ہوئی۔ ۲

جنات پر ہیبت

حضرت پیر سید رحمت علی شاہ علیہ الرحمہ (موضع پنج گرامیں ضلع سیالکوٹ) سے روایت ہے کہ حضرت سید چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ نے اپنے روحانی تصرف کے ذریعے جنات کو حکم دیا کہ میرے علاقہ آلو مہار شریف اور مضافات کے لوگوں کو ہرزنگ نہ کریں نیز آپ نے متوسلین کو فرمایا تھا کہ اگر کسی کو کوئی سرکش جن

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۹۸، ۱۹۷ مولفہ خولہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ ۲۔ ایضاً ص ۲۰۱

تنگ کرے تو صرف میرا نام لینے سے جن بھاگ جائے گا۔ چنانچہ حضرت پیر سید رحمت علی شاہ نے فرمایا کہ میں نے اس عمل کو کئی بار آزمایا ہے اور بجز ہر تعالیٰ مجرب پایا ہے۔

طعام میں برکت

حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شمس البند قدس سرہ ایک گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ آپ کا ایک عقیدت مند جو انتہائی غریب تھا۔ حاضر خدمت ہوا۔ اور سرگوشی کے عالم میں عرض گزار ہوا۔ حضور اس قابل تو نہیں کہ آپ کے تمام عقیدت مندوں کو کھانا کھلا سکوں۔ مگر دل میں تڑپ ہے کہ آپ کے قدم رنج فرمانے سے غریب خانہ پر رحمتوں کا نزول ہوگا آپ بعد ایک خادم میرے گھر کو رونق بخشیں تو میری تقدیر بدل جائے آپ نے کمال شفقت سے دعوت قبول فرمائی اور فرمایا جاؤ تیاری کرو اس نے ایک پاؤ ڈال بیوی کو دی اور کہا کہ حضرت شمس البند قدس سرہ کی دعوت پکا دو۔ آپ اور آپ کا ایک خادم تشریف لائیں گے۔ کھانا تیار ہو گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی حضور کھانا تیار ہے تشریف لائیں آپ نے فرمایا جاؤ دسترخوان بچھاؤ اور برتن رکھو ہم سب آتے ہیں۔

یہ سن کر وہ انتہائی پریشان ہوا۔ میں نے تو حضرت صاحب اور ایک خادم کی دعوت پکائی ڈیزھ دو سو آدمی کیسے کھائیں گے مگر جواب نہ دے سکا۔ سید صاحب چلا گیا بیوی نے پریشان دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ کہا ہم نے تو حضرت صاحب کی دعوت کی تھی مگر آپ دو سو آدمی ساتھ لارہے ہیں بیوی بولی تمہیں کس بات کی فکر ہے؟ جو لارہے ہیں وہی انتظام بھی کر لیں گے۔ اس دوران آپ مع خدام تشریف لے آئے۔ آپ نے تمام خدام کو دو قطاروں میں بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ بعض لوگوں نے مذاق اڑایا ایک پاؤ ڈال یہ کس کس کو دے گا۔ خدام کو ترتیب دینے کے بعد حضرت شمس البند

فرمانے لگے روٹیاں اور دال میرے پاس لے آؤ میں خود تقسیم کروں گا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک روٹیوں پر ڈال دی اور فرمایا برتن لاؤ۔ اپنے دست مبارک سے دال کے پیالے بھرنے شروع کر دیئے تمام آدمیوں کو دال عطا فرمانے کے بعد دو دو فی کس کے حساب سے روٹیاں تقسیم کیں۔ سب لوگ کھا چکے فرمایا سب گاؤں والوں کو بھی بلاؤ جو کھانا چاہے آجائے۔

حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نامعلوم کتنے افراد نے دال روٹی کھائی مگر اس چمن شاہی خزانے میں کمی نہیں آ رہی تھی۔ لنگر کی تقسیم کے بعد آپ اپنے خادم کو فرمانے لگے خود بھی کھاؤ اور اپنے ہمسایوں کو بھی کھلاؤ اب تمہیں کمی نہیں رہے گی۔ ایسی ہی ایک کرامت کا ظہور کچا دروازہ گوجرانوالہ مستری غلام حسین کے گھر میں بھی ہوا۔

آپ نے ستر آدمیوں کو بیک وقت تین گھروں میں کھانا کھلایا

ایک مرتبہ آپ ضلع سیالکوٹ کے علاقہ سلہر کے ایک گاؤں میں رونق افروز تھے آپ کا شہرہ سن کر ایک غیر مقلد مولوی مسئلہ علم غیب اور حاضر ناظر دریافت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا، اور کہنے لگا میں آپ سے مسئلہ پوچھنے آیا ہوں، آپ نے فرمایا مولوی صاحب ابھی آئے ہو ذرا آرام کر لو۔ دوپہر کا کھانا فقیر کے ہمراہ کھانا پھر مسئلہ بھی بتادیں گے۔ عقیدت مندوں کا بے پناہ ہجوم تھا ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ آج حضرت صاحب کھانا ہمارے گھر تناول فرمائیں اور مہمان نوازی کی سعادت ہمارے حصے میں آئے۔ چنانچہ ایک عقیدت مند حاضر خدمت ہوا کہ جناب دوپہر کے کھانے کی سعادت

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۲۰۳، ۲۰۴ مولفہ خواجہ صفوی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

ہمیں بخشیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، جاؤ انتظام کرو۔ اس کے جانے کے بعد دوسرا شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے بڑے عاجزانہ لہجے میں یہی درخواست کی آپ نے قبول فرمائی اور اس کو بھی کھانا پکانے کی اجازت دے دی اس کے بعد تیسرا شخص حاضر ہوا کہ حضور آپ کی دعوت کے لیے میرا دل بہت تڑپ رہا ہے۔ آپ تمام دوستوں کے ہمراہ آج دوپہر کا کھانا میرے گھر تناول فرمائیں۔ آپ نے اس کی دعوت بھی قبول فرمائی اور حکم دیا کہ جا کر انتظامات کرو ہم تھوڑی دیر بعد آ رہے ہیں۔ وہی غیر مقلد و باہمی مولوی یہ ساری گفتگو سن کر پریشان ہو رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کتنے ظلم کی بات ہے اور ان پیروں فقیروں نے کیسا جادو کا جال پھیلا رکھا ہے۔ یہ غریب زمیندار بیچارے بے سمجھی میں برباد ہو رہے ہیں۔ بہر حال وہ پورے نقد و نظر سے آپ کے تمام معاملات و معمولات کا جائزہ لیتا رہا اور آپ کے خلاف منظم پراپیگنڈے کی سکیمیں سوچتا رہا کچھ دیر کے بعد وہی پہلا آدمی حاضر ہوا کہ حضور کھانا تیار ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ دسترخوان بچھا دو اور کھانا برتنوں میں ڈال کر لگا دو۔ چند لمحوں کے بعد دوسرا آیا آپ نے اسے بھی یہی فرمایا پھر تیسرا آیا تو آپ اس کے ساتھ بمع اپنے ستر احباب کے تشریف لے گئے۔ سب نے کھانا کھایا، کھانے سے فراغت کے بعد آپ مسجد میں نماز ظہر کی ادائیگی کے لیے تشریف لائے۔ نماز کے بعد مسجد میں تینوں آدمیوں نے آپ کی اپنے اپنے گھروں میں دعوت و برکت اور آمد کا تذکرہ کیا تو ان کی آپس میں تکرار بڑھ گئی۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ حضرت صاحب نے تو ہمارے گھر دعوت قبول فرمائی اور کھانا تناول فرمایا ہے۔

مولوی صاحب حیران ہو کر بولے کہ دوستو! کھانا تو ہم نے ایک ہی گھر میں کھایا ہے تم کہتے ہو کہ ہمارے گھر میں کھایا جبکہ میں خود کھانے میں شریک تھا انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ بھی تو ساتھ شریک تھے اور ہمارے گھر میں حضرت شمس البند کے

ساتھ آئے تھے۔ مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی یہ محیر العقول کرامت دیکھ کر اپنے عقیدہ وہابیہ سے توبہ کر لی آپ کے دست حق پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔!

نفسانی وسوسے کا علاج

حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شمس الہند قدس سرہ نے ایک مرتبہ تیزئی شریف سے واپسی پر شہر لاہور تبلیغی دورے پر جانے کا پروگرام بنایا۔ جب آپ نے لاہور قدم رنجہ فرمایا تو آپ کی آمد کی خبر آنا فاناہر سو پھیل گئی چودہریاں والی مسجد میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی مخلوق سینکڑوں کی تعداد میں آنے لگی اور جو کوئی بھی آتا ایک ہی نظر سے آپ کے فیض سے معمور ہو کر چلا جاتا حضرت شمس الہند کا لاہور میں بعض اوقات مہینہ مہینہ قیام ہو جاتا تو آپ اپنے وظائف کے اوقات میں حجرہ نشین ہو جاتے اور اپنے پیارے خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کو لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے اپنا نائب بنا دیتے آپ کی توجہ کی برکت سے خلیفہ صاحب کے ارد گرد خلقت کا جہوم ہو جاتا حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ چند دن حضرت شمس الہند قدس سرہ پر ایسی کیفیت وارد ہوئی کہ آپ کے چہرہ انور پر نظر نہ ٹکتی اور ایسا وقت آیا کہ آپ حجرہ شریف کے اندر ہی یاد الہی میں زیادہ وقت گزارتے۔ خلیفہ صاحب فتنہ جہوم خلق میں مبتلا ہو کر ایک وسوسے کا شکار ہو گئے اور دوران تبلیغ جوش خطابت میں آ کر فرمانے لگے کہ اگر میں شاہ صاحب کے ہم رقاب نہ ہوتا تو کوئی بندہ آپ کو کھانا بھی نہ کھاتا میری وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب اللہ کی مخلوق میں پر رونق ہیں یہ گفتگو سن کر ایک اہل دل درویش پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ خلیفہ صاحب اس کے رونے پر اور جوش میں آئے کہ شاید میری تبلیغ کا مجلس میں اثر ہوا ہے اور اسی وجہ سے اس دوست کو درد پیدا ہوا ہے کچھ دیر کے بعد مجلس برخاست ہوئی خلیفہ صاحب نے دعا فرمائی اور جو

تذکرہ مشائخ امینہ (قلمی) ص ۱۸۷ مولفہ خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

لوگ جانے والے تھے ان کو اجازت بخشی۔

ادھر حضرت شمس البند قدس سرہ نے حجرہ سے باہر کسی حاجت کے لئے اپنے خادم کو بلایا اور خادم وہی تھا جو خلیفہ صاحب کی بات سن کر رو پڑا تھا وہ خادم آپ کی آواز سنتے ہی دوڑ کر حاضر خدمت ہو، اور قدموں پر سر رکھ کر رونے لگا آپ نے شفقت فرماتے ہوئے سر پر دست مبارک پھیرا اور رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ مگر خادم کی ہچکیاں تھیں کہ بند نہ ہوتیں تھیں آپ کے بار بار تسلی دینے کے بعد خادم نے عرض کیا حضور! آج خلیفہ صاحب کے ارد گرد خلقت کا ہجوم تھا اور وہ وعظ و نصیحت فرماتے ہوئے جوشِ خطابت میں آ کر کہنے لگے اگر شاہ صاحب کے ساتھ میں نہ ہوتا تو شاہ صاحب کو کوئی بندہ کھانا بھی نہ کھلاتا یہ صرف میری وجہ سے ہے کہ شاہ صاحب ہر جگہ مشہور ہو رہے ہیں۔

یہ سن کر آپ فرمانے لگے بھائی پھر ہم تو خلیفہ کی طفیل روئی کھاتے ہیں اچھا بھائی اب ہم اس وقت حجرہ سے نکلیں گے جب رب العزت کے دربار پاک سے روئی کی دعوت کا بلاوا ہوگا اس سے پہلے حجرہ میں سے نہیں نکلیں گے آپ نے دوبارہ حجرہ بند فرمادیا اور اندر یاد الہی میں مصروف ہو گئے۔

آپ نے حجرے کا دروازہ بند فرمایا ادھر خلیفہ صاحب کے پاس خلقت کا آنا جانا بالکل بند ہو گیا دو پہر سے شام ہوئی۔ رات سے صبح ہوئی۔ پھر صبح سے شام ہوئی، رات کے اندھیرے میں سوچنے لگے دو دن گزرے اور اب دوسری رات آگنی ہے کوئی آدمی آتا ہی نہیں ہے کہاں اتنی مخلوق اور اب دو دن سے آدمی نہیں آتا اور پھر لاہور جیسے پر رونق شہر میں۔ اب خلیفہ صاحب کو سمجھ آگئی کہ مجھے تو شیطان نے دسو کہ دیا ہے جو نازیبا الفاظ میں نے حضرت صاحب کے متعلق کہے تھے یہ تو میری سراسر غلطی ہے اگر میرا عمل کامل ہوتا تو میرے ارد گرد خلقت کا ہجوم ہوتا یہ تو صرف آپ کی برکت تھی۔

ہائے میں لٹ گیا خلیفہ صاحب حجرہ کی طرف دوڑے اور چوکھٹ پر اپنا سر رکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ ان کا واویلا سن کر لوگ جمع ہوئے۔

خلیفہ صاحب باواز بلند عرض کرنے لگے حضرت جی معاف فرما دو ان کی آہ وزاری دیکھ کر جتنے لوگ اکٹھے ہو گئے وہ بھی حضرت شمس الہند کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے حضور خلیفہ صاحب کو معاف فرما دو آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ دو روز کے بعد آپ نے اپنے حجرے کا دروازہ کھولا تو خلیفہ صاحب آپ کے قدموں سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے۔ اور عرض کرنے لگے حضور آئندہ ایسی گستاخی نہ ہوگی۔

آپ نے فرمایا بھائی ہم تو روئی تیرے طفیل کھاتے تھے اب جس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں روئی بھیجیں گے اس وقت کھالینگے خلیفہ صاحب کی بابت لاہور شہر اور قلعہ گوجرانگہ کے عقیدت مندوں نے آپ کی خدمت عالیہ میں سفارش کی کہ خلیفہ محمد صدیق کو معاف فرمادیں۔ آپ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے نہ صرف خلیفہ صاحب کو معاف فرمایا بلکہ باخوشی علاقہ سرہند شریف کی طرف جانے کا حکم دیا اور فرمایا آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مزار اقدس کا انتظام و انصرام جا کر سنبھالیں وہ علاقہ فتیر نے آپ کے لئے تجویز کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مزار کے انتظام کی برکت سے اسی علاقہ میں آپ کا فیض بہت عروج کریگا آپ وہیں رہیں اور اسی سے وہ کیا کریں یوں آپ نے خلیفہ صاحب کو اپنی ہم رقابی سے رخصت کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے نقیب سے ملاقات

ایک مرتبہ آپ نسلع آجرات سے ایک گاؤں موضع شیخ پکانی میں اپنے عقیدت مندوں کے ہاں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ خلفائے نظام، علمائے کرام اور بزرگان طریقت ہر منضم تھے۔ راستہ میں اچانک اپنی گھوڑی سے نیچے اترنے لگے پھر

تذکرہ و مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۹۱، ۱۹۲ مولانا ابوسوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

دو بارہ سوار ہو گئے اور آگے چل دیئے۔ چند علماء اور خلفاء نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو کشفی نظر سے دیکھ کر سمجھا کہ یہ کوئی نبی ہے تو میں تعظیم کے لیے اترنے لگا مگر انہوں نے مجھے اترنے سے روکا اور کہا کہ حضرت آپ بوزھے ہیں میں خود آتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں۔ ملاقات کے دوران میں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا نقیب ہوں آپ کی ملاقات اور استقبال کے لیے حاضر ہوا ہوں کیونکہ آپ محمدی ولی ہیں۔ ۱

امام علی الحق سے ملاقات

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ نے ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شمس البند قدس سرہ سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ والا جاہ حضرت سید محمد امین شاہ قدس سرہ اور دیگر تمام خلفاء ہمراہ تھے۔ جب آپ دربار حضرت امام علی الحق کے قریب پہنچے تو دربار کی طرف سے نہایت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس ایک بزرگ تشریف لائے۔ حضرت شمس البند قدس سرہ سے ملاقات کی اور واپس چلے گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے دریافت کیا یہ کون تھے؟ تو آپ نے فرمایا یہی تو قطب زماں حضرت امام علی الحق علیہ الرحمہ ہیں۔ ۲

نگاہ ولی

ایک مرتبہ آپ دوران سفر اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ ضلع سیالکوٹ کے ہنزیر پیر سلہر نامی گاؤں میں کچھ دیر کے لیے ٹھہرے اور وہاں کے لوگوں میں تبلیغ فرمائی۔ آپ کے روحانی تصرف سے اس گاؤں کے تمام لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو

۱ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۹۶، ۱۹۷ مولفہ خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ ج ۲ ایضاً ص ۱۹۷

گئے۔ وہاں کے لوگ پہلے ایک جاہل پیر کے مرید تھے۔ جب اس پیر کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بڑا شپٹایا۔ اس نے اپنے ایک مرید کو اس کام کے لیے تیار کیا کہ آئندہ جب وہ پیر (حضرت شمس الہند قدس سرہ) اس گاؤں میں آئے تو اس کو مار کر گاؤں سے نکال دے۔

اگلے برس جب آپ اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ دوبارہ اس گاؤں میں آئے تو اس جاہل پیر کا سرکش مرید لائھی لے کر آپ کی جانب بڑھا ایک عقیدت مند نے دیکھ کر کہا کہ حضرت یہ بد معاش آدمی ہے اگر اس نے آپ کی بے ادبی کی تو ہماری اور اس کی لڑائی ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا بھائی لڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کو آنے دو دیکھا جائے گا وہ بڑے زور و شور سے آیا اور مسجد کے باہر دروازے پر کھڑا ہو گیا آپ نے ایک نظر بھر کر اس کو دیکھا تو وہ حالت وجد میں اچھلا اور دروازے کے قریب ایک گندے برساتی تالاب میں جا گرا۔ وجد کی حالت میں اس تالاب سے کبھی باہر کبھی پانی کے اندر دو دو گز اونچا اچھلتا اور چیخیں مارتا۔ اس کے گھر والے آپ کی منت سماجت کرنے لگے مگر آپ فرماتے کہ بھائی ذرا اس کو صاف ہو لینے دو۔

بعد میں وہ آپ کے قدموں پر آگرا۔ آپ نے اس کو حلقہء بیعت میں داخل فرمایا اور ایک ہی نظر میں اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کر دیا۔ وہ تازندگی آپ کی غلامی کا دم بھرتا رہا اور ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہا

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند

توجہ کا اثر

حسن محمد جو آپ کے ارادت مندوں سے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ حضرت

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۰۸-۱۰۹ مولفہ ذوالجہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ کوٹلی سیداں ضلع سیالکوٹ میں آٹھ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں کے سید اور کئی دوسرے جعلی پیچ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مریدوں کو آپ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ چنانچہ ایک سرکش نوجوان انھی لے کر حملہ کی غرض سے آپ کی طرف بڑھا آپ نے جونہی اس پر نظر ڈالی وہ جذب میں مبتلا ہو گیا اور اپنا ارادہ بھول گیا۔ آپ نے اسے بیعت فرمایا اور ساتھ ہی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ بعض خاص مریدوں نے کہا کہ حضرت ہم مدت دراز سے حضور کی خدمت میں ہیں اور یہ شخص آتے ہی خلافت کا مستحق کیسے ہو گیا؟۔

آپ نے فرمایا بھائی یہ سر کی بازی لگا کر آیا تھا آپ لوگوں میں سے کوئی شخص اتنی قربانی کے لئے تیار نہیں۔ اس نے اللہ کے واسطے سر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے سر سے ممتاز فرما دیا۔

چور قطب بن گئے

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت شمس البند قدس سرہ بحالت سفر ضلع گجرات کے کسی گاؤں میں تشریف فرما تھے کہ آلو مہار شریف کے اصطلبل میں امیر الدین نامی شخص جو مشہور ڈاکو تھا آن گھسا جس گھوڑی کو کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ساتھ ہی خود بھی لپٹ جاتا۔ جب چوری کے ارادہ سے توبہ کرتا تو آزاد ہو جاتا مگر لالچ بڑی بڑا ہے، پھر جب گھوڑی کھولنے کا ارادہ کرتا تو اس کے ہاتھ خود بخود رسی میں بندھ جاتے۔ آخر وہ اسی طرح گھوڑی لے کر بندھے ہاتھوں چل پڑا اور رات بھر سفر کرتا رہا لیکن جب صبح ہوئی تو اپنے آپ کو اسی اصطلبل اور حویلی میں پا کر حیران ہو گیا۔ شرم کے مارے توبہ کر کے گھوڑی

۱۔ تذکرہ صدیق زماں الجزء الاول ص ۹۹ مولف خلیفہ محمد سعید نقشبندی علیہ الرحمہ مطبوعہ سیالکوٹ

کو اسی جگہ باندھ کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا تو آپ مسکرا کر حاضرین سے فرمانے لگے بھائی! اس جوان نے آج ساری رات بہت محنت سے سفر کیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس کی محنت کا حق ادا کریں، جوان یہ سن کر چیخیں مار کر رویا، چلایا اور قدموں پر نثار ہونے لگا۔ آپ نے نظر کیمیا اثر سے اس کو دیکھا اور سینے سے لگا کر چور سے قطب بنا دیا۔ امیر الدین نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آپ کی قبر موضع بدھوپور میں ہے جو آلو مہار شریف سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر ہے۔

خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ

حضرت شمس البند کے اکلوتے صاحبزادے تھے اور آپ کے کمالات روحانیہ کے کامل وارث تھے آپ کا تذکرہ آئندہ صفحات پر آ رہا ہے۔

خلفاء عظام

حضرت شمس البند قدس سرہ کے حلقہ تربیت سے چار سو افراد خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔ جنہوں نے خطہ پنجاب کو دینی فکر اور روحانی ذوق سے معمور کیا تمام کے اسمائے گرامی تو نہ مل سکے۔ جو میسر آئے وہ درج ذیل ہیں۔

- ۱ حضرت محمد صدیق علیہ الرحمہ (آلو مہار شریف)
- ۲ حضرت فقیہ محمد علیہ الرحمہ (گورالہ شریف شکر گڑھ)
- ۳ حضرت مولانا خواجہ احمد دین علیہ الرحمہ (فتووالی شکر گڑھ)
- ۴ حضرت میاں فیض رسول علیہ الرحمہ (دادوالی گوجرانوالہ)
- ۵ حضرت پیر امانت علی علیہ الرحمہ (گڈگور شریف)
- ۶ حضرت سید نبی احمد شاہ علیہ الرحمہ (کھنوال ضلع جہلم)
- ۷ حضرت سید روشن شاہ پنج گرامی علیہ الرحمہ (ڈسکا)

- ۸ ... حضرت سید جعفر علی شاہ علیہ الرحمہ (گجرات)
- ۹ ... حضرت میاں محمد الہ داد علیہ الرحمہ (دوبرجی آرائیاں سیالکوٹ)
- ۱۰ ... حضرت علامہ سید محمد عالم شاہ علیہ الرحمہ (چکوڑی شریف کھاریاں)
- ۱۱ ... حضرت خواجہ محمد اکبر علی علیہ الرحمہ (پیرکریاں پاکپتن شریف)
- ۱۲ ... حضرت محمد بخش علیہ الرحمہ (بابو چک نزد گلکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ)
- ۱۳ ... حضرت کریم بخش علیہ الرحمہ (کوٹ نورانزد گلکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ)
- ۱۴ ... حضرت فقیر محمد علیہ الرحمہ (کوٹ پیرو)
- ۱۵ ... حضرت محمد بخش علیہ الرحمہ
- ۱۶ ... حضرت میاں نبی بخش علیہ الرحمہ
- ۱۷ ... حضرت حکیم مولا بخش علیہ الرحمہ
- ۱۸ ... حضرت بابا امیر الدین ولی علیہ الرحمہ (بدھوپور ضلع سیالکوٹ)
- ۱۹ ... حضرت مولانا غلام رسول علیہ الرحمہ (قلعہ سوبھانگہ تحصیل پسرور)
- ۲۰ ... حضرت مولانا حسن محمد نقشبندی علیہ الرحمہ (موضع دلم تحصیل گوجرہ)
- ۲۱ ... حضرت مولانا محمد عمر نقشبندی علیہ الرحمہ صاحب تفسیر امینی (اڑتالی ورکان ضلع گوجرانوالہ)
- ۲۲ ... حضرت مولانا قاری عبدالعلی نقشبندی علیہ الرحمہ (گوجرانوالہ)
- ۲۳ ... حضرت فضل دین نقشبندی علیہ الرحمہ (لاہور)
- ۲۴ ... حضرت تھو شاہ نقشبندی علیہ الرحمہ (لاہور)
- ۲۵ ... حضرت پیر محمد نقشبندی علیہ الرحمہ
- ۲۶ ... حضرت غوث محمد نقشبندی علیہ الرحمہ
- ۲۷ ... حضرت حافظ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمہ (مگوال)
- ۲۸ ... حضرت عبدالرزاق نقشبندی علیہ الرحمہ

خواجہ خواجگان شمس الہند
حضرت سید محمد چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ
کے خلفاء عظام کا منظوم تذکرہ

پنجابی اشعار میں خلفاء کا یہ تذکرہ ہمیں محترم جناب صوفی محمد منزل نقشبندی
مجددی آف فتووال نے مہیا فرمایا انہوں نے اس کو ”نور الابصار“ مؤلف حضرت مولانا
نور عالم وزیر آبادی سے نقل کیا

کراں ہن ذکر کچھ حضرات خلفاء
ہو وے دلدار شائد رحم فرما
میرا دلدار ہے دلدار محبوب
پیار رب دا محبوب مرغوب
خلفیہ شاہ وے مشرق تے مغرب
کرن یاد الہی روز تے شب

خلیفہ اولیں سب تھیں پیارا
ہے صدیق محمد نام بھارا
خلیفہ ہور ہے درجات عالی
سکونت ہے جہاں دی داد والی
خلیفہ پیر جعفر شاہ نامی
رہے گجرات اندر اوہ مدامی

خلیفہ ہے محمد بخش کامل
ہو یا فضل الہی اس نوں شامل

خلیفہ ہور ہے اک صاحب حال
سکونت ملک دہنی پنڈا کتھوال

نبی شاہ نام از قوم سید
پیارا رب دا ہے مرد جید

خلیفہ مولوی صاحب کمال محمد
محمد عمر باشندہ رو تالی

خلیفہ ہور ہے قاری تے حافظ
جو ہے عبدالعلی مشہور واعظ

خلیفہ فضل دین لاہور اندر
تے نتھو شاہ بھی اوس شہر اندر

خلیفہ حضرت پیر محمد
خلیفہ حضرت غوث محمد

تے اسماعیل مگبو وال اندر
جو حافظ ہے عجب احوال اندر

خلیفہ پیر امانت شاہ علی ہے
تے احمد دین خلیفہ مولوی ہے

از خلفایاں دگر ہے صاحب سوز
رہے جذبہ میں مستغرق شب و روز

محمد عالم اس دا نام مشہور
 خلیفہ خاص ہے نور علی نور
 چکوڑی وچ رکھے مسکن پچھانی
 کرے تدریس بھی ایہہ جان جانی

خلیفہ عبدالرزاق اور کریم بخش
 خداوندا طفیل ان کی خطا بخش
 دیگر حضرات خلفاء بے شماراں
 جہاں دے نام تھیں مینوں نہ ساراں

ہمیشہ رہن اندر وجد و حالات
 جمن دے شوق وچ بس غرق دن رات
 ہمیشہ کرن سب ذکر الہی
 انہاں نوں مل گئی ایہہ بادشاہی



حضرت شمس الہند قدس سرہ کے دست مبارک سے تحریر فرمودہ تین مکتوبات مبارکہ کا مکتبہ جو آپ نے اپنے خلیفہ میاں فیض الرسول دادوالی کے نام ارسال فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلامت

محبت و مودت و سگاہ مصلحت
جہان میں رسول

بعد سلام سنت و وضع رہا، خفاہ برسلیہ شما رسید حضرت معلوم
فقرہ دم و ہر حال دعا گو و حق جل و علا فضل و کرم خواہد

جماعت ظاہر و باطن عنایت فرمائید و غم و الم حادثات دنیاوی
دور و دفع سازد و طریقی علی اللہ علیہ وسلم و ختم شریف

قدس سرہ و خواجہ محمد حنفیہ بیاد اللہین قدس سرہم خواندہ باشند
انشاء اللہ تعالیٰ فقرہ از توجہ و نظر شفقت و جہر درع نخواہد

خاطر جمع دارند آنگہ طلب عودین یا کہ ملذذم نوار صاف ملکہ توکل
روز ملاقات او بنوکل خدا بروند کہ بہ برکت پیران و فضل خدا
نیکی خواهند شد بہ عبد اللہ و رضی با کہ سفر ہر وقت ہر آن دعا

بہد ستر ظالمان و حکمرانان محفوظ ہو امان بخشید و بکر تمام
دوستان و سرور دران محمد امن و محمد حسن و اہل عیال خیر مسلم
و مزورہ و حکمت آخوایان و جوان و کرم دین را بعد سلام و لفظ ہو
کہ یہ مکتوبات مبارکہ

بسم الله الرحمن الرحيم
زاد الله جملة
رسول
ما من فضل
مما احببت

محبت و مورد آگین و شوق قبول

بگذرد سلام سنت و تعلق ملاقات و دعا و خواروان
و صلح در این مکتب انور موه ماده کار و بدستیار رسیده
موجب جزر و خود سپهر شد الله جل و علا شانه
زین فرمائید و اجر عظیم عنایت فرمائید و برادر محمد شرف
و عمار بر جوار عبوده ام و پیمانه خواجه الله شانه
قبول فرمائید بجهت دوستان پیر کورت و گله و دیگر
حاکم علی و محمد علی و غلام علی و امیر دن سلام
تجدد سوتی برسد و تاریخ شاد و دو ماه عبود
مقرر است حق تعالی لفضل کرم خویش کام
فرمائید زبانه دعا زبانه دعا و تم الدعاء
هنگام شد حال هماره است سبب اسلام برسان

این کسر فرمائید از طرف جناب حضرت و شکر
بمقام قلم ام آید بود

هو انج

سلام

مجلس

مجلس

مجلس مخلص

مجلس مخلص

بعد از سلام گفت و آنچه در وقت
 فرستاده نگار رسد این دستور است
 است حاشا که این چنانچه نظر کارهای
 نخواهد آمد این وقت را غنیمت شمارید
 صحبت غیر چند بوزه از نعمت عظمی و الهی
 بر چند صحبت فریسه و حاصل شود از علم کلامی
 و دنیا و از افضل آنست ملاقات حاصل نماید
 غیر از افوس هر روز دل نبرد که اگر دانستیم که این
 جدایی شدن آنست که روزی از خودت حرف بزن
 جدا بینی وقت از نسبه وقت باز نماند

404-A



آستانہ عالیہ آلومہار شریف کا خوبصورت گنبد



404-B



مرقد انور قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ



قطب الاقطاب، حجة العارفين، غوث العالمين
 حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ العزیز
 المعروف حضرت ثانی



زبدۃ العارفين، حجة اللہ فی العالمين، خواجہ خواجگان، حضرت سید محمد امین شاہ
 قدس سرہ الرحمہ، شمس الہند حضرت خواجہ قدس سرہ کے اکلوتے فرزند ارجمند تھے۔ زہد
 وعبادت، ذکر و فکر اور اخلاق و اطوار میں سلف صالحین کی حقیقی تصویر اور اپنے والد گرامی
 کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کا چہرہ دیکھ کر خدا یاد آ جاتا مجلس میں بیٹھنے والے کی آنکھیں
 اشکبار اور دل محو ہو جاتا۔ آپ کی نظر کیمیا اثر سے لاکھوں در ماندہ راہ صراط مستقیم پر
 گامزن ہو گئے۔ آپ جس طرف رخ فرماتے مخلوق خدا پروانہ وار ادھر کا رخ کرتی۔
 آپ جہاں بھی قیام فرماتے وہاں ایک عرس کا سماں ہوتا۔

ولادت باسعادت

آپ کی تاریخ ولادت باسعادت کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ آپ کی
 عمر 84 سال ہوئی اور وفات حسرت آیات 23 مارچ 1913ء میں ہوئی۔ اس لحاظ سے
 آپ کی ولادت کا سال تقریباً 1829ء قرار دیا جاسکتا ہے۔ سلسلہ واقعات سے یہ بھی
 ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت شمس الہند قدس سرہ کے سلسلہ طریقت سے منسلک ہونے

سے قبل متولد ہو چکے تھے۔

مادر زادوی

راقم الحروف نے یہ کرامت حضرت صوفی غلام حیدر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز آلو مہار شریف و شیخ پور شریف) سے سنی، انہوں نے استاد محمد دین رنگ سازت، انہوں نے حضرت خواجہ پیر سید محمد حسین شاہ قدس سرہ سے سنی۔

روایت ہے کہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ نے ولادت کے بعد والدہ ماجدہ کا دودھ نہ پیا، بسیار کوشش کے باوجود آپ دودھ پینے پر رضامند نہ ہوئے، تشویش لاحق ہوئی تو حضرت شمس الہند قدس سرہ کی خدمت میں ماجرا پیش کیا گیا۔ آپ اپنے حجرے میں مصروف عبادت تھے، مسکراتے ہوئے فرمانے لگے! صاحبزادہ میرے ساتھ روٹھا ہوا ہے کہتا ہے کہ پہلے فیض دو پھر دودھ پیوں گا۔ جاؤ اس کو میرے پاس لے آؤ، آپ نے مولود کو ہاتھوں پہ اٹھایا اور اپنی زبان بچے کے منہ میں رکھ دی۔ صاحبزادہ صاحب نے رغبت سے زبان کو چوسنا شروع کر دیا فرمایا!

اب لے جاؤ راضی ہو گیا ہے۔ واپس جا کر والدہ کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

حضرت ہادی پاک کا فرمان

آپ کے ایام رضاعت میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ ہادی نادر شاہ قدس سرہ، آلو مہار شریف تشریف فرما ہوئے اور حضرت شمس الہند قدس سرہ کے گھر قدم رنجہ فرمایا۔ حضرت ہادی پاک نے آپ کو اپنی گود میں اٹھا کر پیشانی کو بوسہ دیا اور سینہ، اطہر سے لگا کر بے ساختہ پکار اٹھے۔

”شاہ صاحب آپ کا یہ صاحبزادہ سلسلہ مجددیہ کو خوب روشن کرے گا۔“ ۲

۱۔ شارح مکتوبات امام ربانی ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ ۲۔ تذکرہ مشائخ امینیہ

(قلمی) ص ۷۳ مولفہ خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ مکررہ ۱۹۶۰ء مخزنہ ابوالبیان لاہوری

حصول فیض

حضرت خواجہ محمد امین شاہ قدس سرہ اپنے والد گرامی کے زیر سایہ منازل سلوک کی راہ طے فرماتے رہے۔ حضرت شمس الہند قدس سرہ کا معمول تھا کہ آپ ہر سال چورا شریف تشریف لے جاتے۔ آپ خلیفہ محمد صدیق اور حضرت صاحبزادہ والا شان کو بھی ساتھ لے گئے، حضرت باواجی نور محمد چوراہی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضری کے بعد عرض کی، حضرت یہ محمد صدیق میرا نہایت ہی پیارا خلیفہ ہے، اسے فیض سے نوازیں۔ حضرت باواجی قدس سرہ نے خلیفہ صاحب کو نظر بھر کر دیکھا۔ فرمانے لگے شاہ صاحب! جو آپ نے اسے عطا کر دیا ہے وہ ہی بہت کچھ ہے مزید گنجائش نہیں ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شمس الہند قدس سرہ نے بار بار اصرار کیا مگر حضرت باواجی قدس سرہ وہی جواب دہراتے رہے اس کے بعد آپ نے حضرت صاحبزادہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کو پیش کیا۔

حضرت باواجی قدس سرہ نے فوراً سینہ سے لگایا اور کافی دیر سینہ سے لگائے رکھا اور فرمایا اس کا ظرف بہت بڑا ہے میں نے اس کو چورہ شریف کا فیض عطا کر دیا ہے۔ اور آپ کے صاحبزادے کو چودہ (۱۴) سلاسل کی اجازت دی۔ اس کے بعد حضرت شمس الہند قدس سرہ پھر عرض کرتے ہیں کہ حضرت کچھ تو خلیفہ محمد صدیق کو عطا کر دیں مگر حضرت باواجی قدس سرہ نے پھر انکار فرما دیا اور دوبارہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کو سینہ اقدس سے لگایا اور فرمایا! ان کے ظرف کی کیا بات ہے ان کے خادموں کے خادم بھی اولیاء ہوں گے۔

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۹۰ مفاد حضرت صوفی محمد علی نقشبند یہ قدس سرہ، محرم ۱۹۶۰ء، مخزن ۱۰

لقب حضرت ثانی کی وجہ تسمیہ

حضرت خواجہ رکن قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت شمس الہند قدس سرہ نے اپنے آخری ایام میں اپنے نورِ نظر حضرت سید محمد امین شاہ قدس سرہ کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا۔

”بیٹا بڑھاپے کی وجہ سے میرے جسم میں ضعف طاری ہو رہا ہے جب تک میرے جسم میں طاقت تھی۔ اللہ رب العزت کے فضل سے میں دینِ مصطفیٰ کی تبلیغ کرتا رہا۔ برخوردار میری عدم موجودگی میں آپ نے لنگر خانہ اور خانگی معاملات کو بطریق احسن سنبھالا۔ میں آپ سے ہر طرح خوش ہوں کہ مجھے رب العزت نے ایک صالح اور یگانہ فرزند عطا فرمایا ہے۔ میرا وقت وصال اب قریب ہے اور میری خواہش ہے کہ تمہیں تبلیغِ دین کرتے ہوئے دیکھوں۔ میں آپ کیلئے دربارِ ایزدی میں سرسجود ہو کر دعائے خیر و برکت مانگتا ہوں۔ اُمید ہے کہ بارگاہِ الہی میں میری دعائیں انشاء اللہ منظور ہوں گی تو جناب خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ نے اپنے والد بزرگوار کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تبلیغِ دین کی اجازت طلب کی۔ حضرت شمس الہند نے ضلع سیالکوٹ کے ملاقات سلہر کی طرف اجازت فرمائی۔ بزرگ ترین خلفائے عظام اور بہت سے خدام و شرف ہم رکابی حاصل ہوا۔ حضرت شمس الہند نے اپنی خاص قد آور عربی گھوڑی پر حضرت صاحبزادہ صاحب کو خود سوار کرایا اور گھوڑی سے ارشاد فرمایا۔

اے مینی! تو نے میری بڑی خدمت کی ہے اب میں اپنے بچے کو تجھ پر سوار کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دین کی خاطر بھیج رہا ہوں! جاؤ اللہ کے حوالے۔ یہ نورانی قافلہ صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ روانہ ہوا۔ سب سے آگے ”مینی گھوڑی“ پر بلند قد اور حسین شہزادہ صاحب ان کے پیچھے پندرہ سولہ بہترین گھوڑیاں تھیں اور نہایت ہی پابند شریعت خلفائے عظام، علمائے کرام اور یارانِ طریقت کا ایک دینی قافلہ بڑی شان و شوکت سے جا رہا تھا۔ حضرت شمس الہند صاحبزادہ صاحب کو جاتا دیکھ کر خوش

ہو رہے تھے۔ اور بارگاہ ایزدی میں اپنے لخت جگر اور دوسرے یارانِ طریقت کے حق میں دعائیں مانگ رہے تھے۔ اُس دن سے جملہ یارانِ طریقت حضرت صاحبزادہ صاحب کو ثانی صاحب کے لقب سے پکارنے لگے۔ حضرت ثانی صاحب منزل بہ منزل راستے کرتے ہوئے جملہ یارانِ طریقت کے ہمراہ موضع سبز پیر میں تشریف فرما ہوئے اردگرد کے گاؤں اور قصبوں کے لوگ آپ کا شہرہ سن کر جمع ہونے لگے اور علاقہ سلہر میں آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے گاؤں، گاؤں آپ کی بزرگی کا شہرہ مچ گیا۔ آپ ہر وقت تبلیغ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اور خلق خدا کو احکامِ خداوندی سناتے، جو بھی آتا آپ کے فیضِ صحبت سے فیض یاب ہو کر جاتا اور رضائے الہی کی سعادت پاتا

یک زمانہ صحبت با اولیاء
 بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
 ہر کہ خواهد ہم نشینی با خدا
 اونشیند در حضور اولیا

فیضانِ شمس الہند کے امین

حضرت شمس الہند قدس سرہ کے وصال کا جب وقت قریب آیا تو حضرت ثانی قدس سرہ حافظ آباد کے علاقے میں تبلیغی دورہ پر تھے۔ آپ کو حضرت شمس الہند قدس سرہ کی علالت سے عذابِ خبر رکھا گیا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ آخری وقت جو فیضِ رسائی کا انتہائی اہم موقعہ ہوتا ہے وہ ہمیں نصیب ہو جائے۔ مگر بعض مخلص یارانِ طریقت نے بروقت اطلاع کر دی۔ حضرت ثانی قدس سرہ اسی وقت عازم آلو مہار شریف ہو گئے۔

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۱۹۹-۲۰۰ مولفہ حضرت خواجہ صفوی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

شام کو آلو مہار شریف پہنچ کر ہمہ تن خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آدھی رات کے وقت تمام خدام جا کر سو گئے مگر حضرت ثانی حضرت شمس الہند قدس سرہ کی خدمت میں موجود تھے۔ اچانک آپ کو بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو ایک خادم کو آواز دی تو حضرت ثانی قدس سرہ نے جواب دیا۔ پھر دوسرے خادم کو پکارا۔ دوبارہ آپ ہی نے جواب دیا۔ اسی طرح کئی خدام کا نام لیا مگر حضرت ثانی قدس سرہ کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا۔

بالآخر حضرت شمس الہند قدس سرہ نے حضرت ثانی کو پہچان لیا، فرمایا! آگئے ہو، کب آئے تھے؟ آپ نے عرض کیا حضور شام کو حاضر خدمت ہو گیا تھا حضرت شمس الہند قدس سرہ فرمانے لگے! آؤ سینے سے لگ جاؤ۔ آپ فوراً شمس الہند حضور کے سینے سے لپٹ گئے۔ فرمایا۔

”محمد امین جو کچھ مجھے ملا ہے وہ تمام فیض تمہیں منتقل کرتا ہوں۔ اب اس کو پھیلاتا اور بندگان خدا تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔“

چنانچہ فوراً ہی حضرت ثانی قدس سرہ پر کشف حقائق ہوا حقیقت و معرفت کے مراحل طے ہو گئے۔ آپ پر فیض بخشی اور فیض رسائی کا باب کھل گیا۔

حضرت شمس الہند کے وصال کے بعد مشکلات

حضرت شمس الہند قدس سرہ کے وصال کے بعد صرف دس دن میں ہی اکثر خدام چلے گئے کچھ خدام رہ گئے انہیں برادری نے دھمکیاں دے کر بھگا دیا۔ کچھ نادان لوگ کہنے لگے اب حضرت شمس الہند قدس سرہ کے بعد کیا رہ گیا ہے۔ اسی دوران آپ تبلیغی سفر پر روانہ ہو گئے۔ تمام جانور گرد و نواح میں روانہ کر دیئے گئے۔ گھوڑیوں کا ایک اصطبل تھا اب ان کی خدمت اور حفاظت کا بھی مسئلہ درپیش تھا۔ آپ والد گرامی کی مینی

گھوڑی پر سوار ہو گئے اور حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ نے گھوڑی کی باگیں پکڑ لیں انتہائی رقت انگیز منظر تھا کہ جہاں دو تین سو افراد کا قافلہ روانہ ہوتا تھا آج صرف دو افراد پر مشتمل قافلہ ہے۔ آپ سبز پیر گاؤں کی طرف روانہ ہوئے راستے میں ایک گاؤں میں قبیلہ کے لیے ٹھہرے۔

نماز ظہر کی ادائیگی فرمائی ہی تھی کہ تمام خدام روتے چلاتے حاضر ہو گئے حضرت ہمیں معاف فرمادیں ہم ہلاک ہو گئے آپ نے فرمایا! بات کیا ہوئی؟ عرض کرتے ہیں کہ حضرت شمس البند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ”جو محمد امین کا نہیں وہ میرا بھی نہیں وہ غم و اندوہ کی حالت میں سفر میں ہے اور تم اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہو۔“ آپ اسی گاؤں میں دس روز قیام فرما کر واپس آ لو مہار شریف تشریف لے آئے۔

تقریب سجادہ نشینی

شمس البند حضرت سیدنا محمد چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ کے وصال اقدس کے بعد آپ کے ایصالِ ثواب کے لیے منعقد ہونے والے ختم چہلم شریف کے موقع پر نقشبندی مشائخ، خلفاء اور مریدین کا آ لو مہار شریف میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس میں آپ کے نورِ نظر، لختِ جگر حجۃ العارفین، قطب الاقطاب حضرت خواجہ پیر سید محمد امین شاہ المعروف حضرت ثانی قدس سرہ کی سجادہ نشینی کی باقاعدہ تقریب منعقد ہوئی اور بہاروں علماء، پیران عظام اور خلفاء کرام کی موجودگی میں شمس العارفین، غوث العالمین، حجة اللہ فی الارضین، مقبول صمد، شیخ امجد، قطب اوجد، حضرت باواجی، خواجہ فقیر محمد قدس سرہ الامجد (وارث مسند چورہ شریف) نے اپنے دست مبارک سے آپ کے سر اقدس پر دستارِ خلافت باندھی اور ساتھ ہی حضرات چورہ شریف کے فیضان کا بھی امین اور وارث بنا دیا۔ اس عظیم روحانی اجتماع میں مشائخ

چورہ شریف کے علاوہ مشائخ نتھیال شریف اور حضرت شمس الہند قدس سرہ کے خلفاء نے بھی بھرپور شرکت فرمائی۔ کہتے ہیں صالحین کا اس قدر عظیم اجتماع پھر نہ ہو سکا۔ ہر طرف سے مبارک باد کی صدائیں بلند ہوئیں اور گلشن چمن شاہی کے تاقیامت سدا بہار رہنے کی دعائیں کی گئیں

بہار آئی ہے بھردے بادۂ گلگلوں سے پیانہ
رہے لاکھوں برس ساقی تیرا آباد مئے خانہ

پہلا تبلیغی و روحانی دورہ

دستار خلافت سے مشرف ہو کر آپ نے مشائخ نقشبندیہ کے معمول ”سفر در وطن“ کے مطابق تبلیغی اور روحانی سفروں کا آغاز فرمایا۔ آپ کا پہلا تبلیغی دورہ شہر وزیر آباد کی طرف ہوا۔ اس سفر میں خلیفہ محمد بخش (گجرات) خلیفہ کریم بخش، مولانا غلام رسول (واہلیانوالے)، مولانا جلال دین (موضع شیخ پور ضلع گجرات)، شاعر اسلام حافظ عبدالعلی (گوجرانوالہ) اور دیگر کئی خلفاء شرف ہم رکابی سے مشرف تھے۔

وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ شہر وزیر آباد کے عقیدت مند لوگ ایک دیوانی عورت بنام ”مائی حسن بی بی“ کو ساتھ لائے جو مضبوط جسم و جان کی مالک تھی اور اپنے سینے کے ساتھ اپنے دو سالہ مردہ بچے کو لگائے خوب چوم رہی تھی۔ عقیدت مندوں نے صورت حال یوں بیان کی! حضرت اس مائی کا یہی بچہ تھا جو قضائے الہی سے فوت ہو گیا ہے۔ ہم اس بچے کو قبرستان میں دفن کر آئے تھے مگر یہ حواس باختہ دیوانی عورت قبر کھود کر بچہ نکال لائی ہے۔ زبردست طاقتور ہے ہم نے ہزار جتن کئے ہیں مگر یہ بچے کو نہیں چھوڑتی، ہم اس کی حالت زار سے بہت پریشان ہیں۔ حضور والا! اس پر نظر عنایت فرمائیں اگر اس کا دیوانہ پن ٹھیک ہو جائے اور بچے کو بھی چھوڑ دے تو ہم اس کے ورثاء

اس کو دربار آلو مہار شریف میں عورتوں کے لنگر کی خدمات کے لیے وقف کر دیں گے۔

حضرت ثانی کو اس عورت کی حالت زار پر نہایت رحم آیا ایک زبردست توجہ والی نظر سے مائی کی جانب دیکھا تو وہ عورت وجد میں آ گئی اور اس کی زبان سے اللہ ھو کے نعرے بلند ہو گئے۔ آپ نے پھر توجہ فرمائی تو عورت ہوش میں آتے ہی پکارا تھی کہ حضرت! میرا بچہ فوت ہو چکا ہے اس کو قبرستان میں دفن کر دینا چاہیے اس کا پاگل پن بھی جاتا رہا اور مردہ بچے کو بھی دفن کے لیے چھوڑ دیا چنانچہ آپ کے حکم پر وارثوں نے بچے کو دفن کر دیا اور ”مائی حسن بی بی“ کو دربار عالیہ آلو مہار شریف میں لنگر کی خدمت کے لیے خود جا کر چھوڑ آئے اس مائی نے دربار شریف کے لنگر کی خدمت کے لیے اپنا تن من اور دھن قربان کر دیا۔ ہر وقت ذکر الہی سے قلب جاری رہتا، صوم و صلوٰۃ کی پابندی رہتی۔ گاہے گاہے وارث خود خبر گیری کر جاتے۔ مائی کا نام عام لوگوں کی زبان پر ”مائی حسان“ یا ”حسو“ مشہور ہو گیا تھا۔ راقم الحروف کے مرشد ولی نعمت حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فقیر نے بچپن میں ”مائی حسن بی بی“ کی زیارت کی تھی وہ نہایت پاکیزہ کردار والی باخدا عورت تھیں، بے پناہ خدمات کے بعد بڑھاپے کی نقابت کی بنا، پر واپس وزیر آباد چلی گئیں تھیں اور وہیں فوت ہو گئیں۔ وزیر آباد کے قبرستان میں ان کی قبر بنی۔ ”اللہم اغفر لها“

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

تسلیمی و فود اور مساجد میں قیام

آپ نے طرِیقہ صالحین کے مطابق تبلیغ دین اسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ خانقاہ اور مہیدوں کے تبلیغی و فود بیرونی علاقہ جات میں بھیجتے اور خدمت

۱۔ تذکرہ شاخ امینہ (قلمی) ص ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹ و فود صوفی حضرت محمد علی نقشبندی قدس سرہ بحرہ ۱۹۶۰ء۔

دین اسلام کا منظم طریقے سے کام جاری کیا۔ سلوک نقشبندیہ کے مطابق ”سفر در وطن“ کا وطیرہ اپنا رکھا تھا۔ جس گاؤں یا علاقہ میں تشریف لے جاتے اسکی جامع مسجد میں بہ نیت اعتکاف قیام فرماتے اور نمازیوں کو اللہ کے ذکر و فکر کی تلقین فرماتے۔ کسی اہل دیہہ پر بوجھ نہ بنتے اور مسلسل ایک ماہ یا اس سے زیادہ قیام فرماتے پورے علاقے کو جب تک نمازی اور دیندار نہ بنا لیتے آگے نہ جاتے نتیجتاً پورے ماحول میں انقلاب آجاتا۔

خلفاء کا وسوسہ اور ندامت

حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ راوی ہیں کہ حضرت ثانی قدس سرہ، گجرات، جہلم اور راولپنڈی کے تبلیغی دورہ پر روانہ ہوئے تو وزیر آباد سے ہوتے ہوئے گجرات میں حافظ محمد بخش کے گھر قیام فرمایا۔ دوران گفتگو چند خلفاء کہنے لگے جن تصرفات کا اظہار حضرت شمس الہند قدس سرہ کے ہاں ہوا کرتا تھا ان کا اظہار حضرت ثانی سے نہیں ہوتا۔ یہ سن کر آپ کو انکی بے یقینی پر تاسف ہوا، چند منٹ مراقب رہے پھر مصلیٰ سے اٹھے اور خواجہ رکن الدین کو فرمایا! لوٹا پکڑو اور باہر چلیں۔ خلفاء پریشان ہو گئے گھر سے نکل کر ایک گراؤنڈ کے قریب سے گزرے۔ وہاں پولیس کے چند سپاہی پریڈ کر رہے تھے جو نہی آپ کی نگاہ ان پر پڑی تمام حالت وجد میں تڑپنے لگے اور بے خودی میں اللہ ہو کے نعرے بلند کرنے لگے۔ ہوش میں آنے پر حضرت کی تلاش میں چل نکلے اور قدموں میں گر کر تائب ہوئے حلقہ غلامی میں شامل ہو گئے۔ خلفاء بھی حضرت ثانی کے پیچھے نکل آئے تھے انہوں نے یہ منظر دیکھا تو نادام ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

طوائف کا توبہ کرنا

آپ میدان سے آگے بڑھے تو خلق خدا کا ہجوم پیچھے ہولیا، مسلم اور غیر مسلم دو رو یہ قطاریں بنائے دیدار کے مزے لوٹ رہے تھے۔ راستہ میں ایک طوائف (بازاری عورت) کا مکان تھا مکان کی چھت سے اسکی بیٹی نے شور مچایا امی باہر بازار میں دیکھو ”کتنے سو بنے پیر آرہے ہیں۔“ اسکی ماں نے چھت سے نیچے جھانک کر دیکھا تو پکار اٹھی قربان جاؤں یہ آلو مہار شریف کے پیر معلوم ہوتے ہیں۔

آپ نے اس عورت کی یہ والہانہ آواز سنی۔ اوپر دیکھا تو وہ آپ کی نگاہ ولایت کی تاب نہ لاسکی اور حالت وجد میں بازار میں آگری مگر اسے کوئی چوٹ نہ آئی۔ جب ہوش میں آئی تو بے ساختہ قدموں میں گری اور کلمہ پڑھ کر گناہ کی زندگی سے تائب ہوگئی اور اپنا تمام مال و اسباب جھولیاں بھر کر لٹاتی رہی اور حالت فقر میں بقیہ زندگی یاد خدا میں مصروف رہی۔

اسی دوران آپ شہر سے باہر شمال کی طرف چل پڑے راستے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا ایک مسجد سے آذان کی آواز سنی نماز کیلئے مسجد میں داخل ہوئے۔ نماز باجماعت ادا کر کے جب سلام پھیرا، دائیں طرف رخ پھیرا تو دائیں طرف والے نمازیوں کو وجد ہو گیا۔ بائیں طرف سلام پھیرا تو بائیں طرف والے نمازی وجد و حال میں غلطاں ہونے لگے حتیٰ کہ ساری مسجد کے نمازی ذکر الہی میں مصروف ہو گئے، مسجد کے در و دیوار سے بھی اللہ ھو اللہ ھو میں بلند ہونے لگیں۔ ہوش آنے پر تمام نمازی حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔

۱۔ تذکرہ شاخ امینیہ (قلمی) ص ۲۳۸-۲۳۹، مولانا حضرت خواجہ صفوی محمد علی نقشبندی قدس سرہ مخروہ

۱۹۶۰ء، نوابی بیان لاہوری

چورہ شریف نتھیال شریف کی حاضری

حضرت ثانی قدس سرہ شہر گجرات سے رخصت ہو کر پرہرام کے مطابق نسلع گجرات کے دیہاتوں اور شہر جہلم تحصیل چکوال موضع کھڑوال وغیرہ سے ہوتے ہوئے نسلع کیمپلپور اپنے پیران عظام حضرت خواجہ بادئی نامدار شاہ قدس سرہ کے مزار اقدس نتھیال شریف پر حاضر ہوئے فاتحہ خوانی کے بعد رخصت ہوئے اور چورہ شریف حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہ کے مزار پڑانوار پر فاتحہ خوانی کیے حاضر ہوئے تو بمقتضائے وقت ایک دردمند عاشق نے یہ نظم پڑھی مجمع پر عجیب کیف جاری تھا۔

آن کی مجلس بھی سیاہ لطف و ہذا سرار ہے
 دیکھئے راحت پذیر اس گنبد رفیع کے سایہ تلے
 پیشوائے اولیاء واقف اسرار الہ
 کرنوں نے جنکے فیض کی، عالم منور کر دیا
 فیض جاری ہے جنکا واسطے ہر خاص و عام
 موجزن سینہ میں جنکے روحانیت کا سیلاب نور
 گلشن ولایت کی باغبانی ہے جن کے سپرد
 میں گدا در پہ کھڑے اور سب کا یہ اصرار ہے

ذکر و مراقبات اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہو کر حضرت ثانی قدس سرہ نے واپس آلو مہار شریف آنے کا قصد کیا اور واپسی پر مقام در مقام دین نبوی کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہوئے تقریباً چار ساڑھے چار، مہینے کا سفر طے کر کے آلو مہار شریف میں تشریف فرما ہوئے آپ کی تشریف آوری سے سارے دربار شریف میں چہل پہل نظر آنے لگی ہر طرف راستوں، سڑکوں، دربار کی گلیوں میں دیندار لوگوں کی رونق ہی رونق تھی ہر سو ذکر الہی کی صدائیں گونجنے لگیں۔

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ۳۲۰-۳۲۱ مولفہ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ محرم ۱۹۶۰ء

گوجرانوالہ کا تبلیغی دورہ

یارانِ طریقت کے پر زور اصرار پر حضرت ثانی قدس سرہ نے شہر گوجرانوالہ کے تبلیغی دورے کا پروگرام بنایا جب آپ گوجرانوالہ تشریف فرما ہوئے تو آپ کی بزرگی کا شہرہ سن کر بے شمار خلقِ خدا فیض یاب ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ لا تعداد لوگ حلقہ، ارادت میں داخل ہوئے آپ کا شہرہ سن کر شہر کے انگریز ڈی سی نے در پردہ خاص خاص آدمیوں سے پوچھ گچھ شروع کی کہ کہیں حکومت کے خلاف تحریک تو نہیں چلنے والی کیونکہ ہر وقت انہوہ کثیر آپ کی زیارت و فرمودات سننے کے لئے حاضر خدمت رہتا تھا دو ہفتے تبلیغ دین کے بعد آپ نے لاہور کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ وہاں کے عقیدت مند جن میں ڈاکٹر مرزا انور علی سرفہرست تھے۔ آپ کی خدمت میں بے پناہ اصرار کر رہے تھے آپ جلوس کی شکل میں ریلوے اسٹیشن پہنچے آپ کی اس ہمہ گیر مقبولیت کو دیکھ کر انتظامیہ ششدر رہ گئی اور انہوں نے لاہور شہر کے حاکم کو رپورٹ بھیجی کہ ایک انتہائی بااثر شخصیت لاہور آ رہی ہے۔ آپ کا حلقہ، عقیدت فیصل آباد، ساہیوال، سیالکوٹ، نارووال، گجرات اور گوجرانوالہ کی طرح لاہور میں بھی کافی وسیع تھا۔ آپ جب بھی لاہور تشریف لے جاتے تو زندہ دلان لاہور دیوانہ وار اسٹیشن کا رخ کرتے۔ عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب رہتا۔

شہر لاہور میں استقبال

جب ریل لاہور اسٹیشن پر پہنچی تو ہزاروں کی تعداد میں خلقِ خدا آپ کے استقبال کیلئے پلیٹ فارم پر موجود تھی کل دھرنے کو جگہ نہ تھی سب کی بے قرار نگاہیں حضرت ثانی قدس سرہ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ لوگ دیوانہ وار ریل کے ساتھ چٹ گئے۔ نعرہ ہائے

تکبیر و رسالت بلند ہونے لگے۔ آپ کے استقبال میں درج ذیل احباب طریقت پیش پیش تھے۔ ڈاکٹر مرزا انور علی (متولی مسجد وزیر خان)، ملک فضل دین (کتب فروش کشمیری بازار)، جان محمد کتب فروش، میاں غوث محمد، منشی عبدالحق، اور کریم بخش (اکاؤنٹ قلعہ گوجر سنگھ) آپ ریل سے باہر تشریف لائے احباب نے آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے عقیدت مند لوگ عشق و محبت میں پروانوں کی طرح لپک رہے تھے اور ایڑیاں اٹھا کر جلوہ جاناں اور رخ تاباں کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے تڑپ رہے تھے۔ سارے اسٹیشن پر عجیب رنگ و نور کی فضا چھائی ہوئی تھی۔ ہر طبقہ کے لوگ جن میں ملازم پیشہ بھی تھے اور اعلیٰ آفیسر بھی، بڑے بڑے سرمایہ دار بھی تھے اور صوفی اور درویش بھی۔ آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

آپ کی رفعت شان اور انگریز کا اظہار تعجب

اتفاقاً آپ کی تشریف آوری کے موقع پر انتہائی اعلیٰ حکومتی عہدے پر فائز ایک انگریز آفیسر یہ منظر دیکھ رہا تھا وہ بہت متاثر ہوا اور بے ساختہ پکار اٹھا یہ شخصیت کون ہے؟ چند سال قبل میں نے ایسی ہی نورانی صورت و وجاہت کی حامل ایک ہستی دیکھی تھی اک عقیدت مند نے یہ سنا تو وہ بولا جناب وہ ان کے والد بزرگوار حضرت شمس الہند سید چمن شاہ نوری دائم الحضور کی ذات بابرکات تھی اور یہ ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ ہیں۔!

شہر لاہور میں آپ کا قیام ملک فضل دین (اللہ والے کی قومی دکان والے) کے ہاں تھا۔ کثیر خلق خدا نے آپ کے دست حق پرست پر سعادت بیعت حاصل کی۔ جگہ جگہ محافل ذکر و فکر سنے لگیں آپ کی صحبت کی برکت سے کئی بند و اور سکھ مشرف باسلام

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ ص ۲۳۹-۲۵۰ مولفہ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ محررہ ۱۹۶۰

ہوئے۔ آپ نے تقریباً تین ہفتے لاہور میں قیام فرمایا۔ جس کی وجہ سے آپ کے اوصاف و کرامات کا شہرہ دُور و نزدیک تک پھیل گیا۔ آپ کی بے پناہ مقبولیت سے حکومت کو مزید پریشانی لاحق ہوئی۔ ۱۔

سرہند شریف کی حاضری

شہر لاہور میں تین ہفتے قیام کے بعد حضرت ثانی قدس سرہ امرتسر اور لدھیانہ سے ہوتے ہوئے سرہند شریف پہنچے۔ ہر مقام پر عوام آپ کی زیارت اور حصول برکت کیلئے حاضر ہوتے اور آپ کے مواعظ حسنہ سے ہدایت پاتے۔ حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ العزیز کے مزار پر انور حاضری دی تو آپ کے ہمراہ جلیل القدر خلفاء اور جید علماء بھی موجود تھے۔ مزار اقدس پر ذکر، مراقبہ فرمایا بعد ازاں فاتحہ پڑھی۔

دریں اثناء خلیفہ محمد صدیق صاحب جنہیں حضرت شمس الہند قدس سرہ نے سرہند شریف لدھیانہ اور انبالہ کی طرف بغرض تبلیغ بھیجا ہوا تھا نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے دربار عالیہ کی نگرانی بھی انہی کے ذمہ لگائی تھی وہ حاضر خدمت ہوئے حضرت ثانی قدس سرہ نے تمام انتظامات کا معائنہ فرمایا اور خلیفہ صاحب کی کاوشوں پر اظہار مسرت فرمایا۔ ۲۔

سفر دہلی

سرہند شریف سے آپ نے سفر دہلی کا ارادہ فرمایا۔ یاران دہلی کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ تمام احباب دہلی ریلوے اسٹیشن پر دیدہ و دل فرس

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ ص ۲۵۵۔ ۲۔ حضرت خواجہ محمد علی نقشبندی قدس سرہ محررہ ۱۹۶۰ مخزنہ ابوالبیان البحریری

راہ کئے کھڑے تھے جونہی آپ ریل سے اترے آپ کے وجود مسعود کی برکت سے ریلوے اسٹیشن پر ذوق و شوق کی کیفیات کا ورود ہونے لگا۔ لوگوں کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی آپ کا شاندار استقبال ہوا آپ کی آمد پر دھلی کے بے شمار لوگ آپ کی زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوئے۔ سینکڑوں کی تعداد میں حلقہ، بیعت میں داخل ہوئے بسا اوقات آپ خواجہ، بے رنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دھلوی قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس پر حاضری دیتے۔

ایک مرتبہ دوران حاضری آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ کی توجہ پڑا اثر سے تمام حاضرین پر حالت وجد طاری ہو گئی اور آپ کے چہرہ انور پر رعب و جلال کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ چہرہ انور کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا محال ہو گیا یہ منظر دیکھ کر آپ کے ایک مرید نے یہ اشعار پڑھے۔

کیا سو ہانا وقت ہے کیا سو ہانی ہے فضا
 قابل دید منظر ہے دربار باقی باللہ کا
 مرقد انور ہے جس کا مطلع انوار ہو
 مخزن سر ولایت جس کا عالی دربار ہے
 جسکے در پہ آتے ہیں شاہ بھی گدا کی واسطے
 وہ کہ مجدد الف ثانی کا شیخ پاک ہے
 وہ کہ نقشبندیوں کی سر تاج جس کی ذات ہے
 حاضر ہے دربار باقی باللہ پہ مرہ خدا
 ضرب ہو سے گونج اٹھا دربار باقی باللہ کا
 مرکز تجلیات و مرکز اسرار ہو
 فیض سب سینہ میں، جسکے سیدلبرار ہے
 فیض کا ڈر کھلا ہے ہر شاہ و گدا کے واسطے
 مستفیض فیض سے جس کے بندہ پاک ہے
 ہے یہ سلسلہ اس کا جو یار صاحب لولہ ہے

حضرت ثانی نے کچھ دیر کے بعد دعائے خیر فرمائی اور مزار مقدس سے مجلس برخاست ہوئی اور جائے رہائش پر پہنچ کر آپ نے یارانِ طریقت سے پنجاب واپس جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا رات بسر کر کے علی الصبح ریلوے اسٹیشن پر تشریف فرما ہوئے اور سینکڑوں کی تعداد میں یارانِ طریقت آپ کو ریل پر سوار کرنے کیلئے حاضر ہوئے جب

ریل پلیٹ فارم سے رخصت ہونے لگی تو خاص یارانِ طریقت حالت اُداسی میں ریل کو چلتے ہوئے دیکھتے رہ گئے کیونکہ حضرت ثانی کا یہ دورہ انتہائی مختصر تھا۔ دربار آلو مہار شریف میں پہنچتے ہی سب سے پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ سیدنا چمن شاہ نوری قدس سرہ کے دربارِ اقدس پر حاضر ہوئے مراقبہ اور ذکرِ الہی میں مشغول ہو گئے تو اس وقت ایک مرید صادق نے اُٹھ کر نہایت درد کے ساتھ چند اشعار پڑھے جن سے حاضرین کے دلوں میں بہت اثر ہوا۔

حاضر ہوئے ہیں خواجہ محمد امین آلو مہار میں
جلوہ قلن ہوئے ہیں پیارے پیارے لہر باندا میں
کارواں بہاروں کا اب حاضر دربار ہے
روشن ہے سب کا دشتِ دل منظر دربار سے
چشمہ فیضانِ حق چمن شامی دربار ہے
جن کی ذاتِ اقدس پہ فقر و غنا کو ناز ہے
بحر عرفان و حقیقت کا یہ گوہر نایاب ہے
سائلو بھرو جو لیاں فیض چمن شامی سے
اپنے والد چمن شاہ بزرگوار کے دربار میں
والد ماجد سے سرگوشی ہے کس راز میں
کیا ہی شگفتہ لمحہ ہے کیا عجب دیدار ہے
دل کے غنچے کھل رہے ہیں چمن آلو مہار سے
منبعِ اسرار ہے مخزنِ انوار ہے
اہل حق کو ناز ہے اہل نظر کو ناز ہے
فیضیاب جس کے فیض سے سب خطہ پنجاب ہے
ملتی ہے بھیک گداؤں کو دربار چمن شامی سے

انگریز حکومت کی تشویش

آپ جس طرف بھی رخ فرماتے ہزاروں افراد اُٹھ آتے، گلیوں اور بازاروں میں عوام کا اس قدر ہجوم ہوتا جیسے کوئی ملک گیر کانفرنس منعقد ہو رہی ہو۔ حضرت ثانی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصاً تسخیرِ عطا فرمائی تھی۔ آپ کے دور میں آلو مہار شریف میں قافلوں کے قافلے پیدل اور ننگے پاؤں آتے۔ اس بے پناہ ہجوم نے انگریز حکومت

میں تشویش پیدا کر دی شائد بغاوت کا پروگرام تو نہیں بن رہا۔ چنانچہ حکومت نے تحقیقات کا حکم جاری کر دیا اور وار برٹن نامی شخص کو جاسوس مقرر کیا گیا۔ وار برٹن جاسوسی کیلئے فقیروں کے بھیس میں آلو مہار شریف آیا۔ آپ نے آنے سے قبل ہی اہل خانہ کو فرمایا کہ آج ایک فقیر آئے گا اسکا کاسہ خوب بھر دینا چنانچہ آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ جب وہ آیا تو گھر سے خیرات لیکر باہر دیوان خانہ کے پاس سے گزرا۔ آپ کا ایسا رعب و جلال اس پر طاری ہوا کہ آپ سے کوئی بات دریافت کرنے کی جرات نہ کر سکا اس نے کئی چکر لگائے۔ گورنمنٹ کے خلاف اسے کوئی بات نظر نہ آئی۔ بالآخر اپنے اصلی لباس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں نے پورے انڈیا میں آپ جیسا صاحب کردار انسان نہیں دیکھا۔ ۱

خدام کی آزمائش

کچھ عرصہ بعد وہی انگریز وار برٹن دوبارہ حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اپنا کوئی شاگرد میرے ساتھ بھیجیں کہ ہم اس کی خدمت کر سکیں آپ نے عطاء محمد کو روانہ فرمایا وار برٹن نے عطاء محمد کو ورغلائے اور پھسلانے کی ہزار کوشش کی مگر مرد کامل کے صیقل شدہ دل سے زنگ آلود ہو سکتے تھے؟ اس نے عورتوں پیسے اور کلب کے ذریعے آزما کر نا کام رہا دراصل وہ مرد کامل کی تعلیم و تربیت اور تاثیر محبت کو دیکھنا چاہتا تھا۔ ۲

مرکز فیض نقشبندیہ

یہ امر واضح رہے کہ دربار عالیہ آلو مہار شریف خطہ پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ کی اولین خانقاہ ہے اور پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے خاصے خانوادے یہاں سے

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۲۶۰ مولفہ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ محررہ ۱۹۶۰ء

۲۔ ایضاً ص ۲۶۱

بالواسطہ اور بلاواسطہ فیض یاب ہوئے ہیں کیونکہ یہ آستانہ مرکز فیض نقشبندیہ ہے۔

اجتماع اولیاء

حضرت شمس الہند اور حضرت ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور ہمایوں میں آ لو مہار شریف میں تہجد کے وقت اولیاء کا اجتماع ہوتا تھا۔ وہ نماز تہجد یہاں آ کر ادا فرماتے اور مراقبات اور منازل سلوک کے سلسلے میں حضرت شمس الہند اور حضرت ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کرتے چنانچہ ان اولیاء کرام میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لا ثانی امیر ملت حضرت محدث علی پوری، حضرت پیر سید روشن علی شاہ (پنج گرامیں ڈسکہ) حضرت میاں سعید الدین (دوبرجی آرائیاں سیالکوٹ) اور حضرت حاجی امام دین (سیالکوٹ) علیہم الرحمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ سیالکوٹ، ڈسکہ، پسرور، جالکے دیہہ اور مضافات کے صالحین کا تہجد کے وقت عظیم اجتماع ہوتا۔

پیر لا ثانی اور محدث علی پوری

حضرت پیر لا ثانی علیہ الرحمہ تو مسلسل تین برس بلا ناغہ حاضری دیتے رہے آپ نماز عشاء کے بعد علی پور شریف سے روانہ ہوتے اور نماز تہجد آ لو مہار شریف میں پہنچ کر ادا کرتے اور ذکر و مراقبات کے بعد نماز فجر سے فارغ ہو کر واپس علی پور شریف تشریف لے جاتے۔ بسا اوقات آپ روضہ عالیہ کے گرد کھیتوں اور گھوڑوں کے اصطلبل کی کھریوں میں چھپ کر اور فرش خاک پر بیٹھ کر محویت اور مستی کے مزے لیتے۔ حضرت ثانی قدس سرہ اپنے درویشوں کو فرماتے کہ جاؤ فلاں کھری کے پیچھے یا فلاں کھیت سے حضرت لا ثانی کو تلاش کر کے لاؤ۔ بعض اوقات اسی قسم کے واقعات حضرت محدث علی پوری علیہ الرحمہ کو بھی پیش آئے اور وہ بھی حضرت ثانی علیہ الرحمہ کیساتھ تبلیغی دوروں

میں شریک سفر و حضر رہ کر فیضیاب ہوتے رہے۔ تین برس گزرنے کے بعد ایک دن حضرت ثانی قدس سرہ نے حضرت رکن الدین علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ جاؤ حضرت پیر لاٹانی اور محدث علی پوری علیہم الرحمہ سے کہہ دو کہ آلو مہار شریف کی طرف سے تمہیں مکمل فیض مل چکا ہے اب چورہ شریف کے تاجدار حضرت خواجہ فقیر محمد قدس سرہ کی طرف رجوع کرو۔ ۱

یہ دونوں بزرگ ابتداء میں حضرت شمس الہند قدس سرہ کے خلیفہ حضرت محمد صدیق قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مرزا سکندر بیگ (موضع چک جگت رائے متصل علی پور سیداں) کی بیعت تھے جو کہ مدتوں حضرت شمس الہند کی خدمت اور صحبت میں رہے ۲ انہوں نے تکمیل فیض کے بعد آلو مہار شریف اور آلو مہار شریف والوں نے چورہ شریف پیش کر کے دستار خلافت سے سرفراز کروایا اور اس نسبت کے بزرگوں کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ اپنے مریدین کو اپنے مشائخ سے اسی طریق کے مطابق فیض دلاتے رہے ہیں۔

میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ پر توجہ

حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ پر جذب و جنوں کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں گوجرانوالہ سے شرقپور جا پہنچا۔ صبح سویرے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ کی زیارت کے لئے ان کی رہائش پر حاضر ہوا۔ آپ بالا خانے سے نیچے تشریف لائے اور جس شخص میں کوئی غیر شرعی حرمت دیکھتے اس کو شدت سے ڈانٹے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی سختی نہیں کرنی چاہیے پیار محبت سے سمجھا دیں تو بہتر ہے تو میاں صاحب میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔

۱ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۲۹۶ مولفہ حضرت صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

۲ تذکرہ صدیق زماں جز رابع ۳۶ مصنفہ خلیفہ محمد سعید قدس سرہ

بزرگو! ناراض کیوں ہو رہے ہو تم چنن شاہی بوٹی ہو اور میرے قلب پر ہاتھ سے دو تین ٹھوکریں لگائیں کہ اس کو پکاؤ اور مشق کرو۔

میں حیران ہو گیا کہ اتنے صاحب کشف و حال ہیں کہ میرے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرنے لگ گئے ہیں اس کے بعد مجھے فرمانے لگے کہ میں بھی تمہاری طرح حالت جذب و جنون میں رہا ہوں ایک دفعہ بے ہوشی کے عالم میں سر ہند شریف کی گلی میں پڑا ہوا تھا کہ مجھے حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ آلو مہاروی نے بکمال صرف بازو سے پکڑا اٹھایا اور ایک ہی نگاہ کرم فرما کر اس حالت جذب و جنون سے کال دیا۔

مقام توکل

آپ کامل مقام توکل پر فائز تھے۔ کسی چیز کے ملنے کی خوشی اور کسی چیز کے نہ ملنے کا غم دل سے نکل چکا تھا اور آپ کا ذات خدا پر مکمل توکل تھا۔ چنانچہ آپ کے ایک بہت بڑے عقیدت مند ڈپٹی فیض الحسن سیالکوٹ کے مال آفیسر تھے ایک دفعہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ لنگر کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اور بظاہر آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں۔ اگر حکم ہو تو میں لنگر کے نام کچھ رقبہ لکھ دوں کیونکہ بہت زیادہ مقدار میں سرکاری رقبہ فالتو موجود ہے۔ آپ نے پوچھا ڈپٹی صاحب کتنا رقبہ آپ لنگر سے منسلک کریں گے؟ انہوں نے عرض کی سات آٹھ مرے تو میں اپنے ذاتی اختیار سے الاٹ کر سکتا ہوں آپ نے جواب دیا ڈپٹی صاحب! آپ مجھے رقبہ محدود دے رہے ہیں اور میں نے خدا سے غیر محدود مانگ رکھا ہے۔ کون مزار عین اور کاشتکاروں کے جھنجٹ میں پڑے؟ کراچی سے طورخم تک میرا ہی رقبہ ہے کاشت لوگ کریں گے۔

حاصل کاشت میرے ہاں پیش کریں گے اور انشاء اللہ میرا کام چلتا رہے گا چنانچہ آپ نے اپنی زندگی میں پختہ مکان نہ بنایا اور نہ بنانے کی اجازت دی۔ روضہ مبارک کی عمارت بھی بہت مختصر اور معمولی تھی اسکی توسیع بھی آپ کی وفات کے بعد عمل میں آئی۔

فتنہ مرزائیت پر فتح یابی کیلئے محدث علی پوری کی آلو مہار شریف حاضری

مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز حکومت کے ایما پر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے برصغیر میں فتنہ پھیلا رکھا تھا۔ یہ ۱۹۰۸ء کے ابتدائی دنوں کی بات ہے جب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ پرفالج کا حملہ ہو چکا تھا اور آپ کافی کمزور ہو چکے تھے اسی مسئلہ پر رہنمائی کے لئے حضرت محدث علی پوری قدس سرہ حاضر ہوئے حضرت ثانی قدس سرہ اور تمام خدام مراقبہ میں تھے محدث علی پوری بھی مراقبہ ہو گئے۔ حضرت ثانی قدس سرہ نے مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا تو فرمانے لگے۔

مجاہد اسلام کیسے آنا ہوا؟

حضرت محدث علی پوری قدس سرہ نے عرض کی ”فتنہ مرزائیت ترقی کرتا جا رہا ہے ہم فیصلہ کن مباحثہ یا مناظرہ کرنا چاہتے ہیں آپ ہمارے ساتھ چلیں۔“

حضرت ثانی فرمانے لگے شاہ جی! میں بیمار بھی ہوں اور فالج نے بہت کمزور بھی کر دیا ہے۔ آپ جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو شاندار فتح عطا فرمائے گا اور مرزا کو ذلیل و خوار کرے گا۔ اور میری طرف سے اُس شیطان کو کہہ دینا کہ اے اسلام کے باغی باز آ جا ورنہ تیری ہلاکت کا سبب یہی تیری بغاوت ہے اور دیکھو ساتھ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کو بھی لے لو۔ حضرت محدث علی پوری علیہ الرحمہ گولڑہ شریف پہنچے اور حضرت

ثانی صاحب کا پیغام دیا وہ فوراً تیار ہو گئے۔

وصال

آپ تبلیغی دورہ پر خانقاہ ڈوگراں سے ہوتے ہوئے گوجرانوالہ اپنے خادم خاص بابو کرم الہی کی بچی کی رسم نکاح میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے تقریباً آدھی رات ہوئی کہ آپ کی طبیعت خراب ہو گئی آپ نے صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ کو بلایا آپ حاضر خدمت ہوئے فرمایا! آج سے امامت تمہارے سپرد ہے دنیاوی عدالت چھوڑ کر مخلوق کی ہدایت کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ۔

نصیحت کے بعد وضو فرمانے کے لیے پانی طلب فرمایا۔ خادم پانی لے کر حاضر ہو گیا وضو فرمانے کے بعد نماز تہجد ادا فرمائی اور درود و وظائف اور ذکر و مراقبہ میں نماز فجر تک مشغول رہے نماز فجر کی دو سنتیں ادا فرمائیں فرض نماز شروع فرمائی ایک رکعت صحیح ادا فرمائی اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر مبارک نہ اٹھ سکا۔ (اِنَا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) آپ نے چوراسی سال کی عمر میں ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو وصال فرمایا۔

آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں عقیدت مندوں نے شرکت کی، پہلے پولیس گراؤنڈ گوجرانوالہ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی دوسری مرتبہ آلو مہار شریف میں ادا کی گئی۔ آپ کو حضرت شمس الہند علیہ الرحمہ کی مرقد انور کے ساتھ مغرب کی طرف دفن کیا گیا۔

آپ کا عرس مبارک ہر سال 23 مارچ کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ آلو مہار شریف میں منعقد ہوتا ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

محمد امین پیر آلو مہار
 زچشمان ظاہر پرستان نہفت
 دل طالبان و عزیزان خود
 بہ تیر غم و درد الفت سفت
 زجاں بہ باختن گشت واصل بحق
 نیابد کے دولت وصل ہفت
 زجاں رفت آرام و صبر و شکیب
 بدل رنج و درد الم گشت جفت
 بہ تسکین صاحب دلاں ناسیا
 خبر وہ کہ جاں ماند اگر خاک خفت
 خرد از سر جہد تاریخ فوت
 بخت محمد امین رفت گفت

(۱۳۳۱ھ)

حلیہ مبارک

آپ اپنے والد گرامی کا عملی نمونہ تھے نہایت خوبصورت وجیہہ اور پُر جلال چہرہ، پیشانی کشادہ، ناک دراز و قدرے باریک، آنکھیں موٹی، ریش گھنی اور سفید، سر کے بال خوبصورت زُلف شانوں تک لٹکتے۔ رُعب و جلال کی وجہ سے کسی کو آنکھ اٹھا کر نظریں ملانے کی جرأت نہ ہوتی۔ اسی بناء پر اکثر چہرہ مبارک چھپائے رکھتے لیکن اس پر جمال کی رعنائیاں اور حسن خلق و جود و مروت کی جلوہ سامانیاں مستزاد۔

لباس مبارک

سادہ مگر شاندار لباس زیب تن فرماتے۔ کبھی تہبند، کبھی شلوار، کرتہ کھدر کا، ہمل کا عمامہ شریف اور کلاہ چہارتر کی بھی استعمال فرماتے۔ ہاتھ میں عصا شریف رکھتے۔

معمولات

حضرت ثانی قدس سرہ تاحیات صوم و صلوة کے پابند رہے اور حالت سجدہ میں ہی واصل باللہ ہوئے۔ علاوہ ازیں نماز اشراق، چاشت، تہجد، اوامین کے بھی پابند تھے۔ عصر تا مغرب ختم خواجگان، ختم بسم اللہ شریف اور ختم یا ستار پڑھتے۔ کیونکہ آپ کا درجہ ستاری تھا ہر ختم کے ساتھ اول و آخر سات سات دفعہ سورۃ فاتحہ اور ایک تسبیح درود شریف پڑھتے نماز عشاء کے وتر سے پہلے یہ دُعا پڑھا کرتے۔ سبحان الملك القدوس اور نماز عشاءت فارغ ہو کر یارانِ طریقت کے ساتھ طویل مراقبات فرماتے رات کے تیسرے پہر بیدار ہو کر نماز تہجد بارہ رکعت ادا فرماتے۔ صبح سویرے تلاوت قرآن پاک کرتے اور دُمائے گنج العرش بھی پڑھتے ظہر اور عصر کے درمیان دیگر وظائف اور اہل الخیرات پڑھتے۔ باقی ماندہ اوقات میں خلق خدا کو تبلیغ و ہدایت فرماتے۔

اخلاق و اطوار

حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ عبادت و ریاضت، ذکر و فکر آپ کا معمول تھا۔ کم خوری، کم خوابی، اور کم گوئی کی تلقین فرماتے اور خود بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ یاران طریقت سے اس قدر خوش اخلاقی سے پیش آتے کہ ہر فرد یہ سمجھتا کہ حضرت کو سب سے زیادہ محبت مجھ سے ہے۔ اکیلے کھانا بہت کم کھاتے، سخاوت کے پیکر تھے، آپ خلق عظیم کے آفتاب تھے جو بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا فیض یاب ہی ہوتا۔

درویشوں اور مہمانوں کی خدمت

آپ کا معمول یہ تھا کہ مہمانوں کے لیے گھر سے چنگیر میں تنور کی روٹیاں اور سالن خود اٹھا کر لاتے اور جس طرح ماں اپنے تمام بچوں کے درمیان بیٹھ کر کھانا تقسیم کرتی ہے اسی طرح آپ بھی تقسیم طعام فرماتے، عموماً فی کس دو روٹیاں اور ایک چھوٹے برتن میں سالن سب کو دیا جاتا اور آپ ازراہ شفقت و دلجوئی عموماً سب کے ساتھ ایک ایک نوالہ سالن میں ڈبو کر کھا لیتے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ کسی کو نوازا گیا اور کسی دوسرے کو محروم رکھا گیا اور کھانا عموماً اس کے ساتھ ختم کرتے جو بظاہر سب سے زیادہ مسکین اور مفلوک الحال ہوتا۔

سفر میں معمولات خورد و نوش

سفر میں معمول یہ تھا کہ جو کچھ سامنے آتا بلا تکلف تناول فرما لیتے ایک دفعہ کسی معتقد کے گھر میں دعوت تھی اور اس زمانے کے معمول کے مطابق عموماً چاولوں پر پسی ہوئی کھانڈ اور گھی ڈال کر مہمانوں کی تواضع کی جاتی تھی غلطی سے گھر والوں نے اس خیال سے کہ اپنے پیر صاحب کی کھانڈ کو جھوٹا نہ کیا جائے اس کو چکھنے سے گریز کیا اور پسی

ہوئی چینی کی بجائے پسا ہوا نمک چاولوں پر ڈال دیا اور اچھی موٹی تہہ جمادی۔ آپ نے بلا کبیدگی خاطر چاولوں کو تناول کیا اور بہت ہی تعریف فرمائی کہ بڑے مزے کا کھانا ہے۔ جب گھر والوں کو اپنی غلطی کا علم ہوا تو انہوں نے بہت معذرت کی لیکن آپ نے ارشاد فرمایا! میٹھا کھاتے کھاتے دل اکتا گیا تھا آج نمک کھا کر منہ کا ذائقہ بدلا اور زیادہ لطف آیا۔ باسی روٹی اچار یا مسور کی دال کے ساتھ اسی رغبت سے تناول فرما لیتے جس طرح پلاؤ یا مرغ کھایا جاتا ہے۔

عموماً سب مہمانوں کے لیے ایک جیسا کھانا ہوتا اور آپ کے لیے کوئی الگ چیز نہ پکائی جاتی۔ کم خوری ہمیشہ آپ کا شعار رہا۔ لیکن کثرت ذکر اور کمال فکر سے چہرہ نورانی اور درخشاں رہا اور صحت و مرض میں بھی چہرے کی چمک دمک میں کبھی کمی نہ آئی۔

ملفوظات قدسیہ

بروایت خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ

توجہ اتحادی کا اثر

اگر طالب کی فطرت اور استعداد میں کمی ہو اور اسے یک لخت توجہ اتحادی سے نوازا جائے تو تعمیر کی بجائے تخریب ہو جاتی ہے اور طالب اس توجہ کو برداشت نہ کرتے ہوئے مجذوب ہو جاتا ہے یا حواس کھو بیٹھتا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اس پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اور نان بانی کا قصہ یاد آ گیا جو اکثر اوقات رات گئے آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے خوش ہو کر فرمایا بھائی تم نے میرے مہمانوں کی اتنی خدمت کی ہے کچھ معاوضہ لے لو۔ اس نے عرض کی بس اس

کا ایک ہی معاوضہ ہے کہ مجھے اپنے جیسا بنا لو، آپ نے فرمایا کہ یہ مطالبہ نہ کرو کہ میری صلاحیت و استقلال میں اور تیری صلاحیت و استقلال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تم میری اتحادی توجہ کو برداشت نہیں کر سکو گے لیکن وہ مصر رہا کہ اب تو میں سوال کر چکا ہوں اور وہی لوں گا جو میں نے مانگا ہے۔ اس پر آپ اس نان بانی کو حجرے میں لے گئے اور اس پر اتحادی توجہ ڈالی اسکا یہ اثر ہوا کہ وہ بالکل محویت کلی کے عالم میں چلا گیا اور ہوش و حواس کھو بیٹھا اور تین دن اسی حالت میں رہ کر انتقال کر گیا۔

توجہ اتحادی کی ایک مثال

آپ نے فرمایا اس پر مجھے ایک اور بات یاد آئی کہ ایک بزرگ تھے ان سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے عملی مثال سمجھانے کے لیے دو آدمیوں کو تانبے کے دو برتن دیئے جو پرانے اور زنگ خوردہ تھے اور دونوں کو حکم دیا کہ ان کو صاف کر کے لے آؤ۔ پہلا آدمی ذرا جلد باز تھا اس نے جاتے ہی اوپلوں کی آگ میں برتن کوتاؤ دیا اور لوہے سے خوب رگڑ کر برتن کو چمکا کے شام تک حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا اور دوسرے آدمی نے روزانہ برتن کو گرم پانی اور سوڈے سے بتدریج آہستہ آہستہ صاف کیا اور وہ بھی دس دن کے بعد برتن لے کر حاضر ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ اس نے وقت ضائع کیا پہلا آدمی تو ایک ہی دن میں برتن صاف کر کے لے آیا۔ اور اس نے دس دن لگا دیئے تو اس بزرگ نے فرمایا کہ آؤ میں تمہیں عملاً اس کا نتیجہ دکھاتا ہوں اس نے دونوں برتنوں میں دودھ ڈال کر جب تیز آگ پر برتن رکھے تو جو آدمی ایک دن میں برتن صاف کر کے لے آیا تھا۔ کیونکہ تیز آگ کی وجہ سے اس کا تلا کمزور ہو چکا تھا۔ لہذا تیز آگ کو برداشت نہ کر سکا اور نیچے گر گیا اور دوسرا برتن سلامت رہا۔ آپ نے فرمایا کہ اچانک توجہ سے کمزور استعداد کے طالبین کا یہی حال ہوتا ہے کہ ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں لیکن صاحب

استعداد لوگ فیض کو حاصل بھی کرتے ہیں اور برداشت بھی کرتے ہیں۔

توجہ بقدر استعداد دینی چاہیے

ایک بادشاہ کا لڑکا کسی لڑکی پر عاشق ہو گیا اور سرمستی عشق میں ہوش و حواس کھو بیٹھا حالانکہ اس نے اس کو دور سے لب بام دیکھا تھا۔ بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے اس نے لڑکی کا شہزادے سے عقد کر دیا۔ جب ان کے آمنے سامنے ہونے کا وقت آیا تو بادشاہ کو وزیر نے آ کر مشورہ دیا کہ شہزادہ اسے دور سے دیکھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے اس کے وصل کی تاب نہ لاسکے گا۔ حال اس سے بھی ابتر ہو جائے گا بہتر یہ ہے کہ دونوں کے لیے دو ملحقہ کمرے بنائیں جائیں اور ان کی مشترکہ دیوار میں ایک چھوٹی سی کھڑکی رکھی جائے جس سے اس کی عروس اس کو بتدریج اپنا تھوڑا سا جلوہ کبھی کبھار دکھا دیا کرے تاکہ اسکی قوت برداشت میں پختگی آ جائے اور پھر ان کو آمنے سامنے ہونے اور ملنے جلنے کا موقع دیا جائے۔

فرمایا طالب کا بھی یہی حال ہے کہ مرشد کامل کی توجہ سے جب حسن ازل کی معرفت کی ادنی تجلی اس پر پڑتی ہے تو اس کو برداشت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اسی مرحلہ پر شیخ کامل اس کی حفاظت کرتا اور اس کی صلاحیت کو بڑھاتا ہوا بتدریج اسے منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔

سلوک نقشبند یہ کی پہلی منزل ولایت صغریٰ ہے

حضرت ثانی قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ سلوک نقشبند یہ میں سالک کی پہلی منزل کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نقشبندی خاندان میں سلوک کی ابتدائی منزل ولایت صغریٰ ہے۔ فناے قلب اور فناے نفس کی تکمیل کے بعد سیرالی اللہ کی منازل شروع ہو جاتی ہیں جن کی پہلی منزل ولایت صغریٰ ہے اس سے بلند تر منزل ولایت کبریٰ ہے

اور بہترین منزل ولایت علیا ہے جو کہ ملائکہ مقررین اور انبیاء کی ولایت ہے اور اس کی انتہا، سیر فی اللہ سے موسوم ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے اس سے ماوری مقامات کی نشاندہی کی ہے لیکن وہ مقامات عوام اور متوسط الحال لوگوں کے فہم و ذہن اور رسائی سے بلند تر ہیں۔ بہر حال نقشبندی خاندان کا ابتدائی عمومی سلوک ولایت صغریٰ کی تکمیل تک ہی محدود ہے اور اسکے بعد مرشد کامل، طالب صادق کو اجازت و خلافت سے نواز دیتا ہے۔

توکل کی تین اقسام

ایک مجلس میں توکل علی اللہ پر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک توکل اولیاء کا ملین کا ہوتا ہے، ایک مستور الحال اولیاء کا ہوتا ہے اور ایک عوام کا ہوتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام کا توکل تمدنی اور معاشرتی ضروریات کو قائم رکھنے کے لیے ایک خاص نوعیت کا حامل ہوتا ہے مثلاً وہ حضرات جو عروج کی کامل منزلیں طے کر لیتے ہیں وہ عالم اسباب کی احتیاج سے بلند ہو جاتے ہیں اور اپنی ضروریات میں کسی وسیلے کے محتاج نہیں ہوتے جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پرمن و سلوی کا نزول ہوا جس کے حصول میں کسی سعی و امر اور مادی کسب کا تعلق نہ تھا یا معجزانہ طریقے پر تسکین ضروریات جس میں از دیاد طعام ہے، موسیٰ بارشیں، دفع بلیات، حصول شفاء، بغیر اسباب ظاہری کے حاصل ہو جائیں لیکن عوام کی تعلیم کے لیے انبیاء کرام کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ظاہری اسباب کو بروئے کار لائیں تاکہ مذہبی تمدنی نظام، کائنات میں جاری و ساری رہے۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں اسی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

گفت پیغمبر با آواز بلند

بر توکل زانوے اشتر بہ بند

گر توکل می کنی در کار کن

کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

کسی نے پوچھا کہ جو صاحبانِ عجز و درویش سب کچھ چھوڑ کر کسی جنگل و بیابان کی تنہائی میں بیٹھ جاتے ہیں پھر ان کے رزق کا کیا وسیلہ ہوتا ہے اس پر آپ نے ایک مثال دے کر فرمایا کہ یہ تو اپنے اپنے مقام اور یقین پر مبنی ہے۔

توکل کی پہلی مثال

ایک دفعہ ایک درویش کامل سفر میں جا رہے تھے کہ ان پر پیاس کا غلبہ ہوا انہوں نے ایک بے آباد کنویں کو دیکھا جس میں پانی تو موجود تھا لیکن پانی نکالنے کے لیے ڈول اور رسی نہ تھی اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک ہرن پانی پینے کے لیے آیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا کنویں کے پانی میں جوش آیا اور کنواں لبالب بھر گیا ہرن سیر ہو کر پانی پی کر چلتا بنا۔ وہ درویش اس واقعہ کو دیکھ رہا تھا وہ خوش ہوا کہ اب مجھے بھی پانی پینے کا موقع مل گیا۔

جب وہ کنوئیں کی منڈیر کے قریب پہنچا تو پانی پھر نیچے اتر گیا۔ اس نے بارگاہِ رب العزت میں التجا کی کہ بارالہ میں انسان بھی ہوں اور مسلمان بھی ہوں اور حتی الامکان تیرے قوانین و ماننے والا بھی ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ ہرن کے لیے معجزانہ طور پر پانی کا انتظام ہو گیا اور میں پھر پانی سے محروم رہا؟ اوپر ہاتھ غیب سے جواب آیا کہ ہرن نے رسی اور ڈول پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ صرف میری ذات پر توکل کیا ہے تو میں نے اس کے توکل کے مطابق بغیر اسباب کے پانی منڈیر تک پہنچا دیا اور تم نے ڈول اور رسی

کا خیال کیا پس اب ذول اور رسی لے آؤ اور تم بھی جی بھر کر پانی پی لو۔ اس پر اس درویش نے اپنی غلطی اور توکل میں ناتمامی کا اعتراف کیا اور اس مرحلے سے ترقی کر گیا۔

توکل کی دوسری مثال

توکل کی دوسری مثال آپ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تک آدمی جن کے مقام توکل پر نہ پہنچ جائے اسے دنیا سے الگ ہو کر بیٹھنا یا ترک اسباب رہنا منع ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عزلت گزریں مرد درویش کی ملاقات ہو گئے جو دیر سے جنگل کی تنہائی میں بیٹھا تھا۔ رخصت کے وقت اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کھانے کا وقت ہے کھانا کھا کر جانا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں کھانا کیسے آئے گا یہاں تو آنا، چولہا، پانی اور کھانے کا سامان کچھ بھی موجود نہیں۔ اس پر اس درویش نے حیرت کا اظہار کیا اور پوچھا کہ یہ چیزیں کیا ہوتی ہیں اور کس کام آتی ہیں؟ آپ نے ان کی ضروریات اور طریقہ استعمال اس کو سمجھایا لیکن اس درویش نے چند اسماء الہی کا ورد کیا اور آسمان سے مائدہ اتر آ، دسترخوان بچھ گیا انواع اقسام کے کھانے آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو تناول فرمایا اور ساتھ ہی بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ اس درویش بے نوا کے لیے تو آسمان سے کھانا آ جاتا ہے اور میرے لیے کسب و محنت کا حکم ہے ارشاد ہوا کہ تمہارا درجہ اس درویش سے بہت بلند ہے لیکن دنیا کی تعلیم و تربیت کے لیے میں نے تم کو عالم اسباب سے متعلق کر رکھا ہے تاکہ تمہاریب و تمدن کا فروغ ہو۔

سیدہ رابعہ بصری علیہا الرحمہ کا توکل

اس پر آپ نے سیدہ رابعہ بصری علیہا الرحمہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے ہاں مہمان آ گئے ان کے پاس دو ہی روٹیاں تھیں وہ آپ نے خیرات کر دیں اور خود

دروازے پر بیٹھ گئیں۔ کسی نے پوچھا کہ رابعہ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟ فرمایا کہ میں نے اپنے مولا سے سودا کیا ہے میرے گھر مہمان آئے تھے تو میں نے اللہ کے نام پر یہ دو روٹیاں دے دیں اب اس کے وعدے کے مطابق بیس روٹیاں آئیں گی اور میں اپنے مہمانوں کو کھانا کھلا دوں گی۔ کسی نے کہا کہ خدا کا وعدہ دس گنا دنیا میں دینے کا ہے لیکن فوری دینے کا نہیں۔ سیدہ رابعہ نے فرمایا کہ جس مقام پر رابعہ فائز ہے وہاں بلا تاخیر وعدہ پورا ہو جاتا ہے۔ اتنے میں ایک آدمی آدی کچھ سالن اور روٹیاں لے کر آ گیا۔ اس نے عرض کی سولہ روٹیاں ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ روٹیاں میری نہیں کیونکہ میری روٹیاں ہوتیں تو بیس ہوتیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک آدمی سالن اور روٹیاں لے کر آ گیا اس نے پہلے آدمی سے کہا کہ یہ روٹیاں رابعہ کے لیے نہیں کسی اور کے لیے ہیں رابعہ کے لیے روٹیاں میں لے کر آیا ہوں جو گنتی میں بیس نکلیں۔ یہ آپ کے ایمان کی پختگی اور توکل کی دلیل تھی۔ چنانچہ حضرت سیدنا غوث اعظم قدس سرہ بہت بڑے کامل ولی اللہ تھے اور کثرت سے فتوحات آیا کرتی تھیں جو سب فقراء اور مساکین پر خرچ ہو جاتیں۔ یہی حال خولجہ بہاؤ الحق زکریا سہروردی ملتانی علیہ الرحمہ کا تھا ان کی فتوحات بھی بے پناہ تھیں ان کا لنگر بھی بڑا وسیع تھا اور دسترخوان بڑا فراخ تھا۔ چنانچہ بے شمار مال آتا اور شام تک خرچ ہو جاتا۔

کثرت کرامات کا ملین کیلئے کمال نہیں

پھر آپ نے فرمایا کہ کا ملین مقام عروج کے کمال تک پہنچ کر پھر نزول فرماتے ہیں تو جو کامل نزول نہیں کرتے وہ عالم اسباب سے اوپر رہتے ہیں اور ان سے کرامات اور خوارق عادات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے لیکن جو کامل نزول کے مقام پر آ جاتے ہیں وہ عالم اسباب اور ان کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن تبلیغ و ہدایت کے نقطہ نگاہ

سے نامکمل نزول والوں سے ان کا مقام بلند ہو جاتا ہے۔ وہ باہم ہو کر بھی بے ہمہ ہوتے ہیں اور خلوت در انجمن کے مقام پر فائز ہوتے ہیں اور سلوک میں ان کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقراء، سے کرامات اور خوارق کا ظہور کم ہوتا ہے لیکن یہی ان کے قرب ذاتی اور رفعت مقام میں حائل نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔

اسباب سے استفادہ توکل کے منافی نہیں

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو میدان جنگ میں زرہیں بھی اتار دیا کرتے تھے لیکن خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زرہیں پہنا کرتے تھے۔ یہ توکل کے منافی نہ تھا بلکہ اسباب سے استفادہ کی تعلیم امت کو دی جا رہی تھی۔

صحبت، نسب اور کسب میں فرق

ریاکار اور ظاہر دار مشائخ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہ نسبی وراثت نہیں بلکہ کسی دولت ہے لیکن اگر نسب اور کسب یہ دونوں مل جائیں تو سونے پر سہاگے کا کام ہو جاتا ہے چنانچہ سرور کائنات علیہ السلام اور صالحین کرام کی اولاد میں اکثر فیوض کی کثرت دیکھنے میں آئی ہے اور اگر کہیں اس کے خلاف ہوا ہے تو یہ استثنائی معاملہ ہے لیکن انتقال فیض کا اصل طریقہ اور حصول دولت باطنی کا اصلی ذریعہ تو روحانی رابطہ اور باطنی نسبت ہے چنانچہ دیکھنے میں آیا ہے کہ صحبت و نسبت سے جو دولت عظیم حاصل ہوتی ہے وہ محض نسبی تعلق سے حاصل نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام کا فیض، صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر تھا۔ چنانچہ خواجہ اجمیری سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ

گنج شکر، حضرت خواجہ باقی باللہ سے امام ربانی مجدد الف ثانی اور قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت خواجہ نور محمد چوراہی سے حضرت خواجہ شاہ محمد ہادی نامدار شاہ اور حضرت خواجہ سید محمد چمن شاہ رحمۃ اللہ علیہم کا فیض اسی باطنی نسبت کا نتیجہ تھا یہی معمول چلا آ رہا ہے اور یہی معمول چلتا رہے گا۔

دنیا کی بے ثباتی

دنیا کی بے ثباتی بے قدری اور بے وقعتی آپ کے عمل سے بھی نمایاں تھی۔ اور آپ کی گفتگو بھی اکثر اسی موضوع پر ہوا کرتی تھی۔ ایک دفعہ بے ثباتی دنیا کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین محبوب الہی علیہ الرحمہ کا تذکرہ فرمایا کہ آپ کے عہد میں بادشاہ وقت کو پیشاب کی بندش کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ بہت علاج معالجے کے بعد بھی کچھ افاقہ نہ ہوا، نو جوان بادشاہ کی والدہ نے حضرت خواجہ صاحب سے دعا کی التجا کی۔ بادشاہ خود آپ سے برسر پر خاش تھا خلقت کے ہجوم اور ارادت کی بناء پر آپ سے حسد رکھتا تھا اسی لحاظ سے آپ نے ملکہ سے فرمایا کہ بادشاہ کو کہو کہ اپنی ساری حکومت میرے سپرد کر دے تب میں اس کیلئے دعا کر دوں گا بادشاہ نے شدت تکلیف کی بناء پر سپردگی حکومت کا معاہدہ لکھ دیا آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور بادشاہ نے بندش بول کے موذی مرض سے نجات پائی۔ حضرت خواجہ نے معاہدہ بادشاہ کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اس کو پھاڑ دو جس چیز کی قیمت پیشاب کے چند قطرے جیسی ہے وہ اس قابل نہیں کہ اس کی طرف نگاہ التفات کی جائے۔

ترک دنیا کا صحیح تصور

وہ ترک دنیا جس سے اہل و عیال کی ذمہ داریوں میں کوتاہی ہو اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کمی ہو مذموم ہے لیکن وہ ترک دنیا کہ سب کچھ ہوتے ہوئے آدمی کے

دل میں اس کی محبت نہ ہو وہ محمود ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی دہلوی علیہ الرحمہ کے گھوڑے سونے چاندی کے میخوں سے باندھے جاتے تھے۔ بادشاہ نے اعتراضاً لکھا کہ یہ اچھا فقر ہے کہ گھوڑوں کے لیے سونے چاندی کے میخوں مہیا کئے جاتے ہیں تو آپ نے جواب میں بادشاہ کو لکھا

در گل انداختیم نہ در دل انداختیم
یعنی میں نے یہ کھونٹے مٹی میں لگا رکھے ہیں دل میں نہیں لگا رکھے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی کا عمل

پھر آپ نے خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ آپ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک فقیر بے نوا، جس کے پاس ایک کاسہ اور اوڑھنے کی چادر تھی اور زاد سفر میں سے اس کے پاس کچھ نہ تھا حاضر خدمت ہوا اس نے آپ کے فقر اور درویشی کی بہت تعریف سنی تھی لیکن جب آپ کے طاہری جاہ و چشم اور مال کو دیکھا تو دل میں سوچا یہ تو بڑے دنیا دار نکلے، درویشی ہوتی تو ان کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا آپ نے اس کے دل کی بات کو بھانپ لیا اور پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا حج کو جا رہا ہوں آپ نے فرمایا:

یہ بہت اچھا ہوا مجھے حج کے لیے کسی ہم سفر کی ضرورت تھی آپ مل گئے رفعت میں سفر اچھا کئے گا۔ وہیں مسجد سے اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لئے کوئی پچاس سو جا کے بعد اس فقیر بے نوا کو خیال آیا کہ میرا کاسہ تو آپ کی مسجد میں رہ گیا ہے وہ میرے شیخ کی یادگار ہے جو پانی پینے اور کھانا کھانے کے کام آتا تھا، اس کے بغیر میرا گزار اوقات مشکل ہے میں اسے لینے واپس جاتا ہوں۔ آپ نے بہت اصرار فرمایا کہ واپس آنے میں اتنا وقت لگے گا کہ حج کا موقعہ نکل جائے گا۔ لیکن بہر حال وہ لوٹ گیا

اور آپ حج کو چل دیئے۔ جب آپ واپس لوٹے تو راستے میں پھر اس سے ملاقات ہوئی تو اس وقت آپ نے جواب دیا کہ میرا مال و منال اور میرے اہل و عیال کی کثرت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں حائل نہ ہوئی اور آپ کو صرف ایک پیالے کی محبت نے حج سے محروم رکھا تو حقیقتاً دنیا دار تم ہو یا میں۔ چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کیا خوب فرمایا ہے

چیت دنیا از خدا غافل بودن

نے معاش و نقرہ و فرزند و زن

اس پر امیر المؤمنین امام العارفین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے

اشعار بڑی حجت ہیں!

رضینا بالقسمۃ الجبار فینا

لنا علم و لدجھال مال

یعنی میں اس تقدیر پر بڑا خوش ہوں کہ اللہ کریم نے ہم کو علم کی دولت سے نوازا

اور جاہلوں کو مال و متاع دے کر نال دیا۔

ناقص فقیر اور ترک دنیا

ترک دنیا کے سلسلے میں آپ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک فقیر پہاڑ کی

پہاڑی پر اس سال تک معتکف رہا۔ اللہ کریم غیب سے اسکے خورد و نوش کا اہتمام کرتا رہا

۔ اس سال سے بعد بارگاہ رب العزت سے اس کا امتحان لیا گیا کہ وہ ابھی مقام توکل میں

پختہ ہوا ہے یا نہیں۔ جب ایک دن ماندہ آسمانی نہ آیا تو فقیہ نے سوچا کہ کسی خاص وجہ

سے اللہ کریم نے آج کا رزق نہیں بھیجا۔ دوسرے دن بھی جب آسمان سے نزول ماندہ

نہ آیا تو فقیہ کے دل میں شبہ پیدا ہو گیا کہ شاید خدا کے خزانے میں کچھ کمی آگئی ہے اسلئے

کفایت شعاری سے کام لیا جا رہا ہے۔ تیسرے دن بھی جب فاقہ نذر اتا تو فقیر بوجہ خیال نذر ا کہ اللہ مجھ کو بھول گیا ہے اور بغیر اسباب کے کھانے پینے کا اہتمام نہ ہو سکے گا ظاہر ہے کہ خدا پر بھول چوک اور نسیان کا فتویٰ تکفیر تک لے جاتا ہے۔ بہر حال چوتھے دن فقیر پہاڑ سے اتر کر دامن وہ میں واقع ایک بستی میں تلاش رزق کے لیے پہنچا اور ایک دروازے پر دستک دی گھر کے مالک نے وجہ پوچھی تو فقیر نے کہا کہ میں تین دن سے فاقے سے ہوں اور صرف آج کا رزق مانگتا ہوں اس سے زیادہ کی مجھے حاجت نہیں گھر والے نے تین روٹیاں اسکے کشلول میں ڈال دیں مالک مکان کا کتا جو غنی سال سے اسی دروازے پر پہرہ دے رہا تھا وہ یہ سوچ کر فقیر کے پیچھے بولیا کہ پہرے داری کی محنت تو میں کرتا ہوں اور اس کی اجرت فقیر مفت میں لے جا رہا ہے۔ کتا غرایا اور اسے کانٹے کو آیا۔ فقیر نے اپنے تحفظ کے لیے ایک روٹی اسکے آگے پھینک دی کیونکہ اس نے سن رہا تھا۔

دہن سگ بالقمہ دوختہ بہ

یعنی کتے کا منہ لقمہ ڈال کر ہی بند کیا جاسکتا ہے۔

کتے نے سوچا یہ فقیر تو ڈرپوک اور کمزور ہے ایک دفعہ غرانے سے اس نے ایک روٹی ڈال دی مزید غرانے سے باقی روٹیاں بھی ڈال دے گا۔ چنانچہ وہ پھر غرایا تو فقیر نے دوسری روٹی بھی اس کے آگے ڈال دی وہ جلدی جلدی روٹی کھا کے فقیر کے پیچھے بولیا۔ فقیر نے تیسری روٹی بھی اس کے حوالے کرتے ہوئے شکایتا کہا

”میں نے سن رکھا تھا کہ کتے بڑے حریص ہوتے ہیں لیکن آج عملی طور پر پتہ

چل گیا کہ میں نے تین دن کے فاقے کے بعد تیرے مالک سے تین روٹیاں حاصل کیں اور تو نے تینوں ہی چھین لیں“

کتے کو اللہ تعالیٰ نے زبان دی اور اس نے کہا جس کے دروازے سے تم روٹیاں

مانگ کر لائے ہو میں بھی دس سال سے اس کے دروازے پر بیٹھا ہوں۔ گرمی ہو یا سردی مار ہو یا پیار سب کچھ برداشت کر کے میں اس مالک کا دروازہ چھوڑ کے دوسرے دروازے پر کبھی نہیں گیا اور تو اپنے رازق و مالک اللہ کریم کے دروازے پر دس سال بیٹھ کر مفت کھانا کھاتا رہا تیرے لئے مادہ آسمانی آتا رہا لیکن صرف تین دن کے التواء سے تو اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر میرے مالک کے دروازے پر بھیک مانگنے کو آ گیا، کتا تو ہے یا میں ہوں؟ میری شکل کتوں والی ہے لیکن صفات انسانوں والی ہیں مگر تیری شکل انسانوں والی ہے اور اوصاف کتوں والے ہیں۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق

ایک دفعہ تقدیر کے متعلق بات ہو رہی تھی کسی نے کہا کہ حضور غوث پاک قدس سرہ نے ایک جگہ فرمایا ہے۔ میں تقدیر مبرم میں بھی تبدیلی کر سکتا ہوں۔ آپ نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ کسی نیاز مند نے آپ سے کسی مشکل کے حل کے لیے التجائے دعا کی آپ نے دعا فرمائی تو لوح محفوظ پر لکھا دیکھا کہ اس کا کام نہیں ہوگا اس کے باوجود آپ نے تین مرتبہ دعا فرمائی تو آخر میں دیکھا کہ نوشتہ لوح محفوظ مٹ گیا اور اس کے کام ہونے کا فیصلہ لکھا گیا اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ لوح محفوظ پر تو معاملہ تقدیر مبرم کا لکھا تھا لیکن عمداً ہی ذاتی میں تقدیر معلق تھی اس لیے ایک مرد کامل کی دعا سے یہ تبدیل ہوئی۔

مخلوق سے انقطاع کا مفہوم

ایک مفسر میں آپ نے فرمایا کہ مخلوق سے ترک تعلق کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تمدنی ذمہ داریوں یا حقوق العباد کو چھوڑ کر دنیا سے الگ تھلگ بیٹھا رہے۔ دراصل یہ دنیا

سے انقطاع نہیں بلکہ وہ سو کہ ہے مخلوق کے انقطاع سے مطالب دراصل تطبیح قلب ہے تاکہ دل میں خدائی یاد کے بغیر کچھ نہ ہو اور آدمی باہمہ ہوتے ہوئے بھی بے ہوش ہو جائے (یعنی مخلوق میں ہوتے ہوئے بھی جدا ہو جائے)۔

ابراہیمی المشرّب اولیاء

آپ نے فرمایا کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی (علیہ السلام) کے نقش قدم پر باطنی طور پر چلتا ہے اور انکی خصوصی صفات سے مستفیض ہوتا ہے۔ مثلاً ابراہیمی مشرب کے فقرا میں ایثار و قربانی اور محبت خلق کی صفات غالب ہوتی ہیں جس طرح انہوں نے حق کے لیے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا پھر اپنے ننھے منے بچے کو وادی بے آب و گیاہ میں چھوڑ کر چلے آئے اور پھر نو سال کی عمر میں خود انکو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے پر تیار ہو گئے اور انہیں لٹا کر اگلے حلق پر چھری پھیر دی۔ دراصل خالق کائنات کی تدابیر بھی عجیب ہوتی ہیں بظاہر شر میں سے خیر پیدا فرما دیتا ہے اور بظاہر تخریب میں تعمیر کا پہلو نمایاں ہوتا ہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو تخت مصر تک پہنچانے کے لیے ابتداء یوں فرمائی کہ بھائیوں کے حسد کی وجہ سے ان کو ایک غیر آباد کنوئیں میں پھینکوا دیا اور پھر مصر جانے والے قافلہ کے ہاتھوں ان کو کنوئیں سے نکلوا کر ہادر مصر تک پہنچایا اور مصر میں غلاموں کی طرح بکویا اور عزیز مصر کے گھر میں پہنچایا۔ اس شاہی ماحول میں ان کی تربیت کروا کر ان کو رموز سلطنت سے آگاہ فرمایا پھر شکوک و گمانات سے (مصر کی ملامت کرنے والی خواتین) کی وجہ سے جیل میں پہنچایا اور پھر ایک پے خواب کی تعبیر کی بنا پر شاہ مصر کے روبرو پہنچایا جس نے آپ کو اپنا معتمد بنایا اور شاہ مصر کے خواب کی تعبیر بیان فرما کر اس کا مزید قرب حاصل کیا اور انہی مکار تخت مصر پرانی رہے۔

یوسفی المشرَب اولیاء

جو فقراء حضرت یوسف علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے والے ہوتے ہیں ان میں شاہی جاہ و جلال کی نمود ہوتی ہے اور وہ شاہی لباس میں منصب فقر پر فائز ہوتے ہیں اور دنیا کو فیض یاب کرتے ہیں۔

موسوی المشرَب اولیاء

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم فقراء میں جلال اور تشریف فی الاشیاء کا غلبہ ہوتا ہے جس طرح آپ نے اپنے عصا کی ضرب سے بارہ چشمے جاری کئے اور پھر عصا کو اڑدھا کے روپ میں بدل کر جادو گروں کی کرشمہ سازی کی وجہ سے نظر آنے والے سانپوں کو وہ اڑدھا ہڑپ کر گیا۔ عصائے موسوی کی ایک ضرب سے سمندر میں راستہ پیدا ہو گیا اور ان کی قوم کے لیے من و سلویٰ کا نزول ہوا اسی طرح موسوی المشرَب فقراء میں شان تقلیب اور معجزہ نمائی بشکل کرامت کا ظہور غالب ہوتا ہے۔

عیسوی المشرَب اولیاء

ولایت عیسوی کے فقراء میں ترک دنیا اور مسیحائی دفع امراض کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے اور دنیا ان سے اس طرح فیض یاب ہوتی ہے۔

ولایت محمدی کی شان

ولایت محمدی میں تکمیل شان ولایت محمدی سے ہوتی ہے اور اس میں تمام اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی اوصاف بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں اور حقوق اللہ کی پاسداری کا غلبہ ہوتا ہے بہر حال ولایت محمدی تمام ولایت کی جامع ہے اور تمام سے برتر ہے۔

باریا کرامت اور بے ریا قناعت

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک مرد کامل نے ایک بڑی دیگ بنوائی تھی ہا زمانہ تھا اور ان کا معمول تھا کہ ایک دفعہ دیگ پکواتے اور دن بھر تقسیم فرماتے خواہ کتنے مہمان آجائیں وہ دیگ ختم نہ ہوتی۔ کچھ قحط کی وجہ سے بھوکے لوگوں کی کشت تھی پتہ ان کی کرامت کا تذکرہ سن کر لوگوں کا جھوم بڑھ گیا۔ ایک روز ایک مرد درویش محفل میں آیا تو انہوں نے حسب معمول اس کو میزبانی کے لیے بلوایا اس نے انکار کر دیا حتیٰ کہ وہ خود اسے بلانے گئے تو اس نے کہا کہ میں تو صرف انسانوں کے ہاتھ سے پکا ہوا کھاتا ہوں تو اس مرد کامل نے کہا کہ کیا میں انسان نہیں؟

اس نے کہا ذرا نظر باطن سے اپنے اندر کی کیفیت کو دیکھو انہوں نے دیکھا تو اپنے آپ کو مور کی شکل میں پایا تو اس درویش نے کہا تم ابھی مور کی طرح اپنی نمائش کے لیے دیگ کی کرامت دکھا رہے ہو۔ رازق تو اللہ کریم ہے کیا تم کو اس کی تقسیم میں کچھ شک ہے؟ چنانچہ اس بزرگ نے شدت تا سف میں دیگ کو توڑ دیا اور صحیح مقام توکل اختیار کر لیا۔

کرامت سے استقامت بہتر ہے

آپ نے فرمایا کہ خرق عادت اور کرامات، درویشی کے لوازمات میں سے نہیں ہیں۔ درویش جب مقام عروج پر پہنچتا ہے تو عالم اسباب سے بلند ہو جاتا ہے اور بغیر وسائل و اسباب کے کام سرانجام دینے لگتا ہے لیکن مقام نزول پر وہ عالم اسباب میں آجاتا ہے اور عام لوگوں کی طرح ہر کام کو مبنی بر رضا سمجھتے ہوئے کام لیتا ہے لیکن اس کا نزول، مخلوق کی ہدایت، تعلیم و تربیت اور رہنمائی کے لیے ہوتا ہے۔ اس میں وہ صاحب استقامت ہوتا ہے اس لیے بزرگوں نے فرمایا ہے ”الاستقامۃ فوق“

الکرامت“ یعنی استقامت کرامت سے بہتر ہوتی ہے۔

وظائف و معمولات کی پابندی

ایک معترض آدمی تین ماہ کی مدت حضرت ثانی قدس سرہ کی خدمت میں رہا اور جاتے وقت اس نے کہا کہ میں نے آپ کے ہاں مولویت ہی دیکھی ہے فقر و کرامات کا کچھ اثر نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا! سفر و حضر اور مرض و صحت میں کبھی تم نے میرے مذہبی فرائض اور طریقت کے معمولات میں کوئی کمی دیکھی ہے؟ اس نے جواب نفی میں دیا تو آپ نے فرمایا! یہی میری کرامت ہے۔

دُنیا سے استغناء

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تعلیمات مجددیہ کے مطابق دنیا اور دنیا کے حسن و جمال کو مرتبہ، وہم میں پیدا کیا گیا ہے اور وہم کی ناپائیداری واضح ہے اسی لیے اہل اللہ نہ دنیا سے محبت کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی رغبت رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی سادہ ان کے اطوار طبعی اور ان کی ضروریات محدود ہوتی ہیں۔ خورد و نوش اور رہائش و لباس میں انکی روش سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سادگی پر مبنی اور بنیادی ضروریات تک محدود ہوتی ہے۔ کیونکہ کائنات کے روحانی حکمران اور مقصد تخلیق کائنات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک نے قوت لایموت اور ایک معمولی حجرے پر کفایت فرمائی۔ سونے چاندی کے ذریعے آئے اور شام تک مستحقین میں تقسیم فرما دیئے گئے ان کی مہارت میں ذرا تکلف بھی آیا تو وہ برائے نام ہوتا تھا۔

کرامات و تصرفات

گھوڑی کی خدمت اور مقام تکمیل

فیض بخشی اور فیض رسائی کا اقدار بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں مرشد کی گھوڑی کی خدمت سے فیض پہنچنے کا معمول ہے کیونکہ حضرت شمس الہند قدس سرہ نے بھی اپنے مرشد حضرت ہادی نامدار قدس سرہ کی گھوڑی سنبھالنے سے ہی فیض حاصل کیا۔ ہمارا بھی ایک درویش تھا ایک گھوڑی اس کے ذمہ تھی جس سال متواتر گھوڑی کی خدمت کرنے کے بعد اس نے اپنے دل میں کوئی تبدیلی نہ پائی اور کسی سے کوئی شکایت بھی نہ کی کہ اتنی طویل مدت خدمت کے بعد بھی مجھے فیض نہیں پہنچا۔

شام کو جب گھوڑی کو چارہ ڈالنے گیا تو گھوڑی اس کے کان سے منہ لگا کر اپنی آواز میں بہنائی اسے کشف حقیقت ہو گیا۔ حضرت ثانی نے فرمایا کہ خدمت ضائع نہیں جاتی۔ خدمت میں عظمت بھی ہے اور نور ہدایت بھی بڑھتا ہے اس میں خلوص اور حسن نیت ہو۔

نورانی راستہ

ایک رات سیالکوٹ سے حاجی امام دین (مرحوم) نماز عشاء کے بعد آدھ مہر شریف کی طرف نماز تہجد کے لیے روانہ ہوئے۔ سردی کا موسم تھا سخت بارش اور اندھیری رات میں راستہ بھول گئے سخت پریشانی کے عالم میں کچھ دیر بھٹکتے رہے آخر کار پیر و مرشد حضرت ثانی قدس سرہ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر پکارا کہ حضرت! میں تو اب نماز تہجد سے محروم ہونے والا ہوں کرم فرمائیں۔ فوراً ایک نورانی

راستہ ہموار ہو گیا۔ حاجی امام دین صاحب اس نورانی راستہ پر چلتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد بخیر و عافیت آلو مہار شریف پہنچ گئے۔ حضرت ثانی قدس سرہ آپ کے انتظار میں تھے فرمانے لگے حاجی صاحب! آگے ہو راستے میں کوئی زیادہ پریشانی تو نہیں ہوئی؟ حاجی صاحب قدموں میں گر کر عرض کرنے لگے حضور! آپ جیسا رہبر موجود ہو تو پریشانی کیسی؟

باران رحمت کا نزول

ایک دن حضرت ثانی قدس سرہ موضع ”عادیاں“ علاقہ کالر کے دورے پر تشریف لائے عادیاں کے یاران طریقت نے باران رحمت کے نزول کی خواہش ظاہر کی کیونکہ اس علاقہ میں کچھ عرصہ سے سخت گرمی کا موسم تھا۔ گرم لو چلتی تھی، خشک سالی کا عالم تھا۔ انسان اور حیوان بے حد پریشان تھے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر اسی وقت بارش کی دعا مانگی اور خلیفہ کریم بخش سے فرمایا خلیفہ صاحب لوگ پریشان ہیں بارش برسنے کی دعا کیوں نہیں کرتے؟ خلیفہ صاحب نے فوراً آواز بلند عرض کی لو حضرت جی! انشاء اللہ بارش آئی چنانچہ اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے اور تھوڑی دیر کے بعد بارش برسنے لگی۔ دراصل خلیفہ صاحب کو حضرت ثانی قدس سرہ کی دعا کی قبولیت کا یقین تھا اور جانتے تھے کہ بارش ضرور ہوگی۔

لباس میں شفاء

آپ اکثر جموں و کشمیر کے علاقوں میں تبلیغی دورے پر تشریف لے جاتے۔ وہاں جموں میں آپ کا ایک دھوبی عقیدت مند تھا جو بکمال رغبت آپ کے کپڑے دھوتا پچا ہوا پانی بوتلوں میں بھر لیتا اور ہر قسم کے مریضوں کو پلاتا فوراً شفاء ہو جاتی تھی۔

۱۔ تذکرہ مشائخ امینہ (قلمی) ص ۲۹۷ مولفہ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

ایک دن دھوبی آپ کے کپڑے لے گیا جو اتفاق سے جموں کے راجے کے کپڑوں میں مل گئے چنانچہ آپ کا کرتہ مبارک راجے کے پاس جا پہنچا۔ اس نے کرتہ سنبھال لیا۔ دھوبی گرتا تلاش کرتا ہوا راجے کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا کہ ایک عجیب قسم کی ململ کا کرتہ آیا ہے۔ ایسی ململ آج تک میں نے نہ دیکھی نہ سنی یہ کہاں سے لایا ہے؟ دھوبی نے بتایا کہ یہ میرے قبلہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کا کرتہ ہے۔ جموں کا راجہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یہ ململ آپ نے کہاں سے لیا؟ تو آپ نے قدرے توقف کے بعد فرمایا راجہ صاحب! یہ ململ دنیا کے کپڑوں سے نہیں ہے۔

مرید کی خبر گیری

مرزا انور علی سول ہسپتال گوجرانوالہ میں سول سرجن کی ڈیوٹی پر معمور تھے اغوائے شیطانی کی بنا پر حضرت ثانی قدس سرہ کے متعلق دل میں تذبذب پیدا ہوا۔ اسی حالت میں نماز پنجگانہ تہجد اور وظائف طریقت جو ہمیشہ پابندی سے بجالاتا تھا اپنے نفس کے دھوکہ میں آ کر سب کچھ کھو بیٹھا ایک رات بے فکری اور غفلت سے خوب مزے کی نیند سو رہا تھا اچانک عالم خواب میں ڈاکٹر صاحب کا کمرہ روشن ہوا اور حضرت ثانی تشریف فرما ہوئے اسے زبردست ڈانٹا۔ فرمانے لگے کہ ”تجھے شرم نہیں آتی ایسی غفلت میں سو رہا ہے نماز تہجد تو درکنار پنجگانہ نماز کی ادائیگی بھی چھوڑ بیٹھا ہے جلدی اٹھو اور نماز ادا کرو۔ ڈاکٹر صاحب کی فوراً آنکھ کھلی گھبراہٹ کے مارے ادھر ادھر کمرہ میں دیوانہ وار شیخ کامل کو تلاش کرنے لگے آخر اسی گھبراہٹ میں صبح ہوئی دوڑتے بھاگتے گوجرانوالہ سے دربار آلو مہار شریف میں پہنچے تو معلوم ہوا آپ سمبڑیال میں ہیں وہاں جب آپ کو نہ پایا تو دیوانہ وار سمبڑیال گیا وہاں بھی قبلہ حضرت صاحب بھاگتا پھر رہا تھا بہر حال حضرت ثانی قدس سرہ نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ ڈاکٹر کو پکڑ لاؤ وہ خادم پکڑ کر آپ کی خدمت میں لے آیا ڈاکٹر آتے ہی قدموں میں گر کر

رونے چیخنے لگا ڈاکٹر بولا جناب معاف فرما دو آئندہ مجھ پر ایسی غفلت نہ ہوگی آپ نے فرمایا ڈاکٹر کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ میری اس غفلت اور بے پرواہی کو کوئی دیکھنے اور جاننے والا نہیں ڈاکٹر صاحب بڑے آزرده حال ہوئے اور عرض کرنے لگے جناب اب غفلت دور ہوگئی ہے آئندہ ایسی حرکت نہ ہوگی معاف فرمائیں۔ آپ نے اپنا دست شفقت پھیر کر ڈاکٹر صاحب کا انقباض قلبی مکمل طور پر رفع فرما دیا ڈاکٹر مرزا انور علی صاحب اور اس کا لڑکا ظفر علی حج ہائی کورٹ دونوں باپ بیٹا ہمیشہ کے لئے آپ کے غلام بنے رہے۔

مرید کو برائی سے بچا لیا

ایک شخص بختاورد نامی حضرت ثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوا کچھ عرصہ آستانہ عالیہ پر مقیم رہا۔ گھوڑیوں کے لیے دانہ چارہ مہیا کرنے کی خدمت پر مامور رہا۔ ایک دن اچانک شیطانی وسوسہ پیدا ہوا، اور بغیر اجازت کے فرار ہو کر ملتان چلا گیا وہاں محنت مزدوری کرتا رہا اور آوارہ گردی میں وقت ضائع کرتا رہا۔ جب کچھ رقم اس کے پاس جمع ہوگئی تو عیاشی کی رغبت ہوئی ایک بازاری عورت کے گھر چلا گیا جب دونوں برائی کے ارتکاب پر تیار ہو گئے تو اچانک حضرت ثانی قدس سرہ نمودار ہوئے اور پورے جلال کے عالم میں آپ نے بختاورد کے منہ پر طمانچہ رسید کیا اس کی چیخیں نکل گئیں۔ روتا، چیختا اٹھ کر بھاگا اور سیدھا آلو مہار شریف میں پہنچ کر ایک کھیت میں چھپ کر رہتا رہا۔ مارے شرم کے سامنے نہ ہوا کہ کس طرح حضرت کو منہ دکھاؤں؟

حضرت ثانی قدس سرہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ جاؤ فلاں کھیت میں بختاورد چھپا ہوا ہے اس کو پکڑ کر لے آؤ۔ چنانچہ بختاورد زار و قطار روتا ہوا حاضر ہوا اور معافی

مانگنے لگا آپ نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا! بھائی تم ہمیں چھوڑ گئے تھے مگر ہم نے تمہیں نہیں چھوڑا بالآخر سچی توبہ کر کے صالحین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ ۱

خزانہ غیب میں تصرف

حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن موضع عادیوں کے نمبردار نے مجھ سے کہا کہ خواجہ حضرت ثانی قدس سرہ سے ہمیں زمین کا معاملہ لے کر دیا جائے۔ خواجہ صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ عادیوں کے نمبردار کو زمین کا معاملہ مطلوب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نمبردار سے کہو چند دن بعد آئے ابھی میرے پاس رقم موجود نہیں ہے۔ وہ چلا گیا اور اسی وقت علاقے کا میراٹی (ڈوم) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت! میں سید ہوں میری لڑکی جو ان ہے اس کا عقد کرنا ہے میں تنگ دست ہوں شہید کر بلا سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں مجھے دو سو روپے برائے اخراجات شادی عنایت فرمائے جائیں (ان وقتوں میں دو سو روپے کی رقم خاصی اہمیت رکھتی تھی) آپ نے اسی وقت مصلیٰ پلنا اور نیچے سے دو سو روپے نکال کر میراٹی (ڈوم) کے حوالے کئے اور وہ چلتا بنا۔ خدام نے جمع ہو کر عرض کی حضور! یہ شخص سید نہ تھا آپ کو دھوکا دے گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ سید نہیں مگر اس نے جس نام کا واسطہ دے کر دھوکا دیا ہے میں اس نام پر ہر دھوکا کھانے کو تیار ہوں۔ خدام نے عرض کی حضور! نمبردار کے معاملے کے لیے تو رقم موجود نہ تھی اس کے لیے کہاں سے آگئی؟ آپ نے فرمایا کہ وہ میری ذاتی رقم نہ تھی بلکہ خزانہ غیب میں تصرف کر کے دی تھی کیونکہ مجھے حضرت سیدنا امام حسین علیہ

۱ تذکرہ مشائخ امینہ (قلمی) ص ۳۰۱-۳۰۲ مولفہ حضرت صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

السلام کا نام سن کر حیا آگئی تھی۔ ۱۔

وہابیت سے توبہ

لاہور میں آپ کے ایک عقیدت مند مرید میاں جان محمد (کتب فروش) کا بھائی مولوی محمد اسماعیل غیر مقلد وہابی تھا اور وہ اکثر میاں جان محمد کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتا تھا اسکے علاوہ عقائد اہل سنت و بزرگان دین کے متعلق بھی طرح طرح کی باتیں کیا کرتا۔ پہلی مرتبہ جب آپ لاہور تشریف لائے تو میاں جان محمد کا بھائی مولوی محمد اسماعیل چند ماہ سے سخت بیمار تھا شہر کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر بستر مرگ پر پڑا زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ جب اس کو جب حضرت ثانی قدس سرہ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو اپنے بھائی جان محمد سے کہنے لگا کہ آپ اکثر اپنے پیر و مرشد کی تعریف کرتے رہتے ہیں وہ اگر واقعی مردِ کامل ہیں تو میرے لیے ان سے دعا کراؤ۔ اگر میں انکی دعا سے صحت یاب ہو گیا تو وہابی عقیدہ سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لوں گا اہل سنت و جماعت حنفی عقائد کو اپنالوں گا اور ہمیشہ کے لیے انکا غلام و خادم بن کر رہوں گا۔ میاں جان محمد نے اپنے بھائی کی یہ باتیں آپ تک پہنچائیں اور دعا کے لیے درخواست کی آپ نے دعا بھی فرمائی اور پینے کے لیے تعویذ بھی دیا۔ چند دنوں کے بعد اسماعیل مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا اور حلقہ بیعت میں داخل ہو کر ہمیشہ کے لیے وہابی عقائد سے تائب ہو گیا۔ ۲۔

ایسا ہی ایک واقعہ شہر گجرات میں بھی پیش آیا۔ میاں امام دین عطار اور حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ شہر گجرات میں ایک عورت حضرت ثانی قدس سرہ کی مخلص ارادت مند تھی شرف بیعت کے بعد وہ ہر وقت یادِ الہی اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتی تھی اس عورت کا خاوند

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶ حضرت سونے محمد علی نقشبندی قدس سرہ ۲۔ ایضاً ص ۳۵۱

غیر مقلد ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اس کا تمسخر اڑایا کرتا وہ عورت اس تمسخر کو صبر سے سہہ لیتی۔ ایک دن شہر گجرات میں حضرت ثانی قدس سرہ کی آمد کا سن کر وہ عورت اپنے خاوند سے کہنے لگی کہ بندۂ خدام ہر روز مجھے پریشان کرتے ہو آج میرے پیرو مرشد تشریف لائے ہوئے ہیں میرے ساتھ ان کے رُو برو چلو اور کوئی فیصلہ کر لو تا کہ روز روز کا تنازعہ ختم ہو جائے خاوند نے کہا بہت اچھا اور اپنی بیوی کے ساتھ اپنا چھوٹا بھائی بھیج دیا اس وقت حضرت ثانی قدس سرہ حافظ محمد بخش کے مکان میں تشریف فرما تھے جب عورت وہاں پہنچی تو بعد از سلام اپنا مسئلہ آپ کے گوش گزار کیا کہ میرے شوہر نے اپنا بھائی ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو آنے دو تو جب عورت کا دیور سیڑھی چڑھنے لگا اچانک اُس پر آپ کی نگاہ توجہ پڑی اور وہ حالت وجد میں اُچھل کر نیچے زمین پر گر پڑا اور جب اسے ہوش آیا تو حضرت ثانی قدس سرہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے لگا کیونکہ وہ بھی عقیدہ وہابیہ رکھتا تھا پاس ہی میاں امام دین صاحب عطار بیٹھے تھے تو انہوں نے ازراہ تمسخر اس آدمی کو کہا بھائی ان کو سجدہ مت کرو تم کافر ہو چلے ہو فوراً اُٹھو، فوراً اُٹھو، تھوڑی دیر بعد اس عورت کا خاوند بھی اپنے بھائی کے دیر ہونے کی وجہ سے آن حاضر ہوا اس پر بھی حضرت ثانی قدس سرہ کی ایسی نگاہِ کامل پڑی کہ وہ بھی وجد کی حالت میں تڑپنے لگا اور آپ کے آگے سجدہ کی حالت میں غلطان ہونے لگا آخر کچھ دیر کے بعد آپ نے دونوں بھائیوں پر دستِ شفقت پھیرا تو ان کے حواس درست ہوئے اور آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے وہابیت سے توبہ کر کے آپ کے سچے عقیدت مند بن گئے۔

کھانے میں برکت

انہی مولوی محمد اسماعیل کے متعلق یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت ثانی قدس سرہ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ تقریباً چالیس افراد کا کھانا تیار کیا گیا جب آپ کو گھر لے جانے کے لیے حاضر ہوا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہاں سینکڑوں کی تعداد میں عقیدت مند موجود ہیں۔ مولوی صاحب نے آ کر عرض کی کہ حضرت کھانا تیار ہے۔ جب آپ اُٹھ کر چلے تو تمام عقیدت مند بھی آپ کے ہمراہ چل پڑے۔ لوگوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر مولوی محمد اسماعیل نے گھبرا کر عرض کی حضور! میں نے تو صرف چالیس یا پچاس افراد کا کھانا تیار کرایا ہے یہ تو تقریباً پانچ سو کے قریب ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ میرے مہمان ہیں اور اب ساتھ ہی جائیں گے آپ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کے لنگر کا انتظام خود کریگا۔ چنانچہ جب گھر پہنچے تو آپ نے اپنی چادر مبارک اپنے کندھے سے اتاری اور دیگ کے اوپر ڈال دی اور فرمایا کھانا تقسیم کرو۔ چالیس افراد کا کھانا تقریباً پانچ سو افراد نے کھالیا اور کھانا پھر بھی اسی طرح موجود رہا۔ مولوی محمد اسماعیل نے جب یہ کرامت دیکھی تو عرض کرنے لگا کہ آج تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ نگاہوں کے سامنے آ رہا ہے کہ جب غزوہ خندق کے موقع پر بعد اصحاب کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر دعوت پر تشریف لے گئے تو آپ کے اعباب کی برکت سے چند افراد کا کھانا سینکڑوں افراد نے کھایا تھا۔ آج معلوم ہوا کہ اولیاء، راسم و اقلی و ارثان نبوت ہوتے ہیں اور نبیوں کے معجزوں کی طرح ان کے ہاتھوں سے کرامات کا اظہار ہوتا ہے۔ انہی مولوی محمد اسماعیل صاحب نے حضرت ثانی قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں آنے کے بعد تصوف پر ایک بہترین کتاب جمی تصنیف کی۔

منظور حسین مجذوب

منظور حسین مجذوب چودہ پندرہ برس کا حافظ قرآن نہایت ذہین و فطین نوجوان تحصیل علم کے لیے چکوال سے لاہور شہر کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں گجرات شہر میں حضرت ثانی قدس سرہ کے ایک خادم شیخ امام دین عطار سے ملاقات ہوئی ان سے مثنوی شریف کے اشعار سنے اور درد و سوز کی کیفیت دیکھی تو اس خواہش کا برملا اظہار کیا کہ یہ درد اور سوز جہاں سے آپ نے پایا ہے مجھے بھی وہاں لے چلیں۔ چنانچہ ان کے بتانے پر آستانہ عالیہ آلو مہار شریف حضرت ثانی کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا! بیٹا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کی منظور حسین، فرمایا! اچھا تو ”منظور حسین“ ہے، تین مرتبہ یوں فرمایا اور محبت کی نظر سے دیکھا، دست شفقت پشت پر رکھنے کی دیر تھی کہ منظور حسین واقعی منظور حسین بن گیا۔

تیری پہلی نظر کا وار توبہ

دل اب تک دعائیں دے رہا ہے

منظور حسین سب کچھ بھول کر جذب و مستی کے عالم میں آپ ہی کے قدموں

میں رہنے لگا اور اس کے والدین اپنے اکلوتے لخت جگر کی تلاش میں مارے مارے

پھرتے ہوئے آلو مہار شریف تک پہنچے تو اپنے بیٹے کو حالت جذب و مہستی میں دیکھا۔

والد نے لاکھ کوشش کی کہ بیٹا ساتھ چلے مگر بیٹے نے جانے سے انکار کر دیا۔ باپ نے

بیٹے سے کہا چلو یہاں کیا رکھا ہے میں نے بڑے بزرگ دیکھے ہیں کسی سے پاس پچھو

نہیں۔ بیٹے نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے بڑے بزرگ دیکھے ہیں مگر افسوس کہ

آج تک آپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اگر کوئی بزرگ آپ کو دیکھ لیتا تو آپ کو بھی پتہ چل

جاتا کہ یہ لوگ کیا ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
 ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
 لڑکے کے معقول جواب پر باپ چپ ہو گیا اور لڑکے کو لے جانے کیلئے
 حضرت ثانی قدس سرہ سے اجازت چاہی آپ نے منظور حسین کو فرمایا تم اپنے باپ
 کے ساتھ چلے جاؤ تو وہ آپ کا فرمان ٹال نہ سکا اور اپنے باپ کے ساتھ چکوال چلا گیا
 جب لڑکا اپنے گھر پہنچا تو شیخ کامل کے عشق میں یوں ڈوبا کہ اس پر حالت جنون طاری
 ہو گئی اس کے والدین رات دن رکھوالی کرنے لگے مگر اس کی حالت جنون بڑھتی ہی
 چلی گئی آخر تنگ آ کر ماں باپ نے اسے مکان کے اندر بند کر دیا۔

ایک رات منظور حسین حضرت ثانی قدس سرہ کے عشق و محبت میں بے
 انتہا روتے ہوئے آپ کو پکارنے لگا کہ قبلہ حضرت جی کیا مجھ کو بھول گئے ہو اللہ مجھے
 دیدار سے محروم نہ فرمائیں اس کے بعد یہ اشعار پڑھنے لگا۔

نہ قاصدے نہ صباے نہ مرغ نامہ برے
 کسے زبیکسے ماتے برو خبرے
 پری باد صباء عرض عبودیت ماء
 بجا ہے کہ زبجرش بالم موہولم
 بعد ازاں گو کہ دعائے گوئے ثنا میگوند
 گرچہ دوریم ز خدمت بخدا مجبوریم

ابھی منظور حسین یہ معروضات پیش کر رہا تھا کہ اچانک کمرہ روشن ہوا اور حضرت
 ثانی قدس سرہ جلوہ گرو ہوئے فرمانے لگے بیٹا میں تجھے بھولا نہیں میں تو تیرے پاس
 ہوں اس کی پشت پر دست شفقت پھیرا اور ارشاد فرمایا کہ بیٹا آ لو مہار شریف چلے آؤ
 آپ کی اجازت ہوتے ہی لڑکے نے دروازہ کھلا پایا بہت خوش ہوا اور جلدی جلدی گھر

سے باہر نکل کر دوڑتا بھاگتا صبح تک دربار آلو مہار شریف پہنچ گیا آپ نے فوراً منظور حسین کو سینہ سے لگا لیا کیونکہ آپ بھی اس کیلئے فکر مند تھے تمام حال دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ بیٹا منظور حسین راستہ میں دریائے جہلم اور دریائے چناب کیسے پار کئے ہیں منظور حسین بولا کہ جناب دریا تو میں نے کوئی نہیں دیکھے صرف دو چھوٹی سی نالیاں میرے راستہ میں آئیں تھیں وہ میں نے پھلانگ کر پار کر لی تھیں۔

منظور حسین کے والد نے دیکھا تو کمرہ خالی پایا بڑا حیران ہوا دل میں کہنے لگا کہ منظور حسین کا پیر مردِ کامل ہے اور کمرہ سے دروازے کا تالا بنا چابی کھل جانا ہی ان کی کاملیت کی نشانی ہے منظور حسین ضرور آلو مہار شریف پہنچ گیا ہو گا باپ پورے یقین کے ساتھ حضرت ثانی قدس سرہ کی خدمت میں آلو مہار شریف حاضر ہوا۔ اسے دیکھ کر آپ فرمانے لگے کہ بعض لوگ صاحب علم ہو کر بھی اپنی اولاد کے دشمن بن جاتے ہیں اور دوبارہ منظور حسین کے باپ کے روبرو فرمانے لگے کہ بھائی منظور حسین تو رات کی رات میں سوڈیڑھ سو میل کا سفر اور دریائے جہلم اور چناب کو کیسے عبور کر آیا؟ منظور حسین عرض کرنے لگا کہ جناب میں رات کو بہت رویا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر رُکڑا کر دعا مانگی اور نہایت ہی درد کے عالم میں آپ کو یاد کیا اتنے میں کمرہ روشن ہوا آپ کی جلوہ گری ہوئی اور دروازہ فوراً کھل گیا بس میں موقعِ غنیمت جان کر نکل بھاگا اور جوشِ محبت سے بھاگتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں آپ نے پوچھا کہ دریا کیسے پار کئے عرض کی حضور! مجھے تو دریا نظر نہیں آئے البتہ دو چھوٹی چھوٹی نالیاں آئیں وہ میں پار کر کے حاضر ہو گیا ہوں یہ باتیں سن کر لڑے کا باپ آپ کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کرنے لگا حضور میرے اس بچے کے لئے دعا فرماؤ میرا دنیا میں یہی نورِ چشم ہے میرے گھر بار کی رونق یہی ہے اس کی وجہ سے میں بہت آزرده خاطر ہوں اگر مجھ پر نظر کرم ہو جائے تو کیا اچھا ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب

کہا ہے۔

دل طالب درد است دوا بلکہ تو باشی
بیمار از انم کہ شفا بلکہ تو باشی
رنجیدن شاہین ز گدا رسم قدیم است
شاہے کہ زنجب ز گدا بلکہ تو باشی

حضرت ثانی قدس سرہ منظور حسین کے والد کا عاجزانہ حال بغور ملاحظہ فرماتے رہے اور اس کی اس آزرده حالت پر آپ کو ترس آیا وہ پھر عرض گزار ہوا کہ حضور براہ کرم منظور حسین کو میرے ساتھ روانہ فرمادیں۔ آپ فرمانے لگے بیٹا منظور حسین جاؤ خدا حافظ تمہارا باپ آزرده ہے اسے آزرده نہ ہونے دو ارشاد ہوتے ہی منظور حسین باپ کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور چند دنوں کے بعد قضائے الہی سے فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب حضرت ثانی قدس سرہ کو اس کی وفات کی خبر ملی تو سن کر از حد افسوس کا اظہار فرمایا اور انہی دنوں میں جناب قبلہ آپ کے ہاں ایک فرزند تولد ہوا تو آپ نے منظور حسین مجذوب کی یاد میں اپنے پیارے فرزند کا نام مبارک بھی ”منظور حسین“ رکھا۔

باقیات صالحات

حضرت ثانی قدس سرہ کے چار صاحبزادگان اور دو صاحبزادیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

صاحبزادگان

(۱) حضرت قطب الکونین صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ

(۲) حضرت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ قدس سرہ

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۲۸۰-۲۸۱ مولفہ حضرت صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

(۳) حضرت صاحبزادہ سید فضل حسین شاہ قدس سرہ

(۴) حضرت صاحبزادہ سید منظور حسین شاہ قدس سرہ

صاحبزادیاں

(۱) سیدہ نور فاطمہ علیہا الرحمہ

(۲) سیدہ محمد بی بی علیہا الرحمہ

صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ

آپ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ پیر سید محمد امین شاہ قدس سرہ کے فیوضات کے کامل وارث تھے آپ کا تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات پر آ رہا ہے۔

صاحبزادہ سیدہ نور حسین شاہ قدس سرہ

آپ اپنے والد گرامی حضرت ثانی قدس سرہ کے بہت لاڈلے اور پیارے صاحبزادے تھے مادر زاد ولی، ذہین و فطین اور انتہائی حسین و جمیل تھے انوار ولایت چہرے سے ہویدا تھے جو بھی ایک دفعہ آپ کی زیارت کر لیتا آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا گفتگو انتہائی مینھی اور پُر اثر تھی جو ایک دفعہ آپ کی مجلس میں بیٹھ جاتا آپ ہی کا گرویدہ ہو جاتا۔ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء کو عالم جوانی میں بعمر ۱۳، ۱۵ سال دارالفنا سے دارالبقا کی طرف کوچ فرمایا آپ کی قبر مبارک روضہ عالیہ کے برآمدے میں بطرف جنوب دروازہ پاک کے بائیں طرف موجود ہے۔

کرامت بعد از وصال

حضرت صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب

کو میرے ساتھ انتہائی پیار تھا مجھے آپ کی گود میں کھیلنے کا شرف حاصل ہوا۔ میری عمر ابھی تین یا چار سال تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا مگر اتنی کم عمری میں بھی آپ کا پیار و محبت میرے دل پر نقش تھا عالم جوانی میں جبکہ مجھ پر جذب و جنوں کا غلبہ تھا ایک دن آپ کی یاد تازہ ہوئی اور سارا دن آپ کے بجز و فراق میں آنسو بہاتے گزرا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ اس بجز و فراق کی کیفیات میں کافی رات گزر گئی جب مجھے نیند آئی تو اچانک میرا کمرہ روشن ہو گیا اور حضرت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ قدس سرہ جلوہ فرما ہوئے۔ مجھے اپنے سینہ اقدس سے لگایا پیار فرمایا دلاسا دیا اور فرمانے لگے۔

”محمد علی“ میرے پاس تمہارے لئے جو فیض تھا میں نے تمہیں دے دیا آپ کے ساتھ ہی آپ کے ہم عمر ایک نوجوان کھڑے تھے آپ نے انہیں فرمایا کہ آپ کے پاس محمد علی کے لئے جو فیض ہے اسے عنایت فرمائیں تو آپ کے ارشاد کے مطابق فوراً ہی انہوں نے مجھے سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ لو بھائی ہم نے بھی تمہارا حصہ تمہارے ملک کیا اور مجھ سے رخصت ہو گئے۔ میری آنکھ کھل گئی آپ کی زیارت سے مجھے چین و سکون نصیب ہوا۔ ا

آپ کا قطعہ تاریخ وصال حضرت علامہ شیخ عبداللہ علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) / ۱۳۳۹ھ) قاضی تحصیل کھاریاں نے تحریر فرمایا اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں یہ ہمیں قاضی لاہوری گلکھڑ منڈی (گوجرانوالہ) سے حاصل ہوا۔

تاریخ وفات حضرت صاحبزادہ نورالحسین صاحب مرتبہ مازالومہما
از طبع مولوی رفیع عبد اللہ صاحب قاضی تحصیل کھارلہ

رقم چوں بسوزد چنانشا کتم
زباں لال مانند سوسن تباہ
بفوج جناب حسین امام
خبر بد رسید و ز دل خاست دود
کہ پاکیزہ رو بود و بازیب زین
زہے شاہ چمن علیہ السلام
ز دار الفنا شد بدار بقا
خصوصاً بر این اہمیت رسول
نماند کسے ثابت و برقرار
فقط ذات حق راست ائم بقا
ولیکن پئے ام حضرت چراغ
کہ وہ دل چکیدہ زد داغ جگر

قلم خود بلرزد چو املا کتم
دہاں گشت چوں داغ لالہ سیاہ
بشہر محترم کہ شد قتل عام
بہست و سیو میں کہ یکا شنبہ بو
کہ سید جوان نام نورالحسین
زاوادا محبا و عالمی مقام
بمروجوانی ز حکم قصنا
مصیبت کند بر شریفان نزول
درینجا کہ از گردش روزگار
ہمہ چیز و کس جسد گرد و فنا
نہو داز پئے شیخ گرچہ فرغ
و ہستم بہت تاریخ نور البصر

سال سیسی چہیں شد بدو
کہ گویم خدا پاک بخش کند

صاحبزادہ سید فضل حسین شاہ قدس سرہ

آپ حضرت ثانی قدس سرہ کے فرزند سوئم تھے اجداد کا روحانی فیضان چہرہ سے عیاں ہوتا تھا۔ سادگی پسند اور حلیم الطبع تھے کم گفتن پر عمل فرماتے۔ صاحب کشف و کرامات تھے خلق کثیر نے آپ سے فیض پایا۔ آپ کے خادم لال دین زرگر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سانگلہ ہل کے ایک گاؤں میں تشریف فرما تھے گرمیوں کا موسم تھا آپ کا شہرہ سن کر میں بھی آپ کے جائے قیام پر حاضر ہوا۔ چھت پر حلقہ ذکر کروا رہے تھے آپ کی توجہات کی بدولت بے شمار افراد پر وجد طاری تھا یہ روحانی کیفیات دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ مردِ کامل ہیں میں نے عرض کی حضور شرف بیعت سے نوازیں۔ آپ نے مجھے اسم پاک سکھایا اور توجہ دی اس زبردست توجہ کے اثر سے مجھ پر وجد طاری ہو گیا میں اچھلا اور چھت سے نیچے جا گرا۔ ابھی زمین تک نہ پہنچا تھا کہ آپ نے پھر توجہ فرمائی اور آپ کی زبان سے ”اللہ“ کا نعرہ بلند ہوا اور میں نیچے سے اوپر کھچا کھچا چھت پر دوبارہ آ گیا۔ یہ عجیب کرامت تھی۔

آپ کا وصال پر ملال ۱۸ شوال ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء کو آلو مبار شریف میں ہوا آپ کی قبر مبارک روضہ عالیہ آلو مبار شریف کے برآمدہ میں جنوب کی طرف ہے حضرت صاحبزادہ سید منشا حسین شاہ قدس سرہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے تھے جو اپنے والد کے کمالات کے آئینہ دار تھے آپ کے وصال کے موقع پر ان کی عمر ۴۔۵ سال تھی۔

حضرت صاحبزادہ سید منظور حسین شاہ قدس سرہ

آپ حضرت ثانی قدس سرہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ حضرت ثانی قدس

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۳۱۸ مولفہ حضرت خواجہ صنونی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

سرہ کے انتقال پر ملال کے موقع پر آپ کی عمر تقریباً بارہ سال کے قریب تھی آپ کی کفالت اور روحانی تربیت آپ کے برادر اکبر حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ نے فرمائی۔ وزیر آباد میں سادات کے ایک اعلیٰ گھرانے میں آپ کا نکاح ہوا۔ آپ انتہائی سادہ مزاج رکھنے والے تھے جذب و سلوک کے حامل اور انتہائی سیف زبان تھے حضرت صوفی محمد علی نقشبندی رقمطراز ہیں کہ اس تحریر کے وقت (۱۹۶۰ء میں) جناب صاحبزادہ سید منظور حسین شاہ کی عمر شریف ساٹھ سال ہے اور بڑے بزرگوں میں آپ ہی بقید حیات ہیں۔!

ان کے دو صاحبزادگان تھے۔

(۱) صاحبزادہ سید فدا حسین شاہ

(۲) صاحبزادہ سید طالب حسین شاہ

حضرت ثانی کے خلفائے عظام

خواجہ رکن الدین قدس سرہ

آپ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۳۶۶ھ موضع ماچھیکے سندھواں ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام مولانا نور محمد اور جد امجد کا نام خواجہ عمر بخش تھا جو سلسلہ قادریہ (شیر گڑھ ضلع ساہیوال) کے خلفاء میں سے تھے۔

خواجہ رکن الدین، مسند آلو بہار شریف کے تاجدار قطب العالم حضرت خواجہ سید چمن شاہ قدس سرہ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے، یہ دعا آپ نے موضع ماچھیکے سندھواں میں قیام کے دوران خواجہ عمر بخش کی درخواست پر فرمائی تھی اور مولانا نور محمد کے ہاں اس

۱ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۳۵۸ مولفہ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

عظیم فرزند کے تولد کی بشارت بھی سنائی تھی۔ مولود کے کانوں میں حضرت خواجہ عمر بخش نے اذان کہی اور اپنے خادم کو آلو مہار شریف خوشخبری سنانے کے لئے بھیج دیا۔ بچے کی پیدائش کی خبر سن کر حضرت خواجہ سید چمن شاہ آلو مہار شریف سے موضع ماچھیکے تشریف لائے اور کوئی میٹھی چیز چوس کر بچے کے منہ میں ڈالی۔

اسم گرامی

مولود مسعود کا نام رکن الدین تجویز کیا جو واقعاً بعد میں رکن دین ہی ثابت ہوا اور اسم باسمی ٹھہرا

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارہ بلندی

بچپن اور تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن پاک اپنے والد ماجد مولانا نور محمد سے پڑھا اور ابتدائی دینی تعلیم حضرت میاں غلام محمد علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ جو موضع نتھ والا ضلع جہلم کے رہنے والے تھے اور فوج کی ملازمت چھوڑ کر خدمت دین کے سلسلے میں یہاں مقیم ہو گئے تھے اور ایک عالیشان مسجد اور درسگاہ قائم کر رکھی تھی اسی مسجد میں مولانا نور محمد، میاں غلام محمد، میاں خیر محمد اور میاں قادر یار شاعر وغیرہم حضرت اعلیٰ خواجہ سید چمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے جن میں سے میاں قادر یار مرحوم حضرت اعلیٰ کی صحبت اور دعا سے پنجاب کے ایک مشہور پنجابی شاعر اور صوفی ہو گزرے ہیں۔ (جن کی تصانیف، روشن دل، پکی روٹی، معراج نامہ اور نور نامہ کے ناموں سے کافی شہرت پذیر ہوئیں)۔

سلسلہ نسب اور خاندانی حالات

خواجہ رکن الدین نسبتاً صدیقی ہیں آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے جب حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ سندھ فتح کر کے واپس چلے گئے تو سندھ کی عنان اقتدار جن لوگوں کے ہاتھوں میں آئی وہ حضرت خواجہ رکن الدین کے اشراف خاندان تھے اسی حکمران خاندان نے اپنے دور حکومت میں دریائے سندھ کے کنارے ایک شہر آباد کیا تھا جس کا نام منصورہ تھا اس خاندان نے راجدہانی کی صورت میں یہاں اپنی حکومت کی بنیادیں استوار کی تھیں اس خاندان میں شاہی اور فقیری کے دونوں سلسلے برابر چلتے رہے۔

اس خاندان کے سندھ پر حکمرانی کرنے والے افراد میں شہزادہ شمس الدین عرف ڈول بادشاہ کا نام خاصاً مشہور ہوا ہے جس نے عشق مجازی میں مبتلا ہو کر سلطنت کو خیر آباد کہہ دیا تھا (جس کی داستان عشق پر پنجابی شعراء نے کئی قصیدے لکھے تھے۔) اسی شہزادے پر یہ سلطنت زوال پذیر ہوئی اور اس کے بعد فقر و درویشی کا سلسلہ شروع ہوا۔ غالباً قدرت کو اس خاندان سے کوئی دینی و روحانی کام لینا منظور تھا۔ چنانچہ اسی شہزادے کی اولاد سے ایک بہت بلند پایہ، صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں جن کا مزار سندھ میں سکھر کے پل کی مغربی جانب دریا کے اندر واقع ہے۔

اس کے بعد قانون عروج و زوال کے مطابق یہ خاندان کئی حصوں میں بٹ گیا تھا۔ کچھ لوگ راجپوت جنموہ برادری میں خلط ملط ہو گئے اور کچھ سرداری اور جاگیرداری نظام سے وابستہ ہو کر گزر اوقات کرنے لگے اس خاندان کا ایک حصہ خالص فقر و درویشی اور خدمت اسلام کی طرف مائل ہو گیا اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت خواجہ آسائش علیہ الرحمۃ کو چک ابوالخیر (نزد لاهور) چک بندو اور چک وڑانچ (نزد

کا موٹگی) آبائی ورثے میں بطور جاگیر ملا تھا آپ کے صاحبزادے حضرت رحمت علی اور آپ کے پوتے حضرت خواجہ عمر بخش رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ فقر اور جذبہ ترک دنیا کی بنا پر اس جاگیر کو چھوڑ کر خلوت گزینی اختیار کر لی تھی اور سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے رزق حلال کے لئے تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور موضع ماچھیکے سندھواں ضلع گوجرانوالہ کو تجارت کے لئے موزوں مقام سمجھ کر یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔

موضع ماچھیکے کا محل وقوع

حضرت خواجہ کا آبائی گاؤں موضع ماچھیکے سندھواں ہے جو ضلع گوجرانوالہ کے ایک مشہور قصبہ ایمن آباد سے تین چار کلومیٹر پر واقع ہے اس دور میں ایمن آباد اور ماچھیکے اس شاہراہ اعظم کے قریب واقع تھے جو لاہور سے پشاور کی طرف جاتی تھی جسے شیر شاہ سوری نے بنوایا تھا اسی طرح ایک شاہراہ جموں و کشمیر (سری نگر) کو جاتی تھی موضع ماچھیکے میں شارع عام پر چوکی عالمگیری واقع تھی تجارتی اعتبار سے یہ مقام خاصی اہمیت کا حامل تھا اسی لئے حضرت خواجہ عمر بخش رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سکونت اختیار فرمائی۔

بیعت و خلافت

خواجہ صاحب کا بچپن چونکہ اولیاء کرام کے زیر تربیت گزر رہا تھا کبھی حضرت خواجہ سید چمن شاہ آلو مہار شریف سے تشریف لاتے تو گود میں اٹھاتے سر پہ دست شفقت پھیرتے اور دعائیں دیتے اور کبھی خواجہ عمر بخش اور مولانا نور محمد کی تربیت کا رنگ چڑھتا رہتا اور میاں غلام محمد کی تعلیم و تدریس کا اثر گہرا ہوتا رہتا۔ یہ خاندان پہلے ہی علمی اور روحانی عظمتوں کا حامل تھا خاندانی نسبت اور علماء و اولیاء کی صحبتیں سونے پر

سہاگہ کا کام کر گئیں۔

اس لئے بچپن میں ہی آپ عادات و اطوار کے لحاظ سے دوسرے بچوں سے یکسر مختلف تھے عام کھیل کود میں حصہ نہ لیتے شرم و حیا کے پیکر تھے دوران تعلیم اکثر آنکھیں نم رہتیں درد و سوز کی کیفیت نمایاں نظر آتی جب عمر بارہ برس ہوئی تو غلبہ شوق نے آگھیرا حضرت عشق نے ذرا جمایا درس و کتاب کو چھوڑ کر ایک رات نماز عشاء کے بعد ماچھیکے سے نکل کھڑے ہوئے اور بارہ کوس کا فاصلہ طے کر کے نماز تہجد سے پہلے آلو مہار شریف پہنچ گئے اور حضرت خواجہ سید چمن شاہ قدس سرہ کے حجرہ اقدس سے باہر بغیر دستک دیئے پیکر ادب بن کر دست بستہ کھڑے ہو گئے ادھر آپ نے نماز تہجد کے لئے وضو سے فارغ ہو کر خادم سے فرمایا کہ جاؤ باہر دیکھو، کوئی بچہ کھڑا ہے؟ خدم نے جھانک کر دیکھا تو عرض کیا حضور! ایک چھوٹا سا لڑکا کھڑا ہے آپ فوراً باہر تشریف لے آئے خواجہ صاحب کو سینے سے لگا کر فرمایا بیٹا! آج ساری رات تم نے ہمیں بے قرار رکھا ہے سخت سردی کا موسم ہے آؤ میرے بستر میں آرام کرو اور خود نماز تہجد میں مصروف ہو گئے۔

لیکن خواجہ صاحب کو آرام کہاں، جذب و مستی کے عالم میں وجد کناں حضور قبلہ عالم کے چہرہ انور کو دیکھتے رہے نماز فجر سے فارغ ہو کر آپ نے اپنی روحانی فرزندگی اور بیعت میں شامل فرمایا اور حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کو بلا کر فرمایا، یہ بیٹا میں تمہارے سپرد کرتا ہوں میں نے اپنی طرف سے جو حصہ فیض اس کے مقدر میں تھا دے دیا ہے اب اس کی ظاہری و باطنی تکمیل و خلافت تمہارے ذمے ہے۔

چنانچہ اب خواجہ رکن الدین علیہ الرحمۃ یہیں کے ہو کر رہ گئے حضرت شمس الہند قدس سرہ کی خدمت و ملازمت میں وضو کی ڈیوٹی پر مامور ہوئے اور بے شمار روحانی کمالات حاصل کئے۔

آپ کے وصال کے بعد حضرت ثانی خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کی خدمت

وصحبت اختیار کر لی جلوت و خلوت کے امین بن کر سفر و حضر کے ساتھی رہے تمام خاندانی امور اور آستانہ عالیہ کے انتظامی معاملات آپ کے سپرد کر دیئے گئے عمر کے آخری ایام میں آپ نے خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کو خلافت سے نوازا اور بغرض تبلیغ و ارشاد کشمیر کے علاقہ جموں کی طرف بھیج دیا۔

کرامات

آپ کی کرامات کا سلسلہ خاصا وسیع ہے یہاں چند کرامات درج ذیل ہیں۔
خواجہ رکن الدین علیہ الرحمۃ نے کشمیر کے علاقہ میں ظاہری و باطنی فیوض و برکات تقسیم کرنے شروع کئے طالبان حق آپ کی طرف رجوع کرنے لگی آپ اس قدر صاحب جلال و جذبہ واقع ہوئے کہ جو شخص آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہوتا پہلی توجہ سے ہی مجذوب ہو جاتا آپ نے اس علاقے کے پچاس افراد کو بیعت کیا وہ سارے ہی مجذوب ہو گئے جب حضرت ثانی خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فوراً واپس بلا لیا اور حکم دیا کہ تم صرف تبلیغ کر سکتے ہو، بیعت کا سلسلہ تمہارے ایک فرزند کے سپرد کیا جائے گا۔ (یہ اشارہ حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا۔)

دربار رسالت سے دوبارہ زندگی عطا ہوئی

حضرت ثانی قدس سرہ کے حکم کے مطابق آپ کے صاحبزادہ والا جاہ حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی کے تمام امور حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمۃ کے سپرد تھے انہی دنوں پنجاب میں طاعون کی وبا پھیل چکی تھی خواجہ صاحب بھی طاعون کی وبا سے الم رسیدہ تھے موضع نٹھو کوٹ نزد مرید کے برات کے ہمراہ پہنچے فریضہ نکاح انجام پذیر ہوا واپسی پر بذریعہ ریل برات جب گوجرانوالہ پہنچی تو خواجہ

صاحب طاعون کے پھوڑے کی شدت نڈھال ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ نے برات کو چند گھنٹے گوجرانوالہ ٹھہرنے اور خواجہ صاحب کے علاج معالجہ کا حکم دیا چنانچہ حضرت حافظ امام دین علیہ الرحمۃ (امام مسجد شیخ غلام رسول کچا دروازہ گوجرانوالہ) کے ہاں چند گھنٹے قیام کے بعد برات کو مجبوراً آلو مہار شریف روانہ ہونا پڑا۔ اور خواجہ صاحب کی نگہداشت کے لئے حافظ امام دین صاحب کو مامور فرمایا ادھر گوجرانوالہ کے طبیبوں نے مرض لا علاج قرار دے دیا اور ادھر براتیوں نے آلو مہار شریف پہنچتے ہی حضرت قبلہ خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں صورتحال کی نزاکت عرض کر دی ادھر رات ایک بجے حافظ امام دین صاحب کے ہاں خواجہ زکین الدین رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

جونہی حضرت ثانی کو خواجہ صاحب کی شدید علالت کی خبر ملی آپ کو بے حد تشویش لاحق ہوئی وضو فرما کر سیدھے حضرت سیدنا خواجہ چمن شاہ قدس سرہ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر دُعا مانگی کافی دیر مراقب رہنے کے بعد نہایت خوشی کے عالم میں خدام کو تسلی آمیز خبر سنائی اور حکم دیا کہ جلدی گوجرانوالہ پہنچیں اور خواجہ صاحب کو فوراً (جس حالت میں بھی ہوں) آلو مہار شریف لے آئیں انشاء اللہ تعالیٰ فضل و کرم ہوگا اس طرف خواجہ زکین الدین نے ٹھیک تین بجے رات آنکھیں کھول کر اپنے سر بانے مغموم حالت میں بیٹھے ہوئے حافظ امام دین صاحب کو السلام علیکم کہا حافظ صاحب حیرت میں مبتلا ہو گئے چونکہ کر بولے حضرت! آپ تو وصال فرما چکے تھے یہ کیا صورتحال ہے؟ فرمایا درست ہے مگر میرے ساتھ عجیب معاملہ پیش آیا کہ عالم بے ہوشی میں میرے پاس چند نورانی صورت والے بزرگ تشریف لائے اور میرا بازو پکڑ کر فرمانے لگے ہم اللہ کے حکم سے یہاں آئے ہیں اور تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کرنا ہے فوراً ہمارے ساتھ چلو میں فوراً خوشی خوشی ان کے ساتھ روانہ ہوا آنا فانا دربار رسالت میں

حاضری ہوگئی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلہ خواجہ سید چمن شاہ اور حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس اللہ اسرارہما بارگاہ رسالت میں حاضر ہیں اور عرض کر رہے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”ابھی ہمیں خواجہ رکن الدین کی ضرورت ہے“ چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگوں سے فرمایا خواجہ رکن الدین کو ان کے مقام پر واپس پہنچا دو ان کی باری نہیں ابھی ہم نے ان سے دنیا میں کچھ کام لینے ہیں“ بمطابق حکم رسالت وہ بزرگ مجھے یہاں آ کر چھوڑ گئے ہیں میں نے آنکھ کھولی ہے تو آپ کو روتے دیکھ رہا ہوں۔ حافظ صاحب نے جب یہ باتیں سنی تو بے ساختہ وجد کی حالت میں اللہ اکبر کے نعرے لگانے لگے۔

یہ عجب واقعہ جہاں حضرات آلو مہار شریف کے بے مثال روحانی تصرف کا ثبوت پیش کرتا ہے وہاں حضرت خواجہ رکن الدین کی عظیم کرامت اور دربار رسالت میں آپ کی مقبولیت کا بھی پتہ دے رہا ہے۔

وفات

حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمۃ نے ۱۳۰ برس کی طویل عمر پاک ۱۹۵۵ء میں وفات پائی نماز عشاء پڑھتے ہوئے نماز کے آخری سجدے میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، آپ روحانی تبلیغی دورہ کے سلسلے میں منڈی فیض آباد میں قیام پذیر تھے وہیں آپ کا وصال ہوا حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہ (آپ کے فرزند ارجمند اور خلف الرشید) نے آپ کو گوجرانوالہ میں لا کر کلاں قبرستان کے ایک کونے میں دفن فرمایا۔ جہاں آج کل ایک عظیم روحانی خانقاہ مسجد اور دینی درسگاہ قائم ہے خلق خدا کثیر تعداد میں اس چشمہ صافی سے فیض یاب ہو رہی ہے اور یہی پر آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۶ مارچ کو ہر سال انتہائی تزک و احتشام سے منعقد ہوتا ہے۔

حضرت ثانی قدس سرہ کے دیگر خلفاء میں سے جن کے اسمائے گرامی مل سکے وہ درج ذیل ہیں

- ۱..... حضرت مولانا محمد عمر رتالوی رحمۃ اللہ علیہ رتالی ورکاں ضلع گوجرانوالہ (آپ نے تفسیر محمد امینی پنجابی میں تصنیف کی)
- ۲..... حضرت مولانا فضل الرحمان رحمۃ اللہ علیہ (موضع لوہار کے شریف تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ)
- ۳..... حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ (موضع شیخ پور شریف ضلع گجرات)
- ۴..... حضرت شاعر اسلام، حافظ عبدالعلی المعروف حافظ جھنڈا رحمۃ اللہ علیہ مصنف گلدستہ حافظ جھنڈا (گوجرانوالہ)
- ۵..... حضرت فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ عرف فقیر صاحب (کوٹ پیر ضلع گوجرانوالہ)
- ۶..... حضرت میاں مراد علی رحمۃ اللہ علیہ (موضع ٹھٹھہ اعظم دینا نگر روڈ گوجرانوالہ)
- ۷..... حضرت مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (موضع کیلیا نوالہ ضلع شیخوپورہ) مزار گلبرگ ڈی ون قبرستان لاہور۔
- ۸..... حضرت مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ (گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ)
- ۹..... حضرت کرم دین رحمۃ اللہ علیہ (موضع بھکھڑے والی ضلع شیخوپورہ)
- ۱۰..... حضرت مولانا علم دین رحمۃ اللہ علیہ (چک نمبر 27 نزد منڈی ڈھاہاں سنگھ ضلع شیخوپورہ)
- ۱۱..... حضرت محمد دین رحمۃ اللہ علیہ (گورالہ شریف ضلع شکر گڑھ)
- ۱۲..... حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (گورالہ شریف شکر گڑھ)
- ۱۳..... حضرت پیر سید اکبر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (بیج گرائیں شریف تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)
- ۱۴..... حضرت مولانا حکیم محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (پیر کوٹ متصل گکھڑ منڈی گوجرانوالہ)

اس کتاب کے جملہ حقوق بحوالہ ایک طبعی حق محفوظ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاَقِمُوْا صٰلٰتِهِۦ
وَاٰتُوا زَكَوٰتَهُۥ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

هٰذِهِ الرَّسٰلَةُ

فِي

اٰیۃ تَضَوُّرٍ

از تصنیف لطیف جناب پیر دستگیر بادشاہی درتین سید محمد امجد حجتہ اللہ علیہ

خلفا رشید قادریہ السائکین بدیع العارفین بہاج العابدین مادیہ مصلین

سہارا جعفریہ قافیہ کبریٰ بوالوقت حضرت پیر چتر نثار صاحب

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

آبہ ہماروی نقشبندی مجری

بفرمائش

مردان صبا و الا اعتقاد و یقین بہترین سبب چتر نثار الدین تاج الدین گلہ

خلفا رشید ملک فضل الدین تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

بازار کشمیری

کوچہ گلہ زینار

لاہور

پیر محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہزاراں ہزار حمد و ثنا اس ذات پاک کو جس نے ایک لفظ کن سے اپنی معرفت کے لئے ہر وہ ہزار عالم کو تم عدم سے عرصہ ظہور میں روشن کر دکھلایا۔ کُنْتُ كُنَّا مِنْهَا فَاحْيَيْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (میں خزانہ چھپا ہوا تھا پس میں نے دوست رکھا اس بات کو کہ پہچانا جاؤں پس پیدا کیا میں نے خلقت کو) اور دُنْيَا وَمَوْلَايِد ثَلَاثَةً یعنی حیوانات و نباتات و جمادات سے خصوصاً آسمان کو بمصداق وَالْقَدْرَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ (اور تحقیق سجایا ہم نے آسمان دُنْيَا کو چراغوں سے) آفتاب و مہتاب و سیارات سے منور فرمایا۔ اور زمین کو جن و انسان و حوش و طیور سے مزین کیا۔ چنانچہ مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَلْكَ رَا انْجْمَن افروز انجم

زَمِيں رَا زِيْب انجم ده بمردم

پھر سب میں خلیفہ حق حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بفحوائے وَالْقَدْرَيْنَا كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ (اور تحقیق ہم نے مکرم کیا بنی آدم کو) برتر زیدہ کر کے اپنے جمیع اوصاف سمیع و بصیر و غیرہ سے مطابق آ یہ کریمہ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (پس کیا ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا) موصوف کر کے اِنْسِيْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (تحقیق میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں) کا خطاب بخش کر اپنا نائب بنایا۔ اور وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی پس وہ اس کے لئے سجدہ کرنے والے ہیں) کا رتبہ عطا فرما کر مسجود ملائک ٹھہرایا۔ گویا خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) کا مصداق راست آیا۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

کیف مدالظل ۱۔ نفس اولیا است
 سایہ یزداں بود بندہ خدا
 عقل کل و نفس مرد ۲۔ خداست
 مظهر حق است ذات پاک او
 طہر ۳۔ بیتی نشان پاکی است
 برتر انداز عرش و کرسی و خلا
 صد نشان دارند و محو مطلق اند
 چشم را باروے او مے دار جفت
 یار رابا یار چوں نبشته شد
 لوح محفوظ است پیشانی یار
 کو دلیل نور خورشید خداست
 مردہ این عالم زندہ خدا
 عرش و کرسی رادماں کزوے جداست
 زو بجو حق را ازو دیگر مجو
 گنج نور است از طلسمش خاکی است
 ساکنان مقعد صدق و صفا
 چہ نشان بل عین دیدار حق اند
 گرد منگیزاں زراہ بحث و گفت
 صد ہزاراں سر دل دانستہ شد
 راز کونینش نماید آشکار

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنَاتٍ مَّجَعَلْنَ
 الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا

ترجمہ: کیا تو نے دیکھا نہیں اپنے رب کی جانب کیونکہ اس نے سایہ پھیلا دیا اور اگر چاہتا تو بنا دیتا اس کو
 ٹھہرا ہوا پھر ہم نے ٹھہرا دیا اس پر آفتاب کو رہنما

۲۔ مراد ازین اولیا، اللہ اند کہ بعد از نفس کشی خود را بمرتبہ موتو اقبل ان تموتو ارسانیدہ اند

۳۔ تم دونوں میرے گھر کو پاک صاف کرو

عزیزے فرماید۔

آں بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم پوشیدہ دلِق آدم ناگاہ بر در آمد

اے مظہر جمالت ذرات عالمے را ہر ذرہ راز مہرت خورسید حسن پیدا

چوں ظاہر از دو عالم حسن رخ تو پیدا است کودیدہ کہ جیند ہر سو جمال پیدا

قوله تعالیٰ فَأَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَثَمَّ وَجْهَ اللَّهِ (پس جہاں منہ پھیرو وہاں

ذاتِ خدا ہے) اور سورہ نور میں اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اللہ آسمانوں

اور زمین کا نور ہے) جب خداوند تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے نور سے مخلوق کو منور اور مالا

مال کرے۔ تو جناب سرور کائنات و فخر موجودات، رحمت عالمیان، صفوت آدمیان، تہمہ

دور زمان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرما کر رحمت دو جہان کی ٹھیرایا۔

قوله تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (اور ہم نے آپ کو رحمت

جہانیوں کیلئے بھیجا ہے) اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (اور قریب

ہے کہ تجھ کو تیرا رب دیگا پس تو راضی ہوگا) کا حکم فرما کر شافع روزِ محشر بنایا۔

سبحان اللہ! خدا نے انسان کو کیا اعلیٰ رتبہ عطا فرمایا۔ اس واسطے آدمی کو لائق ہے

کہ خداوند جل شانہ کو کسی وقت نہ بھولے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ط (اے

ایمان والو اللہ کا بہت ذکر کرو اور اس کو پاکی سے دن رات یاد کرو۔)

عمر کا جانو غنیمت اک نفس جو گیا آتا نہیں پھر باز پس

کر ہمیشہ اے جواں تو یادِ حق گر خبر ہے تجھ کو عدل و دادِ حق

رکھ تو قائم ذکر صبح و شام کو کر نہ ضائع عمر کے ایام کو

یادِ حق کی ہے غذا اس رُوح کی ہے یہی مرہم دل مجروح کی

دم جو غفلت میں گیا رحمن کے ہے وہ بیشک ہمدم شیطان کے

اے پر ذکر خدا بسیار کر
 اے میں بس کرنے کر کچھ قیل وقال
 خدا کے عشق میں قربان ہونا
 خدا کی طرف دل اپنا لگاؤ
 محبت ذات کی ہے فرض یارو
 محبت غیر کی دام ہوس ہے
 محبت غیر کی دل سے اٹھاؤ
 خدا کے نام پر قربان ہونا
 خدا کی ذات تب تصدیق ہووے
 خدا کی صفت میں جب تم کرو غور
 تا تو پائے ہر دو عالم میں قدر
 اک اشارت بس جو ہے مرد کمال
 خدا کے عشق میں دل جان کھونا
 محبت ماسویٰ اللہ سے اٹھاؤ
 کرو منظور میری عرض یارو
 محبت ماسوئے بالکل عبث ہے
 خیال اپنا اسی کی طرف لاؤ
 خدا کی راہ میں دل و جان کھونا
 خدا کی صفت جب تحقیق ہووے
 خدا کی ذات بلجائیگی فی الفور

حدیث شریف میں وارد ہے۔ تَفَكَّرُوا فِي صِفَاتِهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِهِ
 (فکر کرو یعنی سوچو اس کی صفات میں اور نہ سوچو اس کی ذات میں) اور قرآن مجید میں
 اللہ جل شانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ
 تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔ (اے محمد کہدے اگر تم اللہ کو دوست
 رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا۔)

پھر پارہ چہارم کے تیسرے پاؤ کے اخیر میں زمین و آسمان کی پیدائش کے فکر
 کرنے میں وارد ہے۔ إِنْ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ
 اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا
 وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 (بیشک آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے اختلاف میں البتہ
 داناؤں کے لئے نشانی ہے۔ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور

اپنے پہلوؤں پر اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں)۔

ان ہر دو آیات شریفہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دیکھنا اُس کی ذات کا دیکھنا ہے کیونکہ وہ ذات ہر حدوث سے منزہ و پاک ہے۔ بیچون و بیچگون ہے یہ آنکھیں ہماری عارضی اور ظاہر بین اس نور پاک کو نہیں دیکھ سکتیں۔ صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اُس کے دیکھنے اور پہچاننے کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ جیسا سراغ سے مال مل جاتا ہے ویسا ہی مخلوق کے دیکھنے سے خالق کا نشان مل جاتا ہے۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

سرمغ عشق دردمنداں دانند	نہ خود منشاء و خود پسنداں دانند
از نقش تو اں بسوئے نقاش شدن	ایں نقش غریب نقشبنداں دانند
نقش کو دیکھ کر نقاش پاوے	بنا نقشوں نہیں نقاش آوے
فکر کا حکم ہے قرآن میں آیا	دیکھو قرآن میں کیا فرمان آیا
تصور فکر کا معنی ہے یارو	تصور ذکر کی ہے شرط یارو
بنا شرطوں ہووے مشروط فانی	بنا مشروط کے ہے شرط فانی

چونکہ انسان اکرم و اشرف المخلوقات ہے اور بمقتضائے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ جملہ کائنات سے افضل اور برتر ہے پس اس کا دیکھنا اور اس کی محبت، خدا کا دیکھنا اور خدا کی محبت ہے۔ بلکہ ذکر خدا کے ساتھ خاص بندہ خدا کا دیکھنا شرط ہے اور شرط بغیر مشروط کے فوت ہو جاتی ہے اور مشروط سوائے شرط کے معدوم سمجھی جاتی ہے پھر بندگان خدا جو ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اُن کے چہرہ مبارک کی طرف خیال رکھنا بھی شرط ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کے پارہ پندراں سورہ کہف میں وارد ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ - (ضبط کر اپنے نفس کو اُن لوگوں کے

ساتھ کہ اپنے رب کو رات اور دن یاد کرتے ہیں اخلاص سے اور مت پھیر اپنی آنکھوں کو ان سے)

اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ بندگانِ خدا کا دیکھنا اور ان کی محبت کا خیال رکھنا ہر وقت فرض ہے اسی خیال رکھنے کو فکر کہتے ہیں اور اسی کو تصور کہتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بندگانِ خدا کے دیکھنے کی تعریف فرماتے ہیں۔
حدیث شریف۔ هُمْ الَّذِينَ إِذَا رُوَ إِذْ كَرَّ اللَّهُ - (یہ وہ لوگ ہیں کہ جب دیکھے جاویں تو اللہ یاد آوے۔

پھر دوسری حدیث شریف میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ النَّظَرَ عَلَى وَجْهِهِمْ عِبَادَةٌ (تحقیق نظر یعنی دیکھنا ان کے چہرہ پر بڑی عبادت ہے)

حضرت شاہ عبدالحق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح باب حفظ اللسان والغیبۃ میں اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں۔ خِيَارٌ مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا رُوَ إِذْ كَرَّ اللَّهُ (اللہ کے برگزیدہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ جل و علا یاد پڑے)

اور فکر کے بارہ میں بہت سی آیات مقدسہ اور احادیث شریفہ وارد ہیں۔ تَفَكَّرُ سَاعَتِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ الثَّقَلَيْنِ (ایک ساعت کا فکر و وجہان کے عمل سے اچھا ہے۔)

حدیث دیگر تَفَكَّرُ سَاعَتِ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ السَّنَتَيْنِ (ایک ساعت کا فکر دو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔)

پھر سورۃ الروم کے رکوع اول میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُونَ (کیا انہوں نے غور نہیں کیا اپنے دل میں کہ اللہ نے نہیں پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر تدبیر سے اور ایک وقت مقرر پر اور بیشک بہتیرے آدمی اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں فرمایا ہے کہ یہ کل مخلوق میرا نشان ہے وَمِن اٰیٰتِہٖ اِنَّ خَلْقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اَیْنَہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (اور اسی کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ اُس نے پیدا کر دیا تمہارے لئے تمہاری جنس میں سے بیویوں کو تاکہ تم آرام پاؤ ان کی طرف اور پیدا کر دیا تمہارے درمیان پیار اور مہربانی بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان کیلئے جو غور کرتے ہیں۔)

پھر اسی کے آگے فرمایا۔ وَمِن اٰیٰتِہٖ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالاٰخْتِلَافِ اَلْسِنٰتِکُمْ وَالْوٰاِنِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیٰتٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری بولیوں اور تمہاری رنگتوں کا مختلف ہونا بھی ہے بیشک اس میں نشانیاں ہیں سمجھنے والوں کیلئے)۔

خداوند تعالیٰ بار بار تاکید سے فرماتے ہیں کہ میری تخلیق میں فکر و کرو اور مخلوق کو دیکھو تو تم کو میرا خالق ہونا ثابت ہو جائے گا جیسا کہ جب کسی کا مال گم ہو جائے تو کھونج سے نشان مل جاتا ہے۔

حدیث مصطفیٰ شاہد ہے اس پر دیکھو اس مرد کامل کو نظر کر کہ جس کی دید سے حق یاد آئے خدا کے ماسوا سب کچھ بھولا دے تصور صوفیا کہتے اسی کو تصور باصفا کہتے اسی کو تصور شیخ ہادی راہ مولا تصور پیر دلبر سب سے اولاً

کہ جس کا دیکھنا افضل تر ہے یہ سیدھا راستہ خلد بریں ہے
 نقش کو دیکھ کر نقاش پاوے سوا نقشوں نہیں نقاش آوے
 سب موجودات اللہ کا نشان ہے۔ مگر اشرف المخلوقات انسان ہے۔ پس افضل
 المخلوقات کا دیکھنا سب سے بہتر ہے۔ جس کی شان میں حدیث قدسی وارد ہے۔
 الْإِنْسَانُ بَرِّيٌّ وَأَنَا بَرُّهُ (آدمی میرا بھیدا ہے اور میں اُس کا بھیدا ہوں۔)
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولی حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ رَأَى
 فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ۔ (جس نے مجھ کو دیکھا پس اُس نے حق کو دیکھا۔)

دیکھا جس نے محمد مصطفیٰ کو دیکھا اُس نے حقیقت میں خدا کو
 جو ہو عاشق حبیب کبریا کا وہی عاشق ہے رب دوسرا کا
 محمد مصطفیٰ خیر الوری ہے محمد شافع روزِ جزا ہے
 محمد مصطفیٰ پیدا نہ ہوتے نہ ہوتا کچھ اگر سرور نہ ہوتے
 ہے سب ایجاد عالم ان کی خاطر ہے کل مخلوق ظاہر اُن کی خاطر
 رسول اللہ کے چارے یارِ غمخوار تصدق جان کر اپنی توں سو بار
 ابوبکر و عمر عثمان و حیدر رسول اللہ کے پیارے وہ بہادر
 امام حسنین نور العین حضرت شہادت میں ہیں عین العین حضرت
 علی کے اڈلے سبط نبی کے پیارے فاطمہ بنت نبی کے

اے عزیزو! صوفی لوگ وہ خدا پرست ہیں وہ عشق مولیٰ میں محو مطلق ہیں۔ یہ
 لوگ مراقبہ کے وقت ذکر کے ساتھ فکر کو لازمی اور ضروری شرط ہے۔ یہ تعظیماً محبت کا
 خیال باعث صحبت دوامی کے ہمیشہ دل میں جمایا رکھتے ہیں یعنی اپنے مرشد کی صورت
 کا خیال (تصور) اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ تاکہ برے خیالوں اور برے فعلوں سے بچ
 جائیں۔ جب تک نیک خیال کسی کے دل میں جمار ہتا ہے تب تک اُس کے دل میں

کوئی خیال فاسد دخل نہیں پاتا بڑے بڑے عالم، عابد و زاہد اور بندگان خدا کا جب نفس سرکش، غالب اور قادر ہو جاتا ہے، تو کوہ پڑتا ہے اور سنبھالا نہیں رہتا۔ جب ایک مومن، موحد بندہ خدا جو خدا کو حاضر و ناظر بھی جانتا ہو اور یہ بھی سمجھتا ہو کہ خدا میرے اس بڑے فعل کو دیکھتا ہے پھر بھی اس پر نفس سرکش قابو پالیتا ہے ہاں اگر ایسے وقت ان کے پاس کوئی لڑکا نابالغ آٹھ نو سال کا بھی ہو تو ان کو اس سے شرم آتی ہے۔ انیسویں جب ایک بچے سے نفس کی سرکشی کے وقت حیا دامنگیر ہوتی ہے تو پھر چہ جائید صورت مرشد میں پیش نظر ہو اور مرتکب معاصی ہو ہرگز ہرگز نہیں۔ اسی واسطے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بَرُّهٖا رَّبِّهٖ** (اور اس عورت نے ارادہ بد کیا یوسف سے اور یوسف بھی ارادہ کر ہی چکا تھا اگر نہ ہوتا کہ اس نے دیکھ لی دلیل اپنے پروردگار کی)۔

مولوی محمد صاحب تفسیر محمدی میں آیت بالا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اک آکھن انگل منہ وچہ پا کے منع یوسف نوں کھیا
 اک آکھن سینے تو ہتھ ماریا شہوت مت گنی مینا
 اکثر کہن جو پیودی صورت یوسف نوں دس آئی
 اُس کہیا توں نبیاں اندر لکھیوں ایہ کی کریں کمانی

سبحان اللہ! اللہ جل شانہ نے انسان کو بڑا اعلیٰ رتبہ عطا فرما کر اسی حال میں

فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً کے معزز خطاب سے ممتاز کیا۔ انہی کی شان میں اسی علم ما لا تعلمون اور و نَفَحَتْ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي فَقَعُوْا لِهٖ اَسْحٰدِيْنَ فرمایا۔ اور خلق اده على صورته اور و لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ اِنْسَانَ بَنِي كَقَمِيْطٍ فرمایا۔

خلافت کا تھا جب انعام ہوا ملائک کو تھا تب اعلام ہوا

خليفة جب کہ آدم کو بنایا فرشتوں سے اُسے سجدہ کرایا
 دیکھو انسان کو کیا فخر ہویا شیطان انکار سے بیوقر ہویا
 ہوان کے ماننے سے ثابت ایماں ہو وہ بندہ خدا سچا مسلمان
 اگر اللہ اللہ میں عمر ساری بغیر از حب احمد تو ہے ناری
 ارے توحید میں ثابت قدم رہ مگر عاشق محمد دمبدم رہ
 اگر آدم کو نہ یہ فخر ہوتا بھلا ابلیس پر کیوں جبر ہوتا
 جو منکر شان و عزت آدمی ہے وہ مرذود خدا مرد لعین ہے
 دیکھو جس کا ہوا شیطان ہدم رہے مردود وہ ملعون ہدم
 شیطان کو عار جب آدم سے آئی سبھی مخلوق سے لعنت دوائی
 ہوا مردود ہر ما و ثما کا ہوا مغضوب و مردود خدا کا

اے عزیزو! خدا کے خوف سے ڈرو اور بندگانِ خدا کو حقارت سے نہ دیکھو اور
 اُن کی تعظیم و تکریم سے انکار مت کرو۔ اُن کی تعظیم اور اُن سے محبت رکھنے والوں کو
 مشرک، پیر پرست بناتے ہو۔ خداوند تعالیٰ سب کو راہِ مستقیم پر لائے اور ہدایت کا رستہ
 اپنے فضل و کرم سے دکھائے اور شیطان کی طرح راندہ درگاہ نہ بنائے۔

اے عزیزو! شاید تم کو ابلیس کا حال یاد نہیں رہا۔ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی تعظیم و تکریم نہ کرنے سے مردود و مغضوب الہی ہوا۔

پس اے طالبانِ خدا مجھ کو ڈر ہے کہ تم بھی ابلیس کی طرح نہ ہو جاؤ۔ دیکھو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے خداوند تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ
 فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ (جو تابعداری کرے رسول کی پس اُس نے تابعداری کی اللہ کی)

پھر پارہ ۲۶ (۲۶) میں ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (اے مومنو! مت آگے

بڑھو خدا کے اور رسول اُس کے اور ذرو اللہ سے تحقیق اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (نیز ارشاد ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو مت بلند کرو آواز اپنی کو نبی کی آواز پر اور مت آواز بلند کرو اوپر اُس کے بیچ بولی کے جیسا کہ بلند کرتے ہیں بعض تمہارے واسطے بعض کے ایسا نہ ہو کہ کھوئے جائیں عمل تمہارے اور تم نہ جانتے ہو۔)

مندرجہ بالا حکم قرآنی محض آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی نہیں بلکہ کل بندگان خدا کے واسطے ہے جو خدا تعالیٰ کے تابعدار ہیں۔ مثنوی شریف میں مولانا روم فرماتے ہیں۔

از خدا جو نیم توفیق ادب
بے ادب تہانہ خود را داشت بد
بے ادب محروم ماند از فضل رب
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ایک اور صاحب فرماتے ہیں۔

با ادب باش تا بزرگ شوی
کہ بزرگی نتیجہ ادب است
یہ فکر اور ادب جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اسی کو تصور کہتے ہیں جو طالب المولیٰ بوقت ذکر فکر رکھتے ہیں یعنی اپنے مرشد کی صورت کا خیال دل میں جماتے ہیں۔ اسی تصور کی برکت سے ظاہر اور باطن کے فائدے اٹھاتے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر بین خشک ملاں محروم رہتے ہیں۔ تصور کی کہاں تک تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرَاةُ الرَّحْمٰنِ (مومن

ایک آئینہ ہے خدا کا)

اسی ایمان کے متعلق اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ**۔ (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے کے)

لہذا چند بیانات تصور کے لکھتا ہوں۔

تصور کی حقیقت گر تو جانے	تصور رہبر مولا ، تو مانے
نہ کر انکار اس سے یار جانی	تصور مومنین کی ہے نشانی
تصور شیخ ہادی راہ خدا ہے	تصور دافع رنج و بلا ہے
تصور سے تو اڑ آسمان جائیں	تصور سے مزہ ایمان پائیں
تصور نفس کو کشتہ بنائے	تصور نفس کو مومن بنائے
تصور بن نہیں کچھ یار بننا	تصور بن نہیں انساں بننا
تصور قاعدہ ہے صوفیا کا	تصور مائدہ ہے اتقیا کا
تصور قاعدہ کلیہ یارو	سو اس کے نہ اپنا مغز مارو
تصور کا حکم قرآن میں آیا	حدیثوں میں حکم یہ صاف پایا
تصور نفس کو مردہ بنائے	تصور روح کو زندہ بنائے
تصور نرد ہاں ہے معرفت کا	تصور رہنما ہے معرفت کا
تصور سے ملے صحبت دوامی	تصور سے ہووے یہ نفس فانی
مجازی سے حقیقت طرف جاوے	حقیقت سے بقا کی طرف آوے
بقا پر طرف تھی تکی لے جانے	تھیر اس کو پھر جلدی ملائے

پس اے عزیز! ہر انسان کو واجب بلکہ فرض ہے کہ بندگان خدا کی محبت و مودت کا نتیجہ اپنے دل میں بونے اور ان کی صحبت اختیار کرے۔ بندگان خدا کی محبت میں خدا کی محبت ہے اور ان کی صحبت میں خدا کی صحبت ہے۔ مولانا زہرا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضور اولیا
پس ہر انسان پر لازم ہے اور خاص کر طالب مولیٰ کے واسطے فرض عین ہے کہ ہر
وقت اپنے مرشد کی صورت و محبت کو دل میں جمائے رکھے کیونکہ کل کتب تصوف میں
اس کو یعنی رابطہ شیخ و مرکن اعظم لکھا ہے۔

مولانا مولوی عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ مثنوی تحفۃ العاشقین میں فرماتے ہیں۔

رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے پسر	نور وحدت صاف آتا ہے نظر
لفظ فی خلق السما کہتا ہے حق	عالم راسخ سے پڑھ اس کا سبق
رابطہ کیا ہی دوا ہے اسے پسر	دے شفا دل کے مرض کو یہ مگر
مانع و سواس ہے یہ رابطہ	ماسوا حق کے نہ دے یہ راستہ
بے خدائے باطنی کا یہ امام	نفس امارہ کو کر دے یہ تمام

چند معتبر کتب کے نام نامی و اسمائے گرامی بطور شہادت کے لکھتا ہوں ناظرین

ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قول الجہیل میں اور حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی
سربندی اپنے مکتوبات کے ۲۳ مکتوب میں اور مولانا مولوی جامی فحاشات الانس اور
رشحات میں اور حضرت کلیم اللہ صاحب کہ فاضل اجل مرشد ان مرشد امام فخر الدین
اورنگ آبادی کے ہیں اپنی کتاب کشکول میں اور حضرت محمد اسحاق محدث دہلوی مایہ
مسائل ہیں۔ اور مولوی عبدالغفور اپنی کتاب تکرملہ حاشیہ فحاشات میں اور حضرت انونہ
درویزہ ارشاد الطالبین میں اور حضرت قطب الدین دمشقی مایہ مسائل میں اور حضرت
یعقوب چرخنی اپنی تفسیر میں۔ اور حضرت امام محمد غزالی احیاء العلوم میں۔ اور جناب شیخ
الشیوخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف میں اور دیگر کتب تصوف میں سے
بخوبی ثابت ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

تمت بالخیر

از مکتبہ
صراط

میری عزیز حبیب خان

۱۹۰۳ء
۱۹۰۳ء

سہم سنون و دعا و حمد و ثناء کی بعد واقعہ سوسو عالمی
 حال اس فقیر کا تا دم قدم سر لفضل خدا ہے نہ خربت کا معنی
 اور خربت مزاج مبارک عزیز کی ہرگز نہ حاجات
 ملدے سے سری عزیز عدم علی صبر الکی در کسے خربینہ
 زین کی اوشکی انکڑ سہ زین دکھلا و ن جو بستہ کرن
 و د زین انکو دیرین اور قیمت جو سری عزیز
 لے معنی اور بے قیمت سے دین سہ سری زین جیسے

میری عزیز حبیب خان
 خدا کی حمد و ثناء
 و دعا و حمد و ثناء
 کی بعد واقعہ سوسو
 عالمی حال اس فقیر
 کا تا دم قدم سر
 لفضل خدا ہے نہ
 خربت کا معنی اور
 خربت مزاج مبارک
 عزیز کی ہرگز نہ
 حاجات ملدے سے
 سری عزیز عدم
 علی صبر الکی در
 کسے خربینہ زین
 کی اوشکی انکڑ
 سہ زین دکھلا و
 ن جو بستہ کرن
 و د زین انکو
 دیرین اور قیمت
 جو سری عزیز
 لے معنی اور بے
 قیمت سے دین
 سہ سری زین
 جیسے

حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کے ایک مکتوب مبارک کا عکس جو آپ نے ۵ فروری ۱۹۰۳ء کو تحریر فرمایا۔

بروز بروز بیخبر۔ یہاں لکھا جیسے علم ہند کی ادا۔ جسم تنہا رہے
 اس قدر عقیدت دے دو جس قدر وہاں اور واقعہ صحت و اگر قریب ایسی ساری
 زحمتوں اور محرومیتوں کو جہانی میں دیکھو انکو املحہ دیکھیں کہ اردو
 اس کی گوریوں کو سسرستہ با موصیحت و موقع کماؤ آجندہ و نہدودان
 کا کھڑا آؤں یہ سہ فرزانہ کا وہ جس سے انش اس کا
 زہر بار و بیکانہ زہری و سخی پروردہ کو بیکانہ بیکانہ گھوڑ

INDIA POST CARD
 WRITES ONLY TO BLUE WRITE
 REPLY
 حضرت خلیفۃ المسیح الرابعی علیہ السلام
 دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
 دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
 دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
 دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
 دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کے ایک مکتوب مبارک کا ٹکس جو آپ
 نے خلیفۃ فیض الرسول (دادووالی) کو تحریر فرمایا۔



آستانہ عالیہ آلومہد اشرفیہ کلاش منظر



مرقد انور قطب الکنونین حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ

قطب الکونین

حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ العزیز

المعروف حضرت ثالث



ولادت

حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ اپنے والد گرامی اور مرشد کامل قدوة السالکین حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کے بڑے فرزند ارجمند اور صحیح معنوں میں جانشین تھے۔ آپ ۱۸۶۹ء کو آلو مہار شریف میں متولد ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر آپ کے دادا حضرت شمس البند قدس سرہ نے نہایت خوشی میں غرباء و مساکین میں صدقات و خیرات تقسیم فرمائی، بارگاہ الہی میں سر بسجود ہو کر اظہار تشکر کیا کیونکہ آپ کی ولادت کے وقت آپ کے والد گرامی حضرت ثانی قدس سرہ کی عمر تقریباً پچاس برس ہو چکی تھی اور حضرت شمس البند قدس سرہ کی عمر سو سال کے قریب تھی۔

بچپن

آپ بچپن میں ہی اعلیٰ کردار اور عام بچوں سے جداگانہ فطرت کے مالک تھے

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص ۲۶۳ حضرت محمد علی نقشبندی قدس سرہ

ابتدائی چند سال اپنے عظیم المرتبت دادا حضرت شمس البندقدس سرہ کی آغوشِ امانیت میں گزرے۔ جن سے آپ کو انتہائی محبت تھی۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ حضرت شمس البندقدس سرہ حالتِ سجدہ میں ہوتے اور آپ ان کی پشت پر سوار ہو جاتے۔

ایامِ طفلی میں جب کبھی اپنے والد ماجد کی آغوشِ محبت و عاطفت میں بیٹتے تو معصومیت کے انداز میں کہتے۔

”ابا جان میں ڈپٹی بنوں گا“

آپ کے والد گرامی ان کے اس عارضی اور ناقص دعوے پر مسکرا دیتے۔ لیکن انجام کار یہ دعویٰ پورا ہو کر رہا۔ آپ بچپن سے ہی انتہائی ذہین و فہیم تھے۔ انوارِ ولایت چہرہ انور سے ہویدا تھے۔ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ یہ فقیر ایک روز حضرت قبلہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا تو آپ نے بیان فرمایا کہ میں تقریباً تین چار برس کا تھا ایک روز ایک خادم مجھے اٹھا کر باہر دیوان خانہ میں لے آیا۔ چند درویش گھوڑوں کے اصطلبل میں کھڑے تھے۔ انہوں نے اس خادم کو اپنی طرف بلایا اور کہنے لگے کہ یہ صاحبزادہ صاحب ایک ایسے مرد کامل و اکمل کے فرزند ارجمند ہیں کہ فی زمانہ جن کی مثال نہیں ملتی اور یہ شہد کی مکھیوں کا بھاری چھتہ بے مکھیاں ہمیں سخت تنگ کرتی اور کاٹتی ہیں۔

تو قبلہ صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے چند درویشوں نے مجھ سے کہا کہ آپ ان مکھیوں کو فرمادیں کہ اس اصطلبل کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلی جائیں تو میں نے مکھیوں کو مخاطب ہو کر کہا مکھیو! از جاؤ

تو فوراً دیکھتے ہی دیکھتے سب مکھیاں وہاں سے اڑ گئیں اور کسی دوسری جگہ چلی گئیں۔ ۲

تعلیم و تربیت

آپ کے والد گرامی نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی، آستانہ عالیہ کے جلیل القدر علماء سے آپ نے قرآن و حدیث عربی، فارسی، فقہ اور تفسیر کی تعلیم انتہائی محنت سے حاصل کی۔^۱

نیز دنیاوی تعلیم بھی بقدر ضرورت حاصل کی آپ کے رسوخ فی العلم کا مظاہرہ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا کہ علمائے وقت کے سامنے کوئی لائیکل مسئلہ پیش ہوتا جسے وہ حل کرنے میں ناکام رہتے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ اپنی خداداد بہانت سے مسئلہ حل فرما دیتے۔^۲

خطبہ جمعہ

آپ کے وعظ و تبلیغ کا دائرہ بہت وسیع تھا خطبہء جمعہ خود پورے اہتمام سے ارشاد فرماتے آپ کے وعظ میں دلائل کی قوت، مسائل کی وسعت اور جلال کی سطوت کا اثر نمایاں ہوتا تھا بعض اوقات بڑے جلسوں اور محافل اعراس کی صدارت بھی فرماتے۔ مرزائیت کے خلاف بھرپور جدوجہد فرمائی، آپ کے تبلیغی دوروں میں علماء کی ایک جماعت آپ کے ساتھ رہتی تھی۔ جن میں مناظر اسلام حضرت علامہ محمد مسعود الہڑوی، حضرت مولانا جلال الدین (شیخ پور) اور حضرت مولانا غلام رسول (واہلیاں والی) کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے اور سالک تخلص کرتے تھے۔

مجسٹریٹ درجہ اول

آپ کی خاندانی و جاہت اور اعلیٰ ذہانت کو مد نظر رکھتے ہوئے ضلع سیالکوٹ کے

۱۔ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص: ۳۳۹ حضرت محمد علی نقشبندی قدس سرہ ۲۔ ایضاً ص: ۳۳۸

حاکم اعلیٰ نے فوجداری مقدمات کے فوری فیصلوں کے لئے مجسٹریٹ درجہ اول کے اختیارات آپ کو دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پیشکش کو سن کر آپ نے انتہائی غور و خوض کے بعد فرمایا اچھا فقیر اس خدمت کو سرانجام دے گا۔

آپ نے اپنے خرچ سے آلو مہار شریف میں ایک عدالتی کمرہ اور ایک کلرک کمرہ تیار کروایا اور اسکے بجائے وہیں کچہری لگانے لگے آپ کے انصاف فرمانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی فوجداری مقدمہ آپ کے حضور پیش ہوتا تو انتہائی غور و خوض سے فریقین کی بات سنتے اور جو قصور وار ہوتا اس کی سرزنش فرماتے بعض اوقات چہرہ انور پر جلال کے آثار یوں نمودار ہوتے کہ رخسار سرخی مائل ہو جاتے اس حال میں گفتگو فرماتے تو لہجے میں گرج اور آواز میں بجلی کی کڑک ہوتی۔ کچہری گونج اٹھتی لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی اور ملزم اپنا قصور مان لیتا، معافی کا خواستگار ہوتا آپ معاف فرما کر فریقین میں صلح کروا دیتے۔ لوگ آپ کے عدل و انصاف سے بہت خوش اور راضی تھے۔ ہمیشہ فریقین میں تصفیہ کروایا کبھی کسی کو قید یا جرمانہ کی سزا نہ دی۔ آپ کا عدل و انصاف حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ کر دیتا۔

ازدواجی زندگی کا آغاز

انیسویں صدی کی آخری دہائی میں جبکہ آپ کی عمر مبارک ۲۳، ۲۴ سال تھی آپ کا نکاح موضع نٹھوٹ نزد مرید کے ضلع شیخوپورہ کے ایک معزز سادات گھرانے میں سید معروف شاہ صاحب کی صاحبزادی غلام فاطمہ سے ہوا۔ جو کہ انتہائی سگھڑ اور سلیقہ مند خاتون تھیں امور خانہ داری میں ماہر اور دولت ادب سے مالا مال چند برس انتہائی مسرت سے بسر ہوئے۔ ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں داعی اجل و بلیک بے گسیں۔

اللہ وانا الیہ راجعون اس صدمے نے اہل خانہ کو رنج و ملال میں مبتلا کر دیا۔

شہر گجرات کے باسی حافظ محمد بخش علیہ الرحمہ حضرت ثانی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر اعلیٰ روحانی مدارج حاصل کر چکے تھے ان کے گھر کا ہر فرد زیور علم سے آراستہ اور حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور تھا ان کی دختر نیک اختر آمنہ بی بی جو کہ علم و حلم، زہد و تقویٰ اور صبر و شکر جیسی اعلیٰ صفات سے متصف تھیں انہوں نے اپنی اس بیٹی کو حضرت پیر محمد حسین شاہ کے عقد نکاح میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت ثانی قدس سرہ نے تمام خاندان کے اتفاق رائے سے اس امر کو قبول فرما کر ایک مکتوب اپنے خادم کے ہاتھ گجرات حافظ محمد بخش صاحب کو بھیج دیا جس کا مضمون کچھ یوں تھا۔

”میرے عزیز حافظ محمد بخش صاحب بعد از سلام مسنون واضح ہو کہ

میں باخوشی آپ کی صاحبزادی کا رشتہ عزیز محمد حسین کے واسطے قبول

کرتا ہوں آپ نکاح کی مقررہ تاریخ سے فقیر کو اطلاع دیویں۔“

یہ مکتوب پہنچتے ہی حافظ صاحب نے اسے سر آنکھوں پر لگایا اور ان کے گھر اس

سعادت کے حصول پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تاریخ مقرر ہونے پر حضرت پیر محمد حسین شاہ

صاحب کا نکاح منعقد ہوا۔

شجاعت اور بہادری

آپ مضبوط جسم کے مالک انتہائی شجاع اور دلیر تھے۔ شہ سواری، پولو، نیزہ

بازی، سوئی اور وزن اٹھانے میں کمال حاصل تھا ایک مرتبہ آلو مہار شریف تشریف

فرماتے کہ آلو مہار کے بڑے بڑے طاقتور سگھوں نے آپ کی شجاعت و بہادری کو

آزمانے کے لئے لگا دیا کہ

”ہے کوئی بہادر جو اس کونو میں کی ماہل بھڑے ہوئے کوزوں کے کھینچ کر اپنی

کمرے برابر لے جاوے۔“

۳۰۹۳۰۵ ایضاً ص ۳۰۹

آپ نے سکھوں کی اس لاف زنی کو برداشت نہ کرتے ہوئے فرمایا ”فقیر حاضر ہے“ اور ایک ہی ہاتھ سے (ماہل بمعہ کوزوں) دو فٹ اوپر کھینچ کر لے گئے اس وقت کنویں کا پانی اسی فٹ نیچے تھا۔ اور تقریباً ڈیڑھ سو ماہل میں کوزہ چلتا اور بمبہ پانی تمام وزن تقریباً ۲۵ من کے قریب تھا۔ اس سے آپ کی قوت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ خواجہ رکن الدین صاحب پاس کھڑے تھے لاکار کر فرمانے لگے اوسلھو! تم صرف دونوں ہاتھوں سے ماہل کھینچ کر لاف زنی کرتے ہو آؤ ذرا زور آزمائی کریں کہ جس چیز پر بمبہ کوزے ماہل چلتی ہے اس کو اٹھاؤ، اور نعرہ تکبیر بلند کر کے خواجہ صاحب نے کنوئیں کا سارا ساز و سامان اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے تک اٹھالیا اس کے بعد حضرت پیر محمد حسین شاہ صاحب نے بھی سارا وزن اپنے سینہ مبارک تک اٹھالیا جو تقریباً ۲۵ من کے قریب تھا۔ اس عجیب منظر سے سکھوں جو انوں کے ہوش اڑ گئے۔ زندگی بھر دربار عالیہ آلو مہار شریف میں دم مارتا تو درکنار جب بھی دیوان خانہ کے قریب سے گزرتے تو تعظیماً گردنوں کو جھکا کر سلام عرض کرتے اور ہاتھ جوڑ کر چلتے۔

حضرت خطیب الاسلام کی ولادت

آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کا شہرہ برصغیر بھر میں ہو چکا تھا پورے ہندوستان میں آپ کی عزت و توقیر کے چرچے ہو رہے تھے صاحبزادہ محمد حسین شاہ عمر ۲۳ برس اس عالم شباب میں آپ کا رعب و جلال اور دبدبہ مثالی تھا۔ مگر ابھی تک فرزند نہ ہونے کی بنا پر دل میں زبردست امنگ تھی اور خود سیدنا خواجہ محمد امین شاہ صاحب اپنی آخری عمر میں بارگاہ ایزدی سے پیارے پوتے کی طلب میں بار بار دعائیں فرماتے تھے آخر کچھ مدت کے بعد روضہ عالیہ حضور سیدنا خواجہ چمن شاہ قدس سرہ کے گنبد معلیٰ سے ایک ایسی نورانی لاٹ اٹھی قبلہ صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب کے اہل خانہ میں روشن ہو گئی جس سے

دربار شریف کے گلی کوچے منور نظر آنے لگے اہل دل حضرات یہ جان گئے کہ اس نورانی طلعت کا سبب یہ ہے اس خاندان میں ایک ایسا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن ہوگا جس کی روشنی سے ہندوپاک میں فیض و برکت کی نہریں جاری ہو جائیں گی اب ہر ایک فرد و بشر کی آنکھیں انتظار میں تھیں، اب صاحبزادہ عالی وقار کی ولادت کا وقت قریب آ گیا بالآخر چاند کی چودھویں تاریخ کو پیدا ہوئے گویا چودھویں رات کے چاند نے پہلے اپنے والدین کے گھر کو روشن کیا بعد میں سارے جہاں کو منور کیا۔ صاحبزادہ صاحب کا چہرہ مبارک بدر منیر نہایت حسین و جمیل موٹی موٹی آنکھیں، کشادہ پیشانی سر مبارک کے چمکیلے اور سیاہ بال حسن کو دو بالا کر رہے تھے والد محترم نے دیکھتے ہی فوراً نورانی پیشانی پہ بوسہ دیا اور بعد میں دادا پاک قدس سرہ نے اپنی پیاری گود میں بٹھا کر اذان کہی اور اپنے نانا پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کی آپ کا اسم گرامی صاحبزادہ سید فیض الحسن رکھ کر دنیا والوں کو آپ کے فیض رساں ہونے کی خوشخبری سنائی اور واقعی آپ کا اسم مبارک مستحکم کے مطابق آیا۔

اسم او بيشك موافق باسمی آمدہ

۱۹۱۱ء کے مارچ میں پیر کے روز پیر کامل تشریف لائے جن کی خوشی میں دادا پاک سیدنا خواجہ محمد امین شاہ صاحب نے ہزار ہا فقیروں، درویشوں کے لئے شاہی نذر جاری کر دیا اور بارگاہ ایزدی میں شکرانہ کے نوافل ادا کئے۔ صاحبزادہ صاحب کی خدمت سے لے کر رات خدام حاضر رہتے۔ والدین اپنے صاحبزادے کا چہرہ انور دیکھ کر حیرت منور ہوتے اور ہر قسم کی اشیاء مہیا فرماتے جب کبھی صاحبزادہ صاحب کو احسان ہوا تو جو عقیدت مند دیکھتا قربان ہو جاتا ہر فرد بشر آپ کی بابت پیشانیوں پر ہاتھ دیتا کہ یہ صاحبزادہ صاحب نہایت رعب و جلال کے مالک ہو گئے بچپن سے ان کی پیشانی میں بلندی اور شان کا ستارہ چمک رہا ہے

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارہ بلندی

آپ کی صورت و سیرت، قد و قامت اپنے جدا مجد حضرت شمس البند قدس سرہ کے میں مشابہ تھی اس طرح صاحبزادہ صاحب نے بڑی شان و شوکت سے پرورش پائی
سبحان اللہ!

سجادہ نشینی

اپنے والد گرامی قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ بوقت وصال آپ کے والد گرامی نے سینے سے لگا کر فرمایا بیٹے باپ دادا کا فیض تیرے حوالے کر دیا دنیاوی عدالت چھوڑ کر مخلوق کی ہدایت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔^۱

حضرت ثانی قدس سرہ کے وصال کے چالیس دن بعد آستانہ عالیہ آومہار شریف میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جس میں مشائخ چورہ شریف، نتھیال شریف و دیگر سجادہ نشین حضرات نے شرکت فرمائی، اسٹیج پر اجل خلفاء و علماء تشریف فرما تھے، خلق کا بے پناہ ہجوم تھا مشائخ چورہ شریف و نتھیال شریف نے آپ کی دستار بندی کی اور فرمایا ”یہ صاحبزادہ صاحب ذی العزت بھی ہیں اور رئیس اعظم بھی، مجسمہ حسن و جمال بھی ہیں اور صاحب رعب و جلال بھی، انشاء اللہ اپنے آباؤ اجداد کے فیوض و ہمیشہ تقسیم فرماتے رہیں گے۔“^۲

زیارت نبوی ﷺ

صاحب تذکرہ مشائخ امینیہ رقم طراز ہیں کہ یہ فقیر ایک روز حضرت قبلہ سید محمد

حسین شاہ قدس سرہ کی مجلس میں حاضر تھا جناب نے اپنا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا
میرے والد گرامی نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ”بیٹا اس عدالت وغیرہ کو چھوڑ کر
اپنے آبائی طریقہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق لوگوں کو تبلیغ و ہدایت
کرنا“۔

مگر میں بوجہ والد محترم کے ارشاد گرامی پر عمل پیرا نہ ہو سکا تو چند دنوں کے بعد
آپ مجھے خواب میں ملے اور فرمانے لگے کہ ”محمد حسین تم نے ابھی تک میرے کہنے پر
عمل نہیں کیا چلو تمہیں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کروں
چنانچہ والد محترم مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں لے گئے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پر نہایت اعلیٰ تخت پر جلوہ فرماتے تھے۔ قبلہ والد محترم نے حضور علیہ
السلام سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا صاحبزادہ ہے آپ اس کو وصیت
فرمائیں“۔

”صاحبزادہ سید پیر محمد حسین شاہ صاحب فرمانے لگے کہ پیارے آقا و مولا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور حضور نے مجھے
ہر طرح کی وصیت فرمائی اور آخر میں اپنے سینہ اطہر سے لگا کر رخصت فرمایا جب میں
بیدار ہوا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے“۔

اس کے بعد تہجد اور نماز فجر ادا کی اور سورج نکلنے پر پکھری کا جتنا عملہ تھا سب کو
دربار آداب شریف سے رخصت کر کے حکومت برطانیہ کو استعفا لکھ دیا اور قبلہ والد
محترم سیدنا خواجہ محمد امین شاہ صاحب کے تمام پرانے خدام و عشاق کو جمع کیا اور
تسویاں وغیرہ اسٹیجی کر کے اشاعت و تبلیغ دین اسلام کے لئے سفر کا پروگرام بنایا اور
دس مہینے چھوڑنے کی خبر تمام یاران طریقت کو ملی تو ان کے دلوں میں خوشی کی
لہر دوڑنی بعد میں آپ تادم حیات دین کی تبلیغ و اشاعت ہی فرماتے رہے۔

پہلا تبلیغی و روحانی دورہ

آپ کے ارشاد کے مطابق خاص پرانے دوست، خلفائے عظام، علمائے اہل علم اور خدام دربار آلومہار شریف میں جمع ہو گئے اور بیک زبان عرض کرنے لگے کہ جناب کا دنیاوی عدالت چھوڑ کر اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ مبارک کے مطابق تبلیغ دین کا آغاز فرمانا ہمارے لئے وجہ تسکین ہے کہ آپ کے اجداد قدس سرہم کے کارناموں نے دربار آلومہار شریف کو بہت شہرت عطا کی ہے اور ان کی خدمت دین اسلام نے ہدایت اور فیض کی نہریں جاری کی تھیں اور اب ماشاء اللہ پھر تبلیغ دین کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اس دریائے فیض و برکت سے ہمیشہ لہریں اٹھتی رہیں اور دربار آلومہار شریف میں تاقیامت فیض و عرفان کا چشمہ جاری رہے اور لوگ اس فیض و برکت سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین ثم آمین

سفر کی تیاری شروع ہوئی سامان سفر باندھا گیا گھوڑے بٹھانے لگے آستانہ عالیہ آلومہار شریف میں وہی پہلے سے آثار نمودار ہوئے ہر طرف ذرا الہی کی گونجیں اٹھنے لگیں۔ ”حق ہو“ کے نعرے بلند ہونے لگے اور صاحبزادہ صاحب گھوڑی پر قدم رنجہ فرمانے لگے تو ایک خادم نے رکاب تھم کر آپ کو سوار کروایا اور ایک دوسری گھوڑی پر مولانا مولوی غلام رسول صاحب (موضع و اہلیا نوالی ضلع سیالکوٹ) اور ایک پر جناب مولانا مولوی جلال الدین صاحب (موضع شیخ پور ضلع گجرات) سوار ہوئے اسی طرح سے خلفاء، علماء اور نہایت ہی پیار و ناز سے پلے ہوئے نوجوان گھوڑیوں پر سوار ہوئے بہترین نورانی چہرے والے خادم جناب سائیں امیر الدین صاحب ”نعت خواں“ کو جب قبلہ صاحبزادہ صاحب کا حکم ہوتا کہ امیر الدین نعت شریف پڑھو تو نورانہایت سریلی آواز میں اپنے پیر و مرشد کے عشق و محبت میں درد بھری نعتیں پڑھنا شروع ہو جاتا امیر الدین کی آواز کی گونج سے چاروں طرف خاموشی کا سناٹا طاری ہو جاتا اور

ان کی آواز کی لذت سے سامعین کبوتر کی طرح پھڑک پھڑک جاتے۔ جب آپ اپنے جانثار غلاموں پر نظر کرم فرماتے تو سب ہوش میں آجاتے اور ان کے چہرے روشن و منور ہو جاتے۔

پھر وقت ایسا عجیب آیا کہ ”زہے نصیب“ دوسرے یاران طریقت نو جوانوں سے جناب خورشید احمد اور جناب حاجی نظام دین، جناب غلام رسول اور جناب بہاؤ الدین عرف بھاگ، اور بڑوں میں سے جناب حاجی مہتاب دین (موضع دھیر و والی)، جناب میاں محمد دین (موضع لوڑبکی) اور میاں رکن دین درویش یہ سب جناب سیدنا پیر محمد حسین شاہ صاحب کے ساتھ شامل ہو کر قصبہ درقصبہ، شہر در شہر تبلیغ و اشاعت دین کرتے ہوئے ایک روز موضع سندھواں ماچھیکے میں بھی تشریف فرما ہوئے اور مسجد کے قریب ایک کھلے میدان میں چھو لہاریاں لگائی گئیں حضرت صاحب کے حکم سے ایک تمبولگ گیا، جس کے آگے پیچھے دو حصے عام اور درمیان میں آپ کے لئے ایک بڑا حصہ تھا یہ ساتباں وغیرہ صرف جناب قبلہ حضرت صاحب نے لگوائے تھے کیونکہ آپ بہت صفائی پسند اور نفیس طبیعت کے مالک تھے آپ کے تمام خدام صاف لباس میں ملبوس رہتے اگر کسی خادم کا کپڑا میاں ہو جاتا تو فوراً صاف لباس پہننے کا حکم دیتے اور جب دیہات میں تشریف لیجاتے تو فرماتے کہ صاف ستھری جگہ مشکل مہیا ہوتی ہے اور میرے پاس اپنی حاجت کے لئے قسم قسم کے لوگ آتے ہیں یہ مسجد کی حد سے باہر ہی رہیں تو ہتھیارے کیونکہ ہم لوگ اگر اپنے مقررہ اوقات عبادت میں مسجد میں جائیں تو نہایت اچھا ہے تاکہ عبادت میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔

جناب حضرت صاحب کے یہ ارادے قابل توصیف ہیں کیونکہ جناب بابا جی پٹن شاہ قدس سرہ اور جناب سیدنا خواجہ محمد امین شاہ قدس سرہ کے وقت میں زیادہ تر لوگ رشد و ہدایت کے لئے مسجد میں جمع ہوتے تھے اور ہمیشہ اوقات عبادت میں

مسجدوں میں ہی قیام فرماتے المختصر موضع ماٹھی کے میں چہل پہل لگ گئی کیونکہ اس گاؤں کے لوگ پشت در پشت آپ کے خدام چلے آتے تھے اور حضرت شمس الہند قدس سرہ کے پرانے خادم میاں خیر محمد، میاں غلام محمد اور مولوی نور محمد علیہ الرحمہ والد بزرگوار حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ اور حضرت ثانی قدس سرہ کے خادم جناب حبیب اللہ اور جناب فقیر اللہ اور پیر سیدنا محمد حسین شاہ صاحب کے خادم جناب امیر الدین، نعت خواں بہت مشہور و معروف ہیں۔

فیضان داتا گنج بخش

ایک مرتبہ آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تا کہ خلق خدا سے کنارہ کشی اختیار کر کے خلوت میں ذکر و فکر سے اوقات و مزین کیا جائے اور مزید باطنی کمالات حاصل کئے جاسکیں لہذا بھائی دروازہ لاہور میں رہائش اختیار کی اور چالیس دن تک متواتر پچھلی رات مزار شریف پر حاضری دیتے رہے اور ذکر و مراقبہ بھی فرماتے رہے بالآخر آپ فیضیاب اور بامراد ہو کر چالیس دن کے بعد رخصت ہوئے۔ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار اقدس پر آپ کے علاوہ پاک و ہند کے اکثر اولیائے کرام حاضر ہوتے رہے اور فیض پاتے رہے۔

اب بھی اگر کوئی حسن نیت اور کمال عقیدت سے متواتر چالیس دن آپ کی بارگاہ میں حاضری دے تو اللہ رب العزت اس کی دستگیری فرمادیتا ہے۔

بر آستان تو بر کس رسید مطلب یافت

روا مدار کہ من نا امید بر گردم

ملی خدمات

تحریک خلافت کے دور شباب میں آپ نے خلافت اسلامیہ کے احیاء اور نظام

اسلامی کی ترویج کے لئے ”تحریک خلافت“ میں سرگرمی سے حصہ لیا اور نمایاں حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۲۰ء میں برصغیر میں ”تحریک ترک موالات“ شروع ہوئی، ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء کو بمبئی میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں عدم تعاون کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا ۲ جون ۱۹۲۰ء کو الہ آباد میں ایک اجلاس ہوا۔ جس میں ہندو اور مسلمان رہنماؤں نے شرکت کی۔ اس میں تحریک ترک موالات کی قرارداد اصولاً پاس کر دی گئی اور طریقہ کار کو مسٹر گاندھی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی گئی جو مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل تھی۔

۱..... مسٹر گاندھی ۲..... مولانا محمد علی جوہر ۳..... مولانا شوکت علی

۴..... مسٹر کھتری ۵..... مولانا حسرت موہانی ۶..... ڈاکٹر کچلو لے

یہ سیاسی رہنما برصغیر کے بااثر جاگیرداروں، گدی نشین حضرات اور عوام کو ابھار رہے تھے کہ بیدار ہو جاؤ اور قوم کی خدمت سرانجام دو، وقت سخت ہے ماحول نازک ہے ان حالات میں لالہ لاجپت رائے، ملک لال خان، اور ڈاکٹر کچلو وغیرہ کی آنکھیں آستانہ عالیہ آلومہار شریف کی طرف مرکوز تھیں کیونکہ یہ آستانہ پنجاب میں سب سے زیادہ بااثر تھا ان کا خیال تھا کہ اگر اس گدی کے سجادہ نشین سیدنا خواجہ پیر محمد حسین شاہ صاحب اٹھ کھڑے ہوں تو ہمیں لاکھوں کی تعداد میں مجاہدین مل جائیں گے سب نے متفقہ ارادہ سے ملک ال خان (گوجرانوالہ) کو قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں راہ ہموار کرنے کے لئے جیجا تو آپ نے فرمایا۔

”چلو مان لیا کہ آج ہم انتھک کوشش کے ساتھ ہندوستان کو انگریزوں سے پاک کر لیں گے مگر جب ہندوستان آزاد ہو گیا یہ ہندو تمہارے دشمن تمہیں ایسی ایذا میں اور آکلیغیں پہنچائیں گے کہ آزادی تو درکنار تمہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملے گی۔ انگریز اور ہندو

۱۔ محمد علی زندگلی اور کارناتے، مدراس ۱۹۲۱ء، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاظم از پروفیسر ڈاکٹر

محمد سعید احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۱۵۵

دونوں تمہارے دشمن ہیں تم اپنا فکر کرو، میں تو بعد مریدین ملکی خدمت کے لئے تیار ہوں۔“

ملک الال خان کا کہنا تھا جناب پہلے کانٹھرس سے مل جل کر ملک سے انگریزوں کو نکال لیں پھر بعد میں بندوؤں کو بھی نبھالیں گے۔

لیکن حضرت صاحب نے فرمایا کہ سانپ کبھی کسی کے دوست نہیں بنتے بلکہ ”یارید بدتر بود از مارید“ آخر ملک الال خان کے اصرار پر آپ کمر بستہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے سب سے پہلے شیرانوالہ باغ (گوجرانوالہ پنجاب) کے ایک عظیم الشان اجتماع میں تقریر فرمائی اور اسی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی کو ان لفظوں میں بیان فرمایا

مان لیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ سے معاہدے کئے، مگر وہ ہر بار دھوکہ دیتے رہے ایسے ہی بندو قوم ہے جب ان کا ذاتی مفاد ہو تو ہمارے بچن بن جاتے ہیں مطلب نکلنے پر منہ پھیر لیتے ہیں یہ تو مطلب پرست ہیں۔

دونوں فریق انگریز اور بندو ہمارے قدیمی دشمن ہیں ہم صرف اپنی ملکی حالت برقرار کرنے کے لئے اور ملک کو تمام آلائشوں سے پاک کرنے کی خاطر کمر بستہ ہوئے ہیں ہمیں اپنے ملک و وطن سے محبت ہے کیونکہ حدیث مبارکہ

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ

چنانچہ اسی طرح آپ نے دیگر چند شہروں میں اتفاق و اتحاد مسلمین کی بابت پر جوش و پرتاثر تقریر فرمائی جس کی وجہ سے قبلہ حضرت صاحب کو غور و غمست ہاؤس کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ آپ ہر روز گرفتاری کے انتظار میں رہتے آخر ایک یا دو ماہ کے بعد یہ خبر ملی کہ حکومت نے آلو مہار شریف کے سجادہ نشین جناب سیدنا خواجہ پیر محمد حسین شاہ صاحب کے وارنٹ گرفتاری واپس کر لئے ہیں اس کے بعد

بھی آپ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا۔ لیکچر دیتے رہے، مگر آپ کی ساری زندگی میں حکومت کو جرأت نہ ہو سکی کہ آپ کو گرفتار کر سکے اسی اثناء میں انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹی نبوت کا دعویدار بنا کر مسلمانوں کے خلاف ابھارا انگریزوں مرزائیوں اور شر دانند شدھی کا بے پناہ زور و شور تھا ملک بھر میں ہر قسم کے مصائب زوروں پر تھے مسلمانوں کو اس فتنہ سے بہت دشواریاں لاحق تھیں۔ جناب قبلہ حضرت صاحب کمر بستہ تیار ہو کر ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے آپ نے اور دیگر حضرات بزرگان دین نے نجات دلوائی اور لوگوں نے امن کا سانس لیا۔

آخر کار روحانی جذبہ سیاسی سرگرمیوں پر غالب آیا اور آپ نے یہ سب کچھ چھوڑ کر یسوی کے ساتھ طالبان حقیقت اور متلاشیان معرفت کی رہنمائی کا فریضہ سنبھال لیا اور اپنی ذات کو صرف تبلیغ اسلام اور مریدین کی تربیت کے لئے وقف کر دیا آپ ہی کے عہد ہمایوں میں آلو مہار شریف میں پختہ مکان تعمیر ہونے شروع ہوئے، آپ نے حضرت شمس البند قدس سرہ کے دربار عالیہ کو پختہ بنایا آپ کے مزاج میں جلال اور غیرت کی آمیزش زیادہ تھی شریعت اور سنت کی خلاف ورزی پر بسا اوقات زبانی سرزنش کی بجائے زد و بوب تک نہ جاتی لیکن اس سے طالب کی اصلاح ہو جاتی۔ آپ نے آٹھ خدام و سلسلہ از وہاج میں منسلک فرمایا اور ان کے تمام اہل و عیال کی کفالت اپنے ذمے لی آپ انتہا درجے کے سخی اور فیاض تھے قدرت سے دست غیب بھی حاصل تھا۔

مقام توکل

رشتہ داروں کی غالت آپ کا خصوصی شیوہ تھا توکل میں بھی کامل تھے جو بھی چیز فتوحات ہو تھیں اپنے پاس نہ رکھتے بلکہ راہ خدا میں غریبوں اور مہمانوں پر صرف فرما

دیتے۔ آپ کے توکل پر ایک واقعہ درج ہے حضرت صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ ہر قدر طراز ہیں۔

چاہ آدھورا جوریلوے اسٹیشن ایمن آباد سے تین چار فرلانگ پر ایک موضع تھی ایک دفعہ آپ وہاں تشریف فرما تھے گرمی کا موسم تھا دوپہر کے وقت لاہور اور وزیر آباد سے دو ٹرینیں وہاں آ کر رکیں تقریباً ڈیڑھ سوزائین آپ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اس وقت آپ کے پاس صرف 2 روپے تھے۔ اس کے متعلق کسی خادم یا عقیدت مند کو علم نہ تھا۔ ان افراد میں تقریباً پچیس کے قریب سپہ برادری کے احباب بھی تھے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مجھے فرمانے لگے جاؤ پانی کا لوٹا بھراؤ اور میرے ساتھ باہر چلو میرے دل میں خیال آیا کہ اس میں ضرور کوئی راز کی بات ہے ابھی آدھ فرلانگ فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ آپ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں گویا ہوئے

یا اللہ اتنی خلقت کو اس جنگل میں میرے پاس بھیج دیا شام ہونے والی ہے ان کے کھانے کا انتظام کیسے کروں؟ میرے پاس تو صرف یہی دو روپے ہیں۔ دریں اثنا ہم جرنیلی سڑک میں پہنچے تو وہاں ایک نابینا حافظ سڑک پر جا رہا تھا حضرت نے چپکے سے وہ دو روپے اس اندھے کے ہاتھ پر رکھ دیئے وہ خوشی سے پکارا اٹھا

اوٹھی! تو جنگل میں کہاں سے آ گیا

آپ نے فرمایا

بھائی جاؤ بولنے کی ضرورت نہیں پروردگار کے شکر گزار بنو۔

آپ واپس اپنی رہائش کی طرف جانے کے لئے مزے تو پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی "یا اللہ میرے پاس دو روپے تھے وہ بھی میں نے تیرے اک نابینا بندے کو دے دیئے، اب میرے مہمانوں کی فکر کرنا"

ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ ایک خاتون کی آواز سنائی دی، جو آپ کو

پکار رہی تھی آپ کھڑے ہو گئے وہ آپ کے عقیدت مند کی بیوی بنام بیگم بی بی تھی جو ایک صاحب حیثیت اور متمول زمیندار خاندان سے تعلق رکھتی تھی اس کا خاوند موتی رام جو پہلے ایک برہمن بندو تھا۔ اسے آپ کے دست حق پرست پر دولت اسلام اور سعادت بیعت حاصل ہوئی تھی۔ وہ قریب آ کر قدم بوس ہوئی اور کہنے لگی کہ جناب آج صبح میرے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت صاحب کے پاس مہمان زیادہ آجائیں تو آپ کو تکلیف ہوگی میں ڈھائی تین من گندم صاف کروا کر اور پسوا کر لائی ہوں اور ساتھ ہی گھی، نمک، مرچ، مصالحہ وغیرہ لائی ہوں خادم پیچھے گدھے پر لادے آرہا ہے حضرت صاحب نے نہایت خوش ہو کر بیگم بی بی کے حق میں دعا فرمائی اور مجھے فرمانے لگے کہ بیٹا اسی لئے تمہیں اپنے پاس لایا تھا کہ تمہیں بھی یہ سبق حاصل ہو جائے کہ جو، مہمان ہمارے پاس بھیجتا ہے وہ خرچ بھی ساتھ ہی بھیج دیا کرتا ہے جب ہم واپس ڈیرہ پر پہنچے تو موضع مہلو والہ اور موضع اناوہ سے لوگ حاضر ہوئے کسی نے آٹا اٹھایا ہوا ہے کوئی پکائی کا سامان مہیا کر رہا ہے غرضیکہ عصر تک چار پانچ سو آدمی کارا شن جمع ہو گیا اور لنگر پکنا شروع ہوا یہ کمال تصرف تھا کہ آنا فانا تمام کھانے جنگل میں مہیا ہو گئے جب عصر کا وقت ہوا تو جس لڑکے نذیر حسین نے ظہر کی جماعت کرائی تھی اس کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ نذیر حسین اذان کہو اذان کے بعد جب لوگوں نے سنتیں ادا کر لیں تو جماعت کے لئے آپ نے مجھ فقیر کو آگے کھڑا کر دیا۔ لاہور والوں نے اعتراض کیا کہ جناب ظہر کے وقت بھی آپ نے لڑکے کو جماعت کے لئے کھڑا کر دیا تھا اب بھی خواجہ صاحب کے لڑکے کو کھڑا کر دیا ہے ایسی جماعت کے ساتھ ہم روز نمازیں ادا کرتے ہیں ہم تو چند نمازیں آپ کے پیچھے پڑھنے آئے ہیں کہ ایک مقبول ہستی کے پیچھے نماز پڑھنا ہمارے لئے ذریعہ نجات بنے آپ نے فرمایا کہ بھائی جب تم میری صحبت میں آگئے ہو تو میرے پیچھے ہی نماز پڑھ رہے ہو۔ آج میں خلیفہ خواجہ رکن الدین

صاحب کے لڑکے کے پیچھے نماز پڑھو گا تو اس برکت سے کل کو دنیا والے اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے جناب حضرت صاحب کے پرفیض الفاظ پر فتیح و بے انتہا مسرت ہوئی اور باخوشی جماعت کرائی اور دعائے فارغ ہوئے پر جناب نے فتیح و سینہ اطہر سے لگا کر توجہ فرمائی اور کل تجابات دور فرما دیئے، ”زست نصیب“، گیا رہ سال کی عمر میں فتیح و بیعت میں لیا تھا اور چودہ سال کی عمر میں فتیح کے پیچھے نماز پڑھ کر امامت کا شرف بخشا اور چھوٹی عمر میں ہی خلفاء کی صف میں بٹھا کر فیض عطا فرمایا اس کے بعد جناب نے فتیح کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا تناول فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ آج سے خلفاء کا کھانا متحدہ اور اعلیٰ ہوا کریگا اور خدائی تقسیم کے مطابق کھانا کھلایا کریں گے اعلیٰ کھانا خلفاء اور امراء کا عام لوگوں کو صرف دال روٹی، اور جب تک جناب حضرت صاحب ”چاہ آور“ میں رہے خلفاء اور امراء کو گوشت، پلاؤ اور عوام کو دال روٹی اور ہفتہ میں ایک دو دفعہ عوام کو بھی گوشت پلاؤ ملتا اور بڑے چھین و آرام کی زندگی گزارنے کے آپ کا لشکر ہمیشہ جاری رہتا تھا اور مسکین و غریب لوگ کھانا کھایا کرتے۔

تصرفات

نگاہِ کیمیا اثر

صوفی محمد علی نقشبندی رقم طراز ہیں کہ

جناب استاد محمد دین رنساڑ (گوجرانوالہ) نے یہ واقعہ سنیا کہ ایک دفعہ میرے دل میں جناب قبلہ سیدنا پیر سید محمد حسین شاہ قدس سرہانی زیارت کا بے پناہ شوق پیدا ہوا۔ میں عشق و محبت کی اسی بیستری میں دربار آلو مہار شریف پہنچا تو خبر ملی کہ حضرت صاحب سیالکوٹ تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ دل کو سخت صدمہ لاحق ہوا مگر ایک

درویش نے خوشخبری سنائی کہ آپ مغرب سے پہلے پہلے تشریف لے آئیں گے یہ سن کر
 دل کو چین آیا اب وقت انتظار میں گزرنے لگا جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت صاحب
 تشریف لے آئے اس وقت آپ کی کیفیت یہ تھی کہ چہرہ انور پر زبردست رعب و جلال
 نمودار تھا آپ کے رعب و جلال کی دہشت سے مجھے دست بوسی بھول گئی اور گردن
 جھک گئی میرا وجود حالت وجد میں کانپنے لگا آپ بڑی گہری نظر سے میری طرف دیکھ
 رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آہستہ آہستہ میرے بدن سے غلاظت کے
 پردے اٹھنے لگے، سینہ منور ہونے لگا، پہلے سے موجود جلد بدن سے صاف ہو گئی اور نیچے
 سے بہترین، خوبصورت اور روشن جلد پیدا ہوئی، چودھری محمد دین (نور کوٹ والے)
 قریب کھڑے تھے، وہ رہ نہ سکے اور بول اٹھے کہ جناب شیخ کی شفقت اور نگاہ کیمیا نے
 تو محمد دین کو رنگ الہی میں رنگ دیا ہے یہ نہایت خوش نصیب ہے کہ ایک ہی نگاہ سے
 جس کے خفتہ نصیب جاگ اٹھے۔ استاد محمد دین زار و قطار رو رہے تھے اور یہ شعر ورد

زبان تھا

آئنا خاک را بہ نظر کیمیا کنند
 آیا بود کہ گوشہ چشمی ہما کنند

بتول اقبال

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
 اور ہوناق یقین پیدا توکت جاتی ہیں زنجیریں

و غائے شین

سوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ

ایک روز فتنیہ پارسا میں امیر داد، جو چھوٹی عمر اور حالت یتیمی میں حضرت خواجہ

سید پیر محمد حسین شاہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی زیرِ شفقت پرورش پائی، نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ حضرت صاحبِ ملاقہ سہر میں تشریف لے گئے ایک گاؤں جو ذیک ندی کے بالکل کنارہ پر تھا وہاں آپ کے پتہ لوگ عقیدت مند تھے وہ آپ کو اپنے گاؤں میں لے گئے آپ نے لوگوں کو ملاحظہ و تبلیغ فرمائی جس سے لوگ بے حد متاثر ہوئے اور ہاتھ باندھ کر عرض گزار ہوئے کہ جناب ہم زمینداروں کا کھیتی پر ہی گزارا ہے مگر یہ ذیک ندی ہماری سب زمین برباد کر رہی ہے اب قریب ہے کہ ہمارا گاؤں بھی زد میں آجائے آپ دعائیں فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس آفت سے محفوظ فرمائے کیونکہ ہمارا زمین کے سوا کوئی سہارا نہیں اگر یہ جاتی رہی تو ہم برباد ہو جائیں گے ان کی یہ آرزو سن کر آپ کو بہت افسوس ہوا کیوں نہ ہوتا مریدین بھی روحانی اولاد ہوتے ہیں تو جناب حضرت صاحب فوراً حجرہ میں تشریف فرما ہوئے اور بارگاہ ایزدی میں دعائی کے

اسے موالے کریم یہ ذیک یہاں سے دور ہو جائے اور ان غریبوں کی زمینوں کا نقصان نہ ہو۔

دعا سے فارغ ہونے پر باہر تشریف لاکر فرمانے لگے کہ اب تو عرشِ عظیم تک کی زنجیریں بل گئیں ہیں۔ جناب کی دعا کی برکت سے اسی سال کے اندر ہی وہ ندی گاؤں سے بہت دور چلی گئی۔

ایں دعائے شیخ نے چوہر دعا ست
فانی است و گنت او گنت خدا ست
اولیاء را بہت قدرت از الہ
تیر بستہ باز گردانند از راہ الہ

آخری تبلیغی دورہ

اپنے نور نظر صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ کی شادی کے تقریباً ایک سال اور چند ماہ بعد آپ نے تبلیغی دورہ کا ارادہ فرمایا اور ضلع سیالکوٹ کے علاقہ سلہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس طرف قدم رنجہ فرماتے لوگ گروہ درگروہ ہدایت و نصیحت کے لئے حاضر ہوتے اور حلقہ بیعت میں داخل ہوتے اسی طرح پند و نصیحت فرماتے ہوئے ضلع گورداسپور تحصیل شکر گڑھ میں پہنچے تو آپ بیمار ہو گئے سفر میں معمولی علاج وغیرہ کرتے رہے مگر بیماری زیادہ بڑھنے لگی تو آپ گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ اب زندگی کے جتنے دن ہیں وہیں گذاریں گے کیونکہ آپ دو، ڈھیرہ سال پہلے اپنی موت کو یاد فرما رہے تھے۔ القصہ آپ نے گوجرانوالہ میں ایک عقیدت مند مولانا دادخان (جو کسی سرکاری عہدہ پر فائز تھا) کے ہاں قیام فرمایا اس خاندان کا بچہ بچہ شمع چمن شاہی کا پروانہ تھا۔ ویسے بھی گوجرانوالہ کے یاران طریقت چمن شاہی خاندان کو بہت پیارے تھے۔ تقریباً آلو مہار شریف کے تمام بزرگ یہیں واصل باللہ ہوئے اور آپ ضلع گورداسپور تحصیل شکر گڑھ سے بیمار ہو کر گوجرانوالہ میں تشریف لائے یہاں آ کر بھی آپ کا علاج ہوتا رہا مگر صحت نہ ہوئی بالآخر جب رحلت کا وقت قریب آیا تو قبلہ حضرت صاحب نے اپنے خاص خادموں حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ اور خلیفہ محمد رمضان اور میاں محمد دین رنگساز کو بلا کر فرمایا کہ اب میرا آخری وقت ہے عزیز فیض الحسن سے ملنے کو جی چاہتا ہے فوراً بلاؤ چنانچہ صاحبزادہ صاحب کو فوراً تار دیکر بلوایا گیا جب آئے تو قبلہ حضرت صاحب فرمانے لگے آؤ بیٹا خدا حافظ اب ہم دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں یہ فرما کر صاحبزادہ صاحب کو سینہ سے لگایا اور جو باپ دادا کا روحانی فیض تھا اس سے سیراب کیا اور فرمایا کہ بیٹا میرے مہمانوں کا زیادہ فکر رکھنا یاران طریقت کی طرف دورہ کرتے رہنا اس وقت آپ کو یہ بھی وصیت فرمائی

مایہ دین را بدنیا دادن از بے ہمتی است
 زانکہ دنیا جملگی رنج است و دین آسائش است
 نعمت فانی ستانی دولت باقی دہی
 اندریں سودا خورد داند کہ نمبن فاحش است
 بکوش تا دل صاحب نظر بدست آری
 کہ نیست در دو جہاں دولت ازیں بہتر
 مکن عمارت دنیا بکن عمارت دل
 کہ عرش اعظم است این دل بقول پیغمبر

وصال پر ملال

۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۳۲ء بروز سوموار بوقت عشاء دنیائے
 فانی سے جہان باقی کی طرف رخصت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون
 عمر مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سن مبارک سے متجاوز نہ ہوئی واضح
 رہے کہ اتباع رسول کا یہ نقطہ کمال تھا روضہ عالیہ میں اپنے جدا مجد اور والد گرامی کے
 ساتھ مغرب کی طرف دفن ہوئے۔ ۱

قطعہ وصال

پنجاب میں اک مرد حق محمد حسین تھے
 افسوس کہ اس دہر سے اب وہ بھی سدھارے
 سرچشمہ عرفان تھے اور مرد طریقت
 ذو ہمت و باہمت و پابند شریعت

۱ تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی) ص: ۳۳۹ حضرت محمد علی نقشبندی قدس سرہ

اس صدمے سے ہے کانپ رہا پائے تصوف
 سر گرم فغاں ہے سبھی دنیائے تصوف
 خدام نے مرقد میں جسد کو جو اتارا
 ہاتھ نے وہیں یغفرہ اللہ پکارا ۱
 ۱۳ ھ ۵۱

حلیہ مبارک

آپ انتہائی خوبصورت، نفاست پسند، خوش پوش اور حسن و جمال کے پیکر تھے۔ جسم گداز، قد دراز، چہرہ پر وقار، انداز پر جلال اور اطوار خوش خصائل تھے۔ حضرت خطیب الاسلام، صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ ریشم کی طرح نرم اور آپ کا پسینہ خوشبودار تھا۔

معمولات

آپ فرائض، واجبات اور سنتوں کا خوب التزام فرماتے۔ حتی الامکان مستحبات کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ بعد نماز عشاء، حلقہ ذکر منعقد فرماتے جس میں قرآن خوانی اور مثنوی مولانا روم کا بھی اہتمام ہوتا۔ درود خضریٰ شریف کثرت سے پڑھتے، تہجد اور شب خیزی کا خصوصی خیال رکھتے۔ خلفاء اور خدام کو خود بیدار فرماتے، روزانہ نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن، دلائل الخیرات مع حزب البحر، دعائے آج العرش، درود تاج شریف، مراقبہ اور ختم خواجگان نقشبند یہ آپ کا مستقل معمول تھا اور سنہ ۱۰۸۰ھ میں ان معمولات کی پاسداری جاری رہتی۔

ذکر اسم ذات نبوی اثبات، ذکر خفی بہ شکل پاس انفاس کی کثرت کا خصوصی التزام

ہوتا۔ آپ کی شبانہ روز کوششوں اور مخلصانہ کاوشوں کی برکت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو پنجاب بھر میں خوب عزت و رونق نصیب ہوئی اور تقسیم فیوض و برکات کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ شفا بخشی آپ کی زبان کی خصوصیت تھی۔ دور دراز سے ناتواں اور جان بلب مریض آتے اور شفا یاب ہو کر واپس جاتے۔ آپ آباء و اجداد کے مزارات و محققہ مسجد و مہمان خانوں کی خوب دیکھ بھال فرماتے رہے۔

خواجگان کے مزارات پر روزانہ اہتمام کے ساتھ حاضری دیتے اور دیر تک وہاں مراقب رہتے۔ نقشبندی معمول کے مطابق ظاہری معنوں میں سفر در وطن آپ کا معمول تھا۔ یہ سارا سفر گھوڑیوں پر طے ہوتا۔ آپ کے پاس بڑی اعلیٰ نسل کی گھوڑیاں تھیں ایک ایک گاؤں میں کئی کئی دن قیام فرماتے جب تک گاؤں کے تمام لوگ نمازی اور نیک نہ بن جاتے آگے سفر پر روانہ نہ ہوتے۔ ہر طرف آپ کے فیض عام کا چرچہ رہتا اور خلق خدا دور دور سے حاضر ہوتی اور فیض پاتی

ہر کجا چشمہ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آئند

اولاد و امجاد

آپ کے چار صاحبزادے تھے جو اپنے آباؤ اجداد کے روحانی کمالات کا مظہر تھے ان کے اسماء و حالات درج ذیل ہیں۔

دو صاحبزادے

حضرت پیر سید محمد حسین شاہ قدس سرہ چک نمبر ۸۵ ضلع سرگودھا میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کے ہاں دو صاحبزادے بیک وقت متولد ہوئے۔ ان

صاحبزادگان کی زندگی بمشکل ایک دن اور ایک رات بھی نہ ہوئی تھی کہ پیغام اجل آ گیا دوسرے دن علی الصبح چھوٹا صاحبزادہ انتقال فرما گیا۔ اس فوتیگی کی خبر سن کر آپ گھر تشریف فرما ہوئے ان کے ہمراہ خواجہ رکن الدین بھی تھے۔ خواجہ صاحب نے معصوم صاحبزادے کو پیار و محبت سے نہلا دھلا کر کفن پہنایا اور اپنی ہتھیلیوں پر اٹھا کر لیجا رہے تھے ڈیوڑھی تقریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر تھی ابھی آپ نے اپنا قدم ڈیوڑھی میں رکھا ہی تھا تو معصوم صاحبزادے نے خواجہ صاحب کو باواز بلند پکارا کہ باباجی مجھے واپس گھر میں لے چلو میرے بڑے بھائی جان بھی تیار ہو رہے ہیں ہم دونوں مل کر قبرستان چلیں گے۔ جب خواجہ رکن الدین نے یہ آواز سنی فوراً میت گھر میں واپس لے گئے ابھی گھر والوں کو حضرت قطب الکوین قدس سرہ صبر کی تلقین فرما ہی رہے تھے جب خواجہ صاحب کو واپس آتے دیکھا تو فرمانے لگے کہ واپس کیوں آگئے ہو چلو بچے کا جنازہ پڑھیں اور دفن کر آئیں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ جناب اس پیارے صاحبزادے نے خود مجھے آواز دے کر کہا ہے کہ باباجی مجھے واپس لے چلو بڑے بھائی جان بھی تیار ہو رہے ہیں ہم دونوں بھائی مل کر چلیں گے صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب جب گھر کے اندر کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی اہلیہ محترمہ آمنہ بی بی صاحبہ زار و قطار رو رہی تھیں آپ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا عرض کرنے لگیں کہ دوسرا صاحبزادہ بھی انتقال کر گیا فوراً دوسرے صاحبزادہ کو اٹھا کر نہلا دھلا کر محبت سے کفن پہنایا جب دونوں صاحبزادگان کے جنازوں کو مکان سے باہر لایا گیا سب یاران طریقت انتظار میں کھڑے تھے تو ایک دوست بنام قتل احمد صاحب نے عشق و محبت سے نعرہ بلند کیا اور کہنے لگا کہ سبحان اللہ میرے آقا ولی کامل و اکمل کی کرامت ہے کہ جناب کی اولاد پاک ایک دو دن کی معصوم عمر میں انتقال کے بعد بھی گفتگو کرتے ہیں۔

خانقاہ معصومان

جب دونوں صاحبزادگان کو قبرستان میں لے گئے تو ایک جھاڑ کے درخت یعنی ون کے قریب خواجہ رکن دین صاحب نے جگہ پسند فرما کر قبریں کھودنے کو کہا جب قبریں کھودنے لگے تو دو پتھر نہایت بہترین پرانے زمانے کے تراشے ہوئے نکل آئے اور انکو دفن کرنے کے بعد جو دو پتھر زمین سے نکلے تھے بطور یادگار سر بانوں کے طرف نصب کر دیئے گئے یہ فقیر (محمد علی نقشبندی) کا چشم دید واقعہ ہے اس وقت فقیر کی عمر چھ سات برس تھی تقریباً ۱۹۰۷ء میں یہ واقعہ ہوا آج قلم بند کرتے وقت ۱۹۵۹ء ہے اس وقت سے لے کر آج دن تک یہ دونوں صاحبزادے اس گاؤں چک نمبر ۸۵ میں چوری ڈاکہ نہیں ہونے دیتے جس جگہ ڈاکو ارادہ بد کرتے ہیں۔ یہ پیارے صاحبزادگان ان کو خوابوں میں جگا کر ہوشیار کر دیتے ہیں اور چک نمبر ۸۵ میں خانقاہ معصومان مشہور ہے اس علاقہ کے لوگ ان کا سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں اور ان سے فیض پاتے ہیں۔

برگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما لہ

خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ

قطب الکوین حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ کے تیسرے فرزند

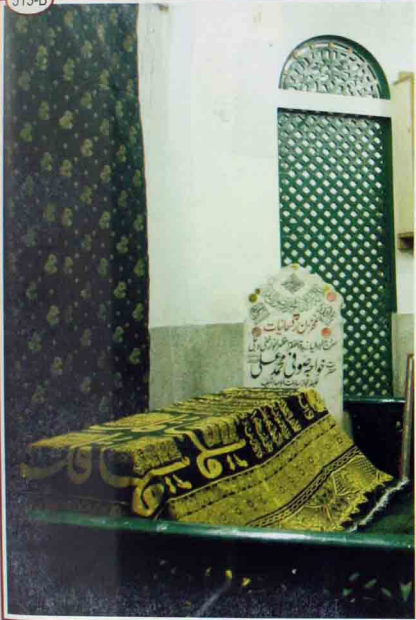
صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ کے حالات و کمالات آئندہ صفحات میں بیان

ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ

آپ کے چوتھے فرزند پیدائشی طور پر مغلوب الحال تھے۔



مرقد انور قطب الاولیاء حضرت خواجہ رکن الدین قدس سرہ



مرقد انور زبده الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

صاحبزادیاں

حضرت قطب الکوئین قدس سرہ کی تین صاحبزادیاں تھیں۔

۱..... سیدہ صغریٰ فاطمہ

۲..... سیدہ ارشاد فاطمہ

۳..... سیدہ کنیز فاطمہ (رحمۃ اللہ علیہن اجمعین)

خلفائے عظام

خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ

آپ قطب الکوئین حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ کے خلیفہ خاص تھے۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۹۰۱ء میں موضع آلو مہار شریف میں ہوئی۔ آپ کا آبائی گاؤں گوجرانوالہ کے نواح میں موضع ماٹھیکے ہے چونکہ آپ کے والدین نے ساری عمر مشائخ آلو مہار شریف کی خدمت میں گزاری تھی اور وہیں سکونت پذیر تھے۔ اسی لئے آپ کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔

نسب

آپ کا اسم گرامی محمد علی اور والد ماجد کا نام خواجہ رکن الدین تھا آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ اسی لئے نسباً صدیقی کہلاتے تھے۔ سندھ اور پنجاب میں ڈول بادشاہ کے جو دو سخا کے قصبے خاص و عام میں مشہور تھے۔ یہ بادشاہ اسی

خاندان کا ایک فرد تھا۔ ذول بادشاہ کے شہزادوں میں سے ایک شہزادے نے حکمرانی چھوڑ کر فقر و درویشی کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح یہ خاندان جو پہلے جسوں پر حکمران تھا اب دلوں پر حکومت کرنے لگا۔

تعلیم و تربیت

حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سرزمین آلو مہار شریف میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی تحنیک (گڑتی) کے ساتھ ساتھ پرورش اور تعلیم و تربیت کے مراحل میں قطب زمانہ غوث یگانہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہات شامل حال رہیں کبھی آپ کی گود میں اور کبھی کندھوں پر سواری فرماتے رہے، حضرت خواجہ نے ولادت کے روز ہی اپنی تسبیح مبارک آپ کے گلے میں ڈال دی اور فرمایا یہ بچہ ولی ہوگا غالباً یہی وجہ تھی کہ بچپن سے ہی آپ پر عشق و محبت اور جذب و مستی کی کیفیات کا غلبہ تھا۔ حافظ صاحب سے قرآن حکیم ناظرہ پڑھا اور کچھ سکول کی تعلیم حاصل کی۔ مگر جذبہ اس قدر طاری تھا کہ یہ کیفیت علوم کے حاصل کرنے میں رکاوٹ ثابت ہونے لگی۔ آپ عام بچوں سے بالکل الگ اور مختلف تھے۔ چونکہ آپ مادر زاد ولی تھے ہر وقت مراقبہ اور ذکر میں مصروف رہتے، فضول قسم کے کھیل کود میں کبھی حصہ نہ لیتے، آپ کو علم لدنی سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ آپ کی مجلس میں وقت کے علماء حاضر ہوتے تو آپ ان کو بھی تبلیغ فرماتے۔ کتابت اور نقشہ نویسی میں بغیر محنت کے آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کو ہندی، اردو اور پنجابی زبانوں پر دسترس حاصل تھی، کبھی کبھار درد و سوز کی کیفیات میں ڈوب کر پنجابی کے دو چار شعر بھی فرمایا کرتے، نمونہ کے طور پر تین شعر نذر قارئین ہیں۔

شوق طوفان سمندر وانگوں اندر ٹھاٹھاں مارے
 اگ فراق نے مار جلایا وسدے دور پیارے
 ادھی راتیں اٹھ اٹھ کے تے آہیں مار پکاراں
 تیرے بابجھ مدینے والے، کون لوے گا ساراں
 نیک عمل میں کر نہ سکیا، اینویں عمر گذاری
 المدد یا نکلی، مدنی، روواں کر کر زاری

تحصیل سلوک

آپ ازل ہی سے فقر و ولایت کی دولت سے مالا مال تھے۔ اولیاء کی تربیت اور پاکیزہ سیرت و کردار کے حامل والدین کی پرورش و شفقت اس پر مستزاد۔
 حضرت خواجہ سید محمد امین قدس سرہ کی روحانی توجہات اور دعاؤں کے علاوہ عارف کامل حضرت خواجہ پیر سید محمد حسین شاہ علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر حصول بیعت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا، آپ کی صحبت میں ہی سلوک نقشبند یہ مجددیہ کی تعلیم پائی اور آپ نے ہی ظاہری خلافت و اجازت سے نوازا، باطنی خلافت آپ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی اور سرہند شریف کئی سال تک حاضر رہنے کے بعد سلوک کی تکمیل ہوئی۔

نسبت اویسی

آپ حضور سلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام ربانی اور حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ (آلومبار شریف) کے اویسی تھے اور اکثر اوقات انہی حضرات کی ظاہری و باطنی حاضری و حضوری سے شرف رہتے۔

اكتسابِ فیض

آپ نے جن اولیاء کرام کی خدمت اور ظاہری صحبت میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کیا۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

شمس البند خواجہ سید محمد چمن شاہ نوری دائم الحضوری (آلومہار شریف)

حضرت خواجہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی (علی پور شریف)

حضرت خواجہ پیر سید حیدر شاہ کالی چادر والے (چورہ شریف)

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری (شرقپور شریف)

اہل قبور سے فیض

آپ نے مندرجہ ذیل بزرگان دین کی قبور مقدسہ پر حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔

حضرت سید مخدوم علی بجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی دیوان شیر چاولی مشائخ ضلع ساہیوال

حضرت خواجہ سید چمن شاہ آلومہار شریف

اخلاق و عادات

آپ صورت و سیرت میں سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کو دیکھ کر

یوں محسوس ہوتا تھا کہ دور اول کے صوفیائے کرام کے قافلے سے بچھڑ کر ایک مسافر اس

دور میں آ گیا ہے۔ آپ انتہائی بلند کردار، عالی ظرف، خوش خلق، غریب پرور، پیکر عشق

و محبت، خادم دین و ملت، تکبر و غرور سے خالی، فقر و فاقہ کے عادی اور زہد و توکل کا کوہ

گراں تھے۔ آپ کی راتیں عبادت میں اور دن ریاضت میں بسر ہوتے درویشوں اور

مہمانوں کی خدمت آپ کا خصوصی مشغلہ تھا۔ علماء کے احترام میں پورا پورا اہتمام

فرماتے۔ آپ کا کردار سپید صبح سے زیادہ صاف اور شبنم سے زیادہ دوبا کیڑو تھا۔ حق گوئی کا یہ نام تھا کہ بڑے سے بڑے حاکم کو بھی خاطر میں نہ لاتے۔ درد دل کا یہ عالم تھا کہ کمزور اور بیمار جانوروں کی بھی خدمت کرتے، کسی پریشان حال کو دیکھتے تو بے اختیار آنکھیں چمک پڑتیں، کسی فاقہ مست غمزدہ کو دیکھتے تو جو کچھ جیب میں ہوتا اس کے جوئے کر دیتے اور خود اپنی کئی دن فاقہ مستی کی حالت میں رہتے مگر کبھی اظہار نہ فرماتے۔ مسجد اور مدرسہ میں اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دیتے، صفائی کرتے جب کوئی طالب علم یا عقیدت مند آگے بڑھتا تو فرماتے مجھے بھی اپنے، مک کی مزدوری کر لینے دو اور زبان سے یہ شعر گناتے رہتے۔

اٹھ فریاد ستیا جھاڑو دے میت

توں ستا رب جاگدا تیری ڈاہڑے نال پریت

آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے اور اس کی تعین فرماتے۔ جانوروں پر خصوصی شفقت فرماتے اور ہاتھ پر سواری سے گریز فرماتے کئی کئی میل تک پیدل چہنہ پسند فرماتے۔ اس کی ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور نہایت قوجہ سے مزاج پر ہی فرماتے اور سب کے موقع پر مہربان میں خود ستر تقسیم فرماتے اور سب سے آخر میں خواجحات۔ آپ سادگی پسند تھے، لباس، بودوباش اور رہائش میں سادگی کو ترجیح دیتے، سفید پانسو، سفید کپڑے اور سفید قمیض شیریانی کے ساتھ دستار زیب سر فرماتے تھے۔ عام عیاشی میں لٹنے کی سفید قمیض، سفید تہ بند اور نقشہ بندی ٹوپی چتر کی استعمول فرماتے۔ ہنس میں سادگی اور صفائی و سہارت کو ترجیح دیتے۔

معمولات

آپ روزانہ تہجد سے لے کر نماز فجر تک اس سہارے عبادت فرمایا کرتے۔

تیسرے روز قرآن پاک ختم کرتے نماز عشا، کے فوراً بعد آرام فرماتے۔ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ رات کے ایک بجے بیدار ہو جاتے۔ روزانہ دس ہزار مرتبہ درودِ خضر ہی پڑھتے اور پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات کرتے روزانہ ختم خواجگان نقشبند یہ ختم مجدد یہ ختم معصومیہ آپ کے اور ادو وظائف میں شامل تھے ذکرِ خفی اور مراقبے کا خصوصی انتظام فرماتے۔ آپ کی طبیعت میں جذبہ و شوق کا غلبہ رہتا۔ مریدین کی تربیت پر خاصاً زور دیتے امیروں کی دعوتیں بہت ہی کم قبول فرماتے، بازار اور ہوٹل کے کھانے قطعاً پسند نہ فرماتے۔ حقہ، سگریٹ اور پان تک سے بھی مکمل اجتناب فرماتے۔

غلبہ جذب و مستی

جب آپ پر عشق الہی کا غلبہ ہوا اور جذب و جنون کی کیفیت مستقل صورت اختیار کر گئی تو آپ آبادی چھوڑ کر جنگل کی طرف چلے جاتے اور تلاش کرنے پر کسی غاریا کسی درخت کی کھوہ میں مراقب نظر آتے، جب یہ کیفیات روز افزوں ہو گئیں تو آپ نے آبادیوں کو خیر آباد کہہ دیا اور جنگلوں اور سنمان بیابانوں کی راہ لی، اسی حالت میں اٹھائیس (۲۸) برس گزر گئے، جنگلوں میں آپ کی غذا ذکر الہی اور درودِ خضر ہی تھا۔ کبھی درختوں کے پتے اور گھاس پر گزارہ ہوتا اور کبھی ہاتھ کی انگلیاں منہ میں رکھتے تو دودھ اور شہد کا مزہ پاتے۔ جہاں بیٹھ کر تلاوت یا ذکر کرتے تو جنگل کے جانور بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ جاتے جن میں شیر، چیتا، اژدھا وغیرہ شامل تھے، اسی دوران آپ سے محیر العقول کرامات بھی صادر ہوتیں، جن میں اہل قبور سے ملاقاتیں اور مردوں کو زندہ کرنے کے عجیب واقعات رونما ہوتے۔

کرامات

آپ کی کرامات تو بے شمار ہیں۔ تاہم مشے نمونہ از خروارے چند ایک کرامات نذر قارئین ہیں۔

آپ ایک مرتبہ سانگلہ بل کے قریب ایک پہاڑی پر جا کر خلوت گزریں ہو گئے عبادت کے دوران ایک کیفیت سی طاری ہوئی خیال آیا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی سے نواز تھا، اگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھ پر بھی یہ کرم ہو جائے تو رحمت الہی سے کیا بعید ہے؟ چنانچہ اسی وقت سر بسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین سوال پیش کئے اور ہمکلامی کی صورت میں ان کا جواب بھی طلب کیا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ جب تک منظوری کی صورت میں جواب نہیں ملے گا سجدے سے سر نہیں اٹھاؤں گا۔

پہلا سوال

اے اللہ میری زندگی میں مجھے حضرات آلومہار شریف اور مشائخ نقشبندیہ کے حالات زندگی پر مشتمل ایک کتاب مرتب کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

دوسرا سوال

اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی زندگی میں خدمت دین کی خاطر ایک دینی درس گاہ قائم کرنے کی توفیق عطا فرما اور ساتھ ہی خواجگان نقشبندیہ کے روحانی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ایک خانقاہ اور مسجد بھی میسر فرما۔

تیسرا سوال

اے مولائے کریم مجھے وقت آخر وضو کی حالت میں موت آئے، جواب میں

باتف غیب سے فوراً آئی کہ ہم نے تمہارے تینوں سوال منظور کر لیے ہیں۔

چنانچہ آپ کے ان تینوں سوالوں کی منظوری عملی صورت میں یوں سامنے آئی کہ آپ نے پانچ سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب بنام تذکرہ مشائخ امینیہ اپنی زندگی میں ہی مرتب فرمائی۔^۱ دربار عالیہ (خانقاہ) حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمہ کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی دوسری منزل پر مسجد تعمیر کروائی اور ایک دینی درس گاہ دارالعلوم نقشبندیہ امینیہ (رجسٹرڈ) کا سنگ بنیاد رکھا، بعد میں دارالعلوم توسیعی مراحل سے گزرتا ہوا ایک عظیم الشان معیاری درس گاہ کی صورت اختیار کر گیا جو آج کل ماڈل ماڈرن اسے بلاک (مدینہ مسجد) میں منفرد اور امتیازی حیثیت کے ساتھ ابھر رہا ہے۔ بلاشبہ اس درس گاہ کا شمار ملک کی جدید ترین دینی درس گاہوں میں ہوتا ہے اس کا نصاب درس نظامی و دورہ حدیث، میٹرک تا ایم۔ اے اور کمپیوٹر ایجوکیشن پر مشتمل ہے نیز جدید الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اس مرکزی دارالعلوم میں دیئے جانے والے علماء کے لیکچرز سے ذیلی مدارس کے طلباء کو استفادہ کرنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے

آج یہ دارالعلوم شہر کے جس حصے میں واقع ہے، حضرت خواجہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف اشارہ فرما کر بہت مسرور ہوا کرتے اور فرماتے کہ مجھے اس بونے سے علم و فضل کی خوشبو آتی ہے، اور جنرل بس سٹینڈ گوجرانوالہ کے گرد و نواح میں انوار کی بارش ہوتی نظر آتی ہے غالباً اس سے مراد مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ اور دارالعلوم نقشبندیہ امینیہ ہیں جن کے قیام سے حضرت کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی۔

آپ کا تیسرا سوال یوں پورا ہوا کہ وصال سے تھوڑی دیر پر پہلے وضو فرما کر ختم خواجگان نقشبندیہ پڑھنے میں مصروف تھے کہ اچانک دائمی اجل کو لبیک کہا اس طرح آپ کو شرف ہمکلامی بھی نصیب ہوا اور آپ کے مطالبات بھی پورے ہوئے۔

۱ آپ کی تحریر فرمودہ اسی کتاب کی بنیاد پر تذکرہ مشائخ آو مہار شریف منظر عام پر آئی ہے۔ ولہ الحمد

(والحمد للہ علی ذالک)

ایک دن کا ذکر ہے کہ راقم الحروف نماز جمعہ کے بعد روضہ عالیہ پر جمع چند احباب کے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، اچانک روضہ عالیہ کے قریب ایک ہمسائے کے گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں اور ایک عورت روتی ہوئی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ کہہ رہی تھی، باباجی میرا بیٹا مر گیا، خدا کی بارگاہ میں دعا کرو، ورنہ میں بھی اس کے ساتھ مر جاؤں گی، آپ کو بہت ترس آیا اور فوراً اٹھ کر اس کے گھر چلے گئے۔ چند عقیدت مند بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے جاتے ہی مردہ بچے کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھنا شروع کر دیا اہل خانہ نے کہا کہ حضرت! ابھی ڈاکٹر آیا تھا، اس نے بچے کی موت کی تصدیق کر دی ہے آپ نے فرمایا، ڈاکٹر جھوٹ بولتا ہے، آپ نے ایک پھونک ماری بچے نے آنکھیں کھول دیں اور زندہ ہو گیا فرمایا کون کہتا ہے کہ مر گیا دیکھو بچہ تو زندہ ہے، حاضرین پر سکتہ طاری رہا اور آپ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس روضہ عالیہ میں تشریف لے آئے۔

ایک دن آپ کے ایک عقیدت مند شیخ معراج دین پنساری کسی ضروری کام کے پیش نظر گوجرانوالہ سے موضع کوہلو والہ گئے واپسی پر جس تانگے پر سوار ہوئے۔ اس پر عورتوں کا ہجوم زیادہ تھا، اتفاق سے ان کے ساتھ اگلی سیٹ پر ایک خوبصورت نوجوان عورت بیٹھ گئی، تھوڑی مسافت طے ہونے پر شیخ معراج دین کی نیت میں فتور آ گیا اور اپنا ہاتھ اس عورت کی طرف بڑھانے لگا کہ اچانک قبلہ حضرت صاحب سامنے نظر آئے اور آپ نے ایک تپتہ شیخ صاحب کے منہ پر رسید کرتے ہوئے فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی۔ شیخ صاحب کی چیخ نکل گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، گوجرانوالہ پہنچنے تک مدہوشی کے عالم میں ذکر الہی کرتے رہے، واپس آ کر ڈرتے ڈرتے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دیکھتے ہی فرمایا شیخ صاحب پتہ چلا ہے کہ اللہ والے کس طرح

مشکل وقت میں کام آتے ہیں۔

یہ واقعہ شیخ معراج دین نے کئی لوگوں کی موجودگی میں ہمیں بارہا سنایا ہے، وہ ابھی زندہ ہیں اور بلا جھجک اپنے مرشد کی یہ کرامت لوگوں کو سناتے رہتے ہیں۔

خلفاء

آپ نے جن خوش نصیب حضرات کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت و خلافت سے نوازا، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں،

- ۱..... حضرت میاں محمد یونس شرقپور شریف
- ۲..... جناب حاجی محمد شریف پرانی انارکلی لاہور
- ۳..... مولانا محمد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
- ۴..... صوفی محمد امیر خان گوجرانوالہ
- ۵..... راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی)

وصال

آپ کا وصال ۱۹۷۳ء، ۲۲ نومبر بروز جمعرات ہوا۔ عطا محمد اسلامیہ بانی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا کی گئی، نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) کو حاصل ہوئی، نماز جمعہ کے بعد آپ کو کلاں قبرستان کے ایک کونے میں آپ کے والد مرحوم حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا، جہاں آج ایک عظیم الشان روضہ عالیہ تعمیر ہو چکا ہے اور ایک دینی مدرسہ بھی موجود ہے جس میں نرسری تاڈل اور ناظرہ و حفظ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ہر سال ۲۲ نومبر (دربار عالیہ رکن الدین متصل کلاں قبرستان) کو انتہائی

ترک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔

دیگر خلفاء

حضرت قطب الکوین قدس سرہ کے دیگر خلفائے عظام جن کے اسمائے گرامی

مل سکے وہ درج ذیل ہیں:

- ۱..... حضرت مولانا غلام رسول (موضع داہلیاں والی ضلع سیالکوٹ)
- ۲..... حضرت مولانا محمد دین (موضع بیگ پور ضلع گوجرانوالہ)
- ۳..... حضرت مولانا فضل دین (ساہیوال)
- ۴..... حضرت مولانا نور الدین (موضع دلم شریف تحصیل گوجرہ)
- ۵..... حضرت محمد رمضان (موضع رتہ مستریاں ضلع گوجرانوالہ)
- ۶..... حضرت حاجی نظام دین (موضع بھدرہ ضلع فیصل آباد)
- ۷..... حضرت پیر سید رحمت علی شاہ (پنج گرامیں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)
- ۸..... حضرت سید امیر حسین شاہ (میانی ضلع سرگودھا)
- ۹..... حضرت حکیم قاضی محمد سعید (پیرکوٹ متصل گلکھڑ منڈی گوجرانوالہ)
- ۱۰..... حضرت میاں محمد بڈھا (دادوالی ضلع گوجرانوالہ)

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

خطیب الاسلام کی قلمی تصویر



نام سید فیض الحسن چہرہ روشن ضیائے پنجتن روح بزم سخن
 بہار گلشن فکر و فن داڑھی گھنی زبان کا دھنی دل کا غنی ساداتِ رسول ﷺ
 کا افتخار جہان سنیت کا وقار آسمانِ علم و دانش کا نیر تاباں غلامی کی تاریکیوں
 میں صورت صبح درخشاں لب پہ دعا آنکھوں میں حیا زباں مجو
 ثنا ہاتھوں میں مصطفائی لوا ہر ادا زندگی کی ضیاء اسلوبِ تکلم میں آپ اپنی
 نظیر کا روانِ خطابت کا امیر لوحِ فطرت کی حسین تحریر حسن و رعنائی کی
 دلاویز تصویر ظلماتِ عالم میں خورشیدِ ایماں کی تنویر۔

اغیار کیلئے شمشیر بے نیام اپنوں کے لیے شفقت کا پیام فخرِ اولاد خیر
 الانام کے زینتِ قیادت و سیادت اہل ایماں پہ برستا ہوا برہمت صوفیوں کا
 محرمِ را عظمتِ اسلاف کی آواز اصحابِ معرفت کا اعزاز حکمت میں عقدہ
 کشا سیاست میں رہبر و مقتدا فقر کی عبا زیب تن جانِ جہاں فخرِ زمن
 منکرینِ ختمِ نبوت کیلئے تباہی اسلام کا بہادر سپاہی حق و صداقت کی زندہ
 گواہی بوریا نشینی میں اندازِ شہنشاہی ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کا پاسدار حب

527-A



مرقد انور..... حجلہ نشین حرم قطبیت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً
 فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتِي

مرقدانور

کے سید باغ رسالت بولے چمنستان امامت اقلہ پوش نعمت لایت زینت زہد خشونت
 وارث سند مجددیت خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید خورشید
 ایمانیت سلطان سلاطین آقا لیس خطابت مجاہد اول تحریک ختم نبوت قافلہ سالار جہاد حریت
 خطیب الاسلام ابوالکلام

حضرت صاحبزادہ **فیض الحسن** قدس سرہ الاحسن
 سید رحمۃ اللہ علیہ

زیر سجاد و چهارم اشرف سادات حضرات آو مبارک شریف

تاریخ وصال

۲۰ جہادی الاول سن ۱۳۰۳ مطابق ۱۹۱۴ ذری ۱۳۱۳ بروز جمعرات بوقت پندرہ بجے
 اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

قطعہ تاریخ وفات

از تہجد و منکرہ آفتاب در وقت صبح کلا غمگینم از المین مغلہ سیال شریف
 آو اصحاب جزاد و فیض الحسن رفت از ما شد پیرت غیر زین
 در فصاحت و بلاغت بوالکلام بود ہر نظر او مسلمی من
 گفت گویش بود چو آب و دل بے تکلف و یکسختی قویہ من
 پستہ از اول جہادی رقتش روز نیشہ شد زین کفن

گفت رضوان فرستہ از غمگین

بجسب آل ہما فیض الحسن

— ہدیہ نیاز —

را صیبتہ از کان و قدام آستانہ عالیہ قشورہ جزو مینے کما مبارک شریف

اہل بیت و صحابہؓ سے سرشار..... عشاق رسول کیلئے پیار کی آبشار..... اعدائے اسلام
 کیلئے آتشِ شعلہ بار..... گلزارِ علم الیقین کا گلِ عطر باز..... نازش اولیائے آلو مہار.....
 سلسلہ مجددیت کا نگار..... سجادہ طریقت کا راجدار..... ملتِ اسلامیہ کا غمخوار غیرت
 ایمانی میں رعد کی کڑک..... بجلی کی چمک..... اداؤں میں گلِ خنداں کی مہک.....
 صداؤں میں شعلے کی لپک..... نرم خوئی میں سبزے کی لہک..... فکرِ صبح کا اُجالا..... عزم
 چاندنی کا جھالا..... تقریرِ آبشاروں کا بہاؤ..... سادگی شاخوں کا جھکاؤ..... محاسن
 انسانی کا مجموعہ..... اوصاف کا مرقع..... علمِ تصوف کا منبع..... دل نازک تر آ بگینہ.....
 سوز و ساز زندگی کا قرینہ..... اخلاق کا پیکر..... قوم کا رہبر..... الفتِ شہِ دوسراؑ کا
 مظہر..... فداکارانِ اسلام کا محسن..... جانِ ایقان..... صاحبِ ایماں..... عشقِ حضورؐ کا
 کی برہان..... راحتِ قلب و جسم و جان..... الغرض ایسا انسان کہ ہر آن نئی شان.....
 کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان..... عشق و عقیدت کا بانگین
 سید فیض الحسن..... سید فیض الحسن
 قدس سرہ العزیز

خطیب الاسلام

ابوالکلام، مجاہد اول تحریک ختم نبوت

حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ الاحسن



لقب خطیب الاسلام..... کنیت ابوالکلام..... ادب و انشاء کا امام..... منکرین
 ختم نبوت کیلئے شمشیر بے نیام..... عظمت اسلاف کی آواز..... دنیائے طریقت
 کا شہباز..... ناموس رسالت کا پاسدار..... میدان خطابت کا شہوار..... نازش اولیائے
 آلو مہار..... گلشن مجددیت کی بہار..... علم کا معدن..... عشق کا بانگین..... اسلام کا
 محسن..... اقبال کا مرد مومن..... مذہبِ حنفی..... مشرباً مجددی..... خطیب عجیب.....
 ادیب لبیب..... قائد سیاست..... مجاہد ملت..... شاعر دربار رسالت..... قافلہ سالار
 تحریک حریت..... مجاہد اول تحریک ختم نبوت..... پیر طریقت..... ایسے نظر افروز اور دل
 آویز رنگارنگ اوصاف حمیدہ سے تشکیل پانے والی حسین و جمیل، سر و قامت شخصیت
 کا نام نامی..... اسم گرامی..... خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس
 سرہ ہے۔

ولادت باسعادت

حضرت خطیب الاسلام کی ولادت ۱۹۱۱ء آلو مہار شریف میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند یکے بعد دیگرے بچپن میں ہی وصال کر گئے تھے۔ لہذا حضرت خطیب الاسلام عالم شیر خواری میں ہی خصوصی شفقت و محبت اور توجہات و فیوضات کے مستحق ٹھہرے۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ المعروف حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش ولایت و معرفت میں ابتدائی دو سال گزرے۔ بچپن ہی سے نہایت ذہین و فطین اور معاملہ فہم تھے۔ انوار ولایت چہرے سے ہویدا تھے۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

تعلیم و تربیت

والد مکرم کی شفقت پوری و مربیانہ تربیت حاصل ہوئی۔ آپ کے گھر کا ماحول عارفانہ تھا۔ آپ کے ضمیر میں شرافت و لطافت اور خمیر میں لطافت و طہارت تھی۔ تحت الشعور میں روحانیت کا نور اور ذہن میں اخلاقی قدروں کا وفور تھا۔

حضرت خطیب الاسلام نے ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ علوم دینیہ و عربیہ آستانہ عالیہ کے جمید اور بزرگ مدرسین مولانا عبدالمجید سنبھلی اور مولانا لطف اللہ کیرت پوری رحمۃ اللہ علیہما سے مدرسہ امینیہ آلو مہار شریف میں حاصل کئے۔ یہ علمائے کرام آلو مہار شریف میں حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہی رہا کرتے تھے انہوں نے اپنی تمام تر علمی توجہ حضرت خطیب الاسلام کی دینی تعلیم پر صرف فرمائی۔

دنیاوی تعلیم سینئر ماڈل ہائی سکول لاہور اور اسلامیہ کالج لاہور سے حاصل کی۔

جبکہ بی۔ اے کا امتحان مرے کالج سیالکوٹ سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ کالج کی تعلیم کے دوران ہی اپنی خداداد ذہانت و فطانت ... ولولہ انگیز خطابت اور انصافی و غیر انصافی سرگرمیوں کے باعث کالج کے قابل فخر طالب علم کی حیثیت سے اپنا وجود منوا چکے تھے۔ کالج میں فی البدیہہ تقریری مقابلے میں ہمیشہ اول رہے۔ جب کبھی حضرت قطب الکوئین قدس سرہ سیالکوٹ تشریف لے جاتے تو کالج کے پرنسپل و پروفیسر صاحبان سے آپ حضرت خطیب الاسلام کی ذہانت اور اعلیٰ تقریری صلاحیتوں کا یوں اعتراف کرتے۔

”انکی تقریر تو سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہوتی ہے“۔

”حضرت خطیب الاسلام کے جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان مظاہرہ تو کالج میں دوران تعلیم ہی ہو چکا تھا ان دنوں متعصب ہندو دھرم پال کی اسلام دشمن سازشوں اور ناپاک تحریروں کے خلاف مسلمانوں کا رد عمل دیدنی تھا۔ مسلمان از حد مشتعل ہو چکے تھے۔ آپ نے فوراً کالج میں احتجاجی جلسہ کا انتظام کیا اور اس میں ”ناموس رسالت کی پاسداری اور تبلیغ اسلام“ کے عنوان سے ایسی ولولہ انگیز اور پرجوش تقریر فرمائی کہ اسکی چاروں طرف دھوم مچ گئی، یہ تقریر کیا تھی۔ گویا سلاست و روانی اور فصاحت و بلاغت کا امنڈتا ہوا دریا تھا۔ دنیا کے کسی کالج نے ایسے عظیم المرتبت مقرر کو کم ہی دیکھا ہوگا۔ اس تقریر نے اہل سیالکوٹ کے دل موہ لئے، بس پھر کیا تھا آپ کو ہر طرف سے تقاریر کیسے دعوتیں موصول ہونے لگیں۔

آپ کو اوائل جوانی سے ہی کثرت مطالعہ کی عادت تھی۔ یہ مطالعہ شاندار اور ولولہ انگیز خطابت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسی دوران ”انجمن تبلیغ الاسلام چونڈہ“ کی سہ روزہ کانفرنس کے انعقاد کا وقت بھی آپہنچا۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد عظمت اسلام کا

احیا..... باطل قوتوں کا استیصال..... اور قادیانیت کے خلاف جہاد تھا۔ آپ کو بطور خاص اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ آپ شریک ہوئے اور عظمت اسلام کے عنوان سے ایسی ایمان فروز تقریر فرمائی، جسے سن کر کانفرنس میں شریک ملک کے نامور علماء و مشائخ بھی عیش عیش کراٹھے۔ آپ کی تقریر حاصل جلسہ ٹھہری۔ ایک بہت بڑے اجتماع سے اس کامیاب خطاب نے آپ کے حسن تکلم اور خطیبانہ شہرت کو بہت جلد برصغیر کے کونے کونے تک پھیلا دیا۔

علاوہ ازیں اسی زمانہ میں آپ کو انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کے انتہائی پر رونق اور بڑے بڑے جلسوں سے مستقل طور پر خطاب کا بھی موقع ملا۔ ”انجمن اسلامیہ“ کے مقاصد بھی کم و بیش وہی تھے۔ جو انجمن تبلیغ اسلام چونڈہ کے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ یہ انجمن شہر میں مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کیلئے بھی کوشاں تھی..... ان اجتماعات میں آپ کے والد محترم حضرت قطب الکوین قدس سرہ بھی تشریف لے جایا کرتے اور اپنے ہونہار بیٹے کی تقاریر کو سن کر بے پناہ فخر و انبساط کا اظہار فرماتے اور خدا سے دعا کرتے کہ اس فرزند ارجمند کو مزید دینی اور دنیاوی سرخروی عطاء ہو۔!

”حضرت خطیب الاسلام ایک علمی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ گھر میں علم و ادب کا غیر معمولی چراغ دکھا۔ قدرت نے طبع موزوں عطا فرمائی تھی۔ اس لئے چھوٹی عمر میں ہی شعر کہنے لگے۔ کالج میں آپ کی یہ صلاحیت مزید نکھر کر سامنے آئی۔ مشہور ترقی پسند شاعر فیض احمد فیض (جو کہ آپ سے ایک کلاس سینئر تھے) کا کہنا ہے کہ ”آپ کالج کے زمانہ میں ہی نہایت عمدہ اور فصیح و بلیغ شعر کہتے اور نہایت قادر الکلام شاعر تھے“ ۲

۱۔ پروفیسر محمد اکرم رضا۔ ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام فروری ۱۹۹۳ء، ص ۳۲، ۳۳

۲۔ مولانا محمد بخش مسلم، ماہنامہ ضیاء حرم خطیب الاسلام نمبر اپریل، مئی ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۶

ازدواجی زندگی کا آغاز

حضرت خطیب الاسلام کی ازدواجی زندگی کا آغاز 1932ء میں ہوا جس کے متعلق صاحب تذکرہ مشائخ امینیہ یوں رقمطراز ہیں۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت قطب الکوئین قدس سرہ ادیوان خانہ میں تشریف فرماتے۔ وہ دفتر جمع تھا۔ محفل بھی ہوئی تھی معرفت الہیہ اور حالات صوفیہ پر گفتگو جاری تھی۔ دوران گفتگو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ ایک یا دو سال میں اس دار فانی سے کوچ کر جاؤں گا میرے اول چاہتا ہے کہ فیض الحسن کی شادی کر دوں تاکہ یہ فرض بھی ادا ہو جائے جلال پور شریف میں حضرت پیر سید حیدر شاہ علیہ الرحمۃ کے خاندان میں نسبت ٹھہری۔ حضرت قطب الکوئین قدس سرہ کے صاحبزادہ کو رشتہ دیکر اس خاندان کو بڑی خوشی ہوئی چند دنوں میں فریضہ نکاح بخیر و خوبی ادا ہو گیا۔

علامہ اقبال اور خطیب الاسلام

علامہ اقبال کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ اور آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ کا وہ روحانی مرکز ہے جسے بلاشبہ پنجاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین قابل فخر خانقاہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ علامہ کے والد صوفیاء سے بے پناہ محبت کرنے والے صاحب عقیدت انسان تھے۔ اولیاء و صوفیاء سے یہی محبت اقبال کو ورثہ میں ملی۔ اقبال جو کہ روحانی سکون اور اطمینان قلب کی خاطر برصغیر کی مختلف درگاہوں پر حاضری دیتا رہا۔ یہی شوق علامہ کو آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کے تاجدار قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بھی لے گیا۔

1968ء میں جب پہلی بار حضرت خطیب الاسلام کو عارضہ قلب لاحق ہوا۔ آپ ماہر امراض قلب ڈاکٹر یوسف رؤف (لاہور) کے پاس ای سی جی کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ عاجز (راقم الحروف محمد سعید احمد مجددی) بھی وہاں پہنچا۔ دوران گفتگو ڈاکٹر رؤف صاحب نے بتایا کہ میرے حضرت علامہ اقبال کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے۔ ایک دن میں نے پوچھا۔ علامہ صاحب میں کچھ عرصہ سے آپ کے مزاج میں نمایاں تبدیلی دیکھ رہا ہوں۔ آپ کے اشعار و افکار عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تصوف کے سانچے میں ڈھلتے جا رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو علامہ اقبال نے فرمایا! بعض بزرگوں کی زیارت و محبت نے میرے دل میں روحانی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ آلو مہار شریف والے ہیں۔ کہ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا اور نگاہ مست سے میری طرف دیکھا۔ سر اور پشت پر ہاتھ پھیرتے رہے اور فرمایا کہ بیٹا تم بڑے خوش نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے ملت اسلامیہ کی خدمت کا کام لیں گے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ روزانہ کثرت سے درود خضریٰ پڑھا کرو۔ علامہ اقبال نے کہا اچانک یوں محسوس ہونے لگا کہ میرے جسم سے بوجھ اتر رہا ہے۔ سینے میں ایک عجیب بیجانی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اور اس کے بعد میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس دن سے میرا معمول ہے کہ میں روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں۔ اسی فیضان کا اثر ہے کہ میرے سینے میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر موجزن ہے اور میں بحمدہ تعالیٰ یقین کے اس درجے پر فائز ہوں کہ واقعی اہل اللہ کی نظر کیوں اثر ہوتی ہے۔

صحبت روشنداں یک دم دو دم

ایں دو دم سرمایہ بود و عدم

یہ روایت اس امر کی غماز ہے کہ علامہ اقبال کے مفکرانہ کردار کی تشکیل میں آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کے فیوضات بھی شامل تھے اور اس آستانہ عالیہ کی عظمت حضرت اقبال کے قلب پر نقش تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی حضرت خطیب الاسلام علامہ اقبال کی مجلس میں تشریف لے جاتے۔ تو اس عظیم المرتبت روحانی مرکز کے نوجوان سجادہ نشین ہونے کے ناطے حضرت اقبال آپ پر خصوصی شفقت فرماتے۔

حضرت خطیب الاسلام کا دور شباب وہ ہے جب علامہ اقبال کی فکر انگیز شاعری کے اثرات برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے دل و دماغ کو متاثر کر رہے تھے حضرت خطیب الاسلام نے بھی فکر اقبال کو اپنے دل کے قریب پایا جس کے متعلق اپنی خودنوشت میں یوں رقمطراز ہیں۔

”میں ابھی کالج کی تعلیم سے فارغ ہی ہوا تھا کہ حضرت علامہ اقبال کی کتاب ”بال جبریل“ طبع ہوئی اس کے مطالعہ سے دل و دماغ پر عجیب گہرا اثر ہوا۔ کچھ سوالات جو پہلے مبہم طور پر دل میں موجود تھے۔ واضح ہو کر سامنے آئے۔ طلب و تلاش کی نئی امنگ دل میں پیدا ہوئی۔

خصوصاً خودی اور اس کی حقیقت کے متعلق ذوق تجسس بیدار ہوا اور یہ تاثر پیدا ہوا کہ جستجو کی منزل خارج میں نہیں، داخل میں ہے۔ طریقت کی اصطلاح میں سیر آفاقی کی بجائے سیر انفسی کی اہمیت واضح ہوئی۔ چونکہ میری تربیت نقشبندی مجددی خانوادہ کے صاحبان مجاز کے زیر سایہ ہوتی تھی۔ اس لئے اقبال کے انداز فکر میں اپنائیت محسوس ہوئی پھر اسکی مزید تحقیق کیلئے حضرت اقبال کی دیگر کتب خصوصاً اسرار خودی اور رموز بے خودی کا عمیق مطالعہ کیا اس سے پتہ چلا کہ علامہ اقبال صوفیا خصوصاً نقشبندی مدرسہ فکر

کے نظریہ ذات اور کائنات سے بہت متاثر ہیں۔

خود شناسی اور داخلیت ہمیشہ سے فلسفہ کا خاص موضوع رہا ہے اور تصوف میں تو یہ موضوع ہی معرفت ذات کی اساس ہیں۔ اس لئے جہاں کہیں بھی اس موضوع پر کچھ ملا میں نے اسے بڑے لگاؤ سے پڑھا۔

پہلی صدی کے مادی نظریات کے برعکس اس صدی کے غیر مادی نظریہ حیات و کائنات نے زندگی کو روحانیت کے قریب کر دیا ہے اس مناسبت سے اقبال کے منظوم کلام سے مجھے خاص انس ہوا اور اس سے بہت کچھ اخذ کیا۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ کے جذب و مستی اور ذوق و شوق سے میں پہلے ہی

مانوس تھا۔ جب اقبال نے رومی کو

پیر رومی مرشد روشن ضمیر

کاروان عشق و مستی را امیر

کہا تو اقبال سے مجھے مزید یگانگت پیدا ہوئی۔ اور رومی کے اثرات اور گہرے ہوتے

چلے گئے۔ خودی، اثبات خودی، مرشد، خود شناسی، عشق، داخلی واردات، ان کے شخصی

اور اجتماعی زندگی پر اثرات، مرد مومن کی تعلیم و تربیت کے وسائل اور مدارج، انکی تکمیل

کے مراحل سامنے آتے گئے اور تصوف کی چاشنی سے جب حکمت رومی اور فکر اقبال کا

اختلاط ہوا تو ایک نئی حسین و جمیل کیفیت وجود پذیر ہوئی۔ کائنات اور اسکے مسائل کو

روحانی نگاہ سے دیکھنے اور روحانی شعور سے حل کرنے کا ذوق پیدا ہوا۔

حضرت خطیب الاسلام کی مذکورہ بالا تحریر اس امر کی غماز ہے کہ آپ نے کلام

اقبال کو انتہائی دقت نظر سے نہ صرف پڑھا بلکہ سمجھا اور اس پر عمل پیرا بھی ہوئے

بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ حکمت رومی اور فکر اقبال میں اگر کوئی تضاد محسوس ہوا تو براہ

۱۔ خطیب الاسلام کی خودنوشت مابنامہ ضیائے حرم خطیب الاسلام نمبر ص ۹۱، ۹۲، شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۴ء۔

راست علامہ اقبال سے اس کا حل دریافت کیا۔

ایک بار (راقم الحروف سے) فرمانے لگے کہ میں شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آپ مرید ہندی کی حیثیت سے پیرومی سے فکری رہنمائی حاصل کرتے ہیں مولانا روم فرماتے ہیں۔

لب بہ بند و گوش بند و چشم بند

گرنہ بنی سر حق برمن بخند

جبکہ آپ فرماتے ہیں

چشم و گوش و لب کشا اے ہوش مند

گرنہ بنی سر حق برمن بخند

اس لحاظ سے مولانا روم اسرار حق دیکھنے کے لئے لب، کان اور آنکھیں بند کرنے کی تلقین کرتے ہیں جبکہ آپ لب، کان اور آنکھ کھلے رکھنے کو کہہ رہے ہیں۔ پیرومی اور مرید ہندی کی فکر میں یہ تفاوت کیوں؟

میرے اس سوال پر علامہ اقبال فرمانے لگے کہ پیر اور مرید کا انداز فکر یکساں ہے۔ پیرومی کہتے ہیں۔ اپنے حواس کو اغیار کی طرف سے بند کر، جب کہ میرا مقصود یہ کہ اپنے حواس کو خدا کی جانب کھول لے۔ علامہ اقبال کے پنجابی الفاظ یوں تھے۔

”بند کر لے اغیار و لوں تے کھول لے یار ول“

حضرت خطیب الاسلام اپنی ایک تقریر جمعہ گیر میں یوں گویا ہیں۔

ایک دفعہ میں نے مفکر پاکستان، مصویر پاکستان، حکیم الامت اور فلسفی حضرت

علامہ اقبال سے پوچھا۔

اے اقبال کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟

اقبال نے کہا نہیں

میں نے پوچھا عقل میں آیا ہے

اقبال نے کہا نہیں

میں نے کہا خدا کو مانتے ہو۔

کہنے لگے۔ دل کی گہرائیوں سے مانتا ہوں میں اپنے وجود کا انکار کر سکتا ہوں مگر

خدا کا انکار نہیں کر سکتا۔ میں نے پوچھا خدا کی دلیل کیا ہے؟

اقبال نے کہا

با خدا در پردہ گویم باتو گویم آشکار

یا رسول اللہ او پنہاں و تو پیدائے من

یہ جواب سن کر میں جھوم اٹھا۔ میں نے حضرت اقبال سے کہا کہ حضرت میں نے

آپ کے شعر کا پنجابی میں ترجمہ کیا۔ فرمانے لگے تم ابھی نو جوان ہو۔ مجھے بتاؤ میرا شعر

سمجھا بھی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا سنئے ترجمہ

کملی والیا!

رب میرے لنی باطن اے

تے توں میرے لئے ظاہر ایں

میں وی رب نوں رب منیا

تے توں وہ رب نوں رب منیا

پر میرے من تے تیرے من وچ فرق اے

توں سب تھیں پہلاں منیاں اونوں

تے میں پہلا منیاں تینوں تے فیر منیا اونوں

پر توں منیا وکھیکے تے میں منیا سن کے

میری شنید اے تے تیری دید اے

حسن میں جاناں تے توں جانیں
اے توں جانیں تو اوہ جانیں

دب میں نے یہ ترجمہ سنایا تو اقبال نے کہا کہ میں مہر تصدیق ثبت کرتا ہوں کہ تمہارا ترجمہ بالکل صحیح ہے۔ ۱

1971-72ء میں فقیہہ اعظم حضرت مولانا نور اللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جامعہ میں سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر اپنے خطاب میں یوں فرمایا
میں نے اقبال کی ساری کتب پڑھی ہیں اور روزانہ پڑھتا ہوں اب بھی میرے معمولات میں سے ہے میں آدھ گھنٹہ روزانہ اقبال کا مطالعہ کرتا ہوں۔ ۲
پروفیسر محمد اکرم رضا رقمطراز ہیں

21 اپریل 1966ء کی بات ہے کہ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ کی مجلس اقبال کی طرف سے خصوصی خطاب کے لئے آپ کو مدعو کیا گیا۔ راقم الحروف اس دور میں سال چہارم کا طالب علم اور مجلس اقبال کا صدر تھا۔ موضوع تقریر تھا ”اقبال کی شخصیت اور فکر انگیز شاعری“ اس تقریب کے صدر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ جو پروفیسر صاحبان حضرت صاحبزادہ صاحب کے حکیم الامت علامہ محمد اقبال سے فکری تعلق خاطر سے غیر آشنا تھے مسکرا رہے تھے کہ یہ خطیب جو اسلامی موضوعات پر خطابت کے موٹی بکھیرتا ہے یہاں بے دست و پا ہو کر رہ جائے گا۔ یہ ان کی لاعلمی تھی ورنہ حضرت علامہ محمد اقبال کی شاعری اور فکر سے صاحبزادہ صاحب اس قدر متاثر تھے کہ ان کی تقاریر اور نثری گفتگو میں اقبال کا سوز و سازا بھرتا دکھائی دیتا ہے

ہم نے کوشش کی تھی کہ اس اجتماع میں ممتاز ماہرین تعلیم، شعراء، وادباء،

۱ خطبات خطیب الاسلام (زیر تدوین)

۲ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کی تقریریں ص ۲۳۸ مطبوعہ چشتی سب خانہ فیصل آباد اپریل 1993ء

دانشوروں، اصحاب علم و فضیلت، مذہبی و دینی راہنماؤں اور مختلف شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے سربرآوردہ اصحاب کو بلایا جائے۔ سینکڑوں منتخب افراد کا اجتماع تھا۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن اسٹیج پر آئے اور موضوع مقررہ پر آپ کا خطاب شروع ہوا تو پانچ منٹ کے بعد ہی یہ کیفیت ہو چکی تھی کہ سامعین ان کے خطاب کی فکر افروزی میں کھو چکے تھے۔ آپ نے تقریباً دو گھنٹے تقریر کی۔ ان دو گھنٹوں میں آپ نے اقبال کی شخصیت اور فن کے حوالے سے اس قدر سیر حاصل کیا کہ اقبال کی شخصیت تمام علمی و ادبی محاسن کے ساتھ اجاگر ہو گئی۔ اقبال کے فکر و فن کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو خطیب الاسلام کے فن خطابت کی بلند پروازیوں سے نہ ابھر رہا ہو۔ حاضرین و سامعین آپ کی معرکہ الآرائے تقریر کی تاثر انگیزیوں میں پوری طرح محو ہو چکے تھے۔

اقبال کا فلسفہ خودی اور اس کے مضمرات، نظریہ توحید اور اس کے مبادیات، عشق رسالت، آداب اور اس کے تقاضے، مرد مومن اور اس کا ایمانی افتخار، شاہین کی بلند پروازی اور اقبال کا تصور شاہین، اسرار بخودی و رموز خودی، اقبال کا مرد قلندر اور آج کا مسلمان، اقبال کا فخر غیور اور اس کی ترجیحات، اقبال کی زندگی پر عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اثر پذیری، اقبال صوفیائے کرام کی چوکھٹ پر۔

غرضیکہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کے حوالے سے کوئی بھی پہلو تشنہ اظہار نہ رہا آپ کی یہ تقریر اقبال پر لکھی جانے والی سینکڑوں کتب کا حاصل دکھائی دیتی تھی۔ سامعین مہربان خاموش آپ کے اندازِ تکلم کی رعنائیوں میں کھوئے اقبال شناسی کے نئے انداز دیکھتے رہے جو ارادت پسند تھے وہ آپ کے اعجازِ نطق کے اور زیادہ قائل ہو گئے اور جو نام نہاد ادبی بزرگمہر آپ کو محض موادی جان کر آپ کے بارے میں لاعلمی کا شکار تھے آپ کی علمی سر بلندیوں اور خطیبانہ اعجاز فرمائیوں پر ایمان لے آئے۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی شخصیت و فن کے حوالے سے آپ کی یہ تقریر اس

قدر حقیقت آفریں اور علمی مویشگافیوں سے بھر پور تھی کہ پھر کسی ماہر اقبالیات سے ایسی تقریر سننے کا اتفاق نہ ہوا۔ میری آرزو تھی کہ اقبال کے موضوع پر آپ سے چند یادگار تقاریر سننے کے لئے مسلسل محافل کا انعقاد کیا جائے تاکہ ماہر اقبالیات کی حیثیت سے بھی آپ کی شخصیت پہچانی جائے، آپ نے وعدہ فرمایا تھا اقبال کے ضمن میں آپ نے ایک بار فرمایا کہ

”اقبال کو وہی سمجھ سکتا ہے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لذتوں سے بہرہ یاب اور تصوف کے فیوض اٹھا چکا ہو۔ اقبال ایک عظیم ترین شاعر اور نظریاتی راہنما ہی نہیں تھا بلکہ بذات خود وہ بہت بڑا صوفی تھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی صاحب دل اقبال کے عرس کا اہتمام کرے اور میں اقبال کے موضوع پر تقریر کروں۔ اقبال کی فکر اور شاعری نے میرے دل میں علم و عمل کے کتنے ہی چراغ روشن کر دیئے ہیں، میں وہ روشنی وطن عزیز کی نوا جون نسل تک پہنچانا چاہتا ہوں۔“

علامہ اقبال کے ساتھ اسی علمی و فکری تعلق نے حضرت خطیب الاسلام کے ذوق کو یوں جلا بخشی کہ آپ کے فکر و نظر، خطابت و سیاست، نثر و نظم اور قول و فعل میں فکر اقبال کے جلوے عملی طور پر ابھرتے نظر آتے تھے۔ علامہ اقبال کا فلسفہ خودی ہو یا عشق رسالت، نظریہ توحید ہو یا تصور مرد مومن، نظریہ ملت ہو یا تصور شاہین، اقبال کا مرد قلندر ہو یا فقر غیور پچھلی ایک صدی میں حضرت خطیب الاسلام کے علاوہ کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جس میں یہ اوصاف بدرجہ اتم موجود ہوں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

سجادہ نشینی

حضرت خطیب الاسلام کی شادی کو ایک سال اور کچھ ماہ گزرے تھے کہ آپ کے والد گرامی تحصیل شکر گڑھ میں بیمار ہوئے بغرض علاج گوجرانوالہ تشریف لائے جب وقت رحلت قریب آیا تو خدامِ خاص (جن میں خلیفہ محمد رمضان، میاں محمد دین اور خواجہ رکن الدین خصوصاً قابل ذکر ہیں) سے فرمایا۔

کہ اب وقت آخری ہے۔ عزیز فیض الحسن سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ ان کو فوراً بلاؤ۔ چنانچہ حضرت خطیب الاسلام کو فوراً تاروے کہ بلایا گیا جب آپ اپنے والد گرامی کے پاس پہنچے تو وہ فرمانے لگے۔

آؤ بیٹا! خدا حافظ اب ہم دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں یہ کہا اور سینے سے لگایا۔ آباؤ اجداد کا فیض روحانی آپ کو منتقل فرمایا اور نصیحت کی کہ میرے بعد مہمانوں کا خیال رکھنا۔ یارانِ طریقت کی طرف دورے کرتے رہنا۔ اے

حضرت خطیب الاسلام اپنے والد بزرگوار کے وصال کے بعد ۲۱، اکتوبر ۱۹۳۳ء کو سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اسی روز شمس الہند حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ کا سالانہ عرس اور حضرت قطب الکوین قدس سرہ کا چہلم بھی تھا۔ حضرت خطیب الاسلام نے اپنے والد مرحوم علیہ الرحمہ کے فراق میں ”نالہ دل“ تحریر فرمائی۔ جو آپ نے اپنی رسم دستار بندی و سجادہ نشینی کے موقع پر ہزاروں کے اجتماع میں پڑھ کر سنایا۔ وہ درج ذیل ہے

نالہء دل

انجمن دل تھا مرا انجمن آرا تو تھا
آنکھ میری تھی تماشائی تماشا تو تھا
میں جو بلبل تھا تو میرا گل رعنا تو تھا
جانے والے میرے نزدیک تو جو تھا تو تھا
تجھ کو روتی ہے میری چشم تماشائی اب
کون اس دل میں کرے انجمن آرائی اب
مجھ کو یاد تھا کچھ طور دل آرائی کا
اب کہاں لطف زمانہ میں شناسائی کا
طور بے طور ہے تجھ بن تیرے سودائی کا
پھر دکھا لطف میری جان مسجائی کا
چشم اعجاز کو اک جنبش ستانہ دے
ساقیا! آج چھلکتا ہوا پیانہ دے
آج تو دور ہے کل رونق کاشانہ تھا
آج تربت میں ہے کل شمع سیاہ خانہ تھا
تو تھا موجود تو معمور یہ ویرانہ تھا
ہر طرف جلوہ قلن جلوہ جانانہ تھا
اب نہ وہ رونق محفل ہے نہ محفل باقی
یادگار شب عشرت ہے میرا دل باقی
دیکھتا ہوں تری تربت تو چل جاتا ہوں
تیری تصویر جو دیکھوں تو بہل جاتا ہوں

گاہ گرتا ہوں کبھی گر کے سنبھل جاتا ہوں
 تھام کر دل کو کہیں دور نکل جاتا ہوں
 چاہتا ہوں غم ہستی سے رہا ہو جاؤں
 روتے روتے تیری فرقت میں فنا ہو جاؤں
 ماجرا کس سے کہوں؟ روح کی بیتابی کا
 رنگ دکھلاؤں کسے دیدہ عنابی کا
 پوچھتا کون ہے؟ باعث میری بے خوابی کا
 اس دلِ غمزدہ کی جنبشِ سیمابی کا
 تو نہیں آج تو کوئی مرا غم خوار نہیں
 آہ! اب قصہ، غم قابلِ اظہار نہیں
 سینکڑوں غمزدہ بیچاروں کا چارا تو تھا
 بیسوں اور قیموں کا سہارا تو تھا
 بہر موج کا محفوظ کنارہ تو تھا
 مفلسوں دل زدہ لوگوں کا دل آرا تو تھا
 میرے دل پر ہی نہیں آج گراں غم تیرا
 میرے محبوب بہت عام ہے ماتم تیرا
 مٹ گیا آج زمانہ سے نشانِ الفت
 موت نے چھین لیا روحِ روانِ الفت
 غمِ آباد ہوا آج جہانِ الفت
 غمزدہ فیض بنا مرثیہ خوانِ الفت
 رخصت اسے جنتِ فردوس کو جانے والے
 جسے اللہ میرے ناز اٹھانے والے

حضرت خطیب الاسلام کا یہ ”نالہ دل“ جہاں ایک طرف آپ کی اپنے والد گرامی سے محبت و عقیدت کے مضبوط رشتے کو ظاہر کرتا ہے وہیں آپ کی دوراواکل کی شاعری کے خدو خال کو بھی واضح کرتا ہے۔

یہ وہ دور تھا کہ غلامی کی تاریکیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں مگر آزادی کے متوالے راہ آزادی میں اپنا تن، من، دھن نذر کرنے کی خاطر فرنگی استبداد کو لگا کر چلے تھے ہر صاحب ایمان کے سامنے ایک ہی سوال تھا۔ آزادی یا غلامی؟

ایسے حالات میں پر وقار جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے حضرت خطیب الاسلام کے سامنے دو راستے تھے کہ

یا تو خاموشی سے خانقاہ کے حجرے میں بیٹھ کر وعظ و تلقین اور روحانی مشاغل کا فریضہ سرانجام دیں۔

یا وقت کے تقاضوں پر لبیک کہتے ہوئے مردِ حق بن کر رزم گاہِ حق و باطل میں مردانہ وار کود پڑیں۔

پہلا راستہ پر عافیت ضرور تھا۔ مگر حضرت خطیب الاسلام کی پر جلال شخصیت کے باطن میں پوشیدہ ایمانی غیرت ظلماتِ کفر کے ساتھ مصححت آمیز رویہ رکھنے پر کسی صورت تیار نہ تھی۔ اب یہی صورت باقی رہ جاتی تھی۔ کہ یہ مرد مجاہد باطل قوتوں کو لگا رہتا ہوا۔ رسم شبیری کا اعلان کرے کیونکہ

دنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے

یا تختِ جگہ آزادی کی یا تختہ مقام آزادی کا

صبح آزادی کی قسم کھاتے ہوئے آلومہار شریف کے عظیم روحانی خاندان کا یہ چشمہ

چراغِ مجاہدین آزادی کے ہراول دستے کے صفِ شہن مجاہد کی حیثیت سے میدانِ عمل

میں یوں داخل ہوا۔ کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا نام شمعِ آزادی کے پروانوں کیلئے جہدہ

عمل کی علامت بن گیا۔ حضرت خطیب الاسلام خانقاہ سے نکل کر میدانِ عمل میں کودے تو تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت کے ہیرو بن گئے۔ پورا ہندوستان آپ کی خطابت اور جادو بیانی کی زد میں تھا۔ کوثر و تسنیم سے ڈھلی ہوئی زبان اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہو بیان سامعین کو مسحور و مسرور کر دیتا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر کے جن نامور خطیبوں نے اپنی مجاہدانہ خطابت کے ذریعے باطل کو لرزہ بر اندام کر دیا تھا ان میں حضرت خطیب الاسلام کا نام سرفہرست ہے۔ برصغیر کا شاید ہی کوئی شہر اور قصبہ ایسا ہو جہاں آپ نے پیغام حق نہ سنایا ہو۔ آپ کا آوازہ حق یوں گونجا کہ فرنگی حکمران جن کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اس جرأت آفرین خطابت سے لرزاٹھے۔ اور پیغام آزادی سنانے والی اس آواز کو خاموش کرنے کیلئے کوششیں ہونے لگیں۔

کلکتہ و بمبئی سے لے کر سلہٹ کے میدانوں تک اور سندھ کے ریگستانوں سے لے کر وادی خیبر کی ترائیوں تک۔ آپ نے آزادی و جرأت کی آوازیوں بلند کی کہ آپ کی شخصیت باطل قوتوں کے لئے پیغامِ اجل اور مجاہدینِ آزادی کے لئے عزم و استقلال کا پیکر بن کر دلوں کو حرارتِ ایمانی بخشنے لگی۔

آپ تحفظِ ختم نبوت کے عظیم علمبردار اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی عشق و عقیدت رکھنے والے مرد مومن تھے یہ عشق رسول انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ شمع رسالت کہ یہ پروانہ کسی خانہ ساز نبوت کا وجود کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس وقت آپ کی زندگی کے دو اہم مقصد تھے۔

۱ انگریزوں کی مخالفت

۲ عقیدہ ختم نبوت کی محافظت

قادیانیت کے سر باطل کے خاتمے کیلئے آپ نے مشائخ و علماء اور مذہبی و سیاسی

اکابرین کے ہمراہ نصف صدی سے زائد عرصہ کام کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی قائدانہ صلاحیتوں، خطیبانہ رفعتوں اور تدبیر آفرینیوں کے اپنے ہی نہیں بلکہ اغیار بھی متحرف ہیں۔

قادیانیت پر پہلی ضرب

۱۹۳۰ء میں تحریک کشمیر چلی۔ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل

میں آیا۔ مرزا بشیر الدین محمود (مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا) اس کمیٹی کا صدر بنا۔ علامہ

اقبال اس کمیٹی کے اہم اراکین میں سے ایک تھے اس موقع پر رام تلانی سیالکوٹ میں

مجلس احرار نے ایک بہت بڑے جلسے کا اہتمام کیا۔ خانوادے آلو مہار شریف کا

صاحبزادہ اور ممتاز خطیب ہونے کے ناطے حضرت خطیب الاسلام نے بھی اس میں

شرکت فرمائی اور خطاب فرماتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ

”ہم مسلمان اس کمیٹی میں حصہ نہیں لے سکتے، جس کمیٹی کا صدر ایک کافر

مرزا بشیر الدین محمود ہے“

حضرت خطیب الاسلام کا یہ اعلان حق انکی علمی و فکری بلندی کو اس طرح ظاہر کرتا

ہے کہ اس دور میں جبکہ علامہ اقبال جیسے مفکر و دانشور بھی قادیانیت کے مضمرات سے

پوری طرح واقف نہ تھے۔ آپ کو قادیانیت کے سحر باطل کا مکمل ادراک تھا۔

تحریک ختم نبوت کے ممتاز مجاہد اور حضرت خطیب الاسلام کے رفیق صاحبزادہ

افتخار الحسن فیصل آبادی بیان کرتے ہیں

جب حضرت خطیب الاسلام کو علامہ اقبال کے آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں اہم کردار کا

علم ہوا۔ تو آپ سیدھے لاہور حضرت علامہ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا آپ

شاعر مشرق ہیں۔ حکیم الامت ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مرزائی پورنی دنیا میں

دھند وراپیٹ رہے ہیں کہ اسلامیان ہند نے مرزا بشیر الدین محمود کو اپنا لیڈر مان کر اس

کے باپ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کی تصدیق کر دی ہے۔ (معاذ اللہ) ابھی استعفیٰ دیں اور کمیٹی توڑنے کا اعلان کریں۔ آپ کی خاندانی وجاہت اور دلائل کی اصابت دیکھ کر علامہ اقبال مرحوم نے استعفیٰ لکھا اور کمیٹی توڑنے کا اعلان کر دیا نیز یہ تاریخی شعر کہا

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد

بر رسول ما رسالت ختم کرد

اس دن سے علامہ اقبال کی قادیانیت کے خلاف کھلی لڑائی کا آغاز ہوا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضرت علامہ نے قادیانیت کو برگِ حشیش، غارت گرا قوام، فتنہ ملت بیضا، یہودیت کا ثنی، مرزا غلام احمد کو چنگیز اور مرزائیوں کو اسلام کا غدار اقرار دیکر مسلمانوں سے الگ کر دینے کے مطالبے کی پر زور حمایت شروع کر دی اور پھر یوں کہا۔

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی

جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرے

وہ نبوت ہے مسلمانوں کیلئے برگِ حشیش

جس نبوت میں قوت و شوکت کا پیام نہیں

یہ ہے مرزائیت پر صاحبزادہ سید فیض الحسن کی وہ ضرب کاری جس کے بعد مرزائیت سنبھل نہ سکی اور یہ 1953ء یا 1974ء نہیں بلکہ 1931ء کی بات ہے۔

مجھے بتاؤ میں حضرت خطیب الاسلام کو تحریک ختم نبوت کا مجاہد اول نہ کہوں تو کیا

کہوں؟

مجلس احرار میں شمولیت

اس دور میں جدوجہد آزادی اور تحفظ ختم نبوت کا پرچم لہرانے کیلئے آپ نے مجلس

ایک یادگار خطاب از صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی بر موقع خطیب الاسلام کانفرنس 1988ء

ص ۹-۱۰ اشاع کردہ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ

احرار اسلام کا انتخاب کیا اور 1934ء میں مجلس احرار میں شمولیت فرمائی وجہ شمولیت حضرت خطیب الاسلام یوں بیان فرماتے ہیں۔

”یہ خلافت اور کانگریس کی ہنگامہ خیز تحریکات کا دور تھا۔ میرا عنوان شباب تھا اور تحریکات کے ہنگامے اس دور میں ”مجلس احرار اسلام“ مسلمانوں میں حریت پسند جماعت سمجھی جاتی تھی۔ مجلس احرار نے تحفظ ختم نبوت کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔ سیاسی وجہ سے م لیکن دینی وجہ سے زیادہ خدمت ختم نبوت کیلئے میں نے احرار سے تعاون کیا۔“

آپ کے اس بیان کے بعد مجلس احرار میں شمولیت کی مزید کوئی توجیہ ممکن نہیں۔ مگر مقام افسوس ہے کہ حسد کی بنیاد پر کچھ اپنے اور کچھ بیگانے ہمیشہ زبان طعن دراز کرتے رہے۔ اور مجلس احرار میں آپ کی شمولیت کو بھی غلط رنگ دیتے رہے۔ آپ کی یہ شمولیت نہ مسلکی بنیادوں پر تھی اور نہ ہی سیاسی بنیادوں پر۔ فقط تحفظ ختم نبوت کا مقصد آپ کو مجلس احرار میں لے گیا۔ کیونکہ اہل سنت کے پلیٹ فارم پر تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں اس وقت مکمل خاموشی تھی۔ اور یہ آپ کا عالم سنیت پر احسان عظیم ہے کیونکہ مورخ جب بھی تاریخ لکھے گا تو تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کا جملگنا ہوا کردار اہل سنت کے لئے وجہ افتخار ہوگا اور کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ تحریک ختم نبوت کیلئے اہل سنت نے کیا کیا؟ کیونکہ مجاہد اول تحریک ختم نبوت تو حضرت خطیب الاسلام ہی تھے جو کہ اہل سنت کے ترجمان تھے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ مجلس احرار کسی مخصوص مسلک اور فرقے کی جماعت نہ تھی اس میں دیوبندی، سنی (بریلوی)، شیعہ، مذہبی اور سیاسی شخصیات شامل تھیں۔ سیاسی شخصیات میں نوابزادہ نصر اللہ خان، سردار عبدالرب نشتر، سردار محمد شفیق وغیر با اور مذہبی شخصیات میں خطیب احرار علامہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین انصاری،

قاضی حسین احمد شجاع آبادی، شیخ حسام الدین، شورش کاشمیری، مولوی غلام غوث ہزاروی، مولوی مظہر علی اظہر، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا عبدالقیوم کانپوری جنہیں چوہدری افضل حق نے مجلس احرار کو قدرت کے عطا کردہ لاڈ و اسپیکر کہا ہے۔ ۱۔

یہ حضرات زلفیں لہرانا اور کوہے منکانا معراج خطابت سمجھتے تھے۔ ۲۔

مگر حضرت خطیب الاسلام نے مجلس احرار کے تمام خطباء اور مقررین سے ہٹ کر تقریر و خطابت کا علیحدہ اور منفرد اسلوب پیش کیا تھا۔ آپ کا انداز تقریر سب سے جدا، انوکھا اور انتہائی موثر تھا۔ آپ نے ایسا انداز تقریر تخلیق کیا جو نہ تو کسی کی نقل تھا اور نہ جس کی نقالی ممکن تھی

1934ء میں مجلس احرار کی مرکزی عاملہ کے انتخابات ہوئے جن میں حضرت خطیب الاسلام بھی رکن منتخب ہوئے مجلس احرار میں شمولیت کے بعد حضرت خطیب الاسلام نے ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کیلئے بھرپور اور بے مثال جدوجہد کا آغاز کر دیا آپ کے جانشین حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جب تحریک آزادی، تحریک خلافت اور تحریک ختم نبوت زوروں پر تھیں۔ تو بعض اوقات آپ چھ ماہ تک برصغیر کے مختلف شہروں کے دوروں پر رہتے مدت بعد گھر آنا نصیب ہوتا۔ ۳۔

تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے قادیانیت سے اس وقت ٹکری جب وہ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ طاقتور تھی اور بااثر بھی۔ 3 ستمبر 1935ء کو اخبار الفضل میں مرزا بشیر الدین محمود نے مجلس احرار اسلام کے قائدین کو قادیان میں دعوت مباحلہ دی۔ اسے اس زمانہ میں

۱۔ تاریخ احرار۔ مصنف چوہدری افضل حق۔ ص ۲۶۸۔ ۲۔ شہباز خطابت۔ از سید شبیر احمد ہاشمی۔

۳۔ نامہ ضیاء، شمارہ نومبر 1988ء۔ ۴۔ ماہنامہ ضیاء حرم۔ خطیب الاسلام نمبر ص ۱۴۲ شمارہ اپریل،

مئی 1984ء۔ ۵۔ تاریخ احرار، غلام نبی شیخ ص ۱۰۰

قادیان مرزائیت کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ اور وہاں جانا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا اس اعلان کے فوراً بعد مجلس احرار کی امرتسر میں میٹنگ ہوئی اور اس چیلنج پر غور کیا گیا۔ اکثر احراری لیڈروں کا موقف تھا کہ وہاں پر جانا مناسب نہیں کیونکہ قادیان مرزائیوں کا گڑھ ہے مگر حضرت خطیب الاسلام نے اس اجلاس میں انتہائی جلال آمیز لہجے میں فرمایا۔

آپ لوگ چوڑیاں پہن لیں فیض الحسن اکیلا قادیان جائے گا

آپ نے تمام تر خطرات کو بالائے طاق رکھ کر قادیان جانے کا اعلان کر دیا آپ کے ہمراہ مولانا مظہر علی اظہر، مولانا محمد حیات، ماسٹر تاج الدین انصاری اور حاجی عبدالرحمن تھے۔ ہزاروں لوگ آپ کا اعلان سن کر قادیان پہنچے، قادیان پہنچنے پر آپ کا جس طرح والہانہ استقبال ہوا وہ ایک تاریخی واقعہ ہے ریلوے اسٹیشن پر آپ کا شاندار استقبال ہوا حضرت خطیب الاسلام نے نماز جمعہ پڑھائی اور آپ کے ہمراہ جانے والے مولانا مظہر علی اظہر نے خطبہ پڑھا۔

قادیانیوں کا خیال خام تھا کہ حکومت برطانیہ ہماری مددگار اور حمایتی ہے لہذا مسلمان کسی صورت قادیان آنے کی ہمت نہ کریں گے مگر جب انہوں نے حضرت خطیب الاسلام کا اعلان سنا پہلے انہیں یقین نہ آیا مگر جب آپ بنفس نفیس قادیان پہنچے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ قادیانی اس بات سے نا آشنا تھے کہ

آئین جوان مردوں حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی ۱

قادیان میں خطیب الاسلام کی للکار

آپ نے وہاں ایک ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ خطاب کیا تھا گویا غیرت و جلال کی

۱۔ میر کاروان۔ مصنف غلام نبی شیخ ص ۷۱-۷۲ مطبوعہ لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء

بجلیاں کوند رہی تھیں زبان کی تیزی یوں تھی گویا تیغ خارا شگاف دشمنوں کے سر کاٹتی جا رہی ہو۔ لہجے میں ایسی گھن گرج تھی کہ باطل کے دل دھلتے جاتے تھے۔ آپ نے پُر جلال لہجے میں قادیانیوں کو لاکارا اور فرمایا۔

قادیانیو! سن لو فیض الحسن تمہارے چیلنج کا جواب دینے آ گیا ہے..... میں حسین کا بیٹا ہوں... ناموس رسالت اور عظمت ختم نبوت کے لئے ایک اور چھوٹی سی کربلا آباد کر دوں گا..... لیکن اپنے آقا کی عظمت ختم نبوت پر آنچ نہ آنے دوں گا۔ ۲

یہی واقعہ صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی نے یوں بیان فرمایا
مجلس احرار نے قادیان میں جلسے کا پروگرام بنایا۔

مرزا بشیر الدین محمود نے اعلان کیا کہ جو مسلمان یہاں آ کر جلسہ کرنے کی کوشش کرے گا اسکی لاش ہی واپس جائے گی۔ مجلس احرار نے پروگرام تبدیل کر کے امرتسر میں رکھا۔ خطیب الاسلام نے اعلان کیا کہ

جلسہ قادیان میں ہوگا اور اس کیلئے سب سے پہلے میں قادیان جا کر تقریر کروں گا
"اگر شبید ہو گیا" تو زہے قسمت..... حسین کا بیٹا ہوں..... ایک چھوٹی سی کربلا اور آباد کر دوں گا۔

چنانچہ آپ قادیان پہنچے ہزاروں لوگ بھی آپ کا اعلان سن کر قادیان پہنچے آپ نے زبردست تقریر فرمائی مرزانیوں کو لاکارا مگر کوئی مرزائی میدان میں نہ آیا! یہ ہے خطیب الاسلام۔ ۲

کی جہی شخصیت کی عظمت کی حقیقی شہادت اس کے معاصرین ہی دے سکتے ہیں اور اگر معاصرین وہ ہوں جن سے زیر بحث شخصیت کے فکری و نظری اور سیاسی و عملی

۱۔ ایف ہاروان۔ "محقق غلام نبی شیخ" ص ۱۷۱۔ ۲۔ مطبوعہ لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء۔

۲۔ یاد کا خطاب بر موقع خطیب الاسلام کانفرنس ص ۸۔ ۱۹۸۸ء۔ مطبوعہ گوجرانوالہ۔

راستے جدا ہو چکے ہوں۔ تو پھر یہ شہادت ”مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری“ کا مصداق ٹھرتی ہے۔ ان ایام کی یاد تازہ کرتے ہوئے کہ جن دنوں حضرت خطیب الاسلام مجلس احرار کی طرف سے سالانہ پنجاب نامزد کئے گئے تھے جانباہ مرزا اپنی تصنیف ”کاروان احرار“ میں رقمطراز ہیں۔

مجلس احرار ان دنوں دو طرفہ لڑائی لڑ رہی تھی۔ ایک طرف تحریک شہیدانج میں پنجاب کے رجعت پسندوں سے اور دوسری طرف قادیانیوں سے مدبھیہ ہو چکی تھی اگرچہ اس لڑائی میں حکومت پنجاب براہ راست دخل تھی تاہم لڑائی کا رخ مرزائیوں کی طرف تھا ایسے میں مجلس احرار نے اپنی عسکری تنظیم کو نئے انداز سے ترتیب دینا شروع کیا اور اس کیلئے خانقاہ آلومہار (سیالکوٹ) کے سجادہ نشین سید فیض الحسن شاہ صاحب کو سالانہ پنجاب منتخب کر لیا گیا۔

صاحبزادہ صاحب کردار اور گفتگو کے غازی تھے۔ وہ جب تک احرار سے وابستہ رہے برطانوی سامراج ان کے خلاف کئی بہانے تراشتا رہا۔ لیکن ان کی جرأت ایمانی نے دشمن کو ہر موڑ پر شکست دی اس دوران ان کی منزل کے راستے میں علاوہ دیگر مصائب کے جیل خانہ بھی آیا لیکن قفس کی تیلیاں منزل کو اوچھل نہ کر سکیں۔

پنجاب کے روایتی پیروں سے الگ تھلگ۔ انہوں نے اپنے لئے انفرادی مقام حاصل کیا۔ حالانکہ مشاطہ فطرت نے ان کے بناؤ سنگھار میں کہیں بخیلی سے کام نہیں لیا۔ مضبوط جسم سر و قد۔ کھلے گندمی رنگ کے چہرے پر چشم آہونے ایسی بہار باندھ رکھی تھی کہ الامان والحفیظ۔

اکھاں یار دیاں توبہ معاذ اللہ

جویں بھریاں پھرن دیوانیاں نہیں

اس پر کردار کا یہ عالم کہ جس راہ سے گذر جاتے آہٹ تک نہ ہوتی تھی انہیں

اوصاف کی بنا پر جماعت نے انہیں عسکری ذمہ داریاں سونپ دیں۔ جنہیں انہوں نے خوب نبھایا۔ ۱

تحریک مسجد شہید گنج

دریں اثنا مسجد شہید گنج کا دلخراش واقعہ رونما ہوا۔ جس نے مسلمانان ہند میں غم و غصہ کی لہر دوڑادی۔ لاہور میں غم و غصہ کے جذبات ابل پڑے۔ جس کا نقشہ مشہور صحافی مولوی محمد سعید نے یوں کھینچا۔

”9 جولائی 1935ء کا دن شہید گنج کے پرستاروں کیلئے قیامت کا دن تھا۔ لاہور کے دلی دروازے کے باہر محلہ داراشکوہ پر مسلمانوں کی یورش ہو رہی تھی ناکہ خاردار تاروں سے بند تھا۔ کوتوالی کی برجیوں پر گورافوج ہتھیار نصب کئے بیٹھی تھی جوانان لاہور چھاتیاں کھولے موجوں کی صورت میں آگے بڑھتے جاتے اور موت کے گھاٹ اترتے جاتے۔ ۲

اسی سلسلہ میں ۱۳ جولائی 1935ء کو بادشاہی مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ حضرت خطیب الاسلام کی زیر صدارت منعقد ہوا آپ نے تحریک مسجد شہید گنج کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے اپنی خطابت کو ضرب ید اللہ کے بانگین کا نمونہ ثابت کر دیا تھا۔

قبل ازیں شاتم رسول راجپال کے خلاف تحریک میں آپ کی پکار اور لکار نے مسلمانوں میں ایسا اعتماد اور اعتقاد پیدا کیا تھا کہ غازی علم الدین شہید نے راجپال کا خاتمہ کر کے ناموس رسالت کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا تھا حتیٰ کہ آپ کی ذات عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کا مرکز اور اسلام کے جاہ و جلال کی علامت بن گئی

۱۔ تاریخ انحرار جلد ۱۰، ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱،

روزنامہ "امروز" کا ادارہ نویس حضرت خطیب الاسلام ویوں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔
 "انہوں نے شہید گنج تحریک، شدھی تحریک اور شاتم رسول راجپال کے خلاف
 تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں" ۱۔
 جبکہ ہفت روزہ "چٹان" لکھتا ہے۔

تحریک مسجد شہید گنج کے زمانہ میں صاحبزادہ صاحب کی شعلہ نوائی کا ہر طرف
 چرچا ہونے لگا۔ ان کے منطقی طریق استدلال نے انہیں بہت مقبول بنا دیا اور اس طرح
 وہ پنجاب کے بڑے بڑے لیڈروں میں شمار ہونے لگے۔ ۲۔

قافلہ سالار تحریک حریت

حضرت خطیب الاسلام مسلمانوں کے وہ بطل جلیل تھے کہ جنہوں نے نہ صرف
 تحریک ختم نبوت کی قیادت کی بلکہ تحریک آزادی میں بھی بھرپور حصہ لیا آپ اپنی خود
 نوشت سوانح میں رقمطراز ہیں۔ کہ
 والد گرامی انگریز کے عہد میں فرسٹ کلاس آنریری مجسٹریٹ تھے۔ لیکن آزادی
 وطن کی تحریک اور انگریز کی عمومی اسلام دشمنی کے خلاف احتجاج کے طور پر اس عہدہ سے
 مستعفی ہو گئے۔ یوں آزادی وطن کی تحریک سے لگاؤ خاندانی وراثت کے طور پر ملا۔ ۳۔
 حضرت خطیب الاسلام نے خانقاہ سے نکل کر رسم شبیری ادا کرتے ہوئے کسی
 خطرے کی پرواہ نہ کی بلکہ آپ نے اس وقت انگریز راج کو لگا راجب ہر طرف غلامی
 کے گھناؤپ اندھیرے مسلط تھے اور حکمرانوں سے نکر لینا موت و دعوت دینا تھا آپ
 کے دیرینہ رفیق صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی بیان کرتے ہیں (جو اس وقت

۱۔ روزنامہ امروز 25 فروری 1984 ۲۔ ہفت روزہ چٹان 27 فروری 1984ء

۳۔ خطیب الاسلام کی خود نوشت سوانح ص ۹۲ ماہنامہ ضیائے حرم شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۳ء

جماعت نہم کے طالب علم تھے اور جلسے میں شامل تھے)۔

انگریز حکومت کو لاکارنا اور اس وقت جب اسکی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ یہ غوثِ زماں حضرت پیر سید چمن شاہ آلومہاروری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کی غیرتِ ایمانی ہے۔ پوچھو تاریخ والوں سے! پہلے ہندوستانیوں سے خطاب تھا ”انگریزوں کو یہاں سے نکال دو“ پھر سیدھا خطاب ہوا ”انگریزوں یہاں سے نکل جاؤ“ یہ تھا۔

ڈائرکٹ ایکشن (Direct Action)

سیالکوٹ رام تلامی میں بہت بڑا جلسہ تھا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، شورش کاشمیری سب اسٹیج پر موجود تھے ہزاروں کا اجتماع اور خطیب الاسلام کا خطاب تھا۔ ڈی، سی، ایس، پی اور سی، آئی، ڈی کے افسران موجود تھے محمدی کچھار کے شیر نے لکار تے ہوئے کہا

انگریز کتو یہاں سے نکل جاؤ

خطیب الاسلام کی گرفتاری

یہ ہے خطیب الاسلام کی جراتِ ایمانی۔ آپ گرفتار کر لیے گئے انگریز مجسٹریٹ نے آپ کو چھ ماہ کی سزا سنائی۔ اے

آپ کو گورداسپور جیل میں بھیج دیا گیا۔ مگر جیل کی مشکلات آپ کے حوصلے پست نہ کر سکیں قید خانے کی تنہائیوں میں بھی آپ کو عشقِ رسول کی جلوہ نمایاں نظر آئیں۔ آپ کے دل میں موجزن عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جذبات جب لفظوں میں ڈھلے تو اک پر سوز نعت کے یہ مصرعے موزوں ہو گئے۔

۱۔ یادگار خطاب از صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی ص: ۱۸، ۱۹ مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۸ء

نعت بکھنور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات

طوفانِ بلا میں گران کی رحمت کا اشارا ہو جائے
 گردابِ سفینہ بن جائے ہر موج کنارا ہو جائے
 اعجاز سے ان کے گیسو کے ہر آہ نسیمِ خلد بنے
 فیضان سے ان کے عارض کے ہر اشک ستارا ہو جائے
 وہ جانِ جہاں گر آ جائے بالیں پہ مریضِ الفت کی
 ہر غم کا مدادا ہو جائے ہر درد کا چارا ہو جائے
 خورشید کی رنگت اڑ جائے گرزلف میں پیدا جنبش ہو
 مہتاب کا دل ہو دو پارہ گر ان کا اشارا ہو جائے
 مطرب سے کہو چھیڑے تو ذرا اس جانِ تمنا کا قصہ
 فرقت کے بھیانک لمحوں میں کچھ دل کو سہارا ہو جائے
 اعمال کہاں ہیں دامن میں رحمت پہ تمہاری تکیہ ہے
 اک جنبش لب سے محشر میں بس کام ہمارا ہو جائے
 دوزخ کے دہکتے انگارے پھولوں میں مبدل ہو جائیں
 اس چشمِ کرم کا محشر میں گر ایک اشارا ہو جائے
 کوچے میں ترے ہے مدت سے مشتاقِ توجہ فیضِ حزین
 اے رحمتِ عالم ایک نظر اس پر بھی خدارا ہو جائے ۱

۱۔ ارمغانِ فیض۔ کلامِ خطیبِ الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ ناشر مراد آباد

مجلسِ فیضِ الاسلام گوجرانوالہ 1991ء

انگریز کے خلاف تحریک آزادی میں آپ کا نام حریت اور جہد و عمل کی علامت بن گیا۔ اور فرنگی سامراج آپ کے آوازہ حق سے لرزاٹھا۔ آپ کی ولولہ انگیز خطابت اور بے مثال جرأت و بہادری نے انگریز حکومت کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ حکومت وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا یہ حضرت خطیب الاسلام کا ہی حوصلہ تھا۔

خطیب الاسلام کی جرأت رندانہ

اس کی صرف ایک مثال آپ کے دست راست صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی یوں بیان کرتے ہیں۔

۱۳ دسمبر ۱۹۳۰ء گجرات میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک بڑے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے حکومت پر سخت تنقید کی۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سکندر حیات نے تقریر کو نہ صرف خلاف قانون بلکہ باغیانہ قرار دے کر عطاء اللہ شاہ بخاری کو پھانسی کے تختہ پر لٹکانے کا فیصلہ کیا۔ تقریر کے نوٹس سی، آئی، ڈی کے انچارج لدھارام نے لئے تھے۔ اس نے لالہ لکھمی داس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گجرات کی عدالت میں ۱۸ دسمبر ۱۹۳۰ء کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ شاہ جی کے خلاف جو تقریر پیش کی جا رہی ہے وہ فرضی ہے۔ وہ سکندر حیات نے وہاں سے لکھ کر بھیجی تھی اور میرا ضمیر یہ ملامت کر رہا ہے کہ میں ایک بیگناہ مذہبی پیشوا کو پھانسی کے تختے پر چڑھوا دوں۔ لہذا مجھے اصل تقریر پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

مجلس احرار کے رہنماؤں نے لدھارام کے بیان کے بعد فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہول دھارام والی جگہ چھپا دیا جائے۔ کہ تاریخ عدالت تک وہ کسی کو نظر نہ آئے۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن نے فرمایا۔

یہ خطرناک کام میرے ذمے لگا دو۔

صاحبزادہ صاحب نے گلوٹیاں کے دونو جوانوں بنام محمد بشیر، محمد ادریس کو لدھارام کے پاس بھیجا کہ فوراً میرے پاس آؤ۔ وہ بھی کھیتوں میں چھپتا چھپتا گلوٹیاں پہنچ گیا۔

حضور کیا بات ہے؟ فرمایا جب تک ہائیکورٹ عدالت کی پیشی نہ نکلے تم نے یہیں رہنا ہے۔

اس نے کہا جناب مجھے اور کیا چاہیے چھ ماہ تک سکندر حیات کی سی، آئی، ڈی اور فرنگی حکومت زور لگاتی رہی لدھارام کسی نہ ملا۔

۱۳ فروری ۱۹۴۱ء کو ایڈووکیٹ جنرل نے درخواست دی کہ مقدمے کا رخ لدھا رام کے بیان کے بعد تبدیل ہو گیا ہے لہذا اس کی سماعت ہائی کورٹ میں ہونی چاہیے اور جسٹس سکھیپ نے درخواست منظور کر لی چنانچہ جسٹس سر ڈگلس ینگ اور جسٹس رام لال پر مشتمل ڈویژن بنج نے ۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء کو سماعت شروع کی اور لدھا رام کی شہادت کیلئے یکم اپریل ۱۹۴۱ء کی تاریخ رکھی۔ پوری مجلس احرار نے صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ آپ نے ہی اسے چھپایا ہے ہمیں بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ اسکو آپ نے ہی عدالت میں پیش کرنا ہے۔

لاہور ہائیکورٹ میں لدھا رام کو پیش کرنا خطرناک تھا۔ وہاں گولی بھی چل سکتی تھی۔ خنجر بھی سینے میں لگ سکتا تھا۔ مگر ختم نبوت کے نام پر سید جان قربان کرنے کو بھی تیار تھا لدھا رام کا لباس تبدیل کروایا۔ اس کو نقلی داڑھی لگوائی، شلو اور اچکن پہنائی۔ بہاولپوری جوتی پہنائی۔ اچھا بھلا مولوی بنا کر کچہری میں لے آئے اور خود صاحبزادہ صاحب نے ایسا بہروپ بدلا کہ کوئی پہچان نہ سکا۔ اپنا لباس بدل کر کچہری میں آگئے اور آلوپنے کی ریڑھی لگالی۔ کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ یہ آلوپنے بیچنے والا کون ہے۔ خود ریڑھی لے کر آہستہ آہستہ کچہری کا چکر لگاتے رہے اور لدھا رام سے کہا کہ

تو مجھ سے چھو لے لیتا جا۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ تم کوئی گاہک ہو اور خود کبھی ریزھی اس طرف۔ کبھی اس طرف کرتے ہوئے عدالت کے دروازہ پر جا پہنچے۔ ادھر سے چڑا سی نے آواز دی۔ عطاء اللہ شاہ بخاری بحق سرکار سکندر حیات۔ صاحبزادہ صاحب تھے اور چڑھتی جوانی! آپ نے لدھارام کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور کمرہ عدالت میں جج کے سامنے پیش کر دیا۔

انگریز جج نے پوچھا کون ہو تم؟

لدھارام نے داڑھی اتار دی اور بولا جناب! میں لدھارام ہوں
 جج نے کہا لاؤ اپنی رپورٹ! تم کو یہاں کس نے پیش کیا؟ تمہیں کس نے چھپایا؟
 لدھارام نے کہا جناب مجھے صاحبزادہ فیض الحسن نے چھپایا تھا جج نے کہا!
 کہاں تھا تو؟

جناب! ایک چھوٹی سی بستی ہے گلوٹیاں تحصیل ڈسکہ میں۔ میں وہاں چھپا ہوا تھا
 انگریز جج نے کہا ساری سی۔ آئی۔ ڈی نے کوشش کی ساری حکومت نے زور لگا دیا
 مگر عجب معاملہ ہے کہ تم نہیں ملے چنانچہ لدھارام کے اصل بیان پر عدالت نے مولانا
 سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو باعزت بری کر دیا۔

یہ ہے مجاہد اول تحریک ختم نبوت، قافلہ سالار تحریک حریت صاحبزادہ سید فیض
 الحسن۔ جس کی جرأت رندانہ نے حکومت برطانیہ سے بھی ٹکر لی۔ مجلس احرار کی آبرو بھی
 بچائی اور خطیب احرار مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو باعزت بری بھی کروایا۔^۱
 اسی واقعہ کو جاننا مرزا نے حیات امیر شریعت میں صفحہ ۲۱۹ سے ۲۶۰ تک بالتفصیل تحریر
 کیا ہے مگر مقام افسوس ہے کہ حضرت خطیب الاسلام کا ذکر تک نہیں کیا۔ جو مورخانہ
 خیانت ہے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ لاہور ہائی کورٹ کے دروازے پر لدھارام کی جو

۱۔ یادگار خطاب از صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آباد ص ۲۰ تا ۲۳ مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۸ء

تصویر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہمراہ کتاب میں شائع کی گئی ہے۔ اس میں لدحارام اسی اچکن میں ملبوس نظر آ رہا ہے جو کہ حضرت خطیب الاسلام نے اس وہمبیا کی تھی۔

پیر لاثانی کا فرمان

بعض لوگوں نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری سے شکایت کی۔ کہ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب مجلس احرار سے تعلق ہو جانے کا حکم فرمائیں، حضرت پیر لاثانی نے ان سے اظہار ناراضگی کے طور پر فرمایا: تمہیں کیا معلوم! فیض الحسن کون ہے؟ یہ جہاں بھی رہے گا اپنی تہذیب اور اپنے ورثے کا وفادار رہے گا۔ اس کے فطری جوہر میں اس کے آبا و اجداد کے فیض و تربیت کا پورا اثر موجود ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

بچے بڑے گرچہ شبینہ بود
آب دریاں تابہ سینہ بود

آپ نے فرمایا! کہ بچے کے بطن کے بچے کو تیرنا کوئی نہیں سکھاتا۔ وہ فطری طور پر تیرنا سیکھ کر آتا ہے۔ حضرت پیر لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ فیض الحسن سے مسلک اہل سنت کے بڑے بڑے کام لے گا اور ان کے دم قدم سے اہل سنت کو بہت فائدے ہوں گے چنانچہ حضرت پیر لاثانی کا فرمان ہو بہو پورا ہو۔ (جزء تذکرہ آئندہ صفحات پر آ رہا ہے)

خطیب الاسلام اور تحریک پاکستان

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے مجلس احرار میں رہ

کر تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ اور قیام پاکستان کی پر زور حمایت کی یاد رہے کہ مجلس احرار میں دو گروپ تھے۔

۱..... سید عطاء اللہ شاہ بخاری گروپ (یہ گروپ قیام پاکستان کا مخالف تھا)

۲..... چوہدری افضل حق گروپ (یہ گروپ پاکستان کا حامی تھا)

حضرت خطیب الاسلام تحریک پاکستان کے حامی گروپ سے متعلق تھے آپ کے وصال پر مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک تحریری تعزیتی پیغام میں فرمایا!

”مرحوم نے تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں نمایاں خدمات انجام دیں ہیں آپ مجلس احرار میں رہتے ہوئے بھی قیام پاکستان کے زبردست حامی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ نے شرعی نظام کے نفاذ کیلئے زبردست جدوجہد کی“^۱

اہل گوجرانوالہ گواہ ہیں کہ جب قائد اعظم تحریک پاکستان کے سلسلے میں گوجرانوالہ پہنچے تو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ نمایاں طور پر انکا استقبال کرنے والوں اور نظریہ پاکستان کی پر جوش حمایت کرنے والوں میں حضرت خطیب الاسلام کا نام سرفہرست ہے۔ اور گوجرانوالہ میں ان کے خلفاء، مریدین، علماء کرام و مشائخ عظام میں درج ذیل حضرات بھی مسلم لیگ کی حمایت میں قیام پاکستان کیلئے جدوجہد کرتے رہے۔

۱..... حضرت میاں محمد بڈھا صاحب (دادوالی شریف ضلع گوجرانوالہ)

۲..... حضرت مولانا محمد شریف (گلپڑہ)

۳..... شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی (وزیر آباد)

۴..... حضرت مولانا مفتی بشیر حسین (گوجرانوالہ)

۵..... حضرت مولانا صابر حسین (گوجرانوالہ)

۱..... شہ یار خطابت از پروفیسر محمد اکرم رضا شائع کردہ ادارہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ ۱۹۸۵ء

۶۔ حضرت مولانا صوفی نظام الدین (گوجرانوالہ)

۷۔ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی (گوجرانوالہ) (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

مجلس احرار میں آپ کے کردار کے بارے میں روزنامہ ”امروز“ کا ادارہ نویس لکھتا ہے۔ قیام پاکستان میں ان کی مجاہدانہ کوششوں کو مسلم لیگی حلقے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن قیام پاکستان سے قبل اگرچہ مجلس احرار کے رکن تھے مگر حامیان پاکستان میں شامل تھے۔ ان کا موقف تھا کہ قیام پاکستان کا مطالبہ درست ہے اور اس کے حصول کیلئے ہر مسلمان کو جدوجہد کرنی چاہیے وہ ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے اس نظریے کے سخت خلاف تھے کہ پہلے انگریز کو ہندوستان سے نکالو۔ بعد میں پاکستان کا مطالبہ کرو۔ ان کا موقف تھا۔ کہ انگریز اور ہندو دونوں کی بالادستی سے بیک وقت نجات حاصل کر لی جائے۔ انہوں نے اپنے اس نظریے کی پر جوش تبلیغ کی اور مخالفوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کی علمی، دینی اور ملی خدمات کا اعتراف ہر مکتب فکر کے لوگوں نے کیا۔

قیام پاکستان سے قبل بھی حضرت خطیب الاسلام نے کبھی بھی کسی ہندو رہنمایا ہندو سیاسی جماعت سے کبھی کوئی راہ و رسم نہ بڑھائی۔ کیونکہ مجلس احرار کی دیگر مذہبی قیادت کے برعکس آپ نہ صرف دینی تعلیم بلکہ سکول و کالج کی جدید تعلیم کے حامل پر جوش نوجوان تھے۔ ہندو کی مسلم دشمنی اور تعصب سے اچھی طرح واقف ایک بیدار مغز مسلمان تھے۔ اپنی خودنوشت میں رقمطراز ہیں۔

”انگریز کی اسلام دشمنی کے پیش نظر تحریک حریت وطن میں حصہ لینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری اعزازات چھوڑے۔ میں نے بھی اس ہنگامہ خیز دور میں ہنگاموں کا ساتھ دیا۔ مگر ہندو کی متعصبانہ روش نے کانگریس

سے دور ہی رکھا۔ جہاں بھی آزادی کی طلب دیکھی وہیں دست تعاون بڑھایا کبھی خلافت اور کبھی احرار سے رابطہ بڑھایا۔

قیام پاکستان

قائد اعظم علیہ الرحمہ کی ولولہ انگیز قیادت میں مسلمانانِ ہند نے 14 اگست 1947ء پاکستان حاصل کر لیا مگر مرزائیت نے پہلے ہی دن سے پاکستان کو مسائل کی دلدل میں دھکیل دیا۔ مسلمانوں کا سیدھا سادہ مطالبہ تھا۔ کہ مسلم اکثریت کے اضلاع پاکستان کو ملنے چاہیے۔

”بد قسمتی سے قیام پاکستان کے وقت ایک ممتاز قادیانی وکیل سر ظفر اللہ خان مسلم لیگ پنجاب کا وکیل تھا۔ اس نے ریڈ کلف ایوارڈ میں ایک عجیب موقوف اپنایا جس کی وجہ سے ہندوستان کو کشمیر پہنچنے کا راستہ مل گیا۔^۱ جس کے متعلق خطیب الاسلام نے یوں نشاندہی فرمائی۔

ہندو کے تعصب نے مسلمانوں کو علیحدہ وطن کا مطالبہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس مرحلہ میں بھی سام راج نے رامراج کا ساتھ دیا۔ اور ریڈ کلف ایوارڈ کے رنگ میں پاکستان کے حصے بخرے کر دیئے۔ یہاں بھی ظفر اللہ خان قادیانی نے گھناؤنا کردار ادا کیا اور مسلمان غلط اعتماد کے ہاتھوں زک ہو گیا۔ دریائی پانی اور کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا۔^۲

خطیب الاسلام اور جہاد کشمیر

برصغیر پاک و ہند کی اہم ترین ریاست جموں و کشمیر تھی۔ اسکی آبادی ۴۰ لاکھ تھی

۱۔ خطیب الاسلام کی خودنوشت سوانح ص: ۹۳ ماہنامہ ضیائے حرم اپریل، مئی ۱۹۸۴ء۔

۲۔ تحریک و تاریخ پاکستان ص: ۳۶۸ پروفیسر محمد رفیق مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء۔

۳۔ خطیب الاسلام کی خودنوشت ص: ۹۴ ماہنامہ ضیائے حرم ۱۹۸۴ء۔

جس میں ۷۷ فیصد مسلمان تھے۔ مگر شومی قسمت حکمران ڈوگرہ ہندو تھا کشمیر سے نکلنے والے دریا، جہلم، چناب، سندھ، موجودہ پاکستان کو یہ اب کرتے تھے گویا وہ پاکستان کی زرعی معیشت کی شہرگ کی حیثیت رکھتا تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور نہرو کے گٹھ جوڑنے سے بھارت میں شامل کرنے کی سازش کی جس کیلئے ریڈ کلف ایوارڈ میں تبدیلی کروائی گئی۔ قادیانی وکیل ظفر اللہ خاں سے بھی سامراج اور امرانج کا ساتھ دیا۔ اسی دوران کشمیر میں سکھوں، سرکاری افواج اور آر، ایس، ایس قسم کی تنظیموں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ 10 اکتوبر 1947ء کو لندن ناٹمنر نے کشمیر کے علاقہ میں 2 لاکھ 37 ہزار مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی خبر شائع کی۔ کشمیر کے مہاجرین کا ایک سیلاب مغربی پاکستان کی طرف بڑھنے لگا۔ سردار عبدالقیوم خان نے کشمیر میں اعلان جہاد کر دیا۔ ہزاروں مجاہدین پاکستان سے کشمیریوں کی مدد کیلئے نکلے۔ اور جہاد کشمیر میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ ان حالات میں حضرت خطیب الاسلام نے گوجرانوالہ میں جہاد کشمیر کیلئے ”انجمن مجاہدین کشمیر“ کے نام سے ایک تنظیم قائم فرمائی۔ اور پچیس ہزار مجاہدین کی بھرتی اور ٹریننگ کا اہتمام کیا ان مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے آزادی کشمیر کے ہر اول دستوں میں پیش پیش رہے۔ مجاہدین کشمیر کیلئے عطیات، سامان خوددہ نوش اور اسلحہ کیلئے فنڈز مہیا کرنے میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔

ایک تلخ حقیقت

قیام پاکستان کے بعد حضرت خطیب الاسلام کی سیاسی و مذہبی خدمات کے تذکرے سے قبل اس تلخ حقیقت کا بیان ضروری ہے کہ اکثر مورخین پاکستان کے قلم پر حقیقت کی بجائے عقیدت غالب رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک آزادی ہند اور تحریک

ختم نبوت کے حوالے سے لکھی جانے والی نصابی و غیر نصابی کتب میں ہمیں حضرت خطیب الاسلام کا تذکرہ نہیں ملتا۔

○ وہ خطیب الاسلام جس نے فرنگی حکومت کو اس وقت للکارا جب اس کی سرحدوں میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔

○ وہ خطیب الاسلام جس نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۷۴ء تک تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر اس طرح حصہ لیا کہ مجاہد اول تحریک ختم نبوت کہلائے۔

مگر جب مورخ نے قلم پکڑا تو حضرت خطیب الاسلام کے کمالات کو یکسر فراموش کر دیا اس رویہ کے متعلق ملک کے ممتاز مورخ و محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقمطراز ہیں کہ ”یہ ایک کھلی حقیقت ہے۔ کہ تحریک پاکستان اور تحریک آزادی ہند کے بعض مؤرخین پر عقیدہ اور عقیدت غالب رہی ہے۔ بالخصوص جہاں تحریک آزادی میں علماء کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ تاریخ کو عقیدے اور عقیدت پر غالب ہونا چاہیے دین اسلام کے مخلص خدمت گاروں میں یہ دیکھنا کہ کون ہمارا ہم عقیدہ ہے۔ اور کون نہیں ہے۔ جو ہے اس کو آسمان پر چڑھاؤ جو نہیں ہے اس کو زمین پر گرا دو۔ یہ اندازِ فکر نہایت ہی غیر مؤرخانہ ہے۔“

زبان نے کہہ بھی دیا لا الہ الا تو کیا حاصل

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

جب مؤرخ ایک طرف جھکنے لگتا ہے۔ تو اس کو ساری خوبیاں اور کمالات اسی

طرف نظر آنے لگتے ہیں دوسری طرف کچھ نظر نہیں آتا۔

”نقشِ حیات“ اس طرف، دوسری طرف ”نقشِ ممات“

”شاندار ماضی“ اس طرف، دوسری طرف ”خاردار ماضی“

”پرانے چراغ“ اس طرف، دوسری طرف ”مردہ چراغ“

”بڑے مسلمان“ اس طرف، دوسری طرف ”جھوٹے مسلمان“

الغرض ادھر دھوپ چمک رہی ہے اور ادھر گھٹنا میں چھا رہی ہیں کوئی دیکھے تو کیا دیکھے اور سمجھے تو کیا سمجھے۔ ۱

دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

مؤرخ کا قلم بزاراز دار ہے۔ ہزاروں راز اس کے قلم میں پیوست ہو کر رہ گئے۔

محبوب و مردود بنانا اور مردود کا محبوب بنانا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اندھیروں میں اجالے

اور اجالوں میں اندھیرے دکھانا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔ ۲

آئیے تاریخ کے اوراق میں حضرت خطیب الاسلام کے کمالات کا سراغ لگاتے

ہیں اور حقائق قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

شوخی قسمت کہ قیام پاکستان کے بعد قادیانی وکیل ظفر اللہ خاں کو ملک کا وزیر

خارجہ بنا دیا گیا وہ شخص جس نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے قائد اعظم کا جنازہ

تک نہ پڑھا بلکہ ایک غیر مسلم وزیر سے گپ شپ لگا کر باجب اس سے وضاحت طلب

کی گئی تو اس نے اپنے خبث باطن کا یوں اظہار کیا ”آپ مجھے کا فر حکومت کا مسلمان

ملازم سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کا فر ملازم“ ۳

چنانچہ اسکے اثر و رسوخ کی استعمال کر کے قادیانیوں نے ایک سو پتے سمجھے

منصوبے کے تحت اعلیٰ سرکاری ملازمتوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ مرزا محمود کا اپنا بیٹا ایم

ایم احمد (مرزا مظفر احمد) خواجہ ناظم الدین کے زمانے میں ساہیوال کا ذیلی مشن تھا۔ وہ

بھی اپنے مذہب کے پرچار اور اپنے گروہ کی سرپرستی کیلئے اپنی سرکاری حیثیت سے

۱ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۷ء

۲ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۷۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز،

لاہور ۱۹۸۷ء ۳ اخبار الفلاح پشاور ۲۸ اگست ۱۹۳۹ء بحوالہ قادیانیت کا سیاسی تجزیہ جلد اول ص ۶۳

حضرت خطیب الاسلام کیلئے یہ صورت حال ناقابل برداشت تھی آپ نے مجلس احرار کو فوراً متحرک کیا۔ اور قادیانیوں کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس وقت کی قانون ساز اسمبلی میں جب قادیانیوں کو کوئی سیٹ نہ دی گئی تو مجلس احرار نے فیصلہ کیا کہ اس فتح پر یوم تشکر منایا جائے۔

یوم تشکر

صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی بیان کرتے ہیں کہ پورے ملک میں یوم تشکر کے سلسلے میں بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے۔ چنانچہ 25/26 مئی 1951ء کولہا پور میں یوم تشکر کے سلسلے ایک عظیم الشان جلسہ عام ہو۔ جس میں تقریر کرتے ہوئے حضرت خطیب الاسلام نے مطالبہ کیا کہ

”احمد یوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یا انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ ملک کو چھوڑ دیں اور بھارت میں آباد ہو جائیں۔“

گویا حضرت خطیب الاسلام وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا برملا مطالبہ کیا جو بعد میں ساری قوم کا نعرہ بن گیا۔ مجلس احرار نے حکومتی سرپرستی میں قادیانیت کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو روکنے کیلئے تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔

حضرت خطیب الاسلام اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

18 مئی 1952ء کو وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں سرکاری پرنٹنگ ہاؤس میں جہانگیر پارک

کراچی میں احمد یوں کے جلسہ عام میں خطاب کیلئے پہنچا دوران خطاب اس نے یہ

۱۔ صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کا ایک یادگار خطاب ص ۱۲۳ ناشر عالمی ادارہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ 1988ء۔

گستاخانہ الفاظ کہے

اگر مرزا قادیانی کے وجود کو درمیان سے نکال دیا جائے۔ تو اسلام بھی باقی مذاہب کی طرح ایک خشک درخت کی مانند رہ جاتا ہے۔

اس گستاخی نے ملک میں آگ لگا دی۔ حضرت خطیب الاسلام میدان عمل میں یوں کودے کہ تحریک ختم نبوت کے ہیرو بن گئے۔ اپنی ولولہ انگیز خطابت سے قادیانیت کے حریباطل کے تار پوز بکھرنے لگے۔ شہر، شہر، قریہ، قریہ جا کر قادیانیت کو لکارنے لگے آپ کی یہ لکار پاکستان میں یوں گونجی کہ اقتدار کے ایوان لرزنے لگے۔

حکومت پاکستان نے ملک میں دفعہ 144 نافذ کر دی مگر یہ پابندیاں بھی حضرت خطیب الاسلام کے جوش و ولولہ کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئیں۔ آپ نے تمام ضابطے اور قانون نظر انداز کرتے ہوئے 20 جون 1952ء کو جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کی صدارت فرمائی، اس جلسہ کی کارروائی کا آغاز درج ذیل نعروں سے ہوا۔

مرزائیت مردہ باد
ظفر اللہ قادیانی کو ہٹاؤ
مرزائیت کو اقلیت قرار دو
دشمن دین، فاسق غلام قادیانی مردہ باد

یہ جلسہ چونکہ دفعہ 144 کی خلاف ورزی میں منعقد ہوا تھا۔ اس لئے حضرت خطیب الاسلام کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر ملک بھر میں پر زور احتجاج کے باعث آپ کو جلد رہا کر دیا گیا۔

حکومتی سرپرستی میں قادیانیت کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور ظفر اللہ خاں کی

سرگرمیوں نے تمام مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بنائی گئی جس کے صدر غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری مقرر ہوئے۔ مجلس عمل آل پارٹیز کے پلیٹ فارم سے قادیانیت کے خلاف باقاعدہ محاذ قائم کیا گیا۔ یوں تو اس تنظیم میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء اور شعلہ نوا مقرر شامل تھے۔ مگر حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ اپنی ولولہ انگیز خطابت، ممتاز روحانی مرکز کے سجادہ نشین اور موثر ترین انقلابی راہنما ہونے کی بنا پر غیر معمولی اہمیت کے حامل تھے یہی وجہ تھی کہ حکومتی خفیہ ایجنسیوں کے کارندے آپ کا زیادہ سے زیادہ تعاقب کرتے تھے۔ جس کی ایک ہم مثال جسٹس منیر انکواری رپورٹ ہے۔

منیر انکواری رپورٹ

گو جسٹس منیر انکواری رپورٹ جانبدارانہ بھی تھی اور متعصبانہ بھی غیر منصفانہ بھی تھی اور غیر مخلصانہ بھی۔ جس میں صرف حکومتی نقطہ نظر ہی سامنے آتا ہے۔ مگر یہ رپورٹ بھی حضرت خطیب الاسلام کے روشن کردار کو دھندلانہ سکی۔ اس میں جس شخصیت کو موثر خطیب، بہت بڑا انقلابی، زبردست حلقہ اثر رکھنے والا راہنما، لاکھوں مسلمانوں پر بھرپور گرفت رکھنے والا پیر، دلوں کی ڈھرنکیں تیز کر دینے والا شعلہ نوا مقرر اور جسے تحریک ختم نبوت کی سب سے بڑی قوت قرار دیا گیا وہ حضرت خطیب الاسلام ہی تھے۔ الفصل ما شہدت به الاعداء۔ آپ کے کئی بیانات نقل کر کے آپ کو سزا

۱۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت کے اسباب و وجوہات اور نتائج جاننے کیلئے حکومت نے دو رکنی کمیشن تشکیل دیا۔ جس کے سربراہ جسٹس منیر اور ممبر جسٹس ایم۔ آر۔ گیانی تھے۔ یہ کمیشن جو کہ 19 جون 1953ء کو بنایا گیا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ 10 اپریل 1954ء کو حکومت کو پیش کی۔ اس کو منیر انکواری رپورٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

کا مستحق گردانا گیا ہے۔ یہ رپورٹ آپ کی ولولہ انگیز جرات اور مجاہدانہ لاکھ رمنہ بولتے ثبوت ہے۔

چند اقتباسات ملاحظہ ہوں

گو جرنالوال ایک مقبول عام احراری مقرر صاحبزادہ فیض الحسن کا وطن ہے گو جرنالوال جولائی 1952ء میں ایک کانفرنس ہوئی۔ جس میں دوران خطاب صاحبزادہ فیض الحسن نے اعلان کیا کہ

کسی احمدی کو قتل کرنا رضائے الہی کو موجب ہے۔

احمدیوں نے اپنی کمشنر سے شکایت کی کہ اس کانفرنس میں ایک مقرر نے حاضرین کو جماعت احمدیہ کے قتل پر اکسایا ہے یہی معاملہ سیالکوٹ میں بھی پیش آیا اپنی کمشنر سیالکوٹ نے صاحبزادہ صاحب کو بلایا اور پوچھا! آپ مرزا صاحب کو برا کیوں کہتے ہیں؟

حضرت خطیب الاسلام جلال میں آگئے اور فرمایا میں مرزا کو دجال اور مذاب کہوں گا۔ اس نے ان لوگوں کو سو رکی اولاد کہا ہے جو اسے نبی نہیں مانتے۔ خواجہ ناظم الدین اور مسٹر دولتانہ بھی اس قبیل سے ہیں اور تم بھی انہی میں شامل ہو۔

حضرت خطیب الاسلام کی اس گفتگو کو سن کر وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ گا اور آپ کو جانے کی اجازت دے دی۔ اور کہا آپ تشریف لے جائیں۔ میں آپ کو اب پتہ نہیں کہہ سکتا

۲۶، ۲۷ ستمبر وائل پور (فیصل آباد) اور ۲۸ ستمبر ۱۹۵۲ء کو سمندری میں تشیم الشان

کنونشن منعقد ہوئے جس میں حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا!

مرزا صاحب پست چال چلن کے آدمی تھے اور اس قابل تھے کہ ان کے خلاف

غنڈہ ایکٹ کے تحت مقدمہ چلایا جاتا کیونکہ اس نے دختر رسول کی عظمت کی توہین کی ہے مرزا اور ظفر اللہ خاں دونوں غنڈے ہیں۔ ۱۔

۱۹ اکتوبر 1952ء میں شیخوپورہ 10 اکتوبر چوہڑکانہ (فاروق آباد) میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے حضرت خطیب الاسلام نے حکمرانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا ”جو شخص نبوت کی عزت اور دختر رسول کی ناموس کو نہیں بچا سکتا وہ پاکستان کو بھی نہیں بچا سکتا مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ جو لوگ اس کو نہیں مانتے وہ بازاری عورتوں کی اولاد ہیں۔ پنجاب کے وزیروں اور خواجہ ناظم الدین نے بھی اس کو نہیں مانا۔“

انہیں چاہئے کہ اگر وہ ناموس رسالت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ماؤں کی حفاظت تو کریں۔ ۲۔

۲۲، ۲۱ ستمبر ۱۹۵۲ء ڈسکہ میں آل مسلم پارٹیز کا کنونشن منعقد ہوا۔ جس میں خطاب کرتے ہوئے حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا:

”جس طرح گینڈر کو خربوزوں اور بلی کو گوشت کی رکھوالی سپرد نہیں کی جاسکتی۔ اس طرح ظفر اللہ اور دوسرے مرزائیوں پر پاکستان کے متعلق اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ خداریں مرزا غلام احمد ”واہیات“ تھا۔ اس نے گڑ کو مٹی سمجھ کر استنجا کر لیا تھا۔ ۳۔

مجلس عمل آل پاکستان مسلم پارٹیز نے 13، اگست 1953ء کو وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے ملاقات بھی کی اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے ظفر اللہ خاں کو عہدہ وزارت سے ہٹانے اور قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹانے کے مطالبات پیش کئے مگر ان مطالبات و خواجہ ناظم الدین نے ماننے سے انکار کر دیا۔ پانچ ماہ کی عوامی رابطہ مہم کے بعد مجلس عمل آل پاکستان مسلم پارٹیز کا اہم اجلاس ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ہوا۔

جس میں ڈائریکٹ ایکشن کرنے کی قرارداد منظور کی گئی اور ۲۲ جنوری کو خواجہ ناظم الدین کو الٹی میٹم دے دیا کہ ایک ماہ کے اندر یا تو مطالبات کو تسلیم کریں یا اپنے عہدہ وزارتِ عظمیٰ سے استعفیٰ دے دیں۔

ورنہ ان کے خلاف راست اقدام کیا جائے گا۔ یہ الٹی میٹم ایک غیر فوجی بغاوت سے کم نہ تھا روزنامہ ”زمیندار“ لاہور نے سہ ورق پر ایک چوکھٹا بنا کر دن لکھنے شروع کر دیئے تھے کہ الٹی میٹم پورا ہونے میں کتنے دن رہ گئے ہیں۔ خواجہ ناظم الدین اور ارباب حکومت اس عقدے کا حل تلاش نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس عمل نے گورنر جنرل اور وزیراعظم کی کوٹھیوں پر ختم نبوت کے فدائی رضا کاروں کے دستے بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ رضا کاروں کی بھرتی اور افرادی قوت کو منظم کرنا ایک بہت بڑا چیلنج تھا جس پر تحریک کی کامیابی کا مدار تھا۔ اس مشکل اور کٹھن کام کیلئے مجلس عمل کے تمام مقتدر علماء کی نظریں حضرت خطیب الاسلام کی طرف اٹھیں۔

تحریک سول نافرمانی کا پہلا ڈکٹیٹر

آپ نے اس امتحان کو سعادت سمجھتے ہوئے قبول کیا۔ آپ کو ملک بھر سے رضا کاروں کو بھرتی کے لئے پہلا ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔ آپ نے اس محنت اور جانفشانی سے یہ کام سرانجام دیا کہ ”رضا کاروں کی تعداد پچاس ہزار کی اس مقررہ تعداد سے بڑھ چکی تھی، جس کی بھرتی کا ذمہ صاحبزادہ فیض الحسن نے لے رکھا تھا۔ رضا کاروں سے حلف ناموں پر دستخط کرائے جا چکے تھے کہا جاتا ہے کہ بعض رضا کاروں نے حلف نامے اپنے خون سے لکھ کر پیش کئے تھے۔ صاحبزادہ فیض الحسن کا رویہ خصوصاً جارحانہ ہو رہا ہے۔“

خطیب الاسلام کی گرفتاری اور مارشل لاء

حضرت خطیب الاسلام ۲۶ فروری کو ایک دستے کی قیادت کرتے ہوئے کراچی پہنچے اور گرفتار کر لئے گئے۔ ۱۔

ان کے علاوہ دفتر ختم نبوت سے غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علامہ سید عطا اللہ شاہ بخاری، مولانا لال حسین اختر، عبدالرحیم جوہر، نیازی لدھیانوی، ماسٹر تاج الدین انصاری اور اسد نواز وغیرہ پوری قیادت کو حکومت نے گرفتار کر لیا۔ ان گرفتاریوں سے پورے ملک میں برہمی، غم و غصہ اور لاقانونیت کی ایک لہر دوڑ گئی اور لاہور میں بد نظمی اور ابتری کا سیلاب اس قدر قابو سے باہر ہو گیا کہ ۲ مارچ کو تحریک ختم نبوت کو کچلنے کے لئے لاہور میں فوج کو طلب کر لیا گیا۔ ۴، ۵ مارچ کو مسلمانوں پر تشدد کی انتہا کر دی گئی ۶ مارچ ۱۹۵۳ء ڈیڑھ بجے دوپہر مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ ۲۔

۱۴ فروری ۱۹۵۳ء انٹیلی جنس بیوروہ گورنمنٹ آف پاکستان کراچی نے سی، ڈی، آئی پنجاب کو ایک مراسلے میں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ

The first person who will offer himself for arrest in connection with this agitation in Punjab will possibly be Saheb Zada- Peer Faiz-ul-Hassan who was about 30000 Murids. It is said all his murids will follow suit.

”اس ایجنٹیشن میں پنجاب میں جو شخص سب سے پہلے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے گا یقیناً وہ صاحبزادہ فیض الحسن ہونگے ان ہمراہ ان کے ۳۰ ہزار مرید بھی خود

۱۔ جنس منیہ انکوائری رپورٹ ایضاً ص: ۱۵۳ ۲۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص: ۲۸۲

گرفتاری کے لئے پیش کریں گے۔ اے

گرفتاری کے بعد آپ کو سکھر جیل منتقل کر دیا گیا۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولانا ابوالحسنات علیہ الرحمہ، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ اور دیگر مکاتب علماء بھی تھے۔ جیل میں آپ پر تشدد کی انتہا کر دی گئی آپ کو برف پہ لٹایا گیا آپ نے یہ سب کچھ تقاضات ایمان سمجھ کر قبول کیا اور راجہ حق میں ہر افتاد کو سینے سے لگایا مگر آف تک نہ کی۔

اے رہ یار! ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا
جور کے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے

ایام اسیری

سکھر جیل میں آپ کے ایام اسیری ایک سال سے زائد عرصہ پر محیط ہیں۔ ان ایام میں چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ لاکھوں عقیدت مندوں کے دلوں پر حکومت کرنے والا... فرنگی آمروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والا... ایک عظیم آستانہ عالیہ کا سجادہ نشین... لوگوں کے دلوں کی دھڑکنے تیز کرنے والا عظیم المرتبت خطیب... ایک عام قیدی کی حیثیت سے جیل کی مشقت برداشت کرتا رہا۔ ایام اسیری کے کچھ واقعات حضرت خطیب الاسلام نے اپنی ایک تقریر دلپذیر ہمہ گیر میں یوں بیان فرمائے۔

ہم سکھر جیل میں تھے تو مجھے یاد ہے کہ ناظم الدین کی وزارت تھے مسلم لیگ کا اقتدار تھا۔ پنجاب میں ممتاز دولتانی کی حکومت تھی جب مارشل لا لگا۔ جب گولیاں چلنی شروع ہوئیں۔

جب ہمیں سکھر جیل میں بند کیا گیا اس وقت گرمی کا موسم تھا۔ ہمیں گندہ پانی پلایا گیا جب خراب چاولوں کے آنے کی روٹیاں ہمیں کھلائی گئیں! جب نوالے ہمارے حلق میں اٹک گئے خدا کی قسم! تو اس طرف سے ناظم الدین نے کہا

ہم مولویوں کو نہیں چھوڑیں گے

ایک ذرا کمزور قسم کے مولوی تھے وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت سنا آپ نے میں پوچھا جناب کیا؟ کہنے لگے کہ خواجہ ناظم الدین کہتے ہیں ہم نہیں چھوڑیں گے میں نے کہا قبلہ یاد رکھو!

نمرود نے کہا تھا حضرت خلیل کے متعلق..... میں نہیں چھوڑوں گا

فرعون نے کہا تھا حضرت کلیم کے متعلق..... میں نہیں چھوڑوں گا

ابو جہل نے کہا تھا کملی والے کے متعلق..... میں نہیں چھوڑوں گا

یزید نے کہا تھا میرے مولا حسین کے متعلق..... میں چھوڑوں گا

اور ناظم الدین کہتے ہیں ہم مولویوں کو نہیں چھوڑیں گے

میں نے کہا تم دیکھو تو تماشا کیا بنتا ہے؟

خدا کی قسم! اب دیکھ لو کہ ناظم الدین مرغی خانہ کھول کر کراچی میں بیٹھے ہیں اور

میں چالیس ہزار کے مجمع میں مولوی بنا ہوا آج بھی تقریر کر رہا ہوں۔ ارے جب ہم رہا

ہو کر آئے تو ناظم الدین کی حکومت جا چکی تھی۔ وہ وزیر سے مرغی خانہ بن چکا تھا۔

میں پہلے بھی مولوی تھا۔ پہلے چھوٹا مولوی تھا کملی والے کے صدقے میں میں بڑا

مولوی بن گیا۔ جب ختم نبوت کے نام پر ہم نے مشعل اٹھائی۔ کملی والے کے صدقے

چھوٹے بڑے بن گئے قطرے گہر بن گئے ذرے آفتاب بن گئے۔

جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت

حضرت خطیب الاسلام نے ۱۹۵۴ء میں مجلس احرار کو خیر آباد کہا اور جمعیت العلماء پاکستان میں شمولیت اختیار فرمائی اس کی وجہ اپنی خودنوشت میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

پہلی تحریک ختم نبوت 1953ء میں ایک سال جیل میں گزارا۔ غور و فکر کا موقع ملا۔ حالات کا جائزہ لیا۔ حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت ملی۔ مسلک حق اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لئے اور نوازیدہ مملکت پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جمعیت العلماء پاکستان سے تعاون کیا۔

حضرت خطیب الاسلام جیسے لاثانی خطیب اور عظیم المرتبت شخصیت کی جمعیت میں شمولیت نے اس میں گویا نئی جان ڈال دی۔ جمعیت کی قیادت نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا آپ کی آمد پر بے پناہ مسرت کا اظہار کیا گیا اور ۱۹۵۴ء میں تحریک ختم نبوت کے بعد لاہور میں منعقد ہونے والی جمعیت العلماء پاکستان کے اجلاس میں آپ کو پنجاب کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اب کیا تھا کراچی سے لے کر چٹاگانگ تک آپ کی خطابت کا ڈنکا بجنے لگا۔ صبح و شام سفر، ہر رات جلسہ، ہر جگہ جمعیت کا پیغام پہنچانے لگے اب آپ کی تمام تر توانیاں جمعیت کو عوامی جماعت بنانے میں صرف ہونے لگیں۔

انہی دنوں ایک واقعہ رونما ہو۔ راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) نے یہ واقعہ خود حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ تاجدار آلومہار شریف کی زبانی سنا تھا اور قطب عالم حضرت پیر سید چراغ علی شاہ مراڑہ شریف کے عالی خاندان کے بعض مشائخ نے اس واقعہ کو اپنی مجالس میں بار بار بیان فرمایا ہے کہ

۱۔ خطیب الاسلام کی خودنوشت سوانح ص: ۹۴ ماہنامہ ضیائے حرم شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۴ء

فیصل آباد کے مضافات میں کسی جلسے پر حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ (محدث اعظم پاکستان) اور حضرت خطیب الاسلام کا ایک ہی اسٹیج پر خطاب تھا حضرت خطیب الاسلام اپنی روایتی اخلاقی بلندی کے تحت خود ہی حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کے لئے اس کمرے کی طرف چل دیئے جس میں وہ تشریف فرما تھے حضرت شیخ الحدیث کو جب آپ کی آمد کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا اور ملاقات نہ کی بتایا گیا کہ حضرت شیخ الحدیث نے یہ معاملہ اس بنا پر کیا ہے کہ ان کے خیال میں علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات کے بارے میں ان کا موقف واضح نہیں ہے حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا

”مناسب تو یہ تھا کہ حضرت مجھ سے وضاحت طلب فرمالیتے“

بہر حال یہ واقعہ جب قطب عالم پیر سید چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تاجدار مراڑہ شریف کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ ایک قریبی ملاقات میں سخت ناراضگی اور افسوس کا اظہار فرمایا کہ

آپ جیسی با عظمت شخصیت سے یہ توقع نہ تھی شاید آپ نہیں جانتے کہ صاحبزادہ فیض الحسن کس شان کے مالک ہیں؟ اہلسنت کے عقائد تو لوگ ان کے آستانے کے خادموں سے سیکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا میں نے خود دیکھا کہ قطب حقانی حضرت سیدنا پیر سید جماعت علی شاہ الاثنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو (ان کی جوانی کے عالم میں) اپنی گود میں بٹھاتے اور سینے سے لگا کر فرمایا کرتے کہ

”اس شہزادے کے وجود مسعود کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل سنت کو بہت فائدے پہنچا میں گئے۔“

اسی پیشگوئی اور فراست ایمانی کی روشنی میں قطب مراڑوی نے مشائخ و علمائے

اہل سنت کو مشورہ دیا کہ صاحب زادہ صاحب کی قیادت میں جمع ہو جائیں۔

جمعیت کی صدارت

حضرت خطیب الاسلام کی شاندار تنظیمی، دینی، تبلیغی اور روحانی خدمات کی وجہ سے آپ کو غازی کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء) کے بعد جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی اجلاس منعقدہ لاہور میں جمعیت کا صدر چن لیا گیا۔

حضرت خطیب الاسلام نے فیصل آباد میں جمعیت کے زیر اہتمام ربیع الاول ۱۳۸۱ھ بمطابق اگست ۱۹۶۱ء منعقدہ کانفرنس سے بحیثیت صدر جمعیت العلمائے پاکستان خطاب فرمایا۔ اس جلسہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ البرکات علیہ الرحمہ (ضرب الاحناف)، اور شیخ الحدیث مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ بھی اسٹیج پر موجود تھے۔ آپ نے اپنے انتخاب اور آئندہ لائحہ عمل کا اعلان یوں فرمایا

میرے محترم جو کرسی خالی ہوتی ہے۔ وہ پھر پر نہیں ہوتی۔ زمانہ ترقی نہیں کرتا۔ زمانہ تنزل پذیر ہے۔ جو شخصیت چلی جاتی ہے اس کی کرسی خالی رہتی ہے۔ وہ لاجواب شخصیت جن کی قربانیوں کی داستان بڑی رنگین بھی ہے اور بڑی طویل تھی۔ جن کو حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو مجلس عمل کے صدر تھے۔ جو سنیوں کے بے باک ترجمان تھے۔ جو غازی کشمیر تھے۔ جن کے پاس علم بھی تھا اور حلم بھی جو صرف گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ جن کے پاس قلم بھی تھی اور تلوار بھی تھی۔

جو حامل اسرار قرآن بھی تھے اور صاحب ایمان بھی

ایک بہت بڑے خاندان کے چشم و چراغ تھے اور سنیت کے علمبردار تھے ان کے

فوت ہونے جانے کے بعد ایک بہت بڑی جگہ خالی ہوئی جمعیت علمائے پاکستان کی میٹنگ ہوئی اور حضرت علامہ ابوالبرکات نے اس عہدے کے لئے جو خالی تھا میرا نام پیش کر دیا۔ اب میں کیا کروں میں سمجھ گیا کہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟۔

اس لئے نہیں کہ میں علامہ ہوں۔ اس لیے نہیں کہ میں فاضل ہوں، اس لئے نہیں کہ میں بہت پڑھا لکھا ہوں۔ انہوں نے سوچا کہ یہ نوجوان ہے۔ بوجھ اچھا اٹھاتا ہے اسی پر بوجھ ڈال دو۔ جماعت کا سارا بوجھ مجھ پر لا دیا گیا۔

میں نے کہا حضرت میں سارا بوجھ اٹھاؤں گا اور اٹھا کر چلوں گا۔ لیکن آپ کی تائید کی ضرورت ہے۔ آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔

شیخ الحدیث کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ سنیوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اہل سنت اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو تو اگر میں چھ مہینے کے عرصے میں جمعیت علمائے پاکستان کو ملک کی سب سے بڑی مقبول اور جمہوری جماعت نہ بنا دوں تو میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوں اگر تم تعاون نہ کرو تو پھر تم خدا کے سامنے جوابدہ ہو۔

میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ جمعیت علمائے پاکستان کے ابتدائی رکن بن جاؤ۔ لائل پور میں جمعیت کی شاخیں قائم کر لو اس کا انتخاب کر لو۔ ہم دو مہینے کے بعد مرکزی کانفرنس لاہور میں کرنے والے ہیں اس کے لئے ہمیں مندوب چاہیے اور تم جب جمعیت علمائے پاکستان کی شاخیں بنا لو گے۔ تو عالمی کمیشن میں جو باتیں شریعت مصطفیٰ کے خلاف ہیں اگر ان کو منسوخ نہ کرادوں تو پھر میں جواب دے اور یہ خاندانی منصوبہ بندی اس کے ڈھانچے کو اگر ہم پارہ پارہ نہ کر دیں تو میں جواب دے ہوں۔

اور پھر یاد رکھو! اگر مرزائیوں کو اقلیت بنانے کے سوال کو ہم کامیاب نہ کرادیں۔ تو پھر ہم جوابدہ ہیں۔

میرے دوستو! آج بڑے بڑے لوگ آتے ہیں..... پتلونیں پہن کر آتے ہیں۔
 ثانی لگا کر آتے ہیں..... وزیر بن کر آتے ہیں..... وہ سمجھتے ہیں کہ ہم مولویوں کی آنکھوں
 میں دھول جھونکیں گے..... وہ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ ہمیں بھول گئے ہیں... وہ سمجھتے ہیں
 کہ سنی غافل ہو گیا... وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے عوام ہمیں بھول گئے ہیں... خدا کی
 قسم ہم بالکل نہیں بھولے۔ ابھی شہدائے ختم نبوت کی تڑپتی ہوئی لاشوں کا رقصِ بادل
 میرے سامنے موجود ہے۔

میں آپ کو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج بھی شہادتِ مصطفیٰ کے نام پر۔ ختم
 نبوت کے نام پر جو عورتیں رانڈ ہو گئیں اور لئے ہوئے سہاگ لاہور کی گلیوں میں در بدر
 پھر رہے ہیں میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ ارے میں ان یتیم بچوں کو نہیں
 بھولا جو ختم نبوت کی تحریک یتیم ہو گئے اور جو کملی والے کے پیارے ہیں اور جن کے
 ماں باپ مصطفیٰ کے نام پر دیوانہ وار قربان ہو گئے۔ وہ یتیم لاہور کی گلیوں میں آج بھی
 چل کے اپنے باپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اپنی جنت گم گشتہ کو یاد کر رہے ہیں۔

وہ گولیاں چلانے والے کون تھے؟

وہ مارشل لاء لگانے والے کون تھے؟

وہ مولویوں کو قید تنہائی میں بند کرنے والے کون تھے؟

وہ مولویوں کو داڑھیوں سے پکڑ کے کھینچنے والے کون تھے؟

وہ مولویوں پر بے پناہ گولیاں چلانے والے کون تھے؟

وہ بلاوجہ مارشل لاء لگانے والے کون تھے؟

وہ بچوں کو شہید کرنے والے کون تھے؟

وہ ختم نبوت کے مطالبے کو روکنے والے کون تھے؟

ارے کوئی اور بھول جائے۔ نہ میں بھولا ہوں... نہ سنی بھولا ہے... نہ ہمارے

حضرت محمد ذوالعقد والکرم اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

موجہ ۹ نومبر کو جمعیت العلماء کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا تھا جس کا ایجنڈا اجلاس کو بھی ملا ہوگا۔ اس اجلاس میں اہلسنت کی تعمیر و تنظیم کے متعلق اہم فیصلے ہوئے اور قراردادیں پاس ہوئیں تھیں اب اسی سلسلہ میں جمعیت کا دوسرا اجلاس مورخہ ۲۵ - نومبر ۱۳۰۳ لوقت صبح ۱۰ بجے بمقام الکرکھٹی بیرون بھائی دروازہ لاہور میں ہو رہا ہے جس میں آئندہ کی شرکت از بس ضروری ہے۔ ہمیں جناب کے دیسی و ملی اخص و مشغور کی بنا پر پوری یقین ہے کہ آپ اس اہم مجلس میں شرکت فرما کر ہماری اور ملت کی رہنمائی فرمائیں گے۔

- ایجنڈا - اہلسنت کی تعمیر و تنظیم کے سلسلہ میں ٹھوس لائحہ عمل -
- دارچہ و داخلہ حکمت عملی کے متعلق جماعتی نکتہ نگاہ کا تعین
- جمعیت کی سالانہ کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ
- دیگر امور با اجازت صدر

نوٹ - پتہ ترقی آہنگر، طبع و پائی - پتہ - ایسے دیہات نام گزرتا نام گزرتا اور وقت
- اب کو سو واداکر مانوگا موسم کے لحاظ سے بستہ ضرور ہمراہ لائے۔
- جماعتی نظام کے سلسلہ میں تجاویز اور قراردادیں مرتب کر کے لائے
اور اجلاس میں خود پیش کیجئے۔

والسلام

(محمد زید) فیض الحق

صدر جمعیت العلماء پاکستان

محمد زید
العلماء جمعیت علماء

حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے بحیثیت صدر جمعیت
ایک نادر دعوت نامہ کا عکس

علماء بھولے ہیں۔ ارے قیامت کو خدا حساب لے گا۔ لیکن انشاء اللہ ہم لائل پور اور لاہور کی گلیوں میں ان سے حساب لے کر دکھائیں گے۔

قریب آتا ہے روزِ محشر چھپے گا شہداء کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا لے

صدارتی انتخاب اور عورت کی سربراہی کا مسئلہ

صدر ایوب خان نے مارشل لاء کے دوران ۸۰ ہزار ارکان بنیادی جمہوریت سے جو اپنی صدارت کی توثیق کرائی تھی۔ اس کی مدت ۱۹۶۵ء کو ختم ہو رہی تھی لہذا نئے صدارتی انتخاب کی تاریخ ۲ جنوری ۱۹۶۵ء کو مقرر کی گئی متحدہ حزب مخالف (G.O.P) نے صدر ایوب خان کے مقابلے میں محترمہ فاطمہ جناح کو صدارتی انتخاب لڑنے کے لئے کھڑا کیا۔ ۲

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کچھ عرصہ قبل لکھ چکے تھے کہ کسی محفل میلاد میں عورت کی صدارت تو کیا ملک میں عورت کی صدارت و امارت بھی حرام ہے مگر محترمہ فاطمہ جناح کے لئے اضطرار کا عذر تراشا گیا۔ جمعیت علمائے اسلام کا موقف بھی عجیب ”گھن چکر“ تھا۔ پہلے تو یہ لوگ اعلان کرتے رہے کہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی ایوب خان کے مقابلے میں انتخاب لڑیں گے مگر پھر ایوب خان ہی کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اس وقت ان کے لئے ”دستِ غیب کے قصے“ عام ہو گئے۔ ۳

جب بعض علماء کرام اور مفتیان قوم محترمہ فاطمہ جناح اور مودودی صاحب کی

۱۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کی تقریریں ص ۵۵۷ تا ۵۷۵ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۱۹۹۳ء

۲۔ تحریک و تاریخ پاکستان حصہ دوم ص ۱۲۳ پروفیسر شیخ محمد رفیق لاہور

۳۔ شہباز خطابت از سید بشیر احمد ہاشمی ماہنامہ ضیائے حرم نومبر ۱۹۸۸ء ص ۵۳

حمایت میں اکٹھے ہوئے اور فتویٰ جاری کیا کہ ”عورت سربراہ مملکت ہو سکتی ہے۔“
تو اس نازک موڑ پر اہل سنت کے اکابر علماء و مشائخ نے جمع ہو کر اس فتوے کی
شدید مذمت کی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ
نے شرعی فتویٰ جاری فرمایا کہ اسلام میں عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔ لہذا ہم فیلڈ
مارشل ایوب خان کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ اس فتویٰ کی پاکستان کے ہزاروں
علماء و مشائخ نے تصدیق و تائید فرمائی، اور سب نے مل کر حضرت خطیب الاسلام سے
اپیل کی کہ ہمیں آپ کی سیاسی صدارت و قیادت پر مکمل اعتماد ہے۔ آپ اس وقت
سیاسی دنگل میں کود کر اہل سنت کے سفینے کو کامیابی کے ساتھ ساحل مراد سے ہمکنار
فرمائیں، آپ نے علماء کرام کے اعتماد کو منزل مقصود تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا، چنانچہ آپ
کی قیادت میں امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی،
خطیب پاکستان علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی (کراچی)، خطیب اہل سنت مولانا محمد
شریف نوری، بین الاقوامی قاری مولانا غلام رسول، حضرت صاحبزادہ محمد طیب ہری پور
ہزارہ، حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے، حضرت علامہ محمود احمد رضوی (شارح بخاری)،
حضرت مفتی مختار احمد نعیمی، راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) اور دیگر کئی علماء و مشائخ
نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے دورے کئے۔ ڈھا کہ چانگام اور سلہٹ کے میدانوں
سے لے کر نشتر پارک کراچی اور موچی دروازہ لاہور تک اور وہاں سے لے کر لیاقت
باغ راولپنڈی اور یادگار چوک پشاور تک کانفرنسیں اور جلسے منعقد کئے، موڈودی اور ان
کے حامی علماء کو مبالغے اور مناظرے کے چیلنج دیئے لیکن محمدی کچھار کے شیروں کے
مقابلے میں کوئی نہ آکا۔

آپ نے اعلان فرمایا جب تک فیض الحسن زندہ ہے۔ اس ملک پر عورت کی
حکمرانی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا، چنانچہ آپ کی اس جرأت اور غیرت نے

پاکستان کے مسلمانوں کی فکر میں انقلاب برپا کر دیا۔ پورے ملک میں انقلاب آ گیا لوگوں کے دل و دماغ بدل گئے۔ آنے والے انتخابات میں عوام نے ایوب خان کو صدر چن لیا اور حضرت خطیب الاسلام کی پر عزم قیادت نے مفتی اعظم پاکستان کے فتوے کی لاج بھی رکھ لی اور پاکستان کے سنیوں کی آبرو بھی بچالی اور یوں زمانے کی دو مسلمہ شخصیات کی پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اس عظیم انقلابی کامیابی پر حاسدین اور بھی سیخ پا ہو کر حضرت خطیب الاسلام کی کردار کشی کے درپے ہو گئے جس پر آپ نے صرف یہ جواب دیا کہ میں نے مفتی اعظم پاکستان اور دیگر علماء و مشائخ کے حکم اور فتویٰ کی تعمیل کی ہے۔ اگر ایوب خان کی حمایت کے سلسلے میں میرا اقدام آپ کی نظروں میں غلط ہے تو یہ غلطی میری نہیں فتویٰ دینے والوں کی ہے آپ لوگ ان کی طرف رجوع کریں۔

ایوب خاں کی حمایت حقوق اہل سنت کا تقاضا تھا

قارئین کرام پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہتا ہے کہ خطیب الاسلام نے اکابرین اہل سنت کی مشورت سے دینی ضرورت کے تحت ایوب خان کی حمایت کی تھی اور بقول علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اقل القبیح حتمین کو اختیار کیا تھا، تاکہ اس ملک کو آنے والے سیلاب بد مذہبی سے بچایا جائے، بعض کم فہموں نے اس حمایت کو سیاسی اور مفاداتی سمجھ لیا تھا اور آج تک غلط فہمیاں پھیلائے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے) چونکہ صدر ایوب خان مرحوم کی حمایت محض سیاسی عمل نہ تھا بلکہ اہل سنت کی مذہبی ضرورت تھی۔ اسی بنیاد پر ایوب خاں سے نفاذ نظام مصطفیٰ کا وعدہ لیا تھا۔ جو بعد میں وہ پورا نہ کر سکا اور علماء اس کی حمایت سے دستبردار ہوتے گئے، مگر

خطیب الاسلام نے حقوق اہل سنت کے سلسلے میں چند اہم کارنامے ضرور انجام دے لئے تھے۔

○ سالانہ جشن میلاد اور سالانہ گیارہویں شریف کی تعطیلات منظور کروائیں اور ان کو سرکاری سرپرستی دلائی۔

○ ریڈیو پاکستان پر محفل میلاد کا آغاز کرایا۔

○ شاہی مسجد لاہور سے ایک بد مذہب خطیب (منکر قربانی) کو الگ کرایا اور علامہ قیوم الہی عرفانی کو خطیب متعین کرایا۔

○ جامع اسلامیہ بہاولپور یونیورسٹی میں اہل سنت کی نمائندگی کے لئے امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کو بطور شیخ الحدیث خدمات سپرد کروائیں۔

○ سیکولر ذہن رکھنے والے فضل الرحمان کو ڈائریکٹر مذہبی امور کے عہدہ سے الگ کرایا۔

○ فوج میں اہل سنت کے دینی مدارس کے علماء اور خطباء کی تعیناتی کے لئے کام آغاز کیا جو بعد میں قائد اہل سنت حضرت شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے دور صدارت میں مکمل ہوا۔ وغیرہا

شیخ الاسلام کا اعتراف

آپ کی انہی خداداد صلاحیتوں کا اعتراف تھا کہ جب آپ کے بعد حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جمعیت کے صدر منتخب ہوئے اور بہت جلد ہی ہمارے علماء نے ان کے ساتھ روایتی عدم تعاون اور سرد مہری کا رویہ اختیار کر لیا تو آپ نے جمعیت کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا، اس پر حضرت خطیب الاسلام نے استعفیٰ پر نظر ثانی کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے اتحاد سٹیلز جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں

ایک بڑے اجتماع سے خطاب کے دوران حضرت خطیب الاسلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ”حضرت یہ استعفیٰ میرا آخری فیصلہ ہے اگر اس یتیم جماعت میں آپ جیسا ایک بھی رجل رشید ہوتا تو میں کبھی مستعفی نہ ہوتا۔“

خطیب الاسلام کے حامی علماء و مشائخ

یاد رہے کہ اس دور کے حاسدین کے طوفانِ بدتمیزی کے مقابلے میں جو شخصیات حضرت خطیب الاسلام کی قیادت پر تحریراً اور تقریراً اعتماد فرماتی رہیں اور عورت کے سربراہ مملکت ہونے کی مخالفت میں شرعی فتوے صادر فرماتی رہیں ان میں حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات قادری، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی، غزالی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی، فقیہہ اعظم حضرت علامہ محمد نور اللہ بصیر پور، فقیہہ العصر حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کراچی، مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد عمر اچھروی، مناظر اسلام مولانا محمد عنایت اللہ سانگلہ بل، ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری، بحیرہ شریف، حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی کراچی، استاذ العلماء مفتی صاحبزادہ خاں سندھ، خطیب پاکستان علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی، صدر المشائخ حضرت پیر فضل عثمان مجددی کابلی، فخر المشائخ خواجہ پیر عبدالمجید خضری پیر آف دیول شریف، شہادت بخاری علامہ محمود احمد رضوی، مفکر پاکستان مولانا محمد بخش مسلم بی اے، شیخ الحدیث مولانا غلام فخر الدین گانگوی میانوالی، حضرت شیخ الحدیث صاحبزادہ سید محمد زبیر شاہ چلوال، حضرت صاحبزادہ فیض علی فیضی راولپنڈی، خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری لاہور، پاسبان مسلک رضا مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی گوجرانوالہ کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، بلکہ ان دنوں ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کی ایک اشاعت میں حضرت خطیب الاسلام کی قیادت و صدارت پر اعتماد کرنے والے اکابر

علماء کے نام لکھ کر حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی نے مخالفین کو چیلنج دیا تھا۔

تلک ابائی فجننی بمثلہم

یعنی ”یہ ہیں میرے بزرگ جو حضرت خطیب الاسلام کی قیادت پر اظہارِ کبروت ہیں (تمہارے پاس کوئی ان جیسا ہے تو پیش کرو۔

”علمائے اہل سنت میں مولانا عبدالستار نیازی، حضرت سید محمود شاہ گجراتی اور علامہ عبدالغفور ہزاروی اپوزیشن کے فکر و خیال کے حامی بن گئے ہمارے بزرگ جناب سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کچھ تیز مزاج جلالت مآب بزرگ واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے صاحبزادہ صاحب کے خلاف شدید تنقیدی زبان استعمال کی اور ان کو شخصی طور پر نقد و نظر کے ترازو میں تو لا۔ ادھر منصورہ کا اخباری لاؤ لشکر اور پی۔ ڈی۔ ایم نے بھی صاحبزادہ صاحب پر مشق ستم راہ رکھی۔!

حضرت خطیب الاسلام کی ذات پر شخصی تنقید کی شدت کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی خطیبانہ عظمتوں، ادیبانہ رفعتوں، فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کے اعتراف پر اہل علم کی طرف سے آپ کو دیئے جانے والے خطاب ”ابوالکلام“ پر بھی طعن و طنز کے تیر برسائے گئے اس دور کے ایک موقر رسالہ نے اس پر بھی پھبتی کسی کہ ابوالکلام یہ (حضرت خطیب الاسلام) نہیں بلکہ وہ (مولانا ابوالکلام آزاد) بندوستان والے ہیں۔

تو حضرت خطیب الاسلام کی حمایت میں ملتان کے رسالہ ”طوفان“ نے ان دونوں شخصیات کا موازنہ یوں کیا کہ حضرت خطیب الاسلام کی شخصیت نیکو رسالے آگے رسالہ میں چھپنے والے صرف دو شعر ملاحظہ ہو۔

وہ بھی ابوالکلام تھا یہ بھی ابوالکلام

وہ پیشوائے کفر تھا یہ دین کا امام

حضرت خطیب الاسلام نے طعن و طنز کے تیر مسکراتے ہوئے سہے مگر قدم قدم لفظ کی عصمت اور زبان کی آبرو کو قائم رکھا۔ نہ زبان کو بے اعتبار ہونے دیا۔ نہ بیان کو بے وقار۔ انہوں نے مخالفت میں بھی شرافت کو قائم رکھا۔ کہیں بھی لفظوں کو خفیف نہ ہونے دیا۔ گالیاں سن کر بے مزہ ضرور ہوئے کیونکہ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے مگر گالی کا جواب گالی سے نہ دینا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ حضرت خطیب الاسلام کی خدمات کو سراہنے کے بجائے، یوں کہا جا رہا ہے

”پاکستان بننے کے بعد جب جمعیت علمائے پاکستان کی قیادت مجلس احرار کے ایک سابق تھکے ہوئے اور ناکام بزرگ کے ہاتھ آئی تو انہوں نے اسے مصالحت اور مفاہمت کی ایسی راہ دکھائی جو اقتدار کی عیش پرستی اور سہل انگاری کی راہ تھی۔“

اس عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ موصوف کی تاریخ پر کوئی نظر نہیں صرف اندھی عقیدت ہے جس نے بصیرت اور بصارت کو ختم کر رکھا ہے ورنہ وہ حضرت خطیب الاسلام کے بطور صدر جمعیت شاندار کردار کو یوں مسخ کر کے اپنے نبش باطن کا مظاہرہ نہ کرتے۔

حضرت خطیب الاسلام اور جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء

گھنڈ بھارت کے خواب کی تعبیر کے لئے 6 ستمبر 1965ء کو ہندوستان کی افواج نے پاکستان پر حملہ کر دیا۔ اس موقع پر صدر ایوب خان نے ریڈیو سے قوم کو خطاب کیا اور اپنی سابقہ روایات کے برعکس تقریر کا آغاز بسم اللہ سے کیا۔ بھارتی

جاریت کو بے نقاب کیا قوم کو پکارا کہ مردانہ وار آگے بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ ایوب خان نے تمام مذہبی و سیاسی لیڈروں سے تعاون کی اپیل کی۔ حضرت خطیب الاسلام پاکستان سے انتہائی محبت رکھنے والے بے لوث رہنما تھے آپ نے ہر مشکل سماعت میں ملک و ملت کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ جنگ ستمبر میں دفاع پاکستان کے لئے مذہبی و سیاسی پلیٹ فارم سے قائدانہ کردار ادا کیا سب سے پہلے آپ نے فقیہ اعظم پاکستان مفتی محمد نور اللہ علیہ الرحمہ سے انتقال خون کے جواز کا فتویٰ حاصل کیا لاکھوں روپیہ دفاعی فنڈ میں دیا اور ایک لاکھ رضا کار پیش کرنے کا اعلان فرمایا۔ ملک کے چپے چپے میں دفاع پاکستان کانفرنسیں کیں۔ عوام میں جذبہ جہاد اجاگر کیا۔ آپ کی تقریر کسی بھی جرنیل کے گھمسان کے رن سے کم نہ ہوتی تھی۔ حکومت پاکستان نے ریڈیو سے آپ کے خطابات براہ راست نشر کئے۔

جنگ ستمبر میں آپ کی بے مثال خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کی طرف سے آپ کو تمغہ پاکستان دیا گیا۔

یہ آپ کی علمی و جاہت، خطیبانہ رفعت اور عظیم المرتبت شخصیت کا اعجاز تھا کہ ایوبی دور میں آپ کو وزارتِ تعلیم کی پیشکش ہوئی مگر آپ نے ٹھکرادی کیونکہ ہوس اقتدار آپ کے دل کے کسی گوشے میں نہ تھی۔

1969ء میں جمعیت علمائے پاکستان میں شدید انتشار پیدا ہوا۔ حضرت خطیب الاسلام کی صدارت سے بغاوت ہوئی اور جمعیت چھ ٹکڑوں میں بٹ گئی مگر پھر اہم مذہبی شخصیات آپ کی صدارت پر متفق رہیں، جمعیت کی چھ ٹکڑوں میں تقسیم، اسباب و جوہات اور اس پر نقد و نظر حضرت خطیب الاسلام کی مسبوط سوانح حیات میں پیش کیا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

جمعیت کی صدارت سے سبکدوشی

4 اپریل 1970ء مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر حزب الاحناف لاہور میں جمعیت کے تمام گروپوں کا مشترکہ اجلاس ہوا چنانچہ جمعیت کے تمام گروپ مجتمع ہو کر ایک قوت بن گئے اور علامہ سید محمود احمد رضوی کنوینر مقرر ہوئے۔ 13-14 جون 1970ء کو نو بہ ٹیک سنگھ میں سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ حضرت خطیب الاسلام نے کانفرنس کی کامیابی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

13 جون 1970ء کو جمعیت کا انتخاب ہوا جس میں شیخ الاسلام حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مکمل اتفاق رائے میں صدر منتخب ہوئے اور علامہ محمود احمد رضوی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ حضرت خطیب الاسلام صرف پارلیمانی بورڈ کے رکن تھے۔ آپ نے بغیر کسی عہدہ کے حضرت شیخ الاسلام کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا اور کئی مرتبہ آپ نے فرمایا۔ ”اگر ہم قائد بن سکتے ہیں تو ورکر بھی بن سکتے ہیں“۔

اس فقید المثال سنی کانفرنس میں آپ کی پر جوش تقریر کانفرنس کا حاصل ٹھہری۔ آپ نے دوران تقریر عوام میں اس قدر جوش و خروش پیدا کیا کہ جمعیت کے لئے اسٹیج پر نوٹوں کے ڈھیر لگ گئے۔ 15 جون کو روزنامہ ”کوہستان“ نے آپ کی تقریر پر یہ ہیڈ لائن لگائی

”نوٹ بھی اور ووٹ بھی“

اور آپ کی تقریر و نمایاں کورٹج دی۔

دسمبر 1970ء میں ہونے والے انتخاب تک پورے ملک میں جمعیت نے سنی کانفرنسوں کا جال بچھا دیا۔ حضرت خطیب الاسلام خیبر سے لے کر کراچی تک تمام کانفرنسوں میں رُوح رواں کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اپنی ولولہ انگیز خطابت

میں سوشلزم، کمیونزم، بھنوا اور بھاشانی کے نظریات کے پر نچے اڑاتے رہے۔ جمعیت کے منشور کی تشریح فرماتے رہے۔ نہ خود ٹکٹ طلب کیا اور نہ ٹکٹ کے حصول کیلئے ایجنڈ کی جس کو بھی جمعیت نے ٹکٹ دیا اس کے لئے سراپا ایثار بن گئے اور ہر سطح پر جمعیت سے مخلصانہ تعلق نبھایا۔ سچ تو یہ ہے کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کے طوفان کے سامنے صرف جمعیت علماء پاکستان ہی کھڑی ہو سکی۔

انتخابات کے بعد جب قومی اسمبلی میں جمعیت کے پارلیمانی لیڈر مقرر کرنے کا وقت آیا۔ تو حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے ابراہیم برق یا غلام حیدر پروانہ کو پارلیمانی لیڈر بنانے کی رائے دی اس پر حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا!

جمعیت علماء پاکستان علماء دین کی جماعت ہے اس کا پارلیمانی لیڈر عالم دین ہونا چاہیے۔ مزید فرمایا کہ مولانا نورانی نوجوان بھی ہیں اور عالم بھی لہذا انہیں یہ منصب دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ آپ کی اس صائب رائے کو جمعیت کی مرکزی قیادت نے قبول کیا اور مولانا شاہ احمد نورانی جمعیت کے پارلیمانی لیڈر مقرر ہوئے

مگر شومی قسمت مولانا شاہ احمد نورانی نے پارلیمانی لیڈر بن کر جماعتی فیصلوں کی بجائے اپنی ذاتی رائے پر عمل شروع کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ جماعت کے مشورہ کے بغیر مجیب الرحمان سے ملاقات کی۔ اور ڈھاکہ سے واپسی پر علامہ شاہ احمد نورانی نے ایک دھماکہ خیز اعلان کیا جو پاکستان کی تمام اخبارات میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ انہوں نے کہا ”ہم نے صاحبزادوں کو جمعیت سے نکال دیا ہے“۔

ان کے اس اعلان پر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ گو خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ جمعیت کے صرف پارلیمانی بورڈ کے رکن تھے۔ مگر علامہ نورانی اس بات کو اچھی طرح محسوس فرما رہے تھے کہ خطیب الاسلام کے قد آور سیاسی و روحانی شخصیت کے ہوتے ہوئے انہیں جمعیت میں اپنی پالیسیوں پر عمل کا موقع

نہیں ملے گا کیونکہ صدر جمعیت حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی قدس سرہ، حضرت خطیب الاسلام کے مشوروں اور آراء کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ بلکہ ان کے اکثر فیصلے آپ کی رائے کے مطابق ہی ہوتے تھے۔ مجیب سے ملاقات کی وجہ ہے جس پر حضرت شیخ الاسلام نے بحیثیت صدر انہیں پارلیمانی لیڈر شپ سے ہٹا دیا اور جلد ہی پھر بحال کر دیا۔ یہیں سے مولانا شاہ احمد نورانی نے جمعیت میں مشائخ کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کی پالیسی پر عمل شروع کر دیا نتیجتاً حضرت شیخ الاسلام نے اپنے انتخاب کے تین سال بعد دل برداشتہ ہو کر عہدہ صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور مولانا شاہ احمد نورانی نے 26، 27 مئی 1973ء کو خانیوال میں کنونشن منعقد کیا اور مسند صدارت پر براجمان ہو گئے۔

عملی سیاست میں فعال کردار

حضرت خطیب الاسلام ٹوبہ کانفرنس منعقدہ 13، 14 جون 1970ء میں جمعیت کے پارلیمانی بورڈ کے رکن مقرر ہوئے، اور اپنی سیاسی سرگرمیوں کو صرف مشاورت تک محدود رکھا۔ علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ نے صدر بننے کے بعد ایسے اقدامات شروع کئے جو جمعیت کی بنیادی فکر سے متصادم تھے۔ انہوں نے متحدہ محاذ میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ یاد رہے کہ متحدہ محاذ میں جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی اور اے این پی وغیرہ شامل تھیں۔ حضرت خطیب الاسلام نے اس پر انتہائی سخت رد عمل کا اظہار کیا اور فرمایا

مفتی محمود کے مختصر دور میں سرحد میں سنیوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے والی جماعت، حسین احمد کے نام ایوا، جس کے اکابر پر گستاخی مصطفیٰ کے سلسلہ میں تکفیر کا فتویٰ لگ چکا ہے۔ جس نے عمر بھر ہمیں مشرک اور قبر پرست کہا۔ جس کے عقائد کی تردید میں ہمارے عمر زری۔ جس کے اکابر آج بھی شان رسالت میں گستاخی کرتے

ہیں اور ہمیں مشرک کہتے ہیں ان سے اتحاد نہیں ہو سکتا۔

مزید فرمایا!

شرعی طور پر گستاخان مصطفیٰ سے اکابر علماء اہل سنت کے فتوؤں کے مطابق خلط ملط منع ہے اور اگر کسی اضطرار کے ماتحت جواز کی کوئی صورت نکال بھی لی جائے تو پہلے اضطرار ثابت کرنا ہوگا۔ ۱

مگر افسوس کہ مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ پر ان شرعی استدلالوں کا کوئی اثر نہ ہوا تو پھر حضرت خطیب الاسلام میدان عمل میں کودے۔ اہل سنت کے علماء و مشائخ و متحرک کیا اور جمعیت علماء پاکستان کا کنونشن 15 جولائی 1973ء کو جامعہ اسرار العلوم راولپنڈی میں منعقد کیا گیا۔ جس میں شیخ الحدیث مولانا غلام فخر الدین گانگوی (میانوالی) مفتی مختار احمد درانی (خانپور کٹورہ)، مولانا غلام قادر (کراچی)، قاضی اسرار الحق، مفتی حبیب احمد (سیالکوٹ)، صاحبزادہ محمد جمال الدین (میانوالی)، صاحبزادہ نذر دیوان، پیر محمد کبیر علی شاہ (چورہ شریف)، قاری عطاء اللہ، برق صاحب اور ان کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء مشائخ اور اراکین جمعیت شامل ہوئے۔ اس کنونشن میں حضرت خطیب الاسلام نے تجویز پیش فرمائی کہ فی الحال جمعیت کے انتخابات نہ کرائے جائیں صرف جماعتی ڈھانچہ بنانے کے لئے 21 افراد پر مشتمل ایک ایڈہاک کمیٹی بنا دی جائے اور ایک کنونیر مقرر کر دیا جائے۔

شیخ الحدیث مولانا غلام فخر الدین گانگوی، قاضی اسرار الحق، صاحبزادہ نذر دیوان وغیرہ کا موقف یہ تھا کہ اسی اجلاس میں انتخابات ہونے چاہئے، کافی گفتگو شنید کے بعد حضرت خطیب الاسلام نے جمہور کی رائے کے مطابق اپنی رائے بدل لی۔ پھر آپ نے تجویز پیش کی کہ میرے علاوہ کسی اور کو مرکزی صدر بنا لیا جائے۔ مگر شرکاء کنونشن نے

۱ حضرت خطیب الاسلام کی یادداشتیں (قلمی) مخزنہ ابوابیان لاہوری گوجرانوالہ

مفتی طور پر آپ ہی کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا۔ نائب صدور قاضی امیر الحق شیخ
حدیث مولانا محمد فخر الدین گانگونی، مولانا غلام قادر (کراچی)، مفتی مختار احمد درانی
ورنہ جی، ایف، انجینئر حسن مقرر ہوئے جبکہ مفتی حبیب اللہ جانیٹ سیکرٹری اور صاحبزادہ
محمد حسن مدین سیکرٹری اعلا کات مقرر ہوئے۔

اس کنونشن سے ایک ہفتہ پہلے کوٹہ نوالہ میں آپ کی رہائش گاہ پر علامہ شاہ
تھورنی کے یہ ایک وفد آیا۔ جس میں ڈیرا نوالہ کے درج ذیل علماء شامل تھے۔

پیر مولانا عابدی محمد صاحب رضوی

مولانا محمد رفیع بیگ روٹی (شیخ الحدیث)

مولانا محمد شریف بیگ روٹی

مولانا محمد سید احمد خان روٹی

مولانا محمد سید عزیز چشتی

مولانا محمد کریم

انہوں نے آپ سے خطاب کیا کہ تہ نعت میں اگے بول کر دینا بدعت ہے۔
شعبہ مولانا میں شہریت کی بے شک مخالفت کی جائے تو جہنمی حریت کریں گے تہ نعت
میں شہرہ نہ آپ نہیں۔

نعت حبیب رسول نے جو ہا ارشاد فرمایا

تہ نعت ہوتا محمد کے جھنڈے کے لئے ہے اور وہ اس کے پھل کا ماری کے قوائی
ناریت ہے۔ شہرہ کے امرا ہرگز نہیں ہوں گے ہر عقیدہ اور مذہب انہیں
ہرگز سے نسبت کے نام پہنچو جو ہا ہوتی۔ آپ اس نہیں اپنے اسمی پہنچو
نہیں۔ انہوں نے مولانا کو اس کی مخالفت سے باز رکھا اور انہیں ہرگز نہیں
ہوتے۔

یا آپ تحریری فتویٰ دیں کہ بعض ہنگامی، سیاسی ضروریات کے لئے گستاخانہ نبوت سے اتحاد و یگانگت جائز ہے تو ہم اجتماع نہیں کرتے۔ وفد میں شامل علماء کرام یہ دونوں کام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

سطور بالا سے حضرت خطیب الاسلام کا سیاسی نقطہ نظر سمجھ آ جاتا ہے انہوں نے ہر مسئلہ کو شرعی اور مسلمکی نقطہ نظر سے دیکھا وہ اس بات سے آگاہ تھے کہ یہ اتحاد جو نورانی میاں نے گستاخانہ مصطفیٰ سے کیا ہے۔ اس کے اہل سنت پر بہت برے اثرات ہوں گے تاریخ گواہ ہے کہ جب نورانی میاں نے اہل سنت کے اسٹیج پر دیوبندی اور وہابی حضرات کو چڑھایا اس کے بعد بدنہی کی لہر جس شدت سے اٹھی اس کا اندازہ ہر باشعور سنی آج 2009ء میں اچھی طرح محسوس کر رہا ہے۔

حضرت خطیب الاسلام کی دور میں نگاہ دیکھ رہی تھی کہ گستاخانہ مصطفیٰ سے اتحاد اہل سنت کے لئے مضر ہے۔ آپ کے اس موقف کو تاریخ نے درست ثابت کر دیا ہے۔ 15 جولائی 1973ء کے منعقدہ کنونشن کے لئے آپ نے صاحبزادہ فیض علی فیضی ڈسٹرکٹ خطیب جامع مسجد حنفیہ راولپنڈی کے نام جو مکتوب ارسال کیا اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مکتوب ہمیں قاضی الابریری گلکھڑ (گوجرانوالہ) سے موصول ہوا۔

دوسرا مکتوب جو آپ نے حضرت صاحبزادہ سید عاشق حسین (زیب سجادہ سرہند شریف حال مقیم مرٹ چک نمبر ۴۲ سانگلہ بل) کو ارسال فرمایا اس کا عکس بھی شامل اشاعت ہیں اس مکتوب میں آپ نے صرف اہل سنت کے علماء و مشائخ کے ایک وفد کا تذکرہ فرمایا ہے۔

” باسمہ سمجانہ “

عزیزم ماجران صاحب ! محترم! میں نے آپے اپنے پروگرام کی بات
کی تھی۔ یعنی گفتگو کا موقع نہ ملا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سو دوری۔ نفعی محمود لعد
دلہاں سے محبت اللہما بالحقان مانعاً، عصیت عینہ اللذابت جاتی کے لئے
نت مغربے۔ سیاست بنگائی ہے، ایسے عینہ منقل مغربے۔ جینت کے نام مبار
اکابر، ایسی ہیٹ پر قائم ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ وہ وہ ایسی شیخ پر کام کریں۔
دکلا تا آلد کا رہیں۔ ایسی خالص سنی شیخ سے بہت کمال حکومت پر بائرنٹہ چینی رہی
انداسی صفات کے نثار اللہ اپنے عقوں کے لئے بھول کر کوشش کریں۔ اب باہر مہجوری
کوشش کا انعقاد کرنا چاہیے۔ یہ کام ناگوار ہے، میں ناگزیر ہے۔ محکمہ اوقاف سے
آپے نفعی ہونا پر آپ پر کڑی ذمہ داری ڈالنے کے گریہ کیا گیا تھا، دل ڈیر چاہیے۔ کہ
آپ نفعی صفت سے کام کریں لہذا ہی تسلیم میں ذمہ داری کا پتہ سمجھیں۔ آرزو آپ ایسا رہیں
زبان سے میں آرزو چیز ملے جو کہ بھولی اپنی رائے آرا سے فوراً مستعید کرتے ہیں۔
اس سلسلے میں نے حاکمان نذر دوان صاحب کو بتایا ہے کہ وہ آپے رابطہ قائم کریں۔ اس کا نام صاحب
مجھے اس سلسلے میں آپے میں گئے۔ کانفرنس اب پتہ ہی میں برگی۔ جگہ دین کے مسئلے میں
جی آپے رائے کی فوراً ہے، میاں صاحب سے۔ کہ یہ گروپ حکومت سے اقتدار دے کر لیا
رہا یہ بیحدی اجلاس میں ہی ہوگا۔ پارٹی کی طرف سے آرگنیزیشن پارٹی سے ڈی بائ صفت
یا بہت کمیشن ہوئی کہ آپ اس میں فوراً شمولیت کیجئے گا۔ آپ اللہ ع دی مائی۔

عزیزان کو سلام

خوٹلب
بیتھ

گوجرانوالہ
7/3



نومبر: ۲۰۱۷ء

صدر دفتر جمعیت العلماء پاکستان، پنجاب
پلٹن روڈ - گوجرانوالہ

نمبر

تاریخ

بسمہ سبحانہ

مکرمی جناب صاحبانہ صاحب
السلام علیکم

مکتوب لکھی گئی ہے۔ مناسب ہے کہ خاص اہمیت کے علاوہ شائع
کا ایک نمونہ دہندہ دیر اعلم پاکستان سے مل کر، سندھ میں ہوتے ہوئے اس وقت
دینے کے لئے اسبابوں سے بنائے کا مطالبہ ہے۔ اس میں سندھ میں ہوتے ہوئے اس میں
ہیں اہمیت کی اس سلسلے میں کارروائی کی جاوے گی۔ اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں
اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ
اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ
اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ
اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ اس میں اہمیت کے ساتھ ساتھ

یہم

حررت
نقص الحس
۱۱/۷/۱۱

خطیب الاسلام اور تحریک ختم نبوت 1974ء

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ 1974ء کو بھٹو دور میں تحریک ختم نبوت آپ ہی کے ایما پر شروع ہوئی۔ 29 مئی 1974ء کو زونما ہونے والے سانحہ ربوہ نے ملک پاکستان میں قادیانیت کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کا پردہ چاک کر دیا۔ حضرت خطیب الاسلام نے قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا (یاد رہے کہ 1951ء میں سب سے پہلے یہ مطالبہ کرنے والے بھی آپ ہی تھے جیسا کہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے) آپ کی ولولہ انگیز خطابت اور عظیم الشان شخصیت کے میدان عمل میں آنے سے پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف تحریک شروع ہو گئی۔

ملک گیر تحریک، حزب اختلافات کی جماعتوں کے دباؤ اور نازک مذہبی جذبات کے پیش نظر ذوالفقار علی بھٹو نے تحریک کو سختی سے دبانے کی بجائے اس مسئلہ کو دستوری طور پر حل کر کے اس کا کریڈٹ لینے کی پالیسی پر عمل کیا۔ 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا بل پیش ہوا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانی مسئلہ پر غور و خوض کیلئے پوری قومی اسمبلی کو کمیٹی قرار دے دیا۔ ملک میں اس مسئلہ پر مزید بحث و تمحیص اور تبصروں کی مخالفت کردی تاکہ تصادم کی فضا پیدا نہ ہو۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا ناصر پر قومی اسمبلی نے گیارہ دنوں تک زبانی جرح کی۔

بالآخر ستمبر 1974ء کو وہ تاریخی لمحہ آ پہنچا جب قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم

قرار دے دیا گیا۔

یہ تاریخی لمحہ حضرت خطیب الاسلام کیلئے حاصل زندگی تھا کیونکہ وہ شخصیت جس نے 1931ء سے لے کر 1974ء تک صبح شام، دن رات، خلوت جلوت، اپنی زندگی کا لمحہ تحفظ عقیدہ ختم نبوت کیلئے وقف کر رکھا تھا۔

○ جس نے اپنی حیات مستعار کا مقصد وحید ہی تحفظ ختم نبوت کو بنا رکھا تھا۔

- جس نے ختم نبوت کے نام پر مجموعی طور پر ساڑھے تین سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔
- اس عقیدہٴ حقہ کیلئے کبھی انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے لگا کر اور کبھی ملکی حکمرانوں کے سامنے ڈنارہا۔
- جس نے 1931ء میں علامہ اقبال و کشمیر کمیٹی سے متحدہ کرایا اور قادیان میں جا کر مرزائیت کو لگا کر۔
- تحریک ختم نبوت 1953ء میں سب سے پہلے گرفتاری دی۔
- جو تحریک سول نافرمانی کا پہلا ڈائریٹر مقرر ہوا، اور جہاد ختم نبوت کیلئے پچاس ہزار رضا کاروں کو بھرتی کیا۔
- تحریک آزادی کا آغاز بھی شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں جس کی پہلی تقریر سے ہوا۔
- تحریک ختم نبوت کا آغاز بھی رام تلانی سیالکوٹ میں جسکی پہلی تقریر سے ہوا۔
- جو تحریک ختم نبوت کا مجاہد اول ہے۔
- جس کی ختم نبوت کیلئے قربانیوں کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرن اول کے مجاہدین جنگ یمامہ کا ایک سپاہی ہے جو پچھڑ کر اس دور میں آ گیا ہو۔

سنی مورخین سے شکوہ

غیروں سے کیا گلہ شکوہ تو اپنوں سے ہے۔ جب وہ نوکِ قلم سے تحریک ختم نبوت کے مجاہدین کا تذکرہ کرنے لگے۔ تو انہیں حضرت خطیب الاسلام کی خدمات نظر نہ آئیں یہ ایک تاریخی خیانت بھی ہے اور غیر مورخانہ رویہ بھی۔ ماہنامہ ضیائے حرم تحریک ختم نبوت نمبر میں حضرت خطیب الاسلام کا تذکرہ مفقود ہے۔

محترم محمد صادق قصوری نے اس نمبر میں ”رد مرزائیت میں صوفیائے کرام کا حصہ“

کے عنوان سے مضمون سپرد قلم کیا۔ تو اس میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ، حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمہ، پیر محمد شاہ ساہنپالوی علیہ الرحمہ، خواجہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ، پیر ظہور شاہ سجادہ نشین جلال پور جٹاں، مولانا محمد ابراہیم مجددی اور حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کے تذکار تو کئے۔ مگر ہائے افسوس انہیں خانوادے آلو مہار شریف کے عظیم المرتبت سجادہ نشین صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ کی خدمات بالکل نظر نہ آئیں موصوف وہی ہیں جنہوں نے اپنی ایک کتاب میں حضرت خطیب الاسلام کی سیادت و صدارت کو بھی خود ساختہ قرار دیا ہے۔

سمجھائے کون بلبل غفلت شعار کو

محدود کر لیا ہے چمن سے بہار کو

اسی رسالہ میں محترم محمد منشا تابش قصوری نے بھی ایک مضمون بعنوان ”رد مرزائیت میں علمائے اہل سنت کا حصہ“ سپرد قلم کیا ہے۔ اس میں انہیں علامہ ابوالحسنات قادری علیہ الرحمہ، مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ، مولانا عبدالستار نیازی علیہ الرحمہ، مولانا محمد عمر اچھری علیہ الرحمہ، علامہ سید محمود احمد رضوی اور منظور ہاشمی کا رد مرزائیت میں حصہ تو نظر آ گیا مگر حضرت خطیب الاسلام کی خدمات جلیلہ سے صرف نظر کر لیا۔

مرزائیت و اقلیت قرار دیئے جانے پر حضرت خطیب الاسلام کی خوشی دیدنی تھی

”اس سے اگلے ہی روز جب چند احباب نے آپ سے ملاقات کی تو بہت شادماں اور مسرور نظر آئے۔ فرمانے لگے۔ ”آج نوے سالہ پرانا مسئلہ حل ہو گیا میں نے اپنی زندگی کی بہترین توانائیاں قادیانیوں کو اقلیت قرار دلوانے میں صرف کر دیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری زندگی نے اپنا مدعا پایا ہے۔ آج میں فکری طور پر اس قدر مطمئن اور خوش و سرشار ہوں کہ اگر اسی وقت فرشتہ اجل آ کر میری زندگی کے خاتمہ کی

خبر سنا دے تو میں مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کروں گا کہ جس مقصد کی خاطر جیتے تھے اسے پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا۔

آپ نے اپنی حیات کے آخری چند سال خود کو عملی سیاست اور جنگ مہمات سے تحریکات سے کلیتہً جدا رکھا۔ فقط روحانی مشاغل و طالبان حق کی تربیت میں مصروف رہے (جن کا تذکرہ آئندہ صفحات پر آ رہا ہے) صرف انہی کانفرنسز اور سیمینارز میں شرکت فرماتے جن کا مقصد ملک پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ، فروغ و احیاء ہوتا اور اپنے مدبرانہ اور صائب مشوروں سے نوازتے۔

مشائخ کانفرنس سے خطاب

22 ستمبر 1980ء کو سابق صدر ضیاء الحق مرحوم نے اسلام آباد میں پانچ سو سے زائد علماء و مشائخ کو ”مشائخ کانفرنس“ کے نام پر مدعو کیا اور پاکستان میں نفاذ اسلام کے عمل کو تیز کرنے کے لئے تجاویز اور سفارشات طلب کیں۔ متعدد علماء و مشائخ کے بیانات ہوئے۔ اس کانفرنس میں حضرت خطیب الاسلام کے فرمودات حرف آخر ثابت ہوئے۔ اس علمی و فکری خطاب میں آپ نے اسلامی حکومت کے خدو خال، تصور قومیت، مقام نبوت، تعلیمی اصلاحات، مزدور کا تحفظ، معاشی و معاشرتی اصلاحات اور اسلامی طرز انتخاب جیسے اہم عنوانات کو انتہائی جامعیت سے بیان فرمایا۔

کانفرنس دو دن کیلئے بلائی گئی تھی مگر آپ کے بعد مزید کسی بیان کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے صدر مرحوم نے پہلے ہی روز کانفرنس کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ صدر مرحوم، وزیر داخلہ محمود اے ہارون، مسٹراس کے بروہی کے تاثرات کے مطابق حضرت خطیب الاسلام کے وقیع اور نتیجہ خیز ارشادات ہی پوری کانفرنس کا حاصل تھے۔ وہ خطاب قارئین کی علمی و فکری ضیافت کیلئے پیش خدمت ہے۔

۱۔ پروفیسر محمد آرم رضا۔ مجاہد اول تحریک ختم نبوت، ماہنامہ دعوت تنظیم اسلام شمارہ فروری ۱۹۹۳ء، ص ۲۳

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب صدر محترم مملکت خداداد پاکستان!

جناب وزیر مذہبی امور! جناب وزیر داخلہ! حضرات مشائخ عظام! علماء کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ امر انتہائی قابل مسرت ہے آج ملت اسلامیہ کے نمائندہ اجتماع کی موجودگی میں اظہارِ مافی الضمیر کا موقع مل رہا ہے۔ میں آپ کے سامنے تجاویز پیش کرنے نہیں آیا بلکہ میں تو آپ سے سننے آیا ہوں اور آپ سے سیکھنے آیا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب اتنا کچھ کہا جا چکا ہے کہ میں کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ بائیس نکات تھے پندرہ وہ نکات تھے۔ بائیس اور پندرہ سینتیس ہو گئے۔ اب میں اڑتالیس یا انچاس نکات کہاں سے لاؤں۔ بات اب یہ نہیں کہ تجویز کیا ہے؟ ہم تینتیس سال سے تجویزیں سنتے آرہے ہیں۔ تجویزوں کے انبار لگ گئے ہیں۔ قال والوں نے بہت کچھ کہا۔ شعر میں کہا۔ نظم میں کہا۔ غزل میں کہا۔ نثر میں کہا۔ خطابت میں کہا۔ سیاست میں کہا۔ سب کچھ کہا۔ آپ نے بھی کہا۔ سوال یہ ہے کہ اس کہنے کا نتیجہ کیا ہوا؟

اب صدر محترم نے اتنی اختصار و جامعیت کے ساتھ بات کر دی کہ جو بہت کچھ ہماری طرف سے کہنے کے لائق تھا وہ بھی آپ نے کہہ دیا۔ پھر علماء، کنوینشن ہوا، وہ بہت کامیاب ہوا۔ اس میں پندرہ نکات جو مرتب کئے گئے وہ بہت جامع تھے۔ جامع تھے۔ حاوی تھے۔ ان میں بہت کچھ آ گیا ہے۔ بائیس نکات جو تینتیس علماء نے پیش کر دیں ان میں تیار کئے تھے وہ نظامِ اسلامی کو چلانے کیلئے ایک اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک قحطِ انبیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں

و آپ نے اپنا کب اب میں سوچ رہا تھا کہ کون سا نکتہ باقی رہ گیا ہے جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کریں۔ ہاں۔ اس سے کہ صاحب اب قال ہو پکا اب حال کی ضرورت ہے۔ باتیں ہو چھیں اب کام کی ضرورت ہے۔

تجاویز نہیں عمل

جناب والا! اصل بات ہے اب عمل کی۔ تینتیس سال کا عمر۔ بزرگیہ باتیں کہیں باتیں سنیں شعر میں نغمے میں تقریر میں تحریر میں انہاں لک گئے اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب مشائخ کی یہ محفل کی گئی تو ہم عالم مابوسی میں تھے۔ اسلام کے نام پر ہم نے حکومتیں جتنی دیکھیں۔ بڑی دیکھیں۔ اسلام کے نعرے گلی کوچوں میں گتے دیکھے۔ لیکن اس کا انجام جو تھا وہ تسلی بخش نہ تھا تو آپ کے متعلق بھی ہم تنقید کی نگاہ سے خاموش بیٹھے ہوئے اپنے مقام پہ دیکھتے رہے کہ کیا ہوگا۔ جب ہم نے دیکھا کہ پیش رفت ہوئی۔ جب ہم نے دیکھا کہ مشکلات کے باوجود کام کرنے کے لئے چہ اقدام کیا گیا تو ہمارا جی چاہا کہ اس کام میں جو ہمارا اپنا ہے ہم تعاون کریں۔

تو جناب والا! اگر آپ نے ہمیں بلایا ہے تو یہ آپ کا ہم پر احسان نہیں اور اگر ہم حاضر ہوئے تو ہمارا احسان نہیں ہے۔ ہماری منزل ایک ہے۔ ہمارا مقصد ایک ہے۔ ہماری زندگی ایک ہے۔ ہماری موت ایک ہے۔ ہمارا تصور قومیت ایک ہے۔ ہمارا آقا ایک ہے۔ ہمارا ماخذ تعلیم ایک ہے۔ تو جب مسائل برپا ہوتے ہیں تو انہیں باہم تعاون کرنا پڑتا ہے۔ جوڑتا ہے اس کو اٹھانا پڑتا ہے۔ جو ٹھکتا ہے اس کو لبھانا پڑتا ہے اور جس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے وہ کانٹا نکالنا پڑتا ہے۔

جناب والا! مجھے اس سلسلے میں آپ کی مشکلات کا علم ہے۔ سٹیج پر کھڑے ہو کر

بات کرنی بڑی آسان ہے لیکن نظامِ حکومت چلانا بڑا مشکل ہے۔ ہم نے الیکشن میں نعرے لگتے دیکھے کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں اسلام لے آئیں گے لیکن مجھے پتہ ہے کہ اس میں کئی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ٹیکنیکل مشکلات اور ذہنی مشکلات پیش آتی ہیں کیونکہ جب اسلام کا نظام آ بھی جائے گا تو بھی حق و باطل کی کشمکش تو قیامت تک نہیں رکے گی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی
اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تاب ملتِ عربی

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید

خیر و شر کی کشمکش نہ ہو تو ارتقاء کیسے ہو سکتا ہے؟ اب بھی خیر و شر کی کشمکش کا زمانہ ہے۔ دقتیں آئیں گی۔ آپ کے سامنے بے شمار وہ لوگ جو اسلام کے نظریوں کو قبول نہیں کرتے کسی اور نظریے کے علمبردار ہیں وہ فاجر لوگ جو اپنی طبعی خباثت کی بنا پر اسلام کی ذمہ داری کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ آ کر دیوار بنیں گے عجیب بات ہے،

اسلام کے نام پر ملک بھی لیتے ہیں

اسلام کے نام پر شادی بھی کرتے ہیں

اسلام کے نام پر وراثت بھی لیتے ہیں۔ لیکن اسلام کی ذمہ داری سے گریز

کرتے ہیں ایسے لوگ بھی اسی گروہ میں شامل ہیں جن کے پیشے پر اسلامی نظام پر زور پڑتی ہے۔

مجھے آپ کی مشکلات کا علم ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان مقدس لوگوں میں سے ایک ایک فرد ایک ایک انجمن ہے۔ اکیلے نہیں ہیں ایک ایک آدمی کے ساتھ لاکھوں افراد وابستہ ہیں ان کی ایک ایک حرکت سے دل بل جایا کرتے ہیں ان کی ایک بات سے دماغ بدل جایا کرتے ہیں میں ان کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ اگر نظام مصطفیٰ کے لئے، اسلام کے لئے، دین کے لئے جتنا آپ کام کریں گے جتنی مشکلات آئیں گی آپ اس میں اکیلے نہیں ہوں گے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے اور میں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس راستے میں چلنا سعادت ہے، تھک کے گر جانا شہادت ہے اور منزل پر پہنچ جانا معراج ہے۔

ایسی کوئی بات نہیں یہ سارا پاکستان آپ کے سامنے بیٹھا ہے ہم تجویزیں پیش کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں تجویزیں بڑی آئی ہیں جو تجویزیں ہو چکی ہیں ہم ان کی تائید کرتے ہیں۔ بڑی اچھی تجویزیں ہیں۔

نعرہ حق

مگر ہم یہ یقین دلانے آئے ہیں صدر محترم کو کہ ہماری وفاداری آپ کی ذات سے غیر مشروط نہیں ہے۔ ہماری وفاداری مشروط ہے جب تک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کی نقابت اور علمبردار آپ کرتے رہیں گے ہم آپ کے صرف ساتھی نہیں بلکہ آپ کے خادم ہیں اور اگر خدا نخواستہ یہ بات نہ ہوئی تو ہم کسی کے وفادار نہیں ہیں۔ ہم صرف زلف مصطفیٰ کے وفادار ہیں۔

مصطفیٰ کی وفاداری کا انعام یہ بھی ہے کہ صرف ہماری نہیں ان کی مدد بھی آپ کے ساتھ ہوگی۔ آپ اس کو سیاسی نگاہ سے نہ سوچیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

کام کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں آپ کے ساتھ ہونگی اور پھر یہ جو ان کے خدام ہیں۔ یہ سارے آپ کے ساتھ ہوں گے آپ کے پاس بڑی قوت ہے آپ اکیلے نہیں ہیں..... نہ آپ افراد کو دیکھیں..... نہ آپ اسلحہ کو دیکھیں۔ آپ گرمی ایمان کو دیکھیں..... اس یقین کو دیکھیں قوموں میں مادی قوت بعد میں آتی ہے پہلے ان میں دلی قوت آتی ہے..... دماغی قوت آتی ہے..... باطنی قوت آتی ہے..... روحانی قوت آتی ہے۔

تاریخ گواہ ہے جب کسی قوم میں قوتِ عشق آجاتی ہے..... قوتِ محبت آجاتی ہے تو وہ کامیاب منزل ہو جاتی ہے۔

عشق جب سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

صدر محترم! میں نے چڑیا کو دیکھا کہ جب چیل نے اس کے بچوں پر حملہ کیا تو بچے کی محبت نے چڑیا کو چیل پر غالب کر دیا میں نے یہ بھی دیکھا کہ جب بلی نے چوزے پر حملہ کیا تو مرغی نے بلی پر حملہ کر دیا تو بچے کی محبت بھی ایک قوت ہے جس سے مرغی بلی سے لڑ جاتی ہے۔ مصطفیٰ کی محبت اور خدا کی محبت تو بڑی قوت ہے..... بے پناہ قوت ہے اور مجھے علم ہے کہ وہ قوت آپ میں ہے۔ اگر نہ ہوتی تو ہم نہ آتے۔ ہم بڑے نقاد لوگ ہیں ہم نے بڑی دقت نظر سے آپ کو پرکھا ہے اس کے بعد ہم آئے ہیں عزم کر کے آئے ہیں تعین مقصد لے کر آئے ہیں۔ مگر جہاں تعریف کرتے ہیں وہاں۔

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر

کہ زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاق

تاہم ہماری جو تنقید ہوگی۔ وہ سیاسی نہیں ہوگی..... وہ تنقید تعمیری ہوگی۔ محبت والی ہوگی۔ برادرانہ ہوگی۔ ملک کیلئے ہوگی..... اسلام کیلئے ہوگی۔ آپ کی

قوت کیلئے ہوگی..... اس لئے کہ آپ کی قوت ہماری قوت ہے۔ ہم آپ کی قوت کو بڑھانا چاہتے ہیں۔

اسلام کا تصور قومیت

میں ایک چھوٹی سی غلط فہمی رفع کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ توحید اسلام میں ہے لیکن توحید ہی اسلام نہیں ہے۔ اخلاق بھی ایمان ہے لیکن اخلاق ہی ایمان نہیں ہے کروڑوں لوگ ایسے ہیں جو خدا کو ایک کہتے ہیں لیکن کافر ہیں، کروڑوں لوگ ہیں جو کبھی شراب نہیں پیتے، کبھی زنا نہیں کرتے لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ وہ خدا کو تو مانتے ہیں..... اخلاقیات کو بھی مانتے ہیں..... لیکن مصطفیٰ کو نہیں مانتے۔ تو یہی وہ نکتہ تھا جو قائد اعظم نے پیش کیا تصور قومیت اسلام کا، جس کے لئے ہم آئے ہیں کہ قومیں ایسی بنتی ہیں۔ جب یہ فتنہ پہلے اٹھا کبر کے زمانے میں تو ایک وقت کا قلندر اٹھا..... بخت کا سکندر اٹھا..... جس کے متعلق اقبال نے کہا

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر

وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ بند میں سرمایہ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت امام ربانی نے کہا..... مجدد الف ثانی نے کہا..... قومیں نسب سے نہیں

بنتیں..... قومیں وطن سے نہیں بنتیں..... قومیں تو تصور نبوت سے بنتی ہیں..... یہ وہ آواز

تھی جس نے اکبری ایوان کو پاش پاش کر دیا۔

یہی بات اس دور میں پھر سامنے آتی ہے تو قائد اعظم کو گاندھی نے کہا کہ ”بھائی! نسل ایک ہے... قوم ایک ہے۔“ پٹیل نے کہا ”بھائی! وطن ایک ہے... قوم ایک ہے“ جو ابر لال نہرو نے کہا ”بھائی بولی ایک ہے... قوم ایک ہے۔“ فرمایا!

”تم غلط کہتے ہو ہر چیز ایک ہے لیکن چونکہ نبی ایک نہیں اس لئے قوم ایک نہیں“ یہی وہ تصور تھا جو صوفیاء نے پیش کیا۔ اسی تصور کی اطاعت کیلئے ہم یہاں آئے ہیں۔ اسی تصور پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔

ذرا دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ

آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ

تو مرکزى نقطہ مصطفیٰ کی ذات ہے۔ سوئے اتفاق یہ ہوا کہ علماء کی محفل میں جو قرار داد منظور ہوئی اس میں یہ تھا کہ خدا، مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار کی ناموس کا تحفظ کیا جائے گا۔ لیکن ہمیں جو مسودہ اخبار کے ذریعے پہنچا اس میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا نام نہیں۔ اس سے شدید غلط فہمی پیدا ہوئی کیونکہ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ نہ ہو تو ملک، قوم، مذہب کسی چیز کا تحفظ ممکن نہیں۔ اگر یہ غلطی ہے تو اسے درست ہونا چاہیے۔ باقی اگر کوئی یہ کہے کہ بھائی نبی کی توہین کون کرتا ہے؟ تو میں کسی کو نامزد نہیں کرتا۔ لیکن میں مثال پیش کر سکتا ہوں کہ اس ملک میں بد قسمتی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے۔ یہاں تحفظ ناموس رسالت کا قانون ہونا چاہیے اور آستانِ رسول و قتلِ کر دینا چاہیے۔ ہم اصولی طور پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا اتنا مقدس مقام ہے کہ ہر گناہ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے لیکن جو مصطفیٰ کی بارگاہ میں غلطی سے آواز بھی اونچی نکال دیتا ہے اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون

یعنی اگر نبی کی آواز سے آواز بھی اونچی ہوگی تو تمام اچھے اعمال کا اجر بھی جاتا رہے گا۔ یہ وہ تقدس ہے ذاتِ مصطفیٰ کا جو قرآن نے پیش کیا ہے اس کی پاسداری ہمارے اور آپ کے ذمے ہے۔ ہمیں بھی پریش ہوگی لیکن سب سے پہلے آپ سے ہوگی۔

صدر محترم! مشکلات کے باوجود آپ نے اسلامی نظام کے سلسلے میں جو معمولی سی پیش رفت کی ہے وہ قابلِ داد ہے۔ لیکن اس رفتار پر ہم زیادہ مطمئن نہیں ہیں۔ اس رفتار کو آپ تیز تر کر دیں۔ زندگی میں ایسا کر جائیں۔ ایسی بنیاد رکھ جائیں کہ قیامت تک یہ کام باقی رہے۔ ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں ہم اسلامی نظام کو رائج ہوتا دیکھیں۔

آخر میں یہ پھر عرض کروں گا کہ تجاویز تو بہت آچکی ہیں لیکن چند گزارشات میری بھی ہیں انہیں سماعت فرمائیں۔

شہری دفاع کی تعلیم

پہلی یہ کہ اس ٹوٹل وار کے زمانے میں اگر کم از کم شہری دفاع کی تعلیم سب کے لئے لازمی کر دی جائے تو اس سے ڈسپلن پیدا ہوگا۔ نظم و ضبط پیدا ہوگا۔ اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا اور خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ ایسی تربیت سکولوں، کالجوں میں جبری طور پر ہونی چاہئے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ہمیں دوسری قوموں سے مانگنا پڑتا ہے جسے ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی، اس مسئلہ پر زیادہ توجہ دینی چاہئے کہ ہم خورد و نوش اور بنیادی ضروریات میں خود کفیل ہو جائیں۔ علاوہ ازیں آرام اور تعیش کی چیزوں پر پابندی لگائی جائے۔ جب تک ہم تعیش کو نہ چھوڑیں گے۔ ہماری بنیادی ضرورتیں پوری نہیں ہوں

گی۔ اس کے لئے ہمیں سادگی اختیار کرنی چاہئے۔ لیکن ضروری ہے کہ سادگی اوپر سے شروع ہو اور اس کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ امر ونہی بالقوة ہے۔ اکبر الہ آبادی نے مزاح کے انداز میں کہا تھا کہ

ہنس کے قیصر نے یہ فرمایا جناب پوپ سے
وعظ ہم بھی کہتے ہیں لیکن دھان توپ سے

کہ جناب پوپ صاحب! آپ وعظ کرتے ہیں زبانی، ماننا کوئی نہیں۔ ہم توپ سے کہتے ہیں سارے مان لیتے ہیں۔ قرآن مجید کے ارشاد تا مرون بالمعروف و تنہون عن المنکر میں یہی نکتہ ہے کہ حکومت کا فریضہ ہے کہ بالجبر برے کام کو روکا جائے اور بالجبر جو اوامر ہیں ان کو رائج کیا جائے۔

صدر محترم! میں یہ عرض بھی کروں گا کہ آپ بحیثیت صدر اگر کبھی کبھی مسجد میں جمعہ کے موقع پر خطاب بھی فرمایا کریں جس میں دینی اور قومی مسائل پر بھی گفتگو ہو اور یہ خطبہ اسلام آباد سے نشر ہو۔ ساری قوم سنے کہ ہمارے صدر محترم خطبہ دے رہے ہیں تو قوم سے آپ کا رابطہ بھی ہوگا اور اسلام کی نشر و اشاعت بھی ہوگی۔ اسی طرح آپ کے نائبین صوبوں ضلعوں اور مرکزی شہروں میں خطبے دیں۔ جس کا پوری قوم پر خوشگوار اثر پڑے گا۔

تعلیمی اصلاحات

تیسری چیز تعلیمی اصلاحات ہیں اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ اسلام واحد مذہب ہے جس کے آقا اور رہبر نے یہ تعلیم دی کہ تعلیم اس وقت شروع کرو جب بچہ پیدا ہو کسی مذہب نے یہ نہیں کیا اور میں حیران تھا کہ جب بچہ زبان نہیں جانتا۔ نہ ماں کو پہچانتا ہے۔ نہ باپ کو پہچانتا ہے اس وقت اس کے کان میں پہلا کلمہ یہ کہا جاتا ہے کہ

اللہ اکبر اللہ اکبر اشہدان لا الہ الا اللہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تعلیم کا مقصد کیا ہے؟

تعلیم کا مقصد ہے نظر یہ زندگی سے آشنا کرنا۔ تعلیم کا مقصد ہے مسافر کے لئے منزل کا تعین کرنا۔ تعلیم کا مقصد ہے کہ انسان کو بتایا جائے کہ تیری علت تخلیق کیا ہے؟ تو حکم یہ ہوا کہ جب بچہ ہو تو سب سے پہلا کام کھانے پینے سے پہلے۔ مسرت سے پہلے، اور نام سے پہلے یہ کیا جائے کہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ تو جب میں نے سوچا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ تو وانا یونیورسٹی کی نفسیات کی ماہر ڈاکٹر بولڈ کٹری کی ایک تھیوری میرے سامنے آئی۔ جس نے پچیس سال کی تحقیق کے بعد یہ تھیوری پیش کی تھی اور اس کو خاصا انعام ملا تھا۔ اس نے کہا کہ جب بچہ پیدا ہو تو تعین کے ساتھ مقصدی آواز جو پہلی مرتبہ اس کے کان میں پڑے گی۔ اس کا اس کے نظام عصبی اور دماغ پر مدتوں اثر رہے گا۔ اس سے میرا ایمان زندہ ہوا کہ صدیوں کے بعد نفسیات کے ماہروں کو یہ پتہ چلا کہ پہلی آواز کا کیا اثر ہوتا ہے؟

پہلی نظر بھی آپ کی کیسی بلا کی تھی

ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پہ لئے ہوئے

لیکن کملی والے مصطفیٰ نے فرمایا کہ جب تیرے ہاں بچہ پیدا ہو تو پہلا کام یہ ہو کہ

اس کے کان میں اذان کہی جائے۔ اس سے اذان کی اہمیت، دعوت اسلام کی اہمیت، تعلیم کی اہمیت واضح ہے؟ حضور نے فرمایا

بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور ہم بڑے شوق سے کہتے ہیں کہ ریت وار کے

زمانے میں انگریزوں نے کچھ بچے کشمیر میں بھیج دے۔ انہوں نے کہا کہ ساری نسل

مٹ جائے لیکن ہمارے یہ بچے جو بچ گئے اور اگر انہیں صحیح تعلیم مل گئی تو ہماری نژاد نو پھر

وہی ہوگی جو ہم ہیں۔

لیکن میری کملی والے مصطفیٰ کا جنگ بدر میں اور جنگ احد میں اسوہ حسنہ یہ تھا کہ جو قیدی دس بچوں کو پڑھا لکھا دے۔ وہ آزاد ہے، یہ فدیہ تھا۔ تعلیم پر میرے کملی والے نے اتنا زور دیا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ذہن اور دل بدلنے کے لئے ابتدائی تعلیم بڑی چیز ہے ہمیں اس پہ خاص زور دینا چاہئے۔ اس سلسلے میں ہم نے یہ قرار داد مرتب کی ہے کہ مشائخ کا یہ کنونشن تعلیم میں بنیادی اسلامی تعلیمات کو شامل کرنے کا مطالبہ کرے۔

اساتذہ کا کردار

اب رہا اساتذہ کا کردار تو صدر گرامی مجھے اب تک یاد ہے جن استادوں سے میں پڑھتا رہا ہوں ان کا کردار میرے لاشعور میں اب تک موجود ہے۔ تعلیم میں صرف کتاب کام نہیں کرتی بلکہ استاد کی سیرت بڑا کام کرتی ہے۔ اسی لئے اساتذہ کے انتخاب میں سیرت، کردار اور اسلام سے ان کے شغف کو تقرر اور ترقی کے لئے زینہ قرار دیا جائے اور سکولوں، کالجوں میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا جائے۔

مزدور کا مسئلہ

ایک اور مسئلہ مزدور اور کسان کا ہے جسے اسلام دشمن اور وطن دشمن لوگ ایکسپلائٹ کرتے ہیں۔ میری درخواست یہ ہے کہ اسلام نے مزدور کو جو تحفظ دیا ہے جو مرتبہ دیا ہے وہ کسی مذہب میں نہیں۔ میرے کملی والے آقائے مٹھی کی نوکری اٹھائی ہے صدیق اکبر نے کدال لے کر مٹھی کھودی ہے۔ جناب فاروق اعظم نے گارا تیار کیا ہے۔ جناب عثمان غنی نے دیوار کو لپیپا ہے۔ آج کوئی امیر کار میں بیٹھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں

جر چل کا ساتھی ہوں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں امریکہ کے پریذیڈنٹ کا ساتھی ہوں۔
لیکن ہمارا مزدور منی کی نوکری اٹھا کر کہہ سکتا ہے کہ میں مصطفیٰ کا ساتھی ہوں۔

تو جناب! مزدوروں کے متعلق آپ خاص توجہ فرمائیں کیونکہ انہیں ایکسپلائٹ
کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے بہتر تعلیم، بہتر معاوضے، ان کے لیے بہتر طبی سہولتیں مہیا کی
جائیں۔ علاوہ ازیں کسان اور زمیندار کا مسئلہ بھی طے کیا جائے کیونکہ اسلام میں طبقاتی
جنگ کوئی نہیں ہے۔

تعزیرات سزا ہیں دوائیں نہیں

صدر ذی وقار! آخر میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یہ دور بلاشبہ مسلم
قوم کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے۔ لیکن زندگی کے مراحل طے کرنے میں وہ سخت قسم کی ذہنی
کشمکش سے دوچار ہے۔ نفاذ اسلام کے عمل میں معاشی اور معاشرتی اصلاحات خاص
طور پر قابل توجہ ہیں۔ حدود و تعزیرات اپنی جگہ پر حق ہیں مگر یہ سزا تو ہیں دوائیں۔ پرہیز
تو ہیں۔۔۔ غذا نہیں۔

مریض جاں بلب ہے۔ معاشرہ ظلم و استحصال کی چکی میں پس رہا ہے۔ غریب
نان جو یں کے لئے ترس رہے ہیں۔ ہمارے حکمران و سیاستدان بنگامی و سیاسی
مصلحتوں میں مبتلا ہیں۔ میں کہتا ہوں جب مزاج میں تلخی کے سبب مریض دوا پینے سے
انکار کر دے اور ضد میں آ کر طبیب کی ہدایت کے برعکس خود ہی مرضی کی غذا استعمال
کرنے لگے تو جو اس کا حشر ہو گا وہ کسی بھی اہل نظر سے مخفی نہیں۔ جب شاخ نہ پرتی
دوسروں کو قبضہ ہو جائے گا تو اس پر آشیانہ کیسے برقرار رہ سکے گا۔

تجھے اے بلبل رنگیں نوا سو جھی ہے گانے کی
مجھے ہے فکر دامن گیر تیرے آشیانے کی

مفت انصاف کی فراہمی

دو امر خاص طور پر فوری توجہ کے متقاضی ہیں اور انہی پر نفاذ اسلام کی گاڑی تیز رفتاری سے منزل کی طرف بڑھ سکتی ہے۔ پہلا امر یہ ہے کہ

۱۔ معاشرتی جرائم یعنی سوشل کرائمز کا فوری طور پر قلع قمع کیا جائے

دوسرا امر یہ ہے کہ

۲۔ عدالتوں میں انصاف مفت اور فوری مہیا کیا جائے۔

اس کے بعد قوم از خود اسلامی اصلاحات پر عمل پیرا ہونے کے جذبے سے سرشار ہو جائے گی۔ (انشاء اللہ)۔ اور یہ حکیمانہ آپریشن ہی معاشرتی انارکی اور معاشی ناہمواری کا واحد علاج ہے۔ آج کا روان امت کو جس جام حیات کی تلاش ہے وہ آپ کے پاس موجود ہے۔ جرأت رندانہ کی ضرورت ہے۔ ہمت کیجئے خود بھی پیجئے۔ اور اہل پاکستان کو بھی پلائیے، حکومت کی پرواہ نہ کیجئے۔ یہ آنی جانی چیز ہے۔ اللہ جل و علا اور اس کے رسول برحق کی راضی کر لیجئے کہ یہ دو جہان کی حکمرانی ہے۔

اسلامی طرز انتخاب

آخر میں ایک فیصلہ کن اصلاح کی نشاندہی بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں مغربی طرز انتخاب کی بجائے اسلامی طرز انتخاب رائج ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ موجودہ طریقہ انتخاب مغربی جمہوریت کا شجرہ خبیثہ ہے۔ جو انتہائی غلط اور بوگس ہونے کے ساتھ ساتھ سرمایہ دار طبقے کا کھیل ہے۔ جس میں ضمیر خریدے جاتے ہیں۔ آرا فروخت ہوتی ہیں۔ غریبوں کا استحصال ہوتا ہے۔ اس طریق انتخاب میں اچھے اور برے۔ شریف اور رذیل۔ عالم اور جاہل، دانشور اور بے دانش، میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے جس میں

بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

ضرورت دراصل کسی ایک شعبے میں اصلاح کی نہیں بلکہ پورے معاشرے کو

بدل دینے کی ہے یہ معمولی اور جزوی اصلاحات قابل قدر تو ہیں کافی نہیں، کنو میں سے

پانی تو نکالا جا رہا ہے مگر کتا بھی اندر ہی ہے۔

ہم بدلنا چاہتے ہیں نظم میخانہ تمام

آپ نے بدلا ہے لیکن صرف میخانے کا نام

صدر محترم!

آپ کے پاس نشر و اشاعت کے میڈیا ہیں۔ وہ بہت اہم ہیں ان میڈیا کی

طرف بھی آپ توجہ فرمائیں تاکہ نیلی ویژن پر جو پروگرام آئیں وہ تعمیری ہوں مثلاً اس

پر ایک پروگرام چل رہا تھا آخری چٹان، جو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔

ایسے پروگراموں سے لطف بھی حاصل ہوتا ہے اور نئی نسلوں کی تربیت بھی ہوتی ہے۔

اپنی تقریر کے اختتام سے پہلے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ان اکابر کی طرف

سے جو صاحب دعا بھی ہیں اور جن کے ساتھ دین مصطفیٰ کا کام کرتے وقت لاکھوں

افراد بھی ہیں کہ ہمارا تن، من، دھن آپ کے ساتھ ہوگا۔ ہم آپ کے رفیق نہیں ہوں

گے بلکہ آپ کے رضا کار ہوں گے۔ اگر آپ نظام مصطفیٰ کا کام کریں گے تو جہاں آپ

کاپسینہ گرے گا وہاں ہمارا خون گرے گا۔

شدید علالت اور غیر معمولی صبر و تحمل

آپ کی تمام زندگی انتہائی مصروفیت کے عالم میں گزری خود فرمایا کرتے کہ میں

یہاں سے لے کر تدفین تک کا مضمون شہر یار خطابت از پروفیسر محمد اکرم رضا شائع کردہ ادارہ تنظیم

اسلام سے لیا گیا ہے۔ (مرتبین)

نے تہتر (۷۳) برس میں اتنا کام کیا ہے جو عموماً ڈھائی سو سال میں بھی نہ ہو سکتا۔ تحریک آزادی وطن کے دوران میں مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ مہینوں بعد گھر آنا نصیب ہوتا۔

ایک جگہ رہتے نہیں عاشق اسلام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

قیام پاکستان کے بعد آپ کی سیاسی مذہبی اور روحانی مصروفیات میں اور بھی اضافہ ہو گیا شدید محنت جسم سے زبردستی اپنا خراج وصول کر لیا کرتی ہے 1968ء میں آپ کو عارضہ قلب لاحق ہوا تو معالجین نے آپ کو مکمل آرام اور مصروفیات میں کمی کرنے کی ہدایت کی مگر عوام کے اصرار کے پیش نظر اور قائدانہ ذمہ داریوں کے احساس سے آپ معالجین کے مشورہ پر پورا عمل نہ کر سکے۔ وطن عزیز کے تمام شہروں اور قصبات میں آپ کے خطابات اور مذہبی تقاریر کا سلسلہ جاری رہا تبلیغ اسلام اور خدمت دین کا لافانی جذبہ انہیں قریہ قریہ لئے پھرا۔ زندگی کے آخری دور میں فرمایا کرتے تھے۔

”میں نے پچاس برس تک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا ہے برصغیر کا شاید ہی کوئی ایسا قابل ذکر شہر یا قصبہ ہو جہاں قرآنی احکام کی بجا آوری کے لئے میری آواز نہ گونجی ہو یہ پچاس برس میرے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا افتخار بھی ہیں اور میرا توشہ آخرت بھی۔“

وفات سے چند ماہ پیشتر آپ کو دل کے مقام پر شدید تکلیف کا احساس ہوا تو میو ہسپتال لاہور کے شعبہ امراض قلب میں داخل ہو گئے ڈاکٹروں نے تشخیص کیا کہ آپ کا دل انتہائی متاثر ہو چکا ہے اور دل کو خون پہنچانے والی چار نالیوں میں سے تین سکڑ چکی ہیں۔ نہایت تندہی سے آپ کا علاج شروع ہوا۔ دل کے آپریشن کی ضرورت تھی مگر چونکہ آپ کی صحت بہت کمزور ہو چکی تھی اس لئے آپریشن کا پروگرام ملتوی کر دیا گیا آہستہ آہستہ طبیعت سنبھل گئی تو گھر تشریف لے آئے اور معالجین کے مشورے کے

مطابق علاج جاری رکھا۔ آپ کی علالت کی خبر پھیلی۔ تو سارا ملک بزبان حال آپ کی صحت یابی کے لئے دُعا گو ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر تکلیف کا احساس ہوا تو ملٹری کمانڈ ہسپتال راولپنڈی میں داخل ہو گئے۔ معالین نے تجویز کیا کہ چونکہ دل کو خون پہنچانے والی تمام نالیاں خشک ہو چکی ہیں۔ اس لئے بائی پاس سرجری کی ضرورت ہے لیکن آپ اس قدر کمزور تھے کہ ڈاکٹر آپریشن پر آمادہ نہ ہوئے اور مکمل آرام کا مشورہ دیا۔ قدرے صحت سنبھلی تو آپ ہسپتال سے واپس آ گئے۔ تقاریر اور خطابت کا سلسلہ مکمل طور پر ختم کر دیا تھا البتہ حضرت خواجہ محمد زکین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دربار عالیہ (متصل کلاں قبرستان) میں پھر سے بیٹھنے لگے۔ جہاں روزانہ سینکڑوں مریض جسمانی اور روحانی علاج کے لئے آپ کے پاس عرصہ دراز سے حاضری دے رہے تھے۔

تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

حضرت خطیب الاسلام کی تمام زندگی جدوجہد و عمل، پامردی و استقامت اور صبر و استقلال سے عبارت تھی۔ شدید علالت کے دوران آپ نے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے بیماری کے پے بہ پے حملوں سے ہراساں نہیں ہوئے بلکہ اس دوران میں جب بھی آپ سے ملاقات ہوئی آپ کی شگفتہ مزاجی، محبت و شفقت اور نوازش کریمانہ کا دریا پہلے سے کہیں زیادہ موجزن پایا۔ آپ کے عارضہ قلب کی بات چلتی تو فرماتے۔

”جب تک میری بیماری کی تشخیص نہیں ہوئی تھی میں بہت سے واہموں کا شکار تھا اب دل کے عارضے کا صحیح علم ہوا ہے تو راضی برضائے خدا ہو چکا ہوں کہ دل نے تو آخر ایک دن اپنا سفر تمام کرنا ہی ہے۔“

جی کا جانا ٹھہر گیا صبح گیا یا شام گیا

اسی علالت کے دوران میں ایک بار چند علماء مزاج پرسی کو حاضر ہوئے آپ کی خیریت دریافت کی تو چہرے پر تبسم کی تمام رعنائیاں بکھیرتے ہوئے آپ یوں گویا ہوئے۔

دل میں درد ہو تو دوا کیجئے

دل ہی درد ہو تو کیا کیجئے

اس شعر سے آپ کے صبر و استقلال اور قوت ارادی و بلند حوصلگی کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کرنے کا بدرجہ اتم اظہار ہوتا ہے۔

میوہسپتال میں حضرت علامہ محمود احمد رضوی چند علماء سمیت عیادت کو پہنچے تو باتوں باتوں میں حضرت خطیب الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا

ساری زندگی اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے فروغ و تحفظ کے لئے گزر گئی ہے اب دل کی آخری حسرت یہی ہے کہ اپنی زندگی میں آنکھوں سے ملک عزیز میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہاریں دیکھ لوں۔

ابوالبیان علامہ پیر محمد سعید احمد مجددی عیادت کے لئے میوہسپتال حاضر ہوئے اس دن قدرے آفاقہ تھا۔ فرمانے لگے

دو یادیں ایسی ہیں جن پر مجھے ہمیشہ فخر رہے گا ایک تو یہ کہ جوانی کے عالم میں جب علی پور سیداں حاضر ہوا تو قطب الاقطاب حضرت پیر لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی گود میں بٹھا کر بچوں کی طرح پیار کیا اور جب حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے بے حد شفقتوں سے نوازا اور ایک چکن والا کرت، ایک گرم کوٹ اور غالباً ایک چادر عطا فرمائی اور میرے لئے بہت دعائیں فرمائیں۔

علامہ محمد سعید احمد مجددی کا کہنا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے دوران

حالات یہ بھی فرمایا کہ اگر میں صحت یاب ہو کر گوجرانوالہ آیا تو دو تقریریں کروں گا۔ ایک ہر موضوع ہوگا کہ ”موجودہ تہذیبِ بلاست پذیر ہے“ دوسری تقریر کا موضوع ہوگا۔ ”اسلامی نظریہ معیشت ہی معاشرے کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔“ عمر افسوس کہ آپ کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور ہم دوسراں قدر موضوعات پر آپ کی قیمتی خیالات سے بہرہ اندوز نہ ہو سکے۔

بہر حال طاب کے لئے لندن جانے کی تیاریاں جاری رہیں۔ حضرت صاحبزادہ سید منور حسین شاہ علی پوری اور ڈاکٹر نذیر احمد (پی ایچ ڈی امریکہ) نے اس سلسلے میں اپنی خدشات پیش کر دی تھیں۔ ارادات کیش عقیدت مند، احبابِ علم و ادب، دانشوران ملت مختلف اوقات میں حاضر ہوتے اور آپ کے دولت کدہ پر ہی محدود پیمانے پر مجلس آرائی کا سماں بندھ جاتا۔ وفات سے ایک دن قبل تک اپنے متعلقین اور ملاقات و آنے والے اصحابِ علم و دانش کے ساتھ اس مخلصانہ انبھاک کے ساتھ مصروف کشتیوں سے کہ کسی کو احساس نہ ہوا کہ صاحبزادہ صاحب ہم سے بہت جلد نکھڑنے والے ہیں۔

وصال پر ملال

۲۰ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۳ فروری ۱۹۸۴ء بروز جمعرات ساڑھے گیارہ بجے آپ کو قدرے گھبراہٹ کا احساس ہوا۔ اہل خاندان پاس تھے آپ کے اصل بالند ہونے کی ساعتیں قریب آ رہی تھیں۔ معاً آپ کے چہرے کی روشنی و آویزی میں اضافہ محسوس ہونے لگا آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید خالد حسن شاہ راوی ہیں کہ آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

”روشنی آ رہی ہے پردے بنا دو“ یہ جملہ آپ نے دوبارہ ادا فرمایا۔ شہیدِ راہِ قلم خطابت کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہونے والا یہ آخری جملہ معنی خیز تھا اس جیسے

لطفوں سے کوئی اہل دل ہی آشنا ہو سکتا ہے۔ دُنیاۓ اسلام کے آخری خطیب کا یہ آخری جملہ تھا جو آپ کے اہل خاندان کو سنائی دیا اور اس کے بعد آپ کی آواز مدہم پڑ گئی۔ لب ملتے رہے۔ زیر لب کلمہ طیبہ، ذکر نفی اثبات، پاس انفاس اور پھر خواب غفلت میں مدہوش انسانوں کو جگانے والی آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آبِ اِنہیں ڈھونڈ چرائِ غُرُخِ زِیبا لیکر

حضرت خطیب الاسلام کی وفات برصغیر پاک و ہند کے اس مایہ ناز خطیب کی وفات ہے۔ جس کے اعجازِ نطق سے مردہ لفظوں کو زندگی اور خاموش جملوں کو شانِ گویائی ملتی تھی۔ وہ لفظوں کے مسیحا تھے کہ بے جان جملوں کو شوکتِ اظہار کی بدولت تب و تاب جاودانہ بخش دی۔

ایسے پیر طریقت تھے جن کا فرمایا ہوا نیاز مندوں کے لئے قولِ فیصل کا درجہ رکھتا تھا۔ رمزِ آشنائے معرفت تھے کہ جب عرفانِ ذات اور خدا شناسی کے مراحل و مدارج کی تشریح کرتے تو علم و فلسفہ کا بحر بیکراں ٹھانھیں مارتا دکھائی دیتا فخرِ سادات تھے کہ ان کی سیادت و قیادت اور معاملہ فہمی و نکتہ رسی پر زمانہ ناز کرتا رہا۔ زینتِ آرائے بزمِ نقشبندی تھے کہ تمام روحانی سلاسل سے وابستہ اصحابِ فکر انہیں اپنی نگاہوں کا ستارہ سمجھتے رہے۔ زینبِ سجادہ آستانہ عالیہ آلو مہار شریف تھے کہ اپنے عظیم اسلاف کی شاندار روایات کی شمعِ عمل کی روشنی مدہم نہ ہونے دی۔ بلکہ اپنے فکر و عمل سے اس کی لو پہلے سے تیز تر کر دی۔

آپ وہ مردِ قلندر تھے جن کی نواؤں میں بوئے اسد اللہی تھی تو اداؤں میں سکندر انہ جلال کی آمیزش۔ پاسدارِ ختمِ نبوت تھے کہ حضور ختم المرسلین سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے ناموس کی خاطر کبھی کسی قربانی سے گریز نہ کیا اور اپنی نعتیہ شاعری میں بھی یہ اعلان کرتے رہے۔

ہے ہمالہ کی طرح سے استوار

خاتمیت پر تری میرا یقین

آپ عاشق رسول تھے کہ تمام زندگی شان رسالت میں معمولی سی بے ادبی بھی برداشت نہ کی اور اپنی سیاست کی بنیاد بھی اسی اصول پر رکھی۔ تحریک آزادی کے عظیم مجاہد تھے کہ قصر باطل مدتوں آپ کی مجاہدانہ للکار سے ڈولتا رہا۔ نظریہ سیرت النبی کے فدائی تھے کہ مرکزی سیرت کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے وطن عزیز میں نفاذ اسلام کے لئے ہر ممکن انداز سے کوشاں رہے۔ محبت وطن رہنما تھے کہ جب بھی ملک و قوم پر مشکل ساعت آئی باطل قوتوں کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔ ہر دلعزیز شخصیت تھے کہ بعض علماء کو آپ سے اختلاف بھی ہوا مگر اس کے باوجود وہ آپ کو اپنے دلوں کا سرور اور نگاہوں کا نور سمجھتے رہے مبلغ اسلام تھے کہ مدتوں اسلام کے عالمگیر پیغام کی روشنی سے دلوں کے ایوان جگمگاتے رہے۔

حضرت خطیب الاسلام کی وفات کا دن دراصل ایک عہد کے اختتام کا دن تھا۔

وہ عہد جو ایک بطل جلیل سے عبارت تھا۔ وہ عہد جو ایک مرد مومن کا افتخار تھا۔ وہ عہد جو اس بے مثال خطیب کی تکلم باریوں، ادب نوازیوں اور فکر افروزیوں کا امین تھا۔ وہ عہد جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام کے شکوہ سکندری کا پرتو تھا۔ وہ عہد جو ایک سجادہ نشین کی رسم ادائے شبیری کا مظہر اور بے شمار انسانوں کے دلوں میں بسنے والے شیخ طریقت کی لطف فرمائیوں کا پاسدار تھا۔ وہ عہد جو آپ کے ساتھ زندہ رہا اور آپ کے ساتھ ہی تابناک ماضی کا روشن باب بن گیا۔

بعد از وفات تربت مادر زمین مجو
در سینہ ہائے مردم عارف مزارِ ما

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

حضرت خطیب الاسلام کی وفات حسرت آیات کی خبر بہت جلد ساری دُنیا میں پھیل گئی۔ ریڈیو پاکستان کے نیوز پلیٹن اس خبر کو بار بار نشر کرتے رہے۔ ٹیلی ویژن سے بھی یہ خبر قومی نشریے کے طور پر نشر کی گئی اور اس کے ساتھ ہی ملک کے قومی، مذہبی اور سیاسی اکابرین کی طرف سے تعزیتی پیغامات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس نے بھی یہ خبر سنی فرطِ غم سے سُن ہو کر رہ گیا۔ انسانوں کا ایک سیلاب تھا۔ جوشِ شدتِ غم سے نڈھال آپ کی رہائش گاہ کی طرف رواں دواں تھا۔ آپ کی میت کمرے میں پلنگ پر رکھی تھی چہرے کی شادابی اور تازگی میں سر مو فرق نہیں آیا تھا۔ بلکہ حسن و دلاویزی میں اضافہ محسوس ہو رہا تھا۔ یوں نظر آتا جیسے آپ محو خواب ہوں۔ عوام کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ فنِ خطابت کا یہ امام یوں بھی خاموش ہو سکتا ہے۔ لوگ چہرے کی ایک جھلک دیکھتے اور آنکھوں سے اُمٹنے والے آنسوؤں کو سمیٹتے ہوئے باہر نکل جاتے تاکہ دوسروں کو اندر آنے کا موقع مل سکے۔

رہائش گاہ کے ان میں اہل سنت و جماعت کے مقامی علماء کثیر تعداد میں موجود تھے نمکسار عوام کا انبوه کثیر بھی جمع تھا۔ علماء آپ کے صاحبزادگان سے اظہارِ تعزیت کے ساتھ ساتھ آپ کی تجہیز و تکفین کے انتظامات کے بارے میں مصروفِ گفتگو تھے۔ اعلان ہوا کہ آپ کی نماز جنازہ ۲۴ فروری کو ساڑھے گیارہ بجے پولیس گراؤنڈ گوجرانوالہ میں اور پھر ایک بجے آلو مہار شریف میں پڑھائی جائے گی۔ یاد رہے کہ پولیس گراؤنڈ وہ جگہ ہے جہاں حضرت خطیب الاسلام مسلسل بیس برس تک نمازِ عید

پڑھاتے رہے۔

۲۴ فروری ۱۹۸۴ء کا سورج سپہر خطابت کے نیرتاباں حضرت خطیب اسلام کے غروب زندگی کا منظر دیکھنے کے لئے طلوع ہوا تو عوام جو فرط الم سے نڈھال رات کٹنے کا انتظار کر رہے تھے، وقت سے پہلے ہی پولیس گراؤنڈ میں پہنچنا شروع ہو گئے ہر شخص اپنے محبوب رہنما کے استقبال کیلئے بے قرار تھا۔ گراؤنڈ میں لاؤنڈی سٹریٹ سے تلاوت قرآن ہو رہی تھی۔ قاری محبوب سلیم اور حاجی عبدالمعید قصوری قلم کا ڈکڑا اور نعت خوانی کر رہے تھے۔ ملک کے اطراف و اکناف سے مشائخ و علماء پہنچنا شروع ہو گئے۔ آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے جس قدر ہجوم پولیس گراؤنڈ میں تھا اتنا ہی آپ کی رہائش گاہ پر تھا۔ آپ کی رہائش گاہ اداسی اور غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ڈروڈیوار سے حسرت ٹپک رہی تھی۔ آپ کو غسل دیا جا چکا تھا۔ کفن پہنایا جا چکا تھا۔ آپ کی دائمی رخصتی کی تیاریاں مکمل ہو رہی تھیں۔

بالآخر وہ ساعتیں آگئیں گھر سے جنازہ اٹھایا گیا تو ہر فرد شدت غم سے نڈھال ہو گیا آپ کا مکان کہ جسے مدتوں قومی سیاست کے مرکز اور علم و دانش کے معدن ہونے کا شرف حاصل رہا۔ مکمل طور پر حسرت و حرمان کی تصویر بن چکا تھا کہ اس کا مین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے بچھڑ رہا ہے وہاں پر موجود مرد اور خواتین دھارڑیں مار مار کر رہے رہے تھے اور بعض پر بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ اب جنازہ پولیس گراؤنڈ کی جانب روانہ ہو چکا تھا۔ جنازہ میں شامل ہزاروں افراد کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کرتے تھے۔ عجیب رقت آمیز سماں تھا۔ جنازہ جدھر سے گزرتا ٹریفک رکنے لگتی اور لوگ جوق در جوق جنازہ میں شامل ہوتے جاتے اور پھولوں کی پتیاں جنازے پر پھینچا کر کرتے۔ جنازہ کے آگے مقتدر علماء و مشائخ بہ چشم گریاں نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔

ادھر پولیس گراؤنڈ میں موجود افراد آپ کے جنازہ کا نہایت بے چینی سے انتظار

کر رہے تھے۔ ان میں ہزاروں عقیدت مندوں کے علاوہ مختلف مکاتب فکر اور مختلف شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے اصحاب، سیاسی کارکن، سماجی رہنما اور اصحاب علم و فضیلت کثیر تعداد میں موجود تھے۔

ابونعیم مولانا رحمت اللہ نوری، مولانا محمد حسین رضوی، مولانا خالد حسن مجددی سمیت علماء باری باری حاضرین سے خطاب کی صورت میں حضرت خطیب الاسلام کے محاسن بیان کرتے ہوئے عوام کو صبر و تحمل کی تلقین کر رہے تھے۔ وقفے وقفے سے تلاوت قرآن حکیم یا نعت خوانی ہونے لگتی یا بعض درد مند اصحاب کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کروانے لگتے۔

اچانک ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی مائیک پر آئے اور جنازہ کے پولیس گراؤنڈ میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان سنتے ہی عشاقان دید جنازہ کو کندھا دینے اور ہاتھ لگانے کی سعادت حاصل کرنے کیلئے بے تابانہ دوڑنے لگے۔ تمام قومی و ضلعی اخبارات کے نمائندے اس ایمان افروز صورت حال کو قلمبند کرنے کیلئے وہاں موجود تھے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نمائندے بھی اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے ان یادگار لمحات کو مستقبل کے لئے محفوظ کر رہے تھے، جنازہ کا استقبال کرنے کی خواہش میں ہر شخص بے قرار ہو گیا تو صفوں کی ترتیب بگڑ گئی اور نماز جنازہ کے لئے گئے جانے والے اقدامات بے سود نظر آنے لگے، علامہ محمد سعید احمد مجددی نے شدت جذبات سے رندھی ہوئی آواز میں حضرت خطیب الاسلام کے اوصاف عالی بیان کرتے ہوئے عوام سے نصیحتیں درست کرنے اور نظم و ضبط برقرار رکھنے کی اپیل کی، حد نظر تک آدمی ہی آدمی نظر آ رہے تھے۔ ہر آنکھ آنسوؤں سے وضو کر رہی تھی اور ہر دل شدت احساس سے بے قرار تھا۔

جنازہ مقررہ مقام تک پہنچ چکا تو عالم اسلام کے نامور قاری غلام رسول صاحب

نے آیات قرآنی کی تلاوت شروع کی۔ جو فضاؤں میں رس گھولتی ہوئی دلوں کو انداز آشنا کرنے لگی۔ تلاوت کے بعد قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کچھ اس انداز سے پڑھا کہ سامعین پر رقت طاری ہوگئی۔ علماء و عوام بے قراری کے عالم میں بلند آواز سے رونے لگے۔

گوجرانوالہ کی تاریخ کا عظیم جنازہ

یہ جنازہ گوجرانوالہ کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا پولیس گراؤنڈ میں جہاں تک نگاہ کام کرتی انسان نظر آ رہے تھے۔ ہزاروں افراد اور سینکڑوں مشائخ و علمائے کرام کا اجتماع تھا۔ اکابرین حکومت بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ آپ کے قریبی عزیز اور شیخ طریقت حضرت صاحبزادہ پیر سید برکات احمد شاہ سجادہ نشین جلال پور شریف نے نماز جنازہ پڑھائی۔

نماز جنازہ ہو چکا تو آخری دیدار کے لئے آپ کا جنازہ گراؤنڈ کے درمیان میں رکھ کر آپ کے چہرے سے پردہ ہٹا دیا گیا۔ چہرے کی تازگی، بشاشت اور دلآویزی و دلکشی میں بالکل کمی واقع نہ ہوئی تھی۔ نور ایمان جمالِ صبحِ روشن کی طرف آپ کے چہرے سے ہویدا تھا۔ یوں نظر آتا تھا کہ تاریخ برصغیر کا آخری عظیم خطیب کو خواب ہے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والی چند اہم شخصیات کے نام درج ذیل ہیں۔

صاحبزادہ الطاف حسین نتھیال شریف، مولانا عبدالستار خان نیازی، شارح بخاری علامہ محمود احمد رضوی، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی لہور، مخدوم زادہ قاضی اسرار الحق راولپنڈی، صاحبزادہ پیر سید علی شاہ چورہ شریف، پیر سید علی حسین شاہ علی پور شریف، پیر سید منور حسین شاہ علی پور شریف، صاحبزادہ سید عظمت علی شاہ کیلیانوالے شریف، پیر

غلام نقشبند چورہ شریف، صاحبزادہ فیض علی فیضی دادوالی شریف، مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاری لاہور، صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی، مولانا عبدالخالق شمس، صاحبزادہ شبیر حسین حافظ آبادی، میاں محمد یونس شر قپور شریف، مولانا غلام معین الدین شافعی فیصل آباد، مولانا محمد فاضل فیصل آباد، مولانا شمس الزماں قادری، پیر سید خادم حسین سنگتھرہ، صاحبزادہ سلطان باہو، مولانا امجد علی چشتی، پیر تصدق حسین چورہ شریف، مفتی عبدالشکور ہزاروی، مولانا سلیم اللہ لاہور، قاری عبدالحمید قادری، مولانا مفتی حبیب احمد سیالکوٹ، مفتی مختار احمد گجرات، شیخ تصوف مفتی علامہ مختار احمد درانی خانپور، مولانا مفتی حافظ محمد سعید، مولانا ابوداؤد محمد صادق، مولانا عبدالعزیز چشتی، مولانا غلام فرید ہزاروی، مولانا محمد شریف، صاحبزادہ عبدالصبور گلکھڑ، مولانا حافظ مشتاق سلطانی، قاری منیر احمد جماعتی، علامہ حافظ حمید اختر، مولانا سید محمد حسین، پیر عبدالعزیز بھکڑے والی، مولانا محمد عبداللہ، مفتی محمد حسین صدیقی، مولانا محمد حسین رضوی، مولانا نصرت اللہ، مولانا عبداللطیف قادری، مولانا محمد نواز ظفر، مولانا سید مراتب علی شاہ، مولانا نور الحسن تنویر، مولانا محمد بشیر رضوی، صوفی حسن محمد نقشبندی، وفاتی وزیر محنت خان غلام دستگیر خان، مسٹر جسٹس محمد رفیق تارڑ لاہور ہائی کورٹ، کمشنر گوجرانوالہ ڈویرن جی ایم پراچہ، ڈی آئی جی عبدالقادر حمی، ڈپٹی کمشنر چوہدری شفقت محمود، ایس ایس پی سید اظہر ندیم، میسرکار پوریشن محمد اسلم بٹ، چیئرمین ضلع کونسل رحمت علی باگڑی، سید کاظم علی شاہ رکن مجلس شوریٰ ان کے علاوہ جماعت اہل سنت، تحریک نظام مصطفیٰ، سماجی اتحاد کے علاوہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سرکردہ رہنماؤں مختلف علمی و ادبی سیاسی و سماجی انجمنوں کے کارکنوں ممتاز صنعت کاروں صحافیوں و کلا طلباء اور مختلف مکاتب فکر کے علماء نے ملک کے ہر حصے سے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔

دعا کے بعد اب جنازہ آلو مہار شریف کی طرف روانہ ہو چکا تھا آلو مہار شریف

میں ساڑھے گیارہ بجے کا وقت دیا گیا تھا جبکہ یہیں کافی دیر ہو چکی تھی۔ آپ کی میت دین میں رکھی گئی تھی۔ جنازے کا جلوس جا رہا تھا۔ آلو مہار شریف تک راستے میں موجود قصبات اور دیہات کے باشندے جنازہ کی آمد کے منتظر تھے۔ جنازہ جونہی ان کے قریب پہنچتا تو وہ فرط شوق سے بے قرار ہو کر دین کی طرف لپکتے اور پھول برساتے آخری دیدار کرتے۔ سینکڑوں افراد گوجرانوالہ ہی سے کاروں بسوں اور سکوتروں پر سوار ساتھ چل رہے تھے تمام راستے میں موجود سوگواروں سے آنسوؤں اور دعاؤں کا خراج لیتا ہوا شہنشاہِ اقلیم خطابت کا جنازہ مقررہ وقت سے کافی تاخیر کے بعد آپ کے آبائی قصبہ آلو مہار شریف پہنچا۔

سیالکوٹ کے شہر و ضلع سے ہزاروں علماء عوام آلو مہار شریف میں آپ کی دوسری نماز جنازہ میں شرکت کے لئے جمع ہو چکے تھے اور دلوں میں رنج و عقیدت کے ملے جلے جذبات لئے جنازہ کا انتظار کر رہے تھے آپ کا جنازہ جب جنازگاہ میں پہنچا تو عقیدت و محبت کی وہی داستان دہرائی گئی جس کا نظارہ چشم فلک گوجرانوالہ میں کر چکی تھی یہ جمعۃ المبارک کا مقدس دن تھا ایک حدیث شریف کے مطابق جو مومن جمعرات یا جمعہ کو فوت ہوتا ہے وہ بغیر حساب کے جنت میں جاتا ہے حضرت خطیب الاسلام وہ صاحب ایمان عاشق تھے جو جمعرات کو فوت ہوئے اور جمعہ کے روز آپ کی تدفین ہو رہی تھی۔ صغیر آراستہ ہو چکیں۔ تو شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹی نے نماز جنازہ پڑھائی نماز جنازہ میں ہزاروں عوام کے علاوہ کثیر تعداد میں مشائخ و علماء اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سربراہ اور اصحاب بھی موجود تھے نماز جنازہ کے بعد صاحبزادہ سید برکات احمد، صاحبزادہ فیض علی فیضی، صاحبزادہ پیر کبیر علی شاہ، صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی، مخدوم زادہ قاضی اسرار الحق، مولانا رحمت اللہ نوری نے حضرت کو خراج عقیدت پیش کیا نماز جمعہ ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی نے پڑھائی۔

آخری دیدار

نماز جمعہ کے بعد آپ کے چہرے سے کفن سرکا کر عقیدت مندوں کو آخری دیدار کرایا گیا، ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ پھر بھی سینکڑوں عقیدت مند دیدارے محروم رہ گئے ہزاروں غم زدہ افراد بے اختیار روتی آنکھوں بلکتے جذبات اور تڑپتے احساسات کے ساتھ آپ کے چہرے کی آخری جھلک دیکھنے کے لئے لپکتے، گرتے، پڑتے، روتے رہے۔ چہرے کی زیارت ہو چکی تو آپ کی میت کو اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ لحد میں اتار دیا گیا یہ منظر اتنا رقت خیز اور جذبات آفریں تھا کہ الفاظ و بیان اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔

جس شخصیت کو قبر کی آغوش میں اتارا گیا اس کا شمار اپنی صدی کے چند بڑے آدمیوں میں ہوتا تھا۔ علم و حکمت کا نیر تاباں تھا۔ جو لحد میں روپوش ہو کر چاہنے والوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے فروزاں ہو گیا اقلیم خطابت کا تاجدار تھا جو مسند خطابت کو ویران کر کے تاریخ کے جگمگاتے الفاظ میں ضو فلگن ہو گیا۔ عشاق رسول کا قافلہ سالار تھا جو نصف صدی تک محبت رسول کے تقاضوں کو عام کرنے کے بعد خاموش ہو گیا۔ وہ ایک شخص نہیں ایک دور تھا۔ ایک فرد تنہا نہیں سراپا انجمن تھا۔ ایک آواز نہیں مکمل تحریک تھا۔ ایک سوچ نہیں روح افکار تھا۔ شمع محفل نہیں چراغ ملت تھا۔ نغمہ بے سوز نہیں پیغام فطرت تھا۔ وہ مجاہدین آزادی کا وقار بھی تھا اور ناموس ملت کا پاسدار بھی، ملت اسلامیہ کا غمخوار بھی تھا اور اصحاب نظر کا قرار بھی۔ گلزار معرفت کی بہار بھی تھا اور قلمزم، ہستی کا گوہر تابدار بھی۔

مقدر ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے لے

قَطَعَهُ

تَلَيْتُ فِيكَ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فِي الْحَسَنِ وَالْحَسَنَاتِ
وَأَنْتَ خَيْرٌ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فِي الْحَسَنِ وَالْحَسَنَاتِ

از حضرت خواجہ غلام فخر الدین رضوی علیہ السلام

آہ صاحبزادہ فیض الحسن رفت از ماشد بہ جنت خیزن
در فصاحت در بلاغت بوالکلام بود ہر ہر لفظ او مسلین من
گفتگویش بود چون آب روان بے تکلف ریختے در عدن
بستم از اول جمادی رحلتش روز پنجشنبہ شدہ زیب کفن

گفت رضوان فخر از خلد بریں

مرحبا آل عبا فیض الحسن

۱۲۰۲ھ



تعزیتی پیغامات

اکابرین حکومت



مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہوں اندھیری رات میں

حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کی وفات کی خبر نشر ہوتے ہی تعزیتی پیغامات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ تمام قومی اخبارات نے جلی سرخیوں کے ساتھ آپ کی وفات اور پھر اگلے روز تجہیز و تکفین کی خبریں شائع کیں۔ موصول ہونے والے تعزیتی پیغامات میں صاحبزادہ صاحب کوز بردست خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ آپ کی مذہبی، روحانی اور دینی و فکری خدمات کا تذکرہ کر کے آپ کے انتقال کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا ہے۔ ان پیغامات میں چند کے اقتباسات مذرا قارئین ہیں۔

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق

آپ کی وفات سے قوم ایک عظیم مذہبی دانشور اور نامور خطیب سے محروم ہو گئی

ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے شیدائی تھے۔ مرحوم نے قومی سیرت کمیٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے جو خدمات انجام دیں وہ نہ صرف ان کے ساتھیوں بلکہ پوری قوم کو طویل عرصہ تک یاد رہیں گی۔ تبلیغ اسلام کیلئے آپ کی مساعی لائق صد ستائش ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جو رحمت میں جگہ دے اور سوگوار خاندان کو یہ ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جناب محمد عباس وفاقی وزیر مذہبی امور

صاحبزادہ سید فیض الحسن بہت بڑے مذہبی راہنما تھے۔ آپ نے ملک میں دین اسلام کے فروغ کے لئے غیر معمولی خدمات انجام دیں جو مدتوں جگمگاتی رہیں گی۔

جناب راجہ ظفر الحق وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات

دین اسلام کے لئے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ کی وفات بلاشبہ اسلامی حلقوں کے لئے غیر معمولی نقصان ہے۔

جناب خان غلام دستگیر خان وفاقی وزیر محنت

صاحبزادہ صاحب ایک جید عالم دین اور ممتاز روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ برصغیر کے وہ نامور خطیب تھے جن کے فن خطابت کو دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپ کی وفات سے ملک ایک عظیم سکالر، روحانی پیشوا اور نامور خطیب سے محروم ہو گیا ہے۔

گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان

آپ کی وفات سے ہم ایک عظیم مذہبی عالم اور خطیب سے محروم ہو گئے ہیں۔

انہوں نے زندگی بھر اسلام کی سر بلندی کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں ان کی یاد طویل عرصے تک زندہ رہے گی۔

جناب محمود اے ہارون وفاقی وزیر داخلہ

صاحبزادہ فیض الحسن کی وفات سے دُنیا ایک نامور خطیب، مذہبی رہنما اور مبلغ اسلام سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کی شاندار خدمات ہمیشہ آپ کا نام زندہ رکھیں گی۔ آپ کی وفات اہل علم کے لئے غیر معمولی نقصان ہے۔

خواجہ محمد صفدر چیسر مین وفاقی مجلس شوریٰ

آپ کی وفات سے قوم ایک عظیم دانشور اور برصغیر کے نامور خطیب سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کی قومی و ملی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا آپ اپنی پوری زندگی تبلیغ اسلام کی نذر کر دی۔

الحاج محمد اسلم بٹ میسر میونسپل کارپوریشن گوجرانوالہ

صاحبزادہ سید فیض الحسن کی وفات سے برصغیر کے مسلمان ایک جید عالم سے محروم ہو گئے ہیں۔ مرحوم فن خطابت کے شہنشاہ اور علم و ادب کے سمندر تھے۔ آپ نے اپنی زندگی عظمت اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھی، تاریخ میں آپ کا نام ہمیشہ قابلِ صدر افتخار انداز سے لکھا جائے گا۔

تعزیتی پیغامات

مشائخ و علمائے کرام

غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی

مہتمم جامعہ انوار العلوم ملتان

خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن علم و عمل کا وہ روشن مینار تھے جن سے پھوٹنے والی کرنوں سے ایک زمانہ فیض یاب ہوتا رہا۔ آپ کی ہمہ گیر شخصیت ہم سب کے لئے سرمایہء اعزاز تھی۔ آپ کی بے مثال خطابت، قیادت و سیادت، غیر معمولی عشق رسول اہل ایمان کا سرمایہ اور اصحاب فکر کا وقار ہیں۔ آپ کی خدمات ہمیشہ شمع عمل کی طرح فروزاں رہیں گی۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری

جسٹس سپریم کورٹ پاکستان

خطیب الاسلام حضرت پیر سید فیض الحسن دنیائے علم و عمل کے لئے نازش ایمان تھے۔ آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک اسلامیان برصغیر کو اپنی دلاویز خطابت، ایمان افروز قیادت اور فکر انگیز تقاریر سے گرمایا ہے۔ آپ ہم سے جدا ہو کر بھی ہمارے درمیان موجود ہیں، آپ عشاق رسول کے کارواں سالار تھے۔ تحریک آزادی سے لے کر ختم نبوت کی پاسداری تک آپ نے صفحہء عالم پر اُمنٹ نقوش ثبت کئے ہیں جو ہمیشہ امت مسلمہ کے دلوں کو روشن کرتے رہیں گے۔

میاں جمیل احمد نقشبندی شرقپور شریف

برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز خطیب عالم دین اور شیخ طریقت کی وفات سے علمی و روحانی حلقوں میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ کبھی پر نہیں ہو سکے گا۔ آپ ایک جامع الصفات شخصیت تھے۔ آپ کی گفتار عظیم تھی تو کردار عظیم تر جدھر جاتے زمانہ پابہ رکاب ہوتا، جدھر بڑھتے فتح و نصرت قدم چومتی، جس طرح رُخ کیا عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کو عام کرتے گئے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی

مرحوم نے جنگ آزادی اور تحریک ختم نبوت میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں آپ مجلس احرار میں رہتے ہوئے بھی پاکستان کے حامی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے شرعی نظام کے نفاذ کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ آپ ایک عظیم دینی و روحانی گھرانے کے چشم و چراغ اور قابل احترام شخصیت تھے۔ آپ کی موت ایک عظیم سانحہ ہے۔

پیر عبدالمجید خضریٰ آف دیول شریف

حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ سچے عاشق رسول، نظریہ اسلام کے پاسدار، ختم نبوت کی تحریک کے سالار اور تاریخ برصغیر کے نامور خطیب تھے۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے علمبردار تھے، آپ کی خدمات جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ آپ اسلامیان پاک و ہند کے محسن تھے۔ آپ کے متعلق جو کچھ کہا جا رہا ہے اور لکھا جا رہا ہے آپ اس سے کہیں بلند و بالا تھے۔ ہم نے ان کو دور سے بھی دیکھا ہے اور

قریب سے بھی بلاشبہ ایسی شخصیت قوموں کو صدیوں بعد ہی میسر آتی ہے۔

علامہ سید محمود احمد رضوی

چیرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی

صاحبزادہ صاحب کی وفات سے ہم ایک بہت بڑے عالم دین ایک ممتاز خطیب اور صوفی منش شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ ایک ایسے جوہر قابل تھے جس کی مثال ملنا محال ہے پاکستان میں الحادی قوتوں کی یلغار کو روک دینے کا سہرا بلاشبہ آپ ہی کے سر ہے۔

صاحبزادہ عبدالقیوم نقشبندی موہری شریف

حضرت خطیب الاسلام کا انتقال نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دُنیا کے لئے عظیم حادثہ اور سانحہ ہے۔ وہ علم و فضل کے آفتاب عالمتاب تھے۔ آہ مسلمان ایک عالم ربانی ایک صوفی باعمل اور ایک بزرگ ہستی سے محروم ہو گئے ہیں۔ مشائخ کے کنویشن میں آپ کا بیان سنا، عجیب سماں تھا۔ حاضرین مجلس پرسوز و گداز اور عشق الہی کی عجب کیفیات طاری تھیں۔

صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ فیصل آباد

حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ صاحب کا انتقال آفتاب خطابت کا زوال ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کا انتقال بوقت زوال ہوا۔ وہ نہ صرف صاحبزادے تھے بلکہ شہزادے تھے۔ وہ وادی عرفات و جبل احد کی ایک صدائے دلنواز اور وادی بطحا کی ایک مقدس آواز تھے۔ صاحبزادہ صاحب ایک شخص نہیں ایک تاریخ تھے..... جرأت و

عزیمت کا ایک دور تھے..... حرکت و عمل کا ایک نمونہ تھے۔ تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ان کی عظیم قربانیاں دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے تحفظ کی قسم کھانے والے مجاہدین جنگ یمامہ کے قافلے کے ایک آدمی تھے جو چھڑ کر اس دور میں آگئے تھے۔
مدتوں روتے رہیں گے جام و میخانہ انہیں

علامہ محمد یعقوب سیالکوٹی

حضرت خطیب ملت کا سانحہ ارتحال دُنیا ئے ایمان کے لئے ایک ایسا صدمہ ہے جو کبھی نہ بھولے گا۔ میں نے عرب کے شعلہ بیاں خطیب، ذوالحناز مصری اور ہند کے بلند پایہ ادیب ابوالکلام آزاد کو بھی سنا مگر یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ آج تک صاحبزادہ صاحب جیسا قادر الکلام خطیب نہیں سنا۔ ایک باریالکوٹ کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے میں نے گھڑی سامنے رکھ کر حساب کیا تو آپ نے ایک منٹ میں کوئی پانچ سو الفاظ استعمال کئے تھے۔ آپ کی زبان کو شرو سلسبیل سے ڈھلی ہوئی اور عشق رسالت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔

مولانا مفتی مختار احمد نعیمی گجرات

میرے والد مرحوم حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرمایا کرتے تھے کہ صاحبزادہ صاحب سید فیض الحسن وہ جو ہر آبدار ہیں جن کی قدر اس وقت معلوم ہوگی جب یہ دُنیا سے اٹھ جائیں گے۔ آپ کی وفات سے ملت اسلام ایک نیمثال رہنما سے محروم ہو گئی ہے۔ علامہ کی آرزوؤں کا سہاگ اُجڑ گیا ہے۔ حاملان دین متین بے سہارا ہو گئے ہیں۔ تحریک آزادی کا قافلہ سالار چل بسا..... اور تحریک ختم نبوت کا ہیروداغ مفارقت دے گیا ہے۔

مے خانہ، رسول کے ساقی کو کیا ہوا
وہ میکسار بادۂ عرفاں کدھر گیا

شیخ الحدیث حافظ محمد عالم سیالکوٹی

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن کا انتقال پڑ ملال ہرذی شعور
مسلمان کے لئے عظیم صدمہ ہے۔ دین اسلام اور ملک و ملت کیلئے آپ کی خدمات
سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ آپ اخلاق کریمانہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے،
آپ کی پڑ بہار شخصیت کے چہرے پر جس طرح انوار ٹھانھیں مارتے تھے اسی طرح
زبان پر الفاظ جوش مارتے تھے۔ دُعا ہے کہ چمنستان نقشبندیہ کی یہ بہار قائم رہے۔
آپ کی اولاد آپ کے مشن کو زندہ رکھے اور سادات کی یہ بستی ہمیشہ بستی رہے۔
رہے لاکھوں برس ساقی تیرا آباد میخانہ

آہ! صاحبزادہ سید فیض الحسن قدس سرہ

چل بے خلد آشیاں، فیض الحسن
 اہل سنت کے امام و ابوالکلام
 ملی و دینی، سیاسی رہنما
 باکمال و نامور، ہر دلعزیز
 ترجمانِ عالمان و عارفان
 قائد و غازی، سخی، مصلح، خطیب
 زیرک و فاضل، طبیبِ جسم و جاں
 آپ کی تقریر، جنت کی نظیر
 منفرد تھا آپ کا طرزِ بیاں
 آپ کا صبر و تحمل لاجواب

رازِ داں، معجز بیاں، کوثرِ دہن
 با خدا مومن، محبتِ پنجتن!
 نازشِ ملت، فدا کارِ وطن!
 مقتدا، ممدوح شیخ و برہمن
 حق شناس و حق نگر، باطل شکن
 آپ پر تھا خاص فضل ذوالمنن
 شغلِ سید کا علاجِ روح و تن
 گفتگو، لہجہ، فصاحت کا چمن
 ہر آدا میں تھا انوکھا بانگین
 آپ کے دل میں تصوف کی لگن

ہو گیا خاموش، اک بیدار مغز

بجھ گیا روشن، چراغِ انجمن



حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے

شہر یارِ خطابت

آہِ رُخصت ہو گئے ہیں سید فیض الحسن
 اس کی شخصیت تھی علم و فکر کا کوہِ گراں
 جانِ بزمِ نقشبندیہ، وہ مردِ افتخار
 پیکرِ علم و عمل فنِ خطابت کا امام
 چھن گیا ہے زندگی سے زندگی کا با نلمین
 تاجدارِ مسندِ عرفاں تھا وہ بے گماں
 مظہرِ شانِ ولایت وہ شہِ آلو مہار
 زینتِ بزمِ طریقت، سیدِ عالی مقام

لفظ اس کی بارگہ میں اس طرح تھے لاکلام
 بادشہ کے سامنے جیسے کہ حاضر ہوں غلام
 چن لیا جس لفظ کو اس نے ستارا ہو گیا
 اس کا ہر جملہ ادب کا شاہ پارا ہو گیا

عظمتِ ایمان و دلاویز تھا اس کا جمال
 زندگی کا کارواں تاریکیوں میں کھو گیا
 رہبرِ راہِ ہدایت، مظہرِ علمِ الیقین
 قافلہ سالارِ ملت، مہرباں جاتا رہا
 برقی خرمن سوز اعداء کیلئے اس کا جلال
 تان کر چادرِ بقا کی اس کا قائد ہو گیا
 ڈھونڈتی ہے چشمِ عالم وہ نظر آتا نہیں
 کر کے سب کو غمزدہ سوئے جناں جاتا رہا

جانِ ملت تھا رضا وہ بزمِ ہستی کا وقار!
 اس کے مرقد پر سدا ہو رحمتِ پروردگار



پروفیسر محمد اکرم رضا

قائدِ اہلِ سخن جاتا رہا

تاجدارِ فکر و فن جاتا رہا	قائدِ اہلِ سخن جاتا رہا
نازشِ اہلِ وطن جاتا رہا	رہبرِ اہلِ سخن جاتا رہا
چیر کر وہ سینہء الحاد کو	جلوۂ ماہِ مدن جاتا رہا
حریت کا ایک وہ مردِ جلیل	سرورِ ملک سخن جاتا رہا
لشکرِ الفاظ تھا در یوزہ گر	گویا سخنانِ زمن جاتا رہا
خرمن الحاد پر برقِ خدا	واقفِ دار و سن جاتا رہا
منبر و محراب سونے ہو گئے	گفتگو کا بانگین جاتا رہا
دوستو بزمِ خطابت لٹ گئی	ساتھیو میرِ سخن جاتا رہا
ہاشمی خوں واصلِ فردوس ہے	
سید فیضِ احسن جاتا رہا	



مقامہ شبیر احمد شاہ ہاشمی

دُنیا سے شہرِ یارِ خطابت چلا گیا

وہ آفتابِ اوجِ ولایت چلا گیا
 وجہِ قرار، فخرِ قیادت چلا گیا
 قائم تھی جس کے نام سے لفظوں کی آبرو
 دُنیا سے شہرِ یارِ خطابت چلا گیا
 جو آسمانِ علم پہ تھا ضوِ فلکِ کبھی!
 نجمِ کمالِ صبحِ صداقت چلا گیا
 دُنیا کے فکر و فن کو اندھیروں میں چھوڑ کر
 شمعِ یقین، نازشِ ملت چلا گیا
 وہ پاسدارِ عظمتِ ناموسِ مصطفیٰ
 جانِ جہاں، رُوحِ لیاقت چلا گیا
 وہ جس کی ہر ادا میں تھی شفقت کی چاشنی
 وہ پیکرِ خلوص و محبت چلا گیا
 خالد تھیں جس سے سرخوش و آباد محفلیں
 وہ افتخارِ بزمِ ہدایت چلا گیا



محمد خالد جذبی سعیدی

خضر خطیباں

نور چشم تاجدارِ بل اتی فیض الحسن
 راحت قلب علی المرتضیٰ فیض الحسن
 گلشن صدیق اکبر کی بہارِ جانفزا
 حضرت شیخ مجدد کی ضیاء فیض الحسن
 آسماں سے آ رہی ہے آج آوازِ سروش
 بچھ گیا بزمِ خطابت کا دیا فیض الحسن
 باغِ رضواں میں صدائے حورو غلماں گونج اٹھی
 مرحبا اہلا و سہلا مرحبا فیض الحسن
 شوخی گفتار وہ طرزِ تکلم اب کہاں!
 کون کر سکتا ہے پڑ تیرا خلا فیض الحسن
 بلبلیں مغموم ہیں ویران ہے باغِ سخن
 سو گیا خضر خطیباں، چل بسا فیض الحسن



سید خضر حسین چشتی

خطیب الاسلام صاحبزادہ فیض الحسن علیہ الرحمہ

علم و حکمت کا نیر تاباں فکر و دانش کا پیکر ذی شاں
 پیر فیض الحسن رہ حق میں عزم و ہمت کا ایک کوہ گراں
 اُس کی تقریر کے تمام الفاظ سامعین کے لئے گلستاں
 گفتگو بھی تھی اُس کی دلاویز اس کی سیرت تھی تابع قرآن
 وہ مقرر، خطیب و دانش ور علم و عرفاں کا جگمگاتا جہاں
 حسن معنی کا گلشن رنگیں اُس کے جانے سے ہو گیا ویراں
 سالکانِ رہ یقین کے لئے رہنما تھا وہ پیکر ذی شاں
 اپنے اسلاف کا تھا اک مظہر باغِ ملت کا وہ گل خنداں
 عصر حاضر کا تھا وہ بطل جلیل اس پہ فطرت بھی آپ تھی نازاں
 ذات والا صفات تھی اس کی بحر علم و بصیرت و عرفاں
 فیض اس کا تھا بے کراں دریا جس پہ دیکھا ہجومِ تشنہ لباں
 اس کا فردوسِ سردی ہے مقام وہ غلامِ رسول کون و مکاں
 آہ! فیض الحسن ہوئے رخصت غم میں ڈوبے ہوئے ہیں قلب و جاں
 آج مٹی کی اوڑھ کر چادر سو گیا ہے وہ فخر اہل زماں
 اُشک آنکھوں سے اب تھمیں کیسے؟ چل بسا وہ خطیب نکتہ داں
 کون اس کی مثال لائے گا بالیقین تھا وہ عارفِ دوراں

اُس کے اوصاف کیا لکھے نازش

اس صدی کا عظیم تھا انساں

غلامِ زبیر نازش

خطیب بے بدل

مداوا اب ترے غم کا دل شیدا نہیں ہو گا
 کوئی اب دوسرا فیض الحسن پیدا نہیں ہو گا
 رہا ہے التفاتِ بے طلب مجھ پر سدا اُن کا
 فقیروں کا کوئی ہمدرد اُن جیسا نہیں ہو گا
 تکلم اُن کا گویا پھول برساتی بہاریں تھیں
 خطیب بے بدل ایسا کہیں دیکھا نہیں ہو گا
 دمِ تقریرِ حالت دیدنی تھی اُن کی محفل میں
 کسی کا بھی دلوں پر اس طرح قبضہ نہیں ہو گا
 خطیب آئیں گے اک سے ایک بڑھ کر اس زمانے میں
 مرا دعویٰ ہے، لیکن ایک بھی اُن سا نہیں ہو گا



صائم چشتی فیصل آباد

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ

فیض الحسن! اے سرور کونین کے غلام!
 دیتا رہا تو عمر بھر اسلام کا پیام
 تیری ہر ایک سعی کا مقصد تھا بس یہی!
 نافذ ہو ارضِ پاک میں اسلام کا نظام
 لرزاں تھے تیرے نام سے اسلام کے حریف
 واللہ ان کے حق میں تھا تو تیغِ بے نیام
 اس بات کے تو تیرے عدو بھی ہیں معترف
 اس عہد میں تھا فنِ خطابت کا تو امام
 الفاظ و روزمرہ تھے سب تیرے خانہ زاد!
 تجھ کو بجا ہی کہتی ہے خلقت ابوالکلام
 چھوڑے ہیں تو نے فنِ خطابت میں وہ نقوش
 زندہ رہے گا سینہ ملت میں تیرا نام
 صبح و مساترے لیے عابد کی ہے دُعا
 جنت میں ہو عطا تجھے قربِ شہِ انام



عابد نظامی

شہر یارِ اقلیم خطابت



حضرت خطیب الاسلام برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ خطابت کی آخری کڑی تھے۔ آپ کی تقریر موج کوثر و سلسبیل تھی۔ سلاست، متانت، فصاحت، بلاغت اور ظرافت کا سیل بے کراں..... استعارات، مترادفات، تمثیلات و اشارات کا یہ عالم کہ بڑے بڑے ادیب، خطیب اور اہل سخن بھی تصویر حیرت بن جاتے۔ آپ کے لئے ہر موضوع ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی تھا۔ ان کے جملے دریائی لہروں کی مانند رواں دواں ہوتے۔ انہیں وقت ٹھہر کر اور ہوائیں رک کر سنتی تھیں۔ وہ بولتے تو موتی رولتے، کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان اور عشق رسالت علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات میں ڈوبا ہوا بیان..... گویا

بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

آپ بلاشبہ شہر یارِ اقلیم خطابت تھے۔ تقریر کرتے تو لفظوں کے گلدستے مہکتے.....

معانی کے ساغر چھلکتے اور جوش و ولولہ کے سوتے ابلتے۔ جب آپ محو تقریر ہوتے تو خطابت، فلسفہ اور علم کا حسین امتزاج اپنی سر بلند یوں کو چھوٹا ہوا محسوس ہوتا۔

”یوں معلوم ہوتا کہ الفاظ اس تاجدارِ علم و ادب کے حضور دست بستہ کھڑے اپنی باریابی کے منتظر ہیں۔ جس لفظ کو استعمال کر دیتے وہی علم و حکمت کا نگینہ بن کر خود اپنے لگتا۔ بلند آہنگ لہجہ، مؤثر آواز، بر محل الفاظ و تراکیب کی یلغار، شوکت زبان و بیان، مرصع انداز، مسجع و مقفئی، تشبیہات و استعارات، حسب حال اشعار کا استعمال، غرضیکہ حضرت خطیب الاسلام کا فن خطابت اعجازِ نطق کی رفعتوں سے ہم کنار دکھائی دیتا۔ آپ کی تقاریر گلستانِ فکر و ادب کے وہ مہکتے ہوئے پھول ہیں جن کی خوشبوئے جاں نواز سے اہل ایمان کے دل مدتوں مستنیر رہیں گے۔“

”اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصی صلاحیت و ولایت فرمائی تھی۔ کہ آپ خشک سے خشک موضوعات کو بھی حسنِ ادا سے رعنا بنا دیتے تھے۔ مولا کریم نے انہیں ذہانت و خطابت کے بہت سے جوہر کچھ ایسے تناسب سے دیئے تھے۔ کہ اب ان جیسا لانے کیلئے زمانے کو صدیوں کا سفر طے کرنا پڑے گا۔ وہ اپنی انفرادیت کا جمال آنکھوں اور کانوں کے راستے دلوں تک اتار دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور تھے۔ آپ کی زندگی انتہائی بنگامہ خیز رہی۔ آپ اپنے پورے خطیبانہ شکوہ کے ساتھ استعماری اور لادینی قوتوں سے ٹکراتے رہے انہیں بنگاموں میں بھی خلوت کا لطف ملتا رہا اور انہی بنگاموں میں ان کا ادب نکھرتا اور فکر سنورتا رہا۔ وہ بجا طور پر یہ کہہ سکتے تھے کہ

اپنی تقریروں کو سوز جاودانی بخش کر
پانچ دریاؤں کے پانی کی روانی بخش کر

۱۔ پروفیسر ابوالعظیم حسنی خطیب الاسلام نمبر ماہنامہ ضیائے حرم ۱۹۸۴ء شماره اپریل مئی ص ۱۰۰

میں نے شاہوں کے تختِ روند ڈالے دوستو
میں نے تاج و تختِ نیزوں پر اچھالے دوستو
حضرت خطیب الاسلام سے مل کر، انہیں سن کر (اور اب انہیں پڑھ کر) ان کے
فکری بلوغ اور علمی رسوخ کا اندازہ ہوتا تھا اور بعض اوقات یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے
ان کا وجود عناصرِ اربعہ سے نہیں بلکہ فنونِ لطیفہ سے بنا ہوا ہے۔ انکی وسعتِ مطالعہ
کا اندازہ اس امر سے لگائیجئے کہ وہ قرآن و حدیث کے غائر مطالعہ کے ساتھ ساتھ
اردو اور فارسی شعر و ادب کا ایک قابلِ قدر ذوق رکھتے تھے اور یہ بات قارئین کے لئے
خوشگوار حیرت کا باعث ہوگی کہ وہ انگریزی ادب بالخصوص فلکشن کے مطالعہ کے انتہائی
شائق تھے۔ ایک بار جب ان سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ
”انگریزی فلکشن میں منظر کشی کا کمال مجھے دورانِ تقریر انتہائی مدد دیا کرتا ہے۔“
مطالعہ کے اس تنوع کا فیض تھا کہ وہ جدید معاشی، سائنسی اور نفسیاتی مسائل سے
کما حقہ آگاہ تھے۔ اسی لئے ان کی خطابت کے مواد اور انداز دونوں میں یکسانیت نہیں
ہوتی تھی بلکہ موقع اور محل کے مطابق ان میں بوقلمونی، رعنائی اور کشش ہوتی تھی۔
انکا طرزِ مخاطب..... مساجد میں عالمانہ..... حکماء کی محفل میں فلسفیانہ..... کالجوں
میں فاضلانہ..... اور سیاسی جلسوں میں والہانہ ہوا کرتا تھا۔ وہ حاضرین کی نگاہوں کے
زاویوں سے مضمون چنتے اور انکی جبینوں کی سلوٹوں سے اپنی تقریر کا تار و پود تیار کرتے
تھے۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ
وہ مقرر رہی لیا جو خود موقع کے مطابق ڈھل کر سامعین کو اپنے ذوق کے مطابق

۱۔ مقالات خطیب الاسلام اور ارمانِ فیض۔ حضرت خطیب الاسلام کی نثر اور نعت پر مشتمل دو عظیم کتب

۲۔ ان مضامین پر آپ کی علمی و فکری تحریریں مقالات خطیب الاسلام میں ملاحظہ فرمائیں

ڈھالنا نہ جانتا ہوں

✽ مولانا غلام مہر علی گولڑوی نے آپ کی عظیم المرتبت شخصیت اور فنِ خطابت کو بزبانِ عربی ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا

مَارَيْتُ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فِي هَذَا الْعَصْرِ عَدِيلَهُ، فِي الْبَيَانِ
الْمُعْجَبِ وَالْخِطَابِ الْمُدْهَشِ، قَدْ رَزَقَهُ اللَّهُ صُورَةً وَجَاهَةً
كَأَنَّهُ، بَدْرٌ يَتَلَا مِنْ السَّمَاءِ وَالْحَسِينِي وَحَسَنًا وَجَمَالًا كَأَنَّهُ
شَمْسٌ يَغِيءُ مِنَ الْفَلَكَ الْعُلْوِي وَخِطَابَتَهُ وَفِصَاحَتَهُ وَغَدْرَارَهُ
وَسَجْعًا كَأَنَّهُ، وَابِلٌ يَمْطُرُ مِنْ سَحْبِ أَنْوَارِ مُحَمَّدِي صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: میں نے اس زمانے میں روئے زمین پر میدانِ خطابت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی وجیہ صورت اور حسن و جمال سے نوازا تھا۔ گویا آپ حسینی آسمان پر چمکنے والے چودھویں کے چاند ہیں اور فلکِ علوی کے چمکدار سورج ہیں جو اپنی نورانی کرنیں ہر طرف بکھیر رہا ہے۔ آپ کی خطابت و فصاحت و بلاغت نیز مقفی و مسجع بیان سن کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ انوارِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بادلوں سے رحمت کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ ۲

✽ مولانا محمد بخش مسلم (بی۔ اے) نے آپ کے حسنِ خطابت کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا

آپ لا جوابِ خطیب تھے۔ فصاحتِ آپ کی لوندی اور بلاغتِ آپ کی خادمہ
آپ کا اندازِ بیاں منفرد نوعیت کا تھا۔ آپ اردو، پنجابی کے لائٹانی مقرر تھے۔ آپ کے

۱۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ دیباچہ مقالات خطیب الاسلام شائع کردہ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ

۲۔ ماہنامہ ضیاء حرم خطیب الاسلام نمبر ص ۸۶، شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۳ء

دماغ کی بلند پروازی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ کے الفاظ کی پرواز طیاروں سے زیادہ اونچی اور سریع حرکت تھی۔ آپ کی آواز میں رعب تھا..... جلال تھا..... تیزی تھی..... تمکنت تھی..... آپ جب بولتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محمد بن قاسم کی تلوار میدانِ جنگ میں کوندتی..... لرزتی..... گرتی..... لچکتی..... کاٹتی..... سمٹتی..... تیرتی..... چلتی پھرتی..... ابھرتی آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ برہان کی شوکت آپ کی داہنے ہاتھ میں ہے اور بائیں جانب معنویت کا فرما ہے۔ آپ کبھی بھی شائستگی کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ تمسخر اور طعن و تشنیع سے آپ دائماً گریز فرماتے۔ آپ کا ہر لفظ آپ کے لباس کی مانند بڑا قیمتی اور اجلا ہوتا تھا۔ ۱

✽ معروف صحافی سجاد میر نے آپ کے اعجازِ خطابت کو ان لفظوں میں بیان کیا

”صاحبزادہ صاحب کی تقاریر سے ذہن و فکر کے زاویے بدل جاتے تھے“ ۲

یہی موصوف ایک دوسری جگہ اپنی رائے کو یوں بیان کرتے ہیں

صاحبزادہ سید فیض الحسن نہ صرف بڑے زور کے خطیب تھے بلکہ منفرد انداز بھی رکھتے تھے۔ اتنا تیز بولتے کہ خود کہتے..... سی۔ آئی۔ ڈی۔ والو اپنی قلمیں تیز کر لو۔ لکھنا چاہو گے تو بھی تو نہ لکھ سکو گے۔ بجلی فیل ہو جاتی ہے مگر صاحبزادہ کی زبان میں خدا نے کوئی رکاوٹ نہ رکھی تھی۔ وہ بلاشبہ بجلی کی تیزی سے بولتے۔ ہم نے اتنی تیز رفتاری سے اتنی شاندار تقریر کرتا کوئی دوسرا خطیب نہیں دیکھا..... وہ بڑی مسجع اور مرصع زبان برق رفتاری سے یوں بولتے کہ لگتا بجلی کوند رہی ہے۔ ذکر رسول کرتے تو لوگ جھوم جھوم جاتے۔ میاں کی مٹلوں میں سماں باندھ دیتے۔ ہمیں واقعہ کر بلا پران کی ایک تقریر یاد ہے..... ایک جادو تھا کہ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ یوں لگتا تھا علم، فلسفہ اور خطابت یکجا

۱۔ ماہنامہ ضیاء حرم خطیب الاسلام نمبر ص ۱۰۶، ۱۰۷

۲۔ شبہا ز خطابت از سید شبیب احمد ہاشمی ماہنامہ ضیاء حرم ص ۵۳ شمارہ نومبر ۱۹۸۸ء

ہو گئے ہیں۔ اچانک انہوں نے رخ بدلا اور مجمع سے آہ و بکا کا شور اٹھنے لگا۔ ہر آنکھ اشکبار ہو گئی۔ پھر سسکیوں کی آواز نے دھاڑوں کی شکل اختیار کر لی۔ صاحبزادہ صاحب نے فوراً رخ بدلا اور کہا

اس لئے تو مصائب بیان نہیں کرتے کہ دو چار منٹ اور لوں تو زمین شق ہو جائے اور آسمان پھٹ پڑے۔

چند ہی لمحوں میں محفل پہلے سنجیدہ ہوئی اور پھر چہرے بشارتوں اور مسرتوں سے کھل اٹھے۔ یہ جادو خدا نے کم لوگوں کو عطا کیا ہے۔

وہ تاریخ کے واقعات کو اس طرح بیان کرتے کہ ایک منظر باندھ دیتے۔ ان کا ایک فقرہ ہمارے حافظے میں اب بھی محفوظ ہے۔ وہ حضرت عمر کے قبول اسلام کا واقعہ یوں سنار ہے تھے کہ

عمر جا رہے تھے..... ہاتھ میں تلوار تھی..... تلوار میں چمک تھی..... آنکھوں میں دمک تھی..... دل میں کفر تھا..... کفر میں جوش تھا..... جوش میں انتقام تھا۔

وہ یہ فقرہ اس برق رفتاری اور کڑک کے ساتھ بیان کرتے کہ سارا نقشہ آنکھوں میں گھوم جاتا۔^۱

✽ حضرت خطیب الاسلام ایسی نابغہ روزگار ہستی تھے کہ آپ کے فضل و کمال اور حسن بیان کے اپنے تو الگ رہے غیر بھی دل و جان سے معترف تھے۔ چنانچہ قاری محمد طفیل رضوی رقمطراز ہیں

آج سے تقریباً بیس برس قبل جبکہ میرا زمانہ طالب علمی تھا (جامعہ اسلامیہ اہل حدیث چاہ شاہاں گوجرانوالہ میں) ایک مرتبہ گوجرانوالہ ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل جہاں آج کل ٹیکسی اسٹینڈ ہے، تمام مکاتب فکر کا ایک مشترکہ جلسہ ہوا۔ جس میں مولانا

۱۔ شہر آشوب، سجاد میر، روزنامہ نوائے وقت، ۱۰ مارچ ۱۹۸۴ء

محمد اسماعیل سلفی (اہل حدیث)..... مولانا عبدالرحمان جامی (خطیب شاہی مسجد لاہور) مفتی عبدالواحد (دیوبندی)..... علامہ عبدالعزیز انصاری (مسلم لیگ)..... جیسے علماء اور سیاست دان موجود تھے۔ مذہبی مخالفین نے کہا آج صاحبزادہ فیض الحسن کا پتہ چلے گا کہ ان علماء کی موجودگی میں تقریر کس طرح ہوتی ہے؟۔ اس جلسہ کے آخری مقرر آپ ہی تھے۔ جب آپ نے اپنے جوہر خطابت سے سامعین کو گرمایا اور تڑپایا۔ تو اہل حدیثوں کے آج کل کے قائد علامہ احسان اللہ الہی ظہیر نے بے ساختہ کہا

اگرچہ ہمارے عقیدے کے مطابق کسی کے ہاتھ پاؤں چومنے ناجائز ہیں۔ مگر کاش! صاحبزادہ صاحب جیسے خطیب ہماری جماعت میں ہوتے تو ہم ان کے پاؤں کو بوسہ دیتے افضل ماشہدت بہ الاعداء

✽..... حضرت خطیب الاسلام کے اعجازِ نطق کی عظمت کو علامہ محمد یعقوب سیالکوٹی نے یوں فرمایا!

”میں نے عرب کے شعلہ بیان خطیب ذوالحناز مصری اور ہند کے بلند پایہ ادیب ابوالکلام آزاد کو بھی سنا۔ مگر یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ آج تک صاحبزادہ صاحب جیسا قادر الکلام خطیب نہیں سنا۔ ایک باریالکوت کے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے۔ میں نے گھڑی سامنے رکھ کر حساب کیا تو آپ نے ایک منٹ میں کوئی پانچ سو الفاظ استعمال کئے تھے۔ آپ کی زبان کوثر و سلسبیل میں دھلی ہوئی اور عشق رسالت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔“

✽ حضرت خطیب الاسلام کی فن خطابت کے اپنے اور پرانے سبھی معترف تھے۔ آپ کی تقریر، دلپذیر ہمہ گیر سے اذہان و قلوب میں انقلاب پھاہو جاتا اور عوام الناس کی

۱۔ ماہنامہ نسیاے حرم خطیب الاسلام نمبر ص ۱۲۷ شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۳

۲۔ امة اف عظمت۔ ماہنامہ نسیاے حرم خطیب الاسلام شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۳، ص ۱۵۰

سورج یوں تبدیل ہوتی کہ انہیں مسلک حق اہل سنت و جماعت کی حقانیت پر یقین آجاتا۔ اس کی ایک مثال حضرت مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب نے یوں بیان فرمائی کہ ”ایک مرتبہ میں نے صاحبزادہ صاحب کو عارف والا میں میلاد شریف کی ایک محفل میں مدعو کیا۔ آپ نے ساڑھے تین گھنٹے ”رحمت اللعالمین“ کے موضوع پر اس قدر جامع اور موثر خطاب فرمایا کہ آپ کے خطاب سے متاثر ہو کر اسی جلسہ میں تین سو افراد اپنے عقیدے سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت میں داخل ہو گئے اس کو کمال خطابت کہہ لیں یا اظہار کرامت۔ ۱

گلستانِ خطابت کے چند پھول

راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) نے حضرت خطیب الاسلام کو جو جبرانوالہ میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلسہ میں دیکھا اور اور سنا۔ آپ کا جمال دیدنی تھا اور خطابت شنیدنی۔ ہزاروں انسانوں کا اجتماع اور پوری روانی کے ساتھ خطبہ پڑھتے ہوئے گویا ہوئے

دیکھنا یہ ہے کہ مخلوق میں سب سے اول..... کون ہے؟

- سورج کے جلال نے کہا میں اول
- چاند کے جمال نے کہا میں اول
- عرش کی رفعت نے کہا میں اول
- فرش کی وسعت نے کہا میں اول
- بلبل کے ترنم نے کہا میں اول
- کلیوں کے تبسم نے کہا میں اول

جنت کی نزہت نے کہا میں اول
 حوروں کی نگہت نے کہا میں اول
 قوس قزح کی رنگینیوں نے کہا میں اول
 نظام عالم کی بوکلمونیوں نے کہا میں اول
 اور ایک کونے سے شرک بین شرک چیس اور چیس بجیس ملانے کہا
 میں اول میں عالم حیرت میں کھو گیا تصور کی دنیا میں کملی والے آقا کے حضور
 حاضر ہوا۔ عرض کی کہ اے محبوب کردگار نور الانوار سرالاسرار احمد مختار
 اور اللہ کے یار صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہی بتائیں کہ اول کون ہے؟
 تو یکا یک حجاب اٹھنے لگے پردے ہٹنے لگے بادل چھٹنے لگے بوئے
 نسیم مشک بار آنے لگی شمیم طرہ گیسوئے یار آنے لگی مدینے کے انوار چمکنے
 لگے سنیوں کے رخسار دکھنے لگے عاشقوں کے سینے دھڑکنے لگے آنسوؤں
 کے ساغر چھلکنے لگے

کہ مدینے کی فضاؤں سے زبان ترجمان قدرت کی اک صدائے دلنواز آئی

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي

میرے کملی والے مولانا نے فرمایا سب سے اول تو میں ہوں

قدرت نے کہا مرحبا فطرت نے کہا ماشاء اللہ حوروں نے کہا الحمد للہ اور

سنیوں نے کہا سبحان اللہ ترجمان حقیقت حضرت علامہ اقبال کی روح تڑپی اور کہا

۔ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقاں وہی لیسین وہی ط

نعرہ ہائے تکبیر و رسالت بلند ہونے لگے۔ مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی لوگوں کے

چہرے خوشی سے ٹمٹمانے لگے شہر یار خطابت کی زبان پھر حرکت میں آئی اور بجلی کی تیزی

سے یوں گویا ہوئی اور یہ حقیقت ہے جو مخلوق میں

سب سے اول ہو گا وہ خدا کے قریب ہو گا
 جو قریب ہو گا وہ کامل ہو گا
 جو کامل ہو گا وہ اکمل ہو گا
 جو اکمل ہو گا وہ اقرب ہو گا
 جو اقرب ہو گا وہ مقصود کائنات ہو گا
 جو مقصود کائنات ہو گا وہ سب تکوین عالم ہو گا
 جو سب تکوین عالم ہو گا وہ باعث تخلیق آدم ہو گا
 جو باعث تخلیق آدم ہو گا وہ نبی اول ہو گا
 جو نبی اول ہو گا وہ قلم اول ہو گا
 جو قلم اول ہو گا وہ لوح اول ہو گا
 جو لوح اول ہو گا وہ عقل اول ہو گا
 جو عقل اول ہو گا وہ نور اول ہو گا
 جو نور اول ہو گا وہ مجتبیٰ ہو گا
 اور جو مجتبیٰ ہو گا وہ محمد مصطفیٰ ہو گا

(صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

فصاحت و بلاغت

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک دوسرے خطاب میں ایسے انوکھے انداز میں بیان فرمایا کہ آپ کا بیان فصاحت و بلاغت اور علم و ادب کا شہ پارہ معلوم

ہوتا ہے ملاحظہ ہو۔

ہرفن کا ایک تقاضا ہوتا ہے جو فن کو پیش نہیں کر سکتا۔ وہ فنکار نہیں ہوتا

فن کار وہ ہوتا ہے..... جو فن کو پیش کرتا ہے

کارگیر وہ ہوتا ہے..... جو کاریگری کو پیش کرتا ہے

مقرر وہ ہوتا ہے..... جو تقریر پیش کرتا ہے

محرر وہ ہوتا ہے..... جو تحریر پیش کرتا ہے

مصور وہ ہوتا ہے..... جو تصویر پیش کرتا ہے

شاعر وہ ہوتا ہے..... جو شعر پیش کرتا ہے

معمار وہ ہوتا ہے..... جو عمارت پیش کرتا ہے

اور خدا وہ ہے..... جو مصطفیٰ کو پیش کرتا ہے

واللہ! اگر کوئی فنکار فن کو پیش نہ کرے..... تو اسے فنکار کوئی نہیں کہتا

اگر کوئی کاریگر کاریگری پیش نہ کرے..... تو اسے کاریگر کوئی نہیں کہتا

اگر کوئی مقرر تقریر نہ پیش کرے..... تو اسے مقرر کوئی نہیں کہتا

غالب دیوان نہ لکھتا..... تو اسے غالب کوئی نہ کہتا

حافظ فارسی میں غزل نہ کہتا..... تو اسے حافظ کوئی نہ کہتا

شاہی مسجد کا معمار لاہور کی شاہی مسجد نہ بناتا..... تو اسے معمار کوئی نہ کہتا

چغتائی حسین و جمیل رنگ پینٹ کر کے تصویر نہ بناتا..... تو اسے مصور کوئی نہ کہتا

اور خالق کائنات اگر حضرت محمد مصطفیٰ کا نہ بناتا..... تو وہ اپنے جلال و جمال

سمیت موجود ہوتا مگر اسے بھی خدا کوئی نہ کہتا

۱۔ یہ تقریر ۱۹۶۱ء میں بحیثیت مرکزی صدر جمعیت علمائے پاکستان فیصل آباد میں آپ نے فرمائی جس کی ٹیسٹ محفوظ ہے اور فقیر آپ تقاریر بعنوان خطبات خطیب الاسلام تنظیم الاسلام پہلی کیشنز منظر عام

پر لارہا ہے۔ انشاء اللہ

اے سنیوں کی پیاری پیاری محفل میں آنے والو اس بات پر غور کرو
 فنکار کو دیکھنا ہے تو فن کو دیکھ لو
 مصور کو دیکھنا ہے تو تصویر کو دیکھ لو
 معمار کو دیکھنا ہے تو عمارت کو دیکھ لو
 عظمت غالب کو دیکھنا ہے تو اسکے دیوان کو دیکھ لو
 حافظ کے کمال کو دیکھنا ہے تو اسکے شعر کو پڑھ لو
 اور خدا کے کمال کو دیکھنا ہے تو مصطفیٰ کو دیکھ لو

فنکار فن سے پہچانا جاتا ہے
 مقرر تقریر سے پہچانا جاتا ہے
 محرر تحریر سے پہچانا جاتا ہے
 مصور تصویر سے پہچانا جاتا ہے
 معمار عمارت سے پہچانا جاتا ہے
 غالب دیوان سے پہچانا جاتا ہے
 اور خدا مصطفیٰ کے کمال سے پہچانا جاتا ہے

اس بات کو بھی یاد رکھو!

جب تم مجھ کو تقریر کیلئے بلاتے ہو نعرہ بھی لگاتے ہو کھانا بھی پکاتے
 ہو اور میرے گلے میں ہار بھی دالتے ہو میری تحسین بھی کرتے ہو آفرین
 بھی کرتے ہو میری پذیرائی بھی کرتے ہو میرے لئے بہترین دسترخوان بھی
 بچھاتے ہو لیکن جاتے ہوئے میرے کان میں کہہ دو کہ صاحبزادہ صاحب آپ
 آدمی بڑے اچھے ہیں بڑے نفیس ہیں بڑے معقول ہیں بڑے سلجھے
 ہوئے ہیں بڑے شفیق ہیں بڑے لطیف ہیں لیکن آپ کو تقریر کا فن نہیں

آتا..... جب آپ یہ کہیں گے تو میں خوش نہیں ہو سکتا اس لئے کہ فنکار کو فن بڑا پیارا ہوتا ہے۔

اگر آپ غالب کو پکڑ لیں کہ حضرت غالب آپ بڑے اچھے آدمی ہیں

تجھ کو ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

آدمی تو بڑا حسین و جمیل ہے۔ لیکن تیرے شعر کی ترکیب درست نہیں، تیری فکری بلندی بھی صحیح نہیں اور تیسرے اوزان بھی اچھے نہیں۔ تو غالب کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ حافظ کی پذیرائی کر لو اور ساتھ یہ بھی کہہ دو تیری غزل میں غلطی ہے۔ وہ کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔ چغتائی کو کہہ دو کہ تیری تصویر کے امتزاج رنگ و بو میں غلطی ہے۔ تو چغتائی راضی نہیں ہو سکتا۔

معمار سے کہہ دو کہ تو آدمی شریف ہے لیکن تو نے جو شاہی مسجد بنائی ہے اسکی محراب ٹیڑھی ہے وہ کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔

اور خدا کو ساری عمر پوجتے رہو اور ایک مرتبہ کہہ دو۔ کہ مصطفیٰ میں کوئی کمی اور کجی ہے تو خدا بھی کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔

اور حضرت من مجھے کھانا کم کھلاؤ..... ہاں بھی کم ڈالو..... اور نعرے بھی کم لگاؤ..... لیکن مجھے کہہ دو صاحب تمہارا فن اچھا ہے..... تو میں راضی ہو جاؤں گا۔ غالب سے کہہ دو کہ تیرا شعر اچھا ہے۔ اس لئے کہ تحسین ناشناس سے سکوت سخن شناس کے علاوہ جب کسی کو تحسین صحیح دی جائے۔ تو شاعر بڑا راضی ہوتا ہے وہ واہ واہ پھرتا ہے۔

اگر آپ کسی فنکار کی تعریف فن کریں..... تو فن کار راضی ہو جاتا ہے

غالب کے شعر کی تعریف کرو..... غالب راضی ہو جاتا ہے

اقبال کے کلام کو سراہ دو..... اقبال راضی ہو جاتا ہے

تقریر کی تعریف کر دو ... مقرر راضی ہو جاتا ہے
 تصویر کو سراہا دو ... مصور راضی ہو جاتا ہے
 اور تمہارے اعمال میں کمی بھی ہو
 لیکن مصطفیٰ کی تعریف کرو ... تو خدا بھی راضی ہو جاتا ہے ۱

منطقی طرز استدلال

مشکل مسائل کو بڑی سہولت اور آسانی سے سامعین کے قلوب و اذہان میں اتار دینا حضرت خطیب الاسلام کے فن خطابت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ مسئلہ حیات البنی صلی اللہ علیہ اولہ وسلم کو اتنے منطقی انداز میں واضح فرمایا کہ سامعین عیش عیش کرائے۔
 ملاحظہ ہو

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أحيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

وزیر مر جائے تو کہتے ہیں مر گیا
 امیر مر جائے تو کہتے ہیں مر گیا
 بادشاہ مر جائے تو کہتے ہیں مر گیا
 کجگاہ مر جائے تو کہتے ہیں مر گیا
 مولوی مر جائے تو کہتے ہیں مر گیا

لیکن اگر کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دے تو وہ زندہ ہے فرمایا اگر تم اس کو مردہ جانو گے تو بے ایمان ہو ... ساری دنیا مر جاتی ہے لیکن جو میری راہ میں میرے لئے مرتا ہے ... وہ مرتا ہی نہیں ... وہ ایک جان دیتا ہے ... تو میں ہزار جان دیتا

ہوں..... وہ ایک بار مرتا ہے..... تو میں کروڑ مرتبہ اسے زندہ کرتا ہوں..... وہاں تو موت آتی ہی نہیں..... بلکہ موت اس سے ڈرتی ہے..... موت کا نام نہ لو..... موت کا ذکر نہ کرو

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: عند ربہم یرزقون انہیں روٹی بھی کھلاتا ہوں پانی بھی پلاتا ہوں..... جو شہید کو مردہ کہتے ہیں وہ بے وقوف ہیں
ولکن لا تشعرون..... وہ بے شعور ہیں یعنی گدھے ہیں
فرمایا جو شہید کو مردہ کہے وہ جانور ہے..... اور اگر شہید کو مردہ نہیں کہتے تو جس کے صدقے میں شہید کو زندگی مل گئی اس نبی کو کیسے مردہ کہتے ہو؟..... ہمیں مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں..... جو خوبی جزو میں ثابت ہوگی..... کل میں خود بخود ثابت ہو جائے گی..... اگر کل میں نہ ہوتی تو جزو میں بھی نہ ہوتی۔

جو خوبی قطرے میں ہوگی..... وہ سمندر میں ہوگی..... تو قطرے میں آئے گی
جو خوبی پتے میں ہوگی..... وہ درخت میں ہوگی..... تو پتے میں آئے گی
امتی میں جو شرف بھی ہوگا..... نبی میں ہوگا..... تو امتی میں آئے گا
اس لئے کہ جو فیض امتی میں ہے..... نبی میں ہوگا..... تو امتی میں آئے گا
نتیجہ یہ نکلا کہ

جب نبی کا غلام نہیں مر سکتا..... تو نبیوں کا امام کس طرح مر سکتا ہے؟
یہ کہتے ہیں نعوذ باللہ

نبی مرکز مٹی ہو گیا..... نبی مرکز مٹی میں شامل ہو گیا..... مگر خدا تو فرما چکا ہے
ولکن لا تشعرون

مولوی تم کہتے ہو..... نبی مرکز مٹی میں مل گئے..... مولوی تم گدھے ہو..... مولوی
تم بے شعور ہو..... مولوی تم نادان ہو..... مولوی تم پاگل ہو..... جب نبی کا غلام نہیں

مرسکتا تو نبی کیسے مرسکتا ہے..... کیونکہ شہادت کا مقام تو نبوت کے بعد ہے۔ مقام شہادت تو مقام نبوت کا طفیلی ہے تو جب طفیلی نہیں مرسکتا تو اصل کیسے مرسکتا ہے؟۔

اگر فرع نہیں مرسکتی..... تو اصل کیسے مرسکتا ہے؟

اگر پتہ نہیں مرسکتا..... تو درخت کیسے مرسکتا ہے؟

اگر قطرہ نہیں مرسکتا..... تو سمندر کیسے مرسکتا ہے؟

اگر امتی نہیں مرسکتا..... تو نبی کیسے مرسکتا ہے؟

نبی کو مردہ کہنا..... یہ بے شعوری کی بات ہے!

منظر کشی کا کمال

حضرت خطیب الاسلام کی کمال خطابت میں ہمیں منظر کشی کا حسین و جمیل عنصر بھی ملتا ہے۔ آپ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان کچھ اس انوکھے اور منفرد انداز میں بیان فرمائی کہ حسن عقیدت اور منظر کشی کا امتزاج جب لفظوں میں ڈھلا تو سامعین کے ذوق سماعت کو یوں محفوظ کیا

وہ دیکھو

سر	زمین	عرب	ہے
عرب	میں	جنگل	ہے
جنگل	میں	پہاڑ	ہے
پہاڑ	میں	غار	ہے
غار	میں	یار	ہے
اور بھی	غار	یار	ہے

سے جھوم رہی ہیں شوخیاں دیدہ نسیم باز میں
جاگ رہے ہیں پاسباں یار ہے خوابِ ناز میں
بزبان پنجابی بارگاہ صدیقیت میں یوں گل ہائے عقیدت پیش کیے
واہ صدیق!

تیری یاری توں قربان جاواں
توں یاری لائی تے مکے وچ
پروان چڑھائی تے مدینے وچ
جوان کرائی تے بدر وچ
نال نبھائی تے قبر وچ
توڑ چڑھائی تے حشر وچ
سے پانی پرھن سہیلیاں رنگا رنگ کڑھے
بھریا اس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے لے

✽ تہذیب جدید کے اثرات بد کا جب عورت پر اثر ہوا تو حضرت خطیب الاسلام
نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا

جب مرد تہذیب فرنگ کے ریلے میں بہہ گیا تو میں مایوس نہ ہوا..... میں نے
کہا کیا ہوا؟ اگر میرا نوجوان تہذیب فرنگ کے ریلے میں بہہ گیا ہے..... خدا میری
ماں خدا میری بیٹی..... خدا میری بہن کی آغوش کو سلامت رکھے..... کیونکہ ان
جھولیوں میں حیات نو پیدا ہو جائے گی..... جب تک ماں کی مومنانہ جھولی سلامت
ہے..... اس میں سنت سیدہ فاطمہ کے تقاضے موجود ہیں..... حسینی صفات والی اولاد پیدا
ہوتی رہے گی۔

لیکن جب میں نے دیکھا کہ تہذیب فرنگ کے جھونکوں نے اس فصیل کو بھی گرا دیا ہے..... اور عورت جو چراغ خانہ تھی..... اب شمع محفل بن رہی ہے..... خلوت کو چھوڑ کر جلوت میں آگئی..... اور عریاں ہو کر سڑکوں پر پھرنے لگی ہے۔

تو میں مایوس ہو گیا کہ اب مومن کہاں پیدا ہونگے؟..... اس لئے کہ دماغ تو مدر سے میں سنورتے ہیں اور دل ماں کی جھولی میں۔

اور لوگوں کو..... خدا کی قسم

ماں چور ہو گی بیٹا ڈاکو ہو گا

ماں بزدل ہو گی بیٹا ڈرپوک ہو گا

ماں جاہل ہو گی بیٹا غبی ہو گا

ماں صحت مند ہو گی بیٹا پہلوان ہو گا

ماں سیاستدان ہو گی بیٹا حکمران ہو گا

ماں بری ہو گی بیٹا برا ہو گا

ماں نیک ہو گی بیٹا نیک ہو گا

ماں ولی ہو گی بیٹا ولی ہو گا

ماں عالم ہو گی بیٹا فاضل ہو گا

ماں دلیر ہو گی بیٹا غازی ہو گا

ماں فاطمہ ہو گی بیٹا حسین ہو گا

حضرت خطیب الاسلام نے مندرجہ بالا فصیح و بلیغ، بہترین، مدلل اور پر مغز

عبارت صرف پینتالیس سیکنڈ میں سلاست و روانگی سے ایک ہی سانس میں حسن تکلم کی بھر

پور رعنائیوں سے ادا فرمائی۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ فن خطابت کی کن بلندیوں پر فائز تھے۔
خطیب الاسلام اور ابوالکلام کی خلعتِ فاخرہ آپ ہی پر جھٹی تھی۔

✽ دین میں ذات رسالت علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کی مرکزیت کو جب
حضرت خطیب الاسلام نے بیان فرمایا تو علم و معرفت کا سرچشمہ یوں پھوٹا
جناب من! بات میں نے کرنی ہے قرآن کی..... مگر میں پوچھتا ہوں کہ ہمیں کیسے

علم ہوا کہ یہ قرآن ہے۔

اے قرآن میں تجھ پر قربان

اے قرآن تو نجات کائنات

اے قرآن تو مدار کائنات

اے قرآن تو تعمیر کائنات

اے قرآن تو حیات کائنات

انسان کی ہر مشکل کا حل قرآن میں ہے ہر مسئلے کا حل قرآن میں ہے

کائنات کی بقا قرآن میں ہے

کائنات کا ارتقاء قرآن میں ہے

کائنات کی فلاح قرآن میں ہے

کائنات کی بہبود قرآن میں ہے

اگر قرآن ہوگا تو دنیا بچے گی..... قرآن نہ ہوگا تو دنیا ختم ہو جائے گی..... اس لئے

میں قرآن کی بات تو کروں گا..... مگر ہمیں کیسے خبر ہوئی کہ یہ قرآن ہے؟ آپ لاہور

والے بڑے استاد ہیں..... بہت سیانے ہیں..... بڑے عقل مند ہے..... بولورب کو

کبھی دیکھا ہے؟ نہیں

تمہارے کندھوں پر دو فرشتے کرانا کاتبین ہیں..... کبھی انہیں دیکھا ہے؟

کبھی محسوس کیا ہے؟..... کبھی آپ کی ان سے بات ہوئی ہے؟..... کبھی تمہارا ہاتھ ان

سے چھوا ہے؟..... نہیں..... وہ نظر بھی نہیں آتے..... کبھی محسوس نہیں کیے جاسکتے.....
چھوئے نہیں جاتے..... لیکن تم کہتے ہو کہ وہ نورِ ایمان سے موجود ہیں

موت کا فرشتہ ہم نے نہیں دیکھا..... لیکن وہ موجود ہے
جبریل علیہ السلام کو کبھی نہیں دیکھا..... لیکن وہ موجود ہے
عذاب و ثواب قبر ہم نے دیکھا نہیں..... لیکن عذاب و ثواب ہے
جنت ہم نے نہیں دیکھی..... مگر جنت ہے
یہ تمام حقائق ہم نے دیکھے نہیں..... مگر موجود تو ہیں..... ہماری سمجھ میں نہیں آتے
ذہن میں نہیں سماتے..... منطق میں نہیں آتے..... پھر بھی مانتے ہیں..... بلکہ جسے ہم
عقیدہ کہتے ہیں..... وہ ہوتا ہی وہ ہے جو سمجھ میں نہ آسکے..... جو سمجھ اور عقل میں آجائے
وہ عقیدہ ہوتا ہی نہیں..... ہم ہر بات مانتے ہیں

خدا کو ہم نے نہیں دیکھا..... مگر اسے مانتے ہیں
فرشتوں کو ہم نے نہیں دیکھا..... مگر ہم فرشتوں کو مانتے ہیں
حوروں کو ہم نے نہیں دیکھا..... مگر ہم حوروں کو مانتے ہیں
منکر نکیر ہم نے نہیں دیکھے..... مگر انہیں مانتے ہیں
اس کی دلیل کیا ہے؟ کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا، یہ سب ہیں۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں موجود ہیں
اپنے ماضی کو دیکھو..... چودہ صدیاں پیچھے جاؤ..... تصور میں کھو جاؤ..... وہ دیکھو
شمع کے پاس پروانے ہیں..... پھول کے پاس عندلیب ہیں..... چاند کے پاس
ستارے ہیں..... آفتاب کے پاس ہالہ ہے..... مصطفیٰ کے پاس صحابہ ہیں
..... کر سکو گے کس طرح ان کو صحابہ سے جدا
گرد مدنی چاند کے تاروں کا ہالہ چاہیے

دائیں طرف صدیق ہیں بائیں طرف عمر فاروق ہیں
سامنے عثمان غنی ہیں اور پیچھے علی المرتضیٰ ہیں
کملی والے آقا گفتگو فرما رہے ہیں ہونٹ بل رہے ہیں مصطفیٰ کے

نطق مصطفیٰ کا

لہجہ مصطفیٰ کا

ارتعاش لب مصطفیٰ کا

آواز مصطفیٰ کی

کملی والے بولے اور فرمایا! یہ میں بول رہا ہوں صحابہ نے عرض کی
صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

یا رسول اللہ آپ ہی بول رہے ہیں ہونٹ آپ کے بل رہے ہیں آواز
آپ کی ہے آپ ہی بول رہے ہیں۔

لیکن جب حضور خاموش ہوئے محفل بھی وہی ہے مقام بھی وہی ہے
مسجد بھی وہی ہے سننے والے بھی وہی بولنے والا بھی وہی سماں بھی وہی
زباں بھی وہی آواز بھی وہی لہجہ بھی وہی

پانچ منٹ بعد حضور نے ارشاد فرمایا

اب میں نہیں بول رہا میرے منہ سے خدا بول رہا ہے۔

سننے والوں کے قربان جاؤں انہوں نے پھر عرض کی صَدَقْتَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ آپ نے سچ فرمایا

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہونٹ آپ کے بل رہے ہیں، مگر بول خدا رہا ہے۔ حضور
آرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بول رہا ہوں صحابہ نے عرض کی صَدَقْتَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ حضور نے دوبارہ فرمایا کہ اب میرے منہ سے خدا بول رہا ہے

صحابہ کرام نے عرض کی... صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ!
 خواہ آپ بولیں... خواہ وہ بولے... ہمیں تو آپ کے بولنے پر ایمان ہے
 آپ بولیں تب بھی ایمان ہے... وہ بولے تب بھی ایمان ہے۔ آپ کہیں کہ میں بول
 رہا ہوں اس کا علم بھی آپ ہی کو ہے۔ آپ کہیں کہ وہ بول رہا ہے... اس کی بھی
 خبر آپ ہی کو ہے۔

ہماری دلیل آپ ہیں... ہماری منزل آپ ہیں... ہمارا محمل آپ ہیں... ہمارا
 مقصد آپ ہیں... ہمارا مدعا آپ ہیں... ہمارا محور آپ ہیں... ہمارا منشا آپ ہیں...
 آپ ہی بول رہے ہیں... جب آپ بولیں گے تو حدیث بن جائے گی... جب
 آپ بولیں گے تو قرآن بن جائے گا... دھن ایک ہے... بولنے والے دو ہیں۔
 میرے دائیں بائیں بہت بڑے بڑے علماء تشریف فرما ہیں... مجھے ڈر ہے کہ
 کہیں مجھ پر فتویٰ نہ لگا دیں... میں بات عوام سے کر رہا ہوں... براہ کرم علماء نہ
 سنیں... کیونکہ یہ بھی ان پڑھ ہیں... میں بھی ان پڑھ ہوں... پڑھے لکھے ہمیں
 معاف فرمادیں۔ مجھے خیال آیا... یا اللہ جس کا منہ نہیں... وہ بول ہی نہیں سکتا...
 جس کا حلق نہ ہو... دانت نہ ہوں... زباں نہ ہو... وہ بول ہی نہیں سکتا... لفظ
 ادا ہی نہیں کر سکتا...

یا اللہ! قرآن حروف میں ہے... الفاظ میں ہے... جملوں میں ہے

لفظوں کے لئے منہ چاہیے

اداائیگی کے لئے ہونٹ چاہیے

آواز کے لئے زبان چاہیے

تیرا منہ بھی نہیں... دانت بھی نہیں... ہونٹ بھی نہیں... زبان بھی نہیں... تو

پھر بولتے کیسے ہو؟

حکم آیا! بدتمیز..... بے وقوف..... میرے منہ کی بات کر رہے ہو..... پاگل
سارے زمانے کے..... میں تمہارے جیسا نہیں ہوں..... مجھے بولنے کی کوئی ضرورت
نہیں..... مجھے منہ کی بھی ضرورت نہیں..... مجھے جب بولنے کی ضرورت ہوتی ہے.....
میں اپنے محبوب کے منہ سے گفتگو کر لیتا ہوں

منہ ایک ہے بولنے والے دو ہیں

جب اسے ضرورت ہو وہ استعمال کر لیتا ہے..... جب مجھے ضرورت ہو میں استعمال کر
لیتا ہوں

جب وہ بولے تو حدیث بن جاتی ہے

جب میں بولوں تو قرآن بن جاتا ہے

تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ

ہم حدیث کو نہیں مانتے..... وہ اس منہ کو نہ مانتیں..... جس سے قرآن و حدیث
ارشاد ہو رہا ہے..... خواہ وہ حدیث ہو..... خواہ قرآن جو اس منہ سے نکلے ہمارا اس منہ
پر ایمان ہے..... شاید آپ یہ کہیں کہ یہ بات آپ نے اپنی طرف سے کہی ہے.....
ارے نہیں..... میں نے مفکر پاکستان، مصور پاکستان، حکیم الامت اور فلسفی حضرت
علامہ اقبال سے پوچھا

اے اقبال! کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے.....؟

اقبال نے کہا..... نہیں

میں نے پوچھا..... عقل میں آیا ہے.....؟

اقبال نے کہا..... نہیں

میں نے پوچھا..... خدا کو مانتے ہو.....؟

کہنے لگے..... دل کی گہرائیوں سے مانتا ہوں..... میں اپنے وجود کا انکار

کر سکتا ہوں مگر خدا کا انکار نہیں کر سکتا۔

میں نے پوچھا۔۔۔ وجود خدا کی دلیل کیا ہے؟ اقبال نے کہا!

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار

یا رسول اللہ او پنہاں و تو پیدائے من

میں یہ جواب سن کر جھوم اٹھا۔ میں نے سوچا کہ اقبال کا یہ فارسی پیغام

پنجابی زبان میں اپنی قوم کو سنادوں۔۔۔ میں نے حضرت اقبال سے کہا کہ حضرت میں

نے آپ کے فارسی شعر کا پنجابی میں ترجمہ کیا ہے

کہنے لگے تم ابھی چھوٹے ہو۔۔۔ میرا شعر سمجھا بھی ہے یا نہیں

میں نے کہا سنئے ترجمہ!

کسلی والیا!

رب میرے لئی باطن اے۔۔۔۔۔ تے توں میرے لئی ظاہر ایں

میں وی رب نوں رب نیا۔۔۔۔۔ تے توں بھی رب نوں رب نیا

پر میرے من۔۔۔۔۔ تے تیرے من وچ فرق اے

توں سب تھیں پہلاں نیا اوہنوں

تے میں پہلاں نیا تینوں۔۔۔۔۔ تے فیر نیا اوہنوں

پر توں نیا ویکھ کے۔۔۔۔۔ تے میں نیا سن کے

میری شنید اے۔۔۔۔۔ تے تیری دید اے

ہن میں جاناں۔۔۔۔۔ تے توں جانیں

اگے توں جانیں۔۔۔۔۔ تے اوہ جانیں

جب میں نے یہ ترجمہ سنایا تو اقبال نے کہا۔۔۔ میں مہر تصدیق ثبت کرتا ہوں کہ

تمہارا ترجمہ بالکل ٹھیک ہے۔

یہ ہے اقبال کا ایمان..... یہ ہے سنیوں والا ایمان!

✽..... تصوف و طریقت کے رموز و اسرار کو بیان کرنے والا حضرت خطیب الاسلام سے بڑھ کر کوئی سننے میں نہیں آیا۔ رموز تصوف کو ایسی حسن ادا اور منفرد تخلیقی انداز سے بیان کرنا کہ سامعین کے قلوب و اذہان ذوق طریقت و معرفت سے سرشار ہو جائیں..... یہ آپ کے فن خطابت کا خاصہ تھا۔

”انسانی مقصد تخلیق“ کے موضوع پر جب لب کشا ہوئے تو فصاحت و بلاغت کی برکھا کچھ اس انداز سے برسی..... ملاحظہ ہو!

میں ایک حادثہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ

اگر مال گم ہو جاتا بات بڑی آسان تھی

دولت گم ہو جاتی بات بڑی آسان تھی

مکان گم ہو جاتا بات بڑی آسان تھی

مال و منال ظاہری گم ہو جاتا..... بات بڑی آسان تھی

مگر مصیبت یہ ہوئی کہ انسان گم ہو گیا

کون انسان؟ خلاصہ کائنات انسان

کون انسان؟ شاہکار تخلیق انسان

کون انسان؟ اشرف المخلوقات انسان

کون انسان؟..... لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کا مصداق انسان

وہ انسان جس کیلئے کائنات بنائی گئی..... وہ انسان گم ہو گیا..... اور ایسا گم ہوا کہ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں گم ہو گیا

آپ کہیں گے..... لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کی بات کرتے ہو..... اشرف المخلوقات کی بات کرتے ہو..... لیکن جو انسان ہے..... غلطی بھی

۱ خطبات خطیب الاسلام (زیر تدوین)

کرتا ہے..... انسان بھول بھی جاتا ہے..... انسان برے کام بھی کرتا ہے..... اور اس میں محتاجی بھی ہے

فرشتہ روٹی نہیں مانگتا یہ مانگتا ہے

فرشتے میں شہوت نہیں..... اس میں شہوت ہے

یہ تو ہر حال کچھ نہ کچھ مانگتا رہتا ہے..... مگر تم کہتے ہو انسان اشرف ہے..... یہ بلند تر ہے..... ارے بلند تر تو وہ ہے جو کچھ نہیں مانگتا، جو بے نیاز ہے..... یہ تو بڑا محتاج ہے

تو جناب من! انسان کی محتاجی میں کائنات کی آبادی کاراز ہے..... اگر آج لاہور میں انسان آباد نہ ہوتا..... جناب جبریل آباد ہوتے..... جناب عزرائیل آباد ہوتے جناب میکائیل آباد ہوتے..... جناب اسرافیل آباد ہوتے تو نہ ان کو پیاس لگنی تھی..... نہ انہیں نلکوں کی ضرورت ہوتی

نہ روشنی کی ضرورت تھی..... نہ بجلی آنی تھی

نہ ان کو بھوک لگنا تھی..... نہ گندم کاشت ہونی تھی

نہ ان کو بھوک لگنا تھی..... نہ مونجی کاشت ہونی تھی

نہ ان کو سردی لگنی تھی..... نہ کپاس کی ضرورت پڑنی تھی

نہ ان کو گرمی سردی کا تقاضا معلوم ہونا تھا..... نہ مکان بننا تھا

اگر جبریل علیہ السلام یہاں آباد ہوتے..... تو یہ زمین خراباں ہوتی..... بنجر

ہوتی..... آباد نہ ہوتی..... انسان کی آبادی نے دنیا کی ہر چیز کو قیمت بخش دی۔ اس لئے

اقبال نے کہا

گنہگار غریب الدیار ہوں لیکن

تیرا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد

مری جفا طلبی کو صدائیں دیتا ہے

یہ دشت سادہ یہ ترا جہان بے بنیاد

یعنی محتاج تو ہوں لیکن تیری زمین کو آباد کرنے والا میں ہوں..... کائنات کی
آبادی کاراز میں ہوں

جناب عالی!

جس انسان کیلئے سب کچھ بنایا گیا..... اس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار
کر لیا..... چاند پر بھی جھنڈا لگا لیا..... زمان و مکاں کے مسائل کا حل تلاش کر لیا.....
لیکن جب اس سے پوچھا کہ اے حضرت انسان

تم کون ہو؟

تم کہاں سے آئے ہو؟

کس لیے آئے ہو؟

کیوں آئے ہو؟

تمہاری ابتداء کیا ہے؟

تمہارا انتہاء کیا ہے؟

تمہارا مبداء کیا ہے؟

تمہارا معاد کیا ہے؟

تو اس سوال کا جواب انسان نہ دے سکا..... تو انسان گم ہو گیا۔ اب یہ بہت بڑا
المیہ ہے، انسان کا گم ہو جانا

اس بات کو مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال کے ذریعے
واضح فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک شہزادہ سیر کرنے گیا۔ راہ میں جھنگل پر
عاشق ہو گیا۔ تو عاشق ہو کر بھول گیا کہ میں کون ہوں؟ اس کو یاد نہ رہا کہ

میری ماں کون ہے اور میرا باپ کون؟

میری نسل کیا ہے اور میری اصل کون؟

میں کون ہوں اور میرا خاصہ کیا ہے؟

میں کہاں سے آیا ہوں اور میں نے کہاں جانا ہے؟

وہ بھنگن کے گھر جا کر بھنگی ہو گیا۔ سر پر نو کرار کھ کر۔ ہاتھ میں جھاڑو لے کر
گلیاں صاف کرنے لگا۔ گویا وہ فریب صورت کے جادو کا شکار ہو گیا۔

اب اس کا علاج یہ ہے کہ کوئی صاحب بصیرت آکر اس کو بتائے کہ بھٹے آدمی

تو بھنگی نہیں بلکہ تو شہزادہ ہے

تو صفائی کرنے والا نہیں کرانے والا ہے

تو غلام نہیں آقا ہے

تو پابند نہیں آزاد ہے

تو اس بد بودار ماحول میں کیوں رہتا ہے تو تو خوشبودار ہے۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ شہزادے کی غلط فہمی دور کی جائے اور اسے بتایا جائے کہ

تو کون ہے؟ اور جو اس کو بتادے کہ تو کون ہے اسی کو مرشد یا پیر کہتے ہیں۔

تو عزیزانِ من! ہماری حالت یہ ہے کہ ہم سب

لا مکاں سے آئے اور مکان میں پھنس گئے

لا زماں سے آئے اور زماں میں گرفتار ہو گئے

مقامِ روح سے آئے اور مادے میں مبتلا ہو گئے

جس طرح شہزادہ بھنگن کے گھر جا کر بھنگی ہو گیا اور اپنی اصل کو بھول گیا۔ اسی

طرح ہم تھے نورانی اور روحانی مگر اس مادی دنیا میں آکر مادے پر عاشق ہو کر ہم بھی

مادی بن گئے ہیں اور ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم مادی ہیں حالانکہ حقیقت میں ہم نوری

ہیں۔ بقول علامہ اقبال

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو

فروغ دیدہ افلاک ہے تو

ترے صیدِ زبوں افرشتہ و حور
 کہ شاہینِ شہِ لولاک ہے تو
 دیکھئے انسان ہاتھ، پاؤں اور سر کا نام نہیں بلکہ آپ کی حقیقت کچھ اور ہے۔ غور
 کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا..... اَلْسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں
 تو ہم سب نے جواب دیا تھا بلی ہاں..... تو ہمارا رب ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ اس وقت کون بولا تھا؟ ہمارے اعضاء بولے تھے؟ نہیں ”یوم
 السبت“ کو ہماری روحوں نے جواب دیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ ہم مرتبہ روح میں اس
 وقت بھی تھے جب زمین، آسمان، سورج، چاند کچھ نہ تھا اور ہم میں شعور بھی تھا۔ اگر شعور
 نہ ہوتا تو سوال بے مقصد اور بے بنیاد تھا۔ ہمارا بلی کہنا دلیل ہے کہ ہم اس کے حسن
 سے آشنا تھے اور یہی عشق ہے۔ اس کا پوچھنا..... اور ہمارا کہنا..... وہ حسن ہے اور ہم عشق
 ہیں۔ بس حسن اور عشق کا رابطہ قائم ہو گیا..... تو پھر دنیا میں آ کر ہم نے اس ازلی عشق کو.....
 اس مقدس وعدے کو بھلا دیا..... اور اس دنیا کے صور و اشکال..... تصوراتِ حسن و جمال
 اور جلوہ ہائے پابہ رکاب میں پھنس گئے..... عورت اور دولت سے دل لگا بیٹھے..... اور
 مقصدِ حقیقی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا..... وا حسرتنا..... ہائے افسوس
 اب مرشد کا کام یہ ہے کہ وہ ہمیں بتائے کہ

تمہارا اصلی محبوب کون ہے؟

تم مادی ہو یا نوری

فانی ہو یا باقی

لامکانی ہو یا مکانی

لازمانی ہو یا زمانی

اور یہی پہلی معرفت ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

تو جناب عالی! اب اس مادی اور فانی دنیا سے کون نکالے؟ اور کس طرح نکالے؟
نکالنے والے کو مرشد کہتے ہیں۔

✽ حضرت خطیب الاسلام کے گلستانِ خطابت کے یہ چند پھول ہیں جو ہم نے ان کی دستیاب چند کیسٹوں سے جن کر قارئین کے سامنے پیش کئے۔ ان دستیاب کیسٹوں کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے صحت لفظی کے ساتھ عنقریب خطباتِ خطیب الاسلام کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے انشاء اللہ۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسے معجز بیان اور وثرِ دہن تھے کہ آپ کی تقریر کا ایک ایک فقرہ سامعین کو اپنی طرف کھینچ لیتا اور فکر و نظر کے زاویے تبدیل کر دیتا۔ بقول پروفیسر محمد اکرم رضا

چن لیا جس لفظ کو اس نے ستارا ہو گیا

اس کا ہر جملہ ادب کا شاہ پارا ہو گیا

ان اقتباسات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی خطابت میں علم و حکمت بھی ہے اور فلسفہ و نفسیات بھی۔ فصاحت و بلاغت بھی ہے اور بلندیِ فکر و نظر بھی۔ وسعت خیال بھی ہے اور منظر کشی کا کمال بھی۔ منطقی طرز انداز بھی ہے اور صوفیانہ احوال بھی۔ بقول حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی علیہ الرحمہ

در فصاحت در بلاغت ابوالکلام

بود ہر ہر لفظ او لعل یمن

یا پھر خواجہ عابد نظامی کی زبان میں

الفاظ و روز مرہ تھے سب تیرے خانہ زاد

تجھ کو بجا ہی کہتی ہے خلقت ابوالکلام

خطیب الاسلام قدس سرہ

کا

روحانی مقام



حضرت خطیب الاسلام خطہ پنجاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین خانقاہ آلو مہار شریف کے باکمال سجادہ نشین اور اپنے آباء و اجداد کی روحانی سطوتوں کے امین تھے۔ آپ نے اپنے اسلاف کی شاندار روایات کو ہمیشہ شمع کی طرح روشن رکھا۔ آپ کی خطابت، سیاسی بصیرت، ادیب و طبیب اور ماہر نفسیات ہونے کو تو سبھی جانتے ہیں مگر آپ کی قد آور روحانی شخصیت کے کمالات و کرامات سے زیادہ لوگ واقف نہ ہو سکے۔ اسکی ایک خاص وجہ یہ تھی۔ کہ آپ احوال باطنیہ کو خاص طور پر پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنے باطنی معاملات کو ظاہر کرنا پسند نہ فرماتے تھے عنفوان شباب میں اپنی ظاہری و باطنی تربیت کے متعلق اپنی خودنوشت میں رقمطراز ہیں

”قرآن حکیم کی تعلیم اور ایک ایسے خاندان میں تربیت جس کا مقصود حیات ہی معرفت و عبادت ہو۔۔۔ سونے پہ سہاگہ کا مصداق بنی اور خدا شناسی اور خود آگاہی کے تقاضے شدت اختیار کرنے لگے اور اپنے آباء و اجداد کے واقعات و حالات مشعل راہ

بنے۔ ظاہری اور باطنی تربیت کے اکثر اسباب وہیں سے میسر ہوئے۔^۱
 بائیس برس کی عمر میں سجادہ نشینی کی دستار سر پر سجانے والے حضرت خطیب الاسلام
 روایتی سجادگان سے ہٹ کر علم و عمل، ذہانت و فطانت، لطافت و نظافت اور ذوق و جستجو
 کا مرقع تھے۔ آپ نے تصوف کی علمی و عملی دونوں جہتوں میں درجہ کمال حاصل کیا اپنی
 خودنوشت میں رقم طراز ہیں

”روحانی سفر کے آغاز میں بعض سوالات شدت سے ابھر کر سامنے آتے ہیں اور
 ان کے تسلی بخش جوابات کے بغیر اضطراب کی حالت پریشان کرتی رہتی ہے۔
 مثلاً صوفیاء کرام کا نظریہ کائنات و ذات..... راہ طلب و سلوک کی کیفیات اور مواعظ
 نصاب طریقت..... فنا و بقا..... سیر انفسی اور آفاقی وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالات کے تسلی
 بخش جوابات مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ سے
 حاصل ہوئے۔“

طریقت میں میری تسکین، تقویت اور ارتقاء کا بہت کچھ دار و مدار حضرت مجدد علیہ
 الرحمۃ کی تعلیمات پر ہی ہے۔ مسائل شرعیہ میں میرا مذہب حنفی ہے اور رموز طریقت و
 معرفت کے سلسلہ میں میرا مسلک نقشبندی مجددی ہے۔^۲
 حضرت خطیب الاسلام کے علم و عمل، فکر و نظر اور روحانی ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو
 تین عظیم المرتبت شخصیات کے فکر و فلسفہ کے اثرات نمایاں طور پر آپ کی ذات میں
 محسوس کئے جاسکتے ہیں

۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی

۲۔ مولانا جلال الدین رومی المعروف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ خطیب الاسلام کی خودنوشت سوانح! ماہنامہ ضیائے حرم خطیب الاسلام نمبر ص: ۹۲

۲۔ خطیب الاسلام کی خودنوشت سوانح ماہنامہ ضیائے حرم خطیب الاسلام نمبر ص: ۹۳

۳... شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ
حضرت اقبال سے قلبی تعلق کا ذکر قبل ازیں ہو چکا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ
جس شخصیت نے آپ کو حضرت اقبال سے قریب کیا وہ حضرت مولانا روم مست بادہ
قیوم رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ رقمطراز ہیں

”حضرت مولانا روم کے جذب و مستی اور ذوق و شوق سے میں پہلے ہی مانوس
تھا۔ جب اقبال نے رومی کو ”پیر رومی مرشد روشن ضمیر، کاروانِ عشق و مستی را امیر“ کہا تو
اقبال سے مجھے مزید یگانگت پیدا ہوئی اور رومی کے اثرات اور گہرے ہوتے چلے
گئے۔ تصوف کی چاشنی سے جب حکمتِ رومی اور فکرِ اقبال کا اختلاط ہوا تو ایک نئی حسین
و جمیل کیفیت وجود پذیر ہوئی اور کائنات اور اس کے مسائل کو روحانی نگاہ سے دیکھنے اور
روحانی شعور سے حل کرنے کا ذوق پیدا ہوا“۔

شیخ مجدد سے قلبی رابطہ

جس شخصیت نے حضرت خطیب الاسلام کی فکر و نظر میں انقلاب بپا کر دیا وہ حضرت
مجدد الف ثانی قدس سرہ ہیں مکتوباتِ امام ربانی کو جس طرح آپ نے بہ نظر غائر پڑھا،
سمجھا اور تعلیماتِ مجددیہ کو برسرِ منبر بیان فرمایا برصغیر پاک و ہند میں ہمیں اس کی مثال
نہیں ملتی آپ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ذات پاک کے ساتھ بے
حد عشق اور تعلق خاطر تھا۔ اسی تعلق کو اپنی ایک تقریر، ہمہ گیر میں یوں بیان فرمایا

”نقشبندی خاندان میں ذکر کا طریقہ اسبق اور اقرب الی الذات ہے۔ اس کا یہ
مطلب نہیں کہ میں کسی دوسری طریقت یا اس کی تعلیم پر اعتراض یا تنقید کرتا ہوں
استغفر اللہ العظیم میں سب خاندانوں کا خادم ہوں۔ سارے پاکباز ہیں

انہوں نے گمشدہ انسانیت کو خدا تک پہنچایا ہے
چونکہ مجھے خاندان نقشبندیہ کا فیض پہنچا ہے۔ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ میرے
روحانی مربی ہیں۔ مریض اسی طبیب کی تعریف کرتا ہے جس کی دوا سے اسے شفا
ملے میرے لئے کامل حکیم وہی ہے جو مجھے تندرست کرے۔

چونکہ مجھے میرے شیخ مجدد نے منزل تک پہنچایا ہے

خدا کا جلوہ دکھایا ہے

شک اور شبہ بنایا ہے

اور مجھ کو بندہ بنایا ہے

لہذا میں اپنے مرشد کی بات کرتا ہوں۔

دربار عالیہ حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ (محلہ مبارک شاہ بیرون کھیالی
گیٹ گوجرانوالہ) میں سالانہ عرس پاک کے موقع پر شجرہ خواجگان نقشبندیہ پڑھایا
جاتا ہے ایک مرتبہ شجرہ پڑھنے والے سے سہواً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ
الرحمۃ کا اسم گرامی رہ گیا۔ تو آپ کے چہرہ پر جلال نمایاں ہوا
آپ نے فرمایا دوبارہ پڑھو

اس نے پھر پڑھا تو حضرت مجدد کا اسم گرامی سن کر آپ آب دیدہ ہو گئے

اور فرمانے لگے یہی مصرعہ نو مرتبہ پڑھو

جب آخری بار اس نے وہی مصرعہ دہرایا تو آپ بہ چشم پر نرم دست بستہ کھڑے ہو

گئے۔ سارا مجمع کھڑا ہو گیا۔ اور پانچ منٹ تک آہوں اور سسکیوں کا ماحول رہا۔ محفل

عرس میں ایک صاحب دل درویش نے بتایا۔ کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ

الرحمۃ محفل میں جلوہ افروز ہو گئے تھے۔

حضرت خطیب الاسلام پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی کے روحانی مقامات اور علمی کمالات اس طرح منکشف ہوئے کہ آپ نے چورہ شریف میں عرس کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے انتہائی والہانہ انداز میں کیف و مستی میں ڈوب کر بطور تحدی اعلان فرما دیا کہ

جاؤ! دنیا کے علماء کو میرا یہ پیغام سنا دو..... فیض الحسن کا فیصلہ ہے کہ امت مصطفیٰ (علیہ التحۃ والثناء) کے وہ اولیاء جن کی فضیلت نص سے ثابت ہے..... ان کو چھوڑ کر باقی ساری امت کے ولیوں کا امام مجدد الف ثانی ہے! (رضی اللہ عنہ)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے والہانہ عشق و محبت کے جذبات نے جب لفظوں کا روپ دھارا تو حضرت خطیب الاسلام کے گل ہائے عقیدت منصہ شہود پر یوں آئے

کیا نہادِ شکستہء دیں کو آ کے پھر استوار تو نے
خزاں رسیدہ چمن کو پھر کر دیا سراپا بہار تو نے
زمین سربند کر لیا اپنا عرش رفعت و قار تو نے
سلا کے آغوشِ عاطفت میں نقیب پروردگار تو نے
عجم کے ماحول کے سبب جو اسے مگر کیے ہوئے تھا
ردائے روحانیت کے دامن سے دھو دیا وہ غبار تو نے
داؤں کو پھر سے سکھائی تو نے ادائے بے باکی محبت
لیا ہے صدیق اور حیدر کا آ کے زندہ شعار تو نے
بوس کی ریشہ دوانیوں سے ردائے غیرت تھی پارہ پارہ
کیا رفو آ کے پھر فقیری کا دامن تار تار تو نے

اثر ذرا بھی نہ ہو سکا تجھ پہ سیلِ باطل کی یورشوں کا
 جہاں کو بن کر دکھا دیا حق کا ساحل استوار تو نے
 معاً فضائے بسیط میں اڑ گئے دھوئیں دین اکبری کے
 جو آ کے بندوستان میں پھونکا فسوںِ باطل شکار تو نے
 دکھایا ایماں کا اس طرح زور فقر و شاہی کے معرکے میں
 بڑھا دیا ہے سریرِ شاہی سے بورے کا وقار تو نے
 عبائے شاہنشی پہ پھر خندہ زن ہوئی ہے گلیم بوذر
 بہ یک نگر محفلِ جہاں کے بدل دیئے کاروبار تو نے
 خرد کی بادِ سموم سے برگ و بار مرجھا چلے تھے سارے
 کیا ہے کشتِ یقیں کو سیراب آ کے ابر بہار تو نے
 رہے گا محفوظ حشر تک جو کہ دستِ باطل کی یورشوں سے
 سرِ فتیری پہ آ کے رکھا وہ تاج پر افتخار تو نے
 دلِ عجم کو کیا ہے مسحور نغمہ ہائے حجاز سے پھر
 بڑے سلیقے سے چھینز کر بربطِ محبت کے تار تو نے
 تیری نوائے جرس کی دھن پر ہے گامزن ذوقِ رہ نور دی
 عطا کیا ہے رہبرِ طریقت کو شوقِ منزلِ شکار تو نے
 رفو نہ اب کر سکے گی اس کو خرد کی حیلہ گیری ابد تک
 کیا ہے دامانِ شرک و بدعت اس طرح تار تار تو نے
 خزینہء لازوالِ حکمت ہیں تیرے مکتوبات اے مجدد
 لکھے ہیں قرطاسِ علم پر کلکِ شوق سے شاہکار تو نے
 بڑے سکوں سے اس آشیاں بند شاخِ نخل مراد پر اب

کیا ہے دامِ خرد سے فیضِ حزیں کو یوں رستگار تو نے اے
 بجزہ تعالیٰ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ زندگی کے تیس (۲۳) سال حضرت خطیب
 الاسلام کے قرب و حضوری میں گزرے مجھے آپ نے اپنا راز داں بنایا اور کچھ روحانی
 پہلوؤں کی نشاندہی فرمائی۔ ایک مرتبہ سلوک مجددیہ کے متعلق پوچھا تو
 آپ نے فرمایا الحمد للہ بندہ نے سلوک مجددیہ طے کر لیا ہے اور ولایت علیا کی نعمت
 سے بہرہ اندوز ہے آج کل اسماء باری تعالیٰ میں سیر ہو رہی ہے میرے آباء و اجداد کے
 علاوہ قیوم اول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اور قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد
 معصوم سرہندی قدس سرہ، کبھی خواب میں، کبھی مراقبے اور بیداری میں کرم فرماتے
 اور سلوک مجددیہ کی منزلیں طے کراتے رہتے ہیں۔ والحمد لله علیٰ ذالک

ولایت علیا

حضرت خطیب الاسلام نے تعلیمات مجددیہ کی روشنی میں ولایت علیا کی تشریح
 یوں فرمائی

”امام ربانی کی تعلیم کے مطابق کم از کم ولایت کا درجہ فنا کا مقام ہے۔ فنا نسیان
 ماسوی اللہ کا نام ہے۔ یعنی اللہ کے سوا تمہیں کچھ یاد نہ آئے بالغرض اگر ہزار سال بھی
 عمر ملے تو اتنے عرصے میں تمہارے دل پر کبھی غیر کا خیال بھی نہ گزرے اسکو فنا کہتے ہیں
 فنائے نفس بھی ہو اور فنائے قلب بھی
 فنائے خارجی بھی ہو اور فنائے داخلی بھی

تا کہ اسماء و صفات الہی کے ظلال (سائے) میں سیر کرو۔ نقشبندی طریقت
 میں اس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں

۱۔ ارغوان فیض۔ امام حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ ص ۱۱۳ تا ۱۱۵ ناشر
 مرزئی مجلس فیض الاسلام، وجرانوال ۱۹۹۱ء

ایسا انسان چھوٹا ولی ہے۔ یہ بیعت بھی کر سکتا ہے۔ اور مخلوق کو فیض بھی دے سکتا ہے۔ اگر سالک دائرہ ظلال سے گذر کر دائرہ اسماء و صفات میں داخل ہو جائے اور اس میں محویت حاصل ہو جائے تو اس کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ کی تجلیات نازل ہوتی رہتی ہیں پھر جو لوگ ان کے قریب بیٹھتے ہیں ان کے بھی دل زندہ ہو جاتے ہیں جو ان کے قریب سے گذر جاتے ہیں وہ بھی برکت پاتے ہیں بلکہ جو ان کو محبت سے دیکھ لیتے ہیں وہ بھی محروم نہیں رہ سکتے۔

اگر سالک اسماء و صفات کے دائرے سے آگے نکل کر دائرہ وجوب میں محو اور فنا ہو جائے وہاں نہ جہت رہے نہ سمت۔ نہ ظل رہے نہ صفت۔ بلکہ نہ کائنات رہے نہ اپنا آپ۔ اس کا نام ولایت علیا ہے یہ ولایت کا آخری درجہ ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود

ایک شیخ طریقت کی حیثیت سے دیکھا جائے تو حضرت خطیب الاسلام بحر معرفت کے شناور اور قلمزم طریقت کے خواص تھے۔ آپ کا انداز فکر صوفیانہ تھا۔ تصوف و طریقت کے اسرار و رموز کے اس قدر ماہر تھے کہ علماء و مشائخ بھی آپ سے طریقت کے سیر و سلوک کا سبق سیکھتے تھے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود و تصوف کا نازک ترین مسئلہ ہے لیکن اس مسئلے کو اس طرح حل فرماتے کہ صوفیاء اور مشائخ پر رقت طاری ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں نے سوال کیا کہ حضرت! اس مسئلے میں آپ کی واردات کیا ہیں؟ فرمانے لگے نقشبندی ہوں لیکن وحدت الوجودی ہوں کچھ عرصہ کے بعد یہی مسئلہ زیر بحث آیا تو فرمانے لگے

۱۔ مقالات خطیب الاسلام تصنیف حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ ص ۲۳۳، ۲۳۴ ناشر المجدد انڈی

گوجرانوالہ ۱۹۹۵ء

آج کل وحدت الشہود سے تسکین قلب و نظر کا سامان ہو رہا ہے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خصوصی روحانی توجہات کا نتیجہ ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السجانی نے اپنے مکتوبات شریفہ میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور انہیں دو الگ روحانی مقامات قرار دیا ہے صرف چند امور ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین حضرت خطیب الاسلام کا روحانی مرتبہ اور مقام سے کچھ آگاہی حاصل کر سکیں

..... ❁ ”توحید و جودی فنا سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔

..... ❁ توحید شہودی فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے

..... ❁ توحید و جودی میں سالک ماسوا کی نفی کرتا ہے اور ہر چیز کو وجوب کے عنوان سے دیکھتا ہے اور ہمہ اوست (سب کچھ اللہ ہی ہے) کہتا ہے۔

..... ❁ توحید شہودی میں سالک مرتبہ حق الیقین تک پہنچ کر صحو اور بقا سے مشرف ہوتا ہے اور ممکن کو ممکن اور واجب کو واجب جانتا ہے۔

..... ❁ توحید و جودی ایک کو موجود جاننا اور اس کے غیر کو معدوم جاننا ہے

..... ❁ توحید شہودی ایک دیکھنا ہے یعنی یہ کہ سالک کا مشہود سوائے ایک کے کوئی نہ ہو۔

حضرت خطیب الاسلام نے مسئلہ وجود و شہود کو یوں بیان فرمایا

”سلسلہ منتشبد یہ کے عظیم پیشوا حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کا ایک بزرگ کے پاس سے گذر ہوا وہ بزرگ بڑے غور سے برتن کے اندر دیکھ رہے تھے آپ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو؟“ کہنے لگا

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم

اے بے خبر زلذت شرب مدام ما

یعنی میں پیالے میں صاف پانی ڈال کر... اس میں چاند کا عکس دیکھ رہا ہوں
رات کا وقت تھا... اوپر چاند چڑھا ہوا تھا... ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں
جس طرح پانی میں چاند کا عکس دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح مخلوق میں خالق کا عکس دیکھ رہا
ہوں... مطلب یہ تھا کہ میں سیر آفاقی کر رہا ہوں

آپ فرمانے لگے خدا کے بندے! چاند تو اوپر چڑھا ہوا ہے اور تو پیالے
میں چاند دیکھ رہا ہے

اصل چھوڑ کر نقل کو کیوں دیکھتا ہے؟

حقیقت چھوڑ کر مجاز میں کیوں پھنستا ہے؟

منہ سیدھا اوپر کر... تیری گردن پر درم تو نہیں... وہ دیکھ سامنے چاند چمک رہا ہے
بس عزیزان گرامی!

بات یہ ہے کہ لوگ چاند پیالے میں دیکھتے ہیں اور نقشبندی مجددی لوگ چاند
سیدھا دیکھتے ہیں یہ ہے نقشبندی طریقت میں معرفت ذات کا تصور! ۱

صاحب حاضری و حضوری

حضرت خطیب الاسلام ساری عمر ایک خطیب اور لیڈر کے روپ میں چھپے رہے
وہ درحقیقت ایک مستور الحال مرد فقیر تھے۔ جن کی زندگی عشق رسالت سے تعبیر تھی
پہلی مرتبہ 1976ء میں اس عاجز (راقم الحروف محمد سعید احمد مجددی) کو زیارت حرمین
طیبین کی سعادت حاصل ہوئی جب گوجرانوالہ سے روانگی ہوئی تو میں نے حضرت
خطیب الاسلام سے پسندیدہ تحفہ لانے کیلئے پوچھا۔ تو آپ نے رقت آمیز لہجے میں
فرمایا ”جاتی دفعہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں اس کا جزا کا حد یہ صلوة

۱۔ مقالات خطیب الاسلام رشحات قلم حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ ص ۲۳۷، ۲۳۸

ناشر المجد و اکیڈمی گوجرانوالہ ۱۹۹۵ء

وسلام عرض کر کے نظرِ کرم کا سوال پیش کرنا اور آتی دفعہ سیدہ پاک حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تربتِ انور یا شہدائے احد کے احاطہ قبرستان سے تھوڑی سی مٹی یا کوئی سنگریزہ لیتے آنا۔ مرتے وقت کفن کے اندر سینے پر رکھنے کی وصیت کروں گا۔ تاکہ نجات کا ذریعہ بن جائے“

حضرت خطیب الاسلام ادراک بسیط کی منزلوں میں گم اور بارگاہ رسالت میں حاضری اور حضوری کی نعمتوں سے سرفراز تھے۔ دوران سفر ریل اور کار میں اکثر مراقب رہتے پاس انفاس، ذکر اسم ذات اور نفی اثبات، ذکر قلبی و سری ان کا خصوصی شغل تھا۔ متعدد احباب نے آپ کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حضوری کے شرف سے باریاب دیکھا میرے مرشد و مربی، تاجدار اقلیم ولایت حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ مجھے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جمال جہاں آرا کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی

یا رسول اللہ یہ صاحبزادہ سید فیض الحسن ہمارے بزرگوں کی اولاد ہیں ان پر نگاہ کرم فرمائیے

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انتہائی توجہ سے صاحبزادہ صاحب کو سرتاپا دیکھا گویا وہ نگاہ رسالت جس کے کمالات کے متعلق حضرت خطیب الاسلام انتہائی ذوق و شوق اور عشقِ محبت میں ڈوب کر یوں بیان کرتے تھے کہ

ایک وہ نظر ہے جو مستی آفرین ہوتی ہے
ایک وہ نظر ہے جو جمال افروز ہوتی ہے
اور ایک وہ نظر ہے جب

ابوبکر پڑ جائے تو صدیق بنا دیتی ہے
عمر پڑ جائے تو فاروق بنا دیتی ہے

عثمان کو جس کے دیکھ لے تو غنی بنا دیتی ہے
 مرتضیٰ کو اپنا لے تو اسے حیدر کرار بنا دیتی ہے
 امام حسین پر پڑ جائے تو جنت کے جوانوں کا سردار بنا دیتی ہے
 اور سیدہ فاطمہ کو محبت سے دیکھ لے تو جنت کی ملکہ بنا دیتی ہے
 کافر کو دیکھ لے تو مومن بنا دیتی ہے
 ذرے کو دیکھ لے تو آفتاب بنا دیتی ہے
 قطرے کو دیکھ لے تو سمندر بنا دیتی ہے
 ارے مریض کو دیکھ لے تو مسیحا بنا دیتی ہے
 بندے کو دیکھ لے تو خدا سے ملا دیتی ہے!

بسمان اللہ

جب وہ نظر نبوت حضرت خطیب الاسلام پر پڑی ہوگی۔ تو آپ کو کمالات کی کن
 بلند یوں پر پہنچایا ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منشاء تائبش قصوری کے ایک خط کا اقتباس نذر قارئین ہے یہ خط
 انہوں نے حضرت خطیب الاسلام کی خدمت میں تحریر کیا تھا۔ اس خط میں ایک خواب کا
 ذکر ہے جو 1962 میں ایک رات کو دیکھا

خط کا مضمون

بخدمت گرامی شہزادہ رسول، حضرت العلام، ناصر الاسلام، مولانا ابوالکلام جناب
 صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب مدظلکم العالی؛
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱ خطبات خطیب الاسلام (زیر تدوین)

اس زمانہ میں..... نے آپ کی ذاتِ عالی کو خصوصی نشانہ بنا رکھا ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں روزانہ بصدقہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم علماء اہل سنت کی کامیابی و کامرانی کی دعائیں کرتا رہتا ہوں اسی طرح جمعرات کی شب بعد از نماز عشاء و عامانگ کر سوراہا تھا کہ خواب میں آپ کی زیارت ہوئی یوں کہ آپ ایک کار پر سوار تبلیغ کیلئے کہیں تشریف لے جا رہے ہیں کار ایک سرسبز و شاداب میدان سے گزر رہی ہے کہ ایک شہر پسند جماعت نے حملہ کیلئے کار روکی..... اتنے میں ایک مقدس ہستی کو آپ کے پاس جلوہ فرما دیکھتا ہوں جو بڑے کریمانہ انداز میں آپ کی حوصلہ افزائی فرما رہی ہے اور ایسے الفاظ سنائی دیئے کہ

”یہ حملہ آور تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے“ اپنا تبلیغی کام اطمینان سے کرتے رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دشمنوں کی شرارتوں سے حفاظت کرنے والے ہیں اور اس حملہ آور جماعت کی طرف اس مقدس ہستی نے نظر اٹھائی ہی تھی کہ وہ تتر بتر ہو گئی

میں خواب سے بیدار ہوا تو آپ کا نام زبان پر تھا۔ خیال ہے کہ یا تو خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

..... دستخط

ایک دوسرا واقعہ جس کے چشم دید گواہ استاد الحفاظ جناب حافظ محمد بشیر جماعتی (گوجرانوالہ) ہیں اس طرح ہے کہ

”دارالسلام (نوبہ) کل پاکستان سنی کانفرنس میں جب آپ عقیدہ تمندوں کے ہمراہ اسٹیج کی طرف بڑھ رہے تھے اچانک ایک سفید ریش آدمی سامنے آیا، دست بوسی کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا: کہ حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ: آج رات مجھ پر بڑا کرم ہوا ہے، خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی میں نے

دین و دنیا کی بہتری کیلئے آپ سے کوئی عمل یا وظیفہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

” آج دارالسلام (توبہ) میں سنی کانفرنس ہو رہی ہے جس میں آلومہار شریف کے سجادہ نشین صاحبزادہ فیض الحسن شامل ہوں گے ان سے پوچھ لینا وہ تمہیں بتادیں گے۔“
حضرت صاحبزادہ صاحب یہ خواب سن کر فرط عقیدت سے آبدیدہ ہو گئے اور اس سفید ریش آدمی کو پڑھنے کیلئے وظیفہ تلقین کیا۔

حضرت خطیب الاسلام کے چند روحانی مکاشفات و مبشرات جو آپ کے وصال کے بعد آپ کی ذاتی بیاض سے ملے۔ وہ درج ذیل ہیں انہیں پڑھ کر آپ کی روحانی عظمت و مقام کا علم ہوتا ہے جسے آپ نے اہل زمانہ سے چھپائے رکھا

ذات حضرت علی المرتضیٰ میں فنائیت

ایک دن نماز فجر سے قبل عالم مراقبہ میں کشف ہوا۔ کہ میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی ذات میں فنا ہو گیا ہوں۔ عجیب کیفیات وارد ہوئیں۔ پھر میں ذات اقدس سے نکل کر آپ کے سامنے دوڑا ہوا ہو کر بیٹھ گیا ہوں۔ اسی طرح کئی مرتبہ ہوتا رہا ذات اقدس میں فنا ہونے پر ایک عجیب قسم کا سرور اور نور میرا احاطہ کر لیتا۔ اور ایک کیفیت سردی طاری ہو جاتی۔ اس کیفیت کی یاد سے بھی ایک خاص حلاوت حاصل ہوتی ہے۔
والحمد لله علیٰ ذلک

حضرت خطیب الاسلام کا یہ کشف اس امر کا غماز ہے کہ آپ کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات میں کامل فنائیت اور ان کی نیابت کا اعزاز حاصل تھا۔ ۲

۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم، خطیب الاسلام نمبر ص ۸۸، ۸۹، شمارہ اپریل، مئی ۱۹۸۳ء۔

۲۔ مقالات خطیب الاسلام رشحات قلم حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ ص ۲۴۰

فیوضاتِ امام جعفر صادق کے تقسیم

یکم فروری ۱۹۶۱ء کو موضع سہاری (شکر گڑھ) میں خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی بزرگ صورت آدمی، مٹی کے کورے پیالے میں پانچ پانچ جامن ڈال کر تقسیم کر رہے ہیں۔ لینے والوں کا ہجوم ہے۔ میں قریب سے گزرا تو اس بزرگ ہستی نے مجھے بلا لیا اور پیالے تقسیم کرنے کا فرض میرے ذمے لگا دیا۔ چنانچہ میں تقسیم کر رہا ہوں میں نے محسوس کیا کہ پیالہ دینے سے پہلے مانگنے والے کی نیت اور کیفیت قلب۔ مجھ پر منکشف ہو جاتی ہے۔ اور میں صرف موزوں لوگوں کو ہی پیالہ دیتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری تقسیم درست ہے۔ اور پیالہ صحیح ہاتھوں میں ہی پہنچ رہا ہے۔

میں نے خود جامن چکھا تو عمدہ کشمیری سیب کا مزا پایا۔ ایک اور بزرگ آدمی، سفید ریش، درویشانہ وضع کے قریب کھڑے ہیں۔ ان سے میں نے وجہ پوچھی کہ جامنوں کا ذائقہ سیب کا سا کیوں ہے؟

تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جنت کے جامن ہیں اور وہاں ان کا مزا سیب کا ہی ہے میں نے پوچھا۔ آپ کی تعریف کیا ہے؟

تو انہوں نے اپنا نام ابوالحسن بتایا

میں نے عرض کیا کہ آپ خرقانی ہیں

تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا

پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ جامن بھرے کوزے تقسیم کرنے والے بزرگ کون ہیں؟

تو فرمایا کہ یہ حضرات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں

میرے آنکھ کھلی تو سیب کی لذت کا اثر میرے منہ میں موجود تھا۔ والحمد للہ علی ذالک

فیضانِ غوثِ الاعظم

۲۸ جنوری ۱۹۶۱ء کو اپنے گھر میں پانچ بجے صبح مطالعہ کر رہا تھا۔ کہ کتاب، روشنی اور مکان یک لخت گم ہو گئے۔ اور ایک نئی محفل، عجیب قسم کی روپہلی اور خنک روشنی لئے نمودار ہوئی۔

شاہی دربار کی سی آرائش ہے..... اور وہی دبدبہ اور ضابطہ ہے۔ ایک نورانی بزرگ اک مرصع تخت پر تشریف فرما ہیں..... انہوں مجھے قریب بلایا..... دل نے کہا کہ دست بوسی کرو..... میں نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا..... انہوں نے خندہ پیشانی سے میری پشت پر دست شفقت رکھا..... ان کے ہاتھ کے مس سے ایک عجیب لذت محسوس ہوئی..... اور سینہ میں بے پناہ وسعت محسوس کی..... انہوں نے ایک رنگین اور مرتع دستار میرے سر پر رکھ دی

چند دوسرے حاضرین نے کچھ پھولوں کے ہار مجھے پہنا دیئے..... ان پھولوں کے رنگ و بونے مجھے بے خود کر دیا..... کہ ایسے پھول اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے۔ کچھ لوگوں نے مجھے مبارک باد کہی۔ میں نے اوپر نگاہ کی تو ایک کتبہ لکھا دیکھا

”دربار حضرت غوث اعظم محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ“

جنت کی سیر

ایک دن پھر نماز فجر سے قبل اچانک کشفی کیفیت طاری ہوئی۔ خود کو ایک خوبصورت اور شیریں مقال مینا کے روپ میں بدلا ہوا پایا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ یہ مینا میں ہی ہوں۔ ناگاہ دیکھا کہ انواع و اقسام کے ہزار ہا خوبصورت، اور نغمہ آفریں پرندے وہاں اور بھی موجود ہیں۔ اپنے رنگ و روپ اور صورت و صوت میں، ہر پرندہ دوسرے سے مختلف ہے۔ اور ہر ایک کی دلربائی کی اپنی یگانہ شان ہے۔ ان کی نغمہ سرائی سے ایک

عجیب سردی ترنم پیدا ہو رہا ہے۔ موسم معتدل اور بہار کا ہے۔ وہاں کی روشنی صبح کے وقت سے ملتی جلتی ہے۔ میں خود بھی نغمہ سراؤں میں شامل ہوں۔ اور ساتھ ہی ایک سامع کی حیثیت سے اس سردی نغمہ کا مزا بھی لے رہا ہوں۔ وہاں کے درخت عجیب و غریب، رنگین، چمکدار اور شفاف دھات کے بنے ہوئے ہیں۔ اور پھول اور کلیاں زرد یا قوت وغیرہ کے معلوم ہو رہے ہیں۔ پرندے، مسرت اور مستی میں ناچتے ہیں اور نغمے گاتے ہیں۔ ہر ایک اپنی ہی دھن میں مست ہے۔ باہم کوئی کلام کا رابطہ نہیں، لیکن سبھی ایک دوسرے کی موجودگی سے خوش ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ ننھے منے پرندوں کا نغمہ ایک معین صوت کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ اور آواز آرہی ہے۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ الرَّحِيمِ بس یہی وہ فقرہ آیت قرآنی ہے جو بار بار اس نغمہ کی پہنائیوں سے ابھر رہا ہے۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ الرَّحِيمِ ۱

چورہ شریف کا احترام

سرزمین چورہ شریف سے اباعن جد آپ کی عقیدت مثالی تھی ایک دفعہ چورہ شریف کی حاضری کے دوران فرمانے لگے ”مجھے ان فضاؤں میں ہر طرف انوار چمکتے نظر آ رہے ہیں

ایک مرتبہ جب چورہ شریف کے صاحبزادگان کا آپس میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ تو عرس شریف کے موقع پر خطاب کے دوران آپ نے فرمایا

اے مشائخ و صاحبزادگان چورہ شریف تمہاری رگوں میں قطب العالمین حضور قبلہ باواجی نور محمد چورہ ہی قدس سرہ کا خون ہے۔ تم تو باواجی کی اولاد ہو۔ میں تو چورہ شریف کے کتوں کا احترام بھی لازم سمجھتا ہوں۔ لہذا میں آپ کے کسی معاملہ میں

فریق نہیں بن سکتا۔ پھر فرمایا میں باواجی کی اولاد کا غلام ہوں میرے جد امجد چورہ شریف میں ننگے پاؤں حاضری دیا کرتے تھے۔

○ میں بادشاہوں سے کبھی نہیں ڈرا۔

○ سیاست دان میرے سامنے طفل مکتب ہیں

○ اہل زبان میرے حلقہ سخن میں زیر تربیت ہیں

○ حاکموں اور جاہلوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لاکارنا میرا ورثہ ہے کبھی کسی

میدان میں مرعوب نہیں ہوا۔ لیکن جب کوئی بوریا نشین مرد فقیر دیکھتا ہوں تو نگاہیں جھک

جاتی ہیں اور اس کا ادب و احترام دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے

سات ولیوں کی گود میں

حضرت خطیب الاسلام اپنی نجی محفلوں میں بطور خاص فرمایا کرتے تھے کہ مجھے

سات ولیوں کی گود میں بیٹھنے اور کھیلنے کا شرف حاصل ہوا ہے جن میں میرے جد امجد

حضرت سیدنا خواجہ محمد امین المعروف حضرت ثانی اور والد ماجد حضرت خواجہ سید محمد حسین

شاہ، حضرت خواجہ احمد نبی زلفاں والی سرکار (چورہ شریف) حضرت پیر سید جماعت علی

شاہ لاثانی علی پوری علیہم الرحمۃ والرضوان کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ایک بار آپ فرمانے لگے حضرت پیر لاثانی قدس سرہ نے اس وقت مجھے گود میں

بٹھا کر پیار کیا جب میں جوان تھا۔ آپ نے مجھے جن دعاؤں اور محبت آمیز کلمات سے

نوازا وہ میری زندگی کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ ایک بار علی پور شریف میں عرس کے موقع پر

خطابت کے لولوئے لالہ لٹاتے ہوئے فرمانے لگے سنیو!

تمہیں علماء و مشائخ تو بہت ملیں گے۔ لیکن کوئی فیض الحسن نہیں ملے گا

کیونکہ نہ اب کسی کو پیر لاثانی ملے گا۔ نہ ان کی گود ملے گی اور نہ مجھ جیسا گود میں بیٹھنے

والا ملے گا۔

اندازِ تربیت

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک عظیم المرتبت شیخ طریقت ہونے کے ناطے حضرت خطیب الاسلام سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے تمام رموز و اسرار سے واقف تھے۔ اس طریقہ مبارکہ کے مطابق اپنے مریدوں پر خصوصی توجہ فرماتے۔ تعلیمات مجدد الف ثانی کے مطابق اپنے ارادت مندوں کی اصلاح فرماتے۔ جب روحانی و تبلیغی دورے فرماتے۔ تو نہ صرف اپنے خطابات میں سلسلہ طریقت کی پابندی پر زور دیتے بلکہ محافل ذکر کا خاص طور سے اہتمام فرماتے اور سلوک مجددیہ کے مطابق روحانی سر بلندیوں کو طے کرنے کی تلقین فرماتے لطائف ستہ طے کرواتے۔ توجہات سے نوازتے۔ مراقبات کی عملی مشق کرواتے۔ مریدوں سے خطاب فرماتے ہوئے سنت و شریعت کی پابندی اور تطہیر قلب پر خاص زور دیتے۔ اپنی ایک تقریر دلپذیر میں مریدین کو سنت و شریعت پر عمل کرنے پر یوں ابھارا

یاد رکھو! چلے..... وظیفے..... مجاہدے..... ریاضتیں آسان ہیں لیکن شریعت اور سنت پر عمل کرنا سب سے مشکل ہے خاص کر فرائض کی ادائیگی نفس کیلئے بے حد بوجھل ہے۔

وَإِنَّهَا كَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ

شریعت پر عمل کرنے سے ہی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ غیر مسنون چلے اور ریاضتیں بدعات کے زمرے میں ہیں۔ بدعات کے ذریعے نفس مارنا شیطانی و سواس ہیں نفس پر سب سے بوجھل چیز شریعت ہے شریعت کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور معرفت کے بغیر یقین و ایمان کی دولت حاصل نہیں ہو سکتی

اسی لئے نقشبندی خاندان کا کوئی خادم..... کوئی طالب..... کوئی سالک..... اگر

چاہے کہ وہ شریعت و سنت پر عمل کئے بغیر سلوک نقشبند یہ طے کر سکے گا تو وہ کسی اور طرف جائے یہاں وہ چیز نہیں ہے۔

لیکن جب اس خاندان میں آؤ گے تو تمہاری سب سے پہلی ریاضت شریعت حقہ پر عمل کرنا ہے ظاہراً باطناً فرائض کو ادا کرنے کے بعد نوافل تک جانا ہے اسی سے قرب و الایت حاصل ہوتا ہے ہر وہ چلے یا ریاضت جو سنت کے خلاف ہو بے کار ہے اس سے فیض نہیں ملے گا۔

تعلیمات مجددیہ عین تعلیمات نبویہ ہیں سنت کی پابندی طریقت نقشبند یہ کا نقطہ کمال ہے۔ ۱

✽ تصوف میں تطہیر قلب کی اہمیت کو آپ نے اس انوکھے اور دلکش انداز سے بیان فرمایا کہ طالبان طریقت کیف و مستی میں ڈوب گئے۔ فرمایا

جناب والا! اب دل تو ایک ہے ہم لوگ چاہتے ہیں کہ دل میں

بندے بھی ہوں اور جانور بھی

کارخانے بھی ہوں اور فیکٹریاں

دولت بھی ہو اور عورت بھی

اور ایک کونے میں آ کر خدا بھی سما جائے

بھلا جو انسان دل کو سرائے بنا بیٹھے اور خانہ کعبہ میں گھوڑے باندھے دنیا

کی دولت اور سامان کو دل میں جگہ دے اور پھر خواہش کرے کہ ایک کونے

میں یار بھی آجائے وہ کتنا نادان ہے یار تو اتنا بے نیاز ہے اتنا غیرت مند

ہے کہ وہ کہتا ہے دل سے سب کو نکال دے دل کو ہر روز اکڑا کر کٹ اور

۱۔ تعلیمات امام ربانی۔ خطاب خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ

غلاظت سے پاک کر..... حتیٰ کہ تو بھی نہ رہے..... اور کچھ بھی نہ رہے..... تو میں اس وقت آؤں گا!

✽ حضرت خطیب الاسلام کے اندازِ تربیت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ اپنے مریدین کے قلب و ذہن کو بے اثباتی کائنات کی طرف لے جاتے اور فقط اثباتِ حق کا بنی پرچار کرتے اپنے خطابات و دروس طریقت میں ہمیشہ یہ فرماتے یہ کائنات حقیقی نہیں بلکہ ظلم و خیال ہے اس میں پھنسے سے احتراز کرو۔ آپ کا اندازِ تربیت ملاحظہ ہو ہمارے نزدیک دینا و مافیہا کچھ بھی نہیں..... یہ دنیا محض وہم ہے یا خواب ہے..... اگر اس دنیا کو حقیقی سمجھو گے..... تو لاکھ مولوی بن جاؤ..... عابد بن جاؤ..... مبلغ بن جاؤ..... دنیا کے جال سے کبھی نہ بچ سکو گے..... بچو گے کب؟

جب تعلیماتِ مجددیہ کے مطابق تمہیں اس بات کا یقین ہو جائے..... کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں..... یہ نقل ہے اصل نہیں..... خواب ہے حقیقت نہیں..... جس طرح نی۔وی پر توپ چلے تو ڈرتے نہیں..... شیر گرجے تو ہم بھاگتے نہیں..... بڑی خوبصورت عورت آئے تو ہم عشق نہیں کرتے..... کیونکہ پتہ ہے..... یہ نقل یا تصویر اصل یا حقیقت نہیں..... اسی طرح نقشبندی مجددی درویش، مجددی تعلیمات کے مطابق اس دنیا کو وہم و خیال..... غیر حقیقی اور فانی شے سمجھتا ہے۔ اس سے دل نہیں لگاتا۔

حضرت مجددِ رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ ایک لائٹ کے پتے پر آگ لگائی جائے اور جب کونکہ خوب سرخ ہو جائے۔ تو اس لائٹ کو زور سے سمایا جائے۔ تو دور سے دیکھنے والے کو ایک دائرہ معلوم ہوگا۔ حالانکہ آگ کا دائرہ ہرگز نہیں ہے۔ صرف لائٹ کے پتے سے دائرہ کا ظلم اور وہم پیدا ہوا ہے۔

تعلیماتِ امامِ ربانی۔ خطاب۔ خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ مطبوعہ

دیکھنے والوں کو واقعی اور حقیقی نظر آتا ہے۔ حقیقت میں ہے نہیں۔

آپ فرماتے ہیں جس طرح کونکے کی گردش تمہیں دائرہ نظر آتا ہے۔ حالانکہ ہوتا کوئی نہیں۔ اسی طرح گردش افلاک سے کائنات کا طلسم اور وہم ہمیں نظر آتا ہے۔ لیکن ہے کچھ بھی نہیں

یہ ہے نقشبندی خاندان کی تعلیم! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ دنیا کے متعلق یہ نظر یہ ذہن میں بنھالیں۔ تو شیطان آپ سے دور بھاگ جائے گا اور آپ حقیقی منزل کو پالیں گے۔ انشاء اللہ

لیکن اگر آپ دنیا کی چیزوں کو۔۔۔ عورت کے حسن کو۔۔۔ شیرینی کے ذائقے کو۔۔۔ اقتدار اور حکومت کو واقعی اور حقیقی سمجھ لیا۔۔۔ تو آپ دنیا کے فتنوں سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔

تم اکثر خوابیں دیکھتے ہو۔۔۔ شادی کرتے ہو۔۔۔ بیوی کے پاس جاتے ہو۔۔۔ بچے جننے ہو۔۔۔ لڑائی کرتے ہو۔۔۔ مار کھاتے ہو۔۔۔ درد ہوتی ہے۔۔۔ خون بہتا ہے ڈر لگتا ہے۔۔۔ کبھی موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔۔۔ لیکن جب جاگتے ہو۔۔۔ تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بس یہی دنیا ہے۔۔۔ جب خواب سے آنکھ کھلتی ہے۔۔۔ تو پتہ چلتا ہے جو ہنگامہ دیکھا تھا۔۔۔ وہ کچھ بھی نہ تھا۔۔۔ اس طرح جب مرو گے۔۔۔ آنکھیں بند ہوں گی۔۔۔ تو پتہ چلے گا۔۔۔ کہ دنیا کا جو ہنگامہ میں دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ کچھ بھی نہ تھا۔۔۔ میں گویا خواب دیکھ رہا تھا یا وہم ہو گیا تھا۔

یہی فرق ہے۔۔۔ دنیا دار اور درویش میں۔۔۔ دنیا دار کو مر کر پتہ چلتا ہے کہ دنیا فضول شے تھی۔۔۔ اور درویش کو یہاں ہی پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا بے کار شے ہے اسی لئے درویش دنیا کی دلکشی میں ہرگز نہیں پھنستا۔

خطیب الاسلام قدس سرہ کی

شاعری

پروفیسر محمد اکرم رضا گوجرانوالہ



حضرت خطیب الاسلام کو برصغیر کے سیاسی و علمی حلقوں میں جو مقام حاصل رہا وہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ ایک صاحب طرز خطیب اور نامور روحانی سجادہ آلو مہار شریف کی روحانی سطوتوں کے امین تھے۔ آپ خطابت کے اس عظیم دبستان کی آخری کڑی تھے جس کا نقش اول ہونے کا اعزاز علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کو حاصل تھا۔ وہ عہد بھی کتنا عظیم تھا کہ جب زندگی کی پہنائیوں سے اس کا روان خطابت کے معرکہ آرا خطیب برصغیر کے سیاسی و علمی اسٹیج پر اپنے اپنے تاریخی کردار کی ادائیگی کے لئے ابھر رہے تھے۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن نے خطابت کی بزم آرائیوں سے لے کر تحریک آزادی کی بزم آرائیوں تک ہر جگہ اپنی خداداد صلاحیتوں کا جاؤ و جگائے رکھا۔ آہستہ آہستہ آپ کی خطابت اس قدر مسلمہ اور قابل رشک ہوتی گئی کہ آپ کا تشخص ایک عظیم المرتبت خطیب کی حیثیت سے ابھرا اور پھر لوح وقت پر یادگار حیثیت

اختیار کر گیا۔

آپ ایک بلند پایہ مقرر اور دلوں کے تار چھیڑنے والے خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی ذوق سے بھی بہرہ ور تھے۔ یہ ادبی ذوق آپ کی تقاریر میں اشعار کے بکثرت استعمال اور خوبصورت زبان و بیان سے بخوبی جھلکتا تھا۔ ادبی ذوق کی یہی فراوانی آپ کو شاعری کے وچے میں داخل کرنے کا باعث بنی۔ ایک معروف روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہونے اور ذہن رسا رکھنے کی بناء پر آپ کو تصوف کے اسرار و رموز سے عمر بھر آگاہی رہی۔ لیکن آپ کی یہ تمام خصوصیات آپ کے مقررانہ تشخص کے پیش منظر میں کھو کر رہ گئیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپ مقرر بھی اس پائے کے تھے کہ دوران تقریر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے الفاظ کا جھوم آپ کے دست بستہ اذن باریابی کا منتظر ہے کہ جس لفظ کو چاہا منتخب کر کے اسے محل استعمال، مؤثر لہجے، پرتا شیر آہنگ اور حسن ادائیگی کی بدولت کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ آپ کی تقریر میں تیغ خارا شکاف کی کاٹ بھی تھی اور صحرائے بے کنار کی وسعت بھی۔ تقریر کیا تھی لفظوں کا آبشار تھا جو ذہن و فکر کی بلندیوں سے پھوٹتا ہوا ذوقِ سماعت کے نشیب کی طرف لپک کر اپنے جلت رنگ کا تاثر چھوڑ جاتا۔ جب خطابت اس معیار کو پہنچی ہوئی ہو تو پھر اس خطیبانہ تشخص کے حیرت انگیز تاثر میں ان کی دوسری صفات کا محو نظر ہو جانا اچنبھے کی بات نہیں ہے۔

زیر نظر مضمون میں حضرت خطیب الاسلام کی جو خصوصیت زیر بحث ہے وہ ان کی شعری صلاحیتوں سے متعلق ہے۔ آپ نے تمام زندگی خود و شاعر کی حیثیت سے بھی تسلیم کروانے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی داد لینے کے لئے محافل میں اپنا گلام سناتے تھے۔ البتہ کسی نجی محفل میں اگر اصحاب علم و دانش جمع ہوتے اور اصرار کرتے تو پھر چند اشعار سنادیتے۔ آپ کو قدرت کی طرف سے عشق حضور رسالتما ب علی اللہ علیہ وسلم کی دولت ودیعت ہوئی تھی، یہی عشق رسول جو عمر بھر ان کی ولولہ انگیز اور ایمان آفریں

تقاریر میں حسن تاثیر کی صورت میں جلوہ فگن رہتا تھا، ان کی نعتیہ شاعری کی اساس بن گیا۔ ان کی تقریروں اور تحریروں میں شان رسالت جس اہتمام کے ساتھ جھلکتی نظر آتی ہے اسی کی جھلک ان کی نعتوں سے ہویدا ہے۔ آپ کی زندگی کا مدعا محبت رسول کی تبلیغ تھا اس لئے آپ نے نعتوں سے بھی عشق و عقیدتِ مصطفیٰ کی خوشبوئے جاں نواز لٹانے کا کام لیا۔ اگرچہ آپ کی نعتیہ شاعری بطور خاص بزم آرائیوں یا مجلس طراز یوں کے لئے نہیں تھی مگر آپ سے قریب رہنے والے اصحاب دل گواہ ہیں کہ جب بھی آپ اپنی کوئی نعت سناتے یا کسی صاحبِ ترنم نعت خواں کو خوش نوائی سے پڑھنے کیلئے عطا کرتے تو پوری محفل جذب و شوق اور عشق و عقیدت سرورِ کونین کی خوشبو سے مہک مہک اٹھتی۔

حضرت خطیب الاسلام ایک بڑے علمی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی گھر میں علم و ادب کا غیر معمولی چرچا دیکھا۔ چونکہ قدرت نے طبع موزوں عطا کر رکھی تھی اس لئے چھوٹی عمر ہی میں شعر کہنے لگے۔ کالج کی تعلیم کے دوران آپ کے ساتھ پڑھنے والے کئی عظیم و سر بلند اصحاب اس دور میں آپ کی شعری صلاحیتوں کا تذکرہ کر چکے ہیں، اس کی ایک مثال روزنامہ نوائے وقت میں نامور شاعر فیض احمد فیض کا شائع ہونے والا وہ انٹرویو ہے جس میں فیض نے کالج کی تعلیم کے دوران میں سید فیض الحسن کے بہت اچھے شاعر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ مرے کالج سیکلوٹ میں (جہاں سے صاحب نے بی اے کیا تھا) فیض احمد فیض ان سے ایک سال آگے تھے۔ اس انٹرویو میں فیض نے اس امر کا بھی اظہار کیا ہے کہ انکے والد روحانی سکون اور تزکیہ نفس کیلئے آلو مہار شریف (صاحبزادہ فیض الحسن کے آبائی گاؤں) جایا کرتے تھے۔

کسی بھی شاعر کی شعری عظمتوں کا احاطہ کرنے کے لئے اس کے فکری پس منظر کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کے ان عوامل پر بھی نظر ڈالنا پڑتی ہے جو اس شاعر کی ادبی و

لسانی رفعتوں اور اس کے علمی تشخص میں پوشیدہ نظر آتے ہیں۔ حضرت خطیب الاسلام نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ غلامی کا دور تھا۔ چاروں طرف فرنگی استبداد کی وبہشت خیزیوں کے چہ پتے تھے۔ ایسے حالات میں علامہ محمد اقبال شاعری کے افق پر آزادی کی روشنی بخشنے والے مکالمے کی صورت نمودار ہوئے۔ اقبال کی فکر اتنی عظیم اور اس کی فلسفیانہ لے اتنی ہمہ گیر تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے پورا عالم اسلام اس سے متاثر دکھائی دینے لگا۔ شمع آزادی کے پرستاروں کیلئے اقبال صبح آزادی کی نوید بن کر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ سکول کی زندگی گزار کر کالج میں داخل ہوئے تو اقبال کے افکار تازہ ان کے ادراک و محسوسات کو نئی زندگی بخش رہے تھے۔ یہ اقبال سے یوں متاثر ہوئے کہ اقبال کی شاعری ان کی ولولہ انگیز خطابت کا لازمی جزو بن گئی اور پھر آہستہ آہستہ ان کی شاعری میں فکر اقبال کی جلوہ گری اپنے حسن تاثیر کا احساس دلانے لگی۔

حضرت خطیب الاسلام نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے روحانی خانوادہ سے وراثت میں ملا تھا۔ اسی عشق رسول کی بدولت ان کی قوت فکر کو عظمت ایمان اور مخلوق خدا میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہی جذبہ عشق رسالت مآب انہیں دوسری اصناف کی نسبت نعت و منقبت اور نظموں طرف خصوصی توجہ دینے پر مجبور کرتا رہا۔ ان کی نعتوں میں فکر اقبال کے علاوہ ظفر علی خاں کے شکوہ بیان اور امام احمد رضا خاں کے سوز و گداز کی ایمان پرور جھلک بھی نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ آپ نے غزلیات بھی لکھی ہیں لیکن آپ کی غزلیات میں محبوبان مجازی کا تصور نہیں ملتا بلکہ اطاعت خداوندی اور معاملات تصوف کی چاشنی نظر آتی ہے۔ ان کی منظومات خاص طور سے فکر اقبال کا پر تو لے ہوئے ہیں بلکہ یہ بہنا ب جانہ ہوگا کہ اگر آپ کی یہ منظومات آپ کا نام دیئے بغیر باقیات اقبال کے نام سے شائع کر دی جائیں تو بیشتر اصحاب انہیں اقبال کی ریاضت فکر تصور کر لیں گے۔

حضرت خطیب الاسلام کے دور میں علامہ اقبال کے ساتھ ساتھ ظفر علی خاں کا نام بھی پوری فکری توانائیوں کے ساتھ گونج رہا تھا۔ ظفر علی خاں کے ہاں نعت میں سوز و گداز کے ساتھ ساتھ بلند آہنگ لہجہ بھی ملتا ہے۔ ظفر علی خاں کی شخصیت میں ایک دور کی عظمت جھلکتی تھی، انہوں نے نعت کو سرور و کیف کی خوشبو میں بسا کر جس طور سے اپنے دور کی صداقتوں کا ترجمان بنایا تھا وہ انہی کا خاصہ ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام میں ظفر علی خاں کے شکوہ بیان کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے۔

تیری نوائے شوق سے وجد میں ہے حریم ذات
تیری نظر کے کیف سے مست ہے محفل حیات
مرہم زخم بے کسی خندہ زیر لب ترا
چارہ دردِ عاجزی تیری نگاہِ التفات
تیرے جمال کی قسم رقص کرے گا حشر تک
تیرے نوائے شوق کی دُھن پہ ضمیر کائنات ۱



تیرے وقار پر فدا رعب و جلال موسوی
تیرے جمال پر نثار جلوہ حسن یوسفی
تیری نگاہِ لطف ہے چارہ دردِ عاجزی
خندہ زیر لب ترا مرہم زخم بے کسی
ساقی محفلِ الستِ رحمتِ عام سے تری
آگیا اعتدال پر کیفِ مزاجِ زندگی

کرتے ہیں تیری ذات پر ناز تمام انبیاء

تیری قبائے حسن ہے تاب رخ چیمبری ل

حضرت خطیب الاسلام کو قدرت نے جہاں ذہن رسا عطا کیا تھا وہاں اسلامی اقدار سے وابستگی کی دولت بھی بخشی تھی۔ اس لئے ان کی نعیم عشق و عقیدت کی سر بلندی کے ساتھ ساتھ ادب و احترام اور احتیاط کی عکاسی کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنی نعتوں میں بلند پایہ مضامین ادا کئے ہیں اور یہ امر خاص طور سے مد نظر رہا ہے کہ ان مضامین کی ادائیگی محض داد و ستائش کی خاطر مقامات شرعیہ سے انحراف کا باعث نہ بن جائے۔ مضمون آفرینی کو صنف شاعری میں خاص مقام حاصل ہے، بلند مضامین کی بدولت ہی یادگار اشعار تخلیق ہوتے ہیں اور دوامی ادب کے ایوان میں زندگی پاتے ہیں۔ شاعر مضمون آفرینی کے جوہر دکھا کر جہاں اپنی قادر الکلامی کا احساس دلاتا ہے وہاں زبان و ادب کو بیش بہا ادبی سرمایہ عطا کرنے کا باعث بھی بنتا ہے۔

نعت کے میدان میں مضمون آفرینی محض پرواز تخیل کی متحمل نہیں ہو سکتی کہ اپنی زبان دانی کا سکہ بٹھانے کے لئے جو چاہے کہہ دے بلکہ نعت میں پیش کئے جانے والے مضامین اس قدر ادب و احتیاط کا تقاضا کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ شاعر کو نعت لکھتے ہوئے قدم قدم پر شریعت مطہرہ کی نزاکتوں کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی معمولی سی لغزش بھی تنقیص تو حید یا توہین رسالت کا باعث بن سکتی ہے۔ حضرت خطیب الاسلام اپنی نعتوں میں نہایت پاکیزہ اور خوبصورت مضامین پیش کرتے ہیں۔ آپ صاحب علم و فضیلت شخص تھے آپ نے عشق و عقیدت کی تمام تر عظمتوں کو دل و جان میں جگہ دیتے ہوئے اپنے راہوار فکر کو کسی مقام پر بھی بے قابو نہیں ہونے دیا اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں مضمون آفرینی کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ ان

کی تب و تاب مدتوں قلوب و اذہان کو ذوق معرفت عطا کرتی رہے گی۔ جہاں تک عظمت و شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے انہوں نے دل کھول کر آپ کی رفعتوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ امر خاص طور سے مد نظر رکھا ہے کہ مضمون کی وسعت کے ساتھ ساتھ نزاکت شعری اور ادبی و فنی حسن کے لوازم بھی مہیا ہوتے رہیں۔ مثال کے طور پر

جمشید کا تو جام تھا جامِ جہاں نما
جامِ خدا نما ہے مگر جامِ مصطفیٰ
بن جائے موت زندگی جاوداں وہیں
بنگامِ نزع لب پہ ہو گر نامِ مصطفیٰ ۱



یہ فیض عام ہے اے رحمت تمام ترا
جہاں میں درد کوئی لا دوا نہیں ملتا
وہ آئے ساقی کوثر کے میکدے میں ذرا
جسے گمان ہے آب بقا نہیں ملتا
سنبھال لیتا ہے دست کرم ترا اس کو
جہاں میں جس کو کوئی آسرا نہیں ملتا ۲



بخشا جمال زندگی جاں کو شہ حجاز نے
بخشی ہے دل کو روشنی نورِ نظر نواز نے
میرے جلو میں جلوہ ریز کتنے ہی کوہ طور ہیں
بھر دیا دامن طلب خاک رہ حجاز نے

پاس ادب سے گو رہی مہر بلب زبان فیض
قصہ نم سنا دیا اشک سخن طراز نے ۱



تلاش غنہ کو ہے خود گناہگاروں کی
یہ فیض عام ہے اے رحمت تمام ترا
اسی کی دھن پہ تو عشاق رقص کرتے ہیں
ہے ساز عشق کا مضراب پاک نام ترا ۲

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔ حضور سرور کائنات
مدوح دو عالم ہیں۔ خدا، ملائکہ اور انسان سب کے سب حضور کے ثنا گو ہیں۔ خدا کی
خوشنودی فقط اسی صورت حاصل کی جاسکتی ہے کہ دلوں میں عشق حضور کی شمع فروزاں کی
جائے۔ اگر کسی خوش بخت دل کو حضور کی محبت میسر آ جائے تو وہ اللہ کو عزیز ہو جاتا ہے
کیونکہ خدا کو اپنے محبوب کی توصیف نہایت عزیز ہے۔ محبت رسول سوز و گداز، وارفتگی اور
ذوق و شوق کا تقاضا کرتی ہے۔ جس انسان کو یہ دولت میسر آ جائے وہ اپنا شمار دنیا کے
خوش بخت انسانوں میں کرتا ہے۔

حضرت خطیب الاسلام کی تمام زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و
توصیف کا آوازہ بلند کرتے ہوئے گزری ہے۔ تحریک آزادی کے دوران میں اور اس
کے بعد بھی ان کی تقاریر کا موضوع عظمت و شان مصطفوی رہا ہے۔ محبت رسول کی یہی
رفعت ان کی نعمتوں میں بھی اجاگر ہے۔ اقبال اور ظفر علی خاں کے بعد ان کی نعمتوں
میں احمد رضا خاں بریلوی کا عشق و گداز نمایاں نظر آتا ہے۔ وہی شریعت کے آداب
کی پاسداری۔ وہی احترام و عقیدت مصطفیٰ کی ارزانی۔ وہی وارفتگی شوق۔ وہی

روحانی جذبہء استغراق..... وہی ہجر و فرقت کی بے تابی و بے قراری..... وہی آرزوئے
دیدار کی سرخوشی و سرشاری اور وہی مقاماتِ محبوب خدا کی سر بلندی و سرفرازی کا
اعلان..... ملاحظہ کیجئے!

ہم سری کون کرے تیری کہ خود خالق نے
جب کیا ہی نہیں ثانی کوئی پیدا تیرا
اہل ایماں کے نزدیک کئی لاکھ گنا
مشک و عنبر سے گراں تر ہے پسینہ تیرا
بستہء قیدِ زماں تھا دمِ عیسیٰ کا کمال
دور ہے تا بہ ابد میرے مسجا تیرا
ساقی حشر ملے فیض کو بھی جام کوئی
میکدہ تیرا سب تو تیرا ہے مینا تیرا ۱



فکر و فن تیرے لئے حسنِ بیاں تیرے لئے
اہتمامِ بزم ہے اے جانِ جاں تیرے لئے
کاروانِ عشق کی تو منزل مقصود ہے
ہے یہ سارا ذوق و شوقِ رہرواں تیرے لئے
شوق نے تیرے اٹھائے سب حجاباتِ قدم
کھل گئے قدرت کے سب رازنہاں تیرے لئے ۲

حضرت خطیب الاسلام کے نزدیک حضور محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء حسن صورت و
سیرت کا حسین مرقع ہیں، آپ مظہر انوارِ خداوندی ہیں۔ حسن صورت کا یہ عالم کہ یسین و

طہ کی تابانیاں آپ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور جو بھی آپ کی صورت دیکھتا ہے پکار اٹھتا ہے کہ ایسا حسین و جمیل چہرہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ نعت گو شعراء نے آپ کے سراپائے اقدس کو ہر دور میں خراج شاعری پیش کیا ہے اور کیوں نہ پیش کرے جب تک یہ سراپائے اقدس فکر و نظر میں نہ بس جائے اس وقت تک نعت نہیں ہو سکتی۔ نعت فی الحقیقت تو صیغہ مصطفیٰ کا شعری روپ ہے اور جب تک محبوب کی شخصیت تصورات کی خلوت میں جلوہ گر نہ ہو جائے اس وقت نعت سے کما حقہ عہدہ برآ نہیں ہو جا سکتا۔

مدحت نگاروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس سراپا کے ایک ایک مطہر عضو کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب آپ کے بہاراں بہاراں وجود کو شعروں کا نذرانہ پیش کیا جائے تو اشعار مہکنے لگتے ہیں۔ الفاظ کے گلستاں کھلنے لگتے ہیں اور تراکیب کے گلدستے بہار آفرینی کی نوید دینے لگتے ہیں۔ حضرت خطیب الاسلام نے بھی حسن تغزل کی خوشبو بکھیرتے ہوئے آپ کے جمال صورت کی عکاسی کی ہے انہوں نے تغزل کی چاشنی سمیٹے ہوئے آپ کے جمال مہر افروز کی لمعہ افشانیوں سے ادراک و وجدان کے نہان خانوں کو یوں منور کیا ہے کہ عظمت حسن مصطفیٰ ہر بار نئے انداز میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ ان کا انداز سخن گوئی ملاحظہ کیجئے!

تیری زباں ہے فقط مظہر رازِ کن فکاں
تیرا وجودِ پاک ہے حق کے وجود کی دلیل
تیری شمیم زلف سے نکبت گلشن جہاں
تیری نگاہِ مست سے مستیِ رودِ سلسبیل



حسن ترا ہے جلوہ گر تابش مہر و ماہ میں
 رنگ ترا ہی ہے عیاں حسن گل و گیاه میں
 تیرے وفورِ نور نے کام کیا حجاب کا
 دیدہ شوق کھو گیا تابش بے پناہ میں ۱



نثار مشکِ ختن ہو ترے پسینے پر
 میرے لئے یہی رُوحِ گلاب کافی ہے
 یہ تیرے گیسوئے شبِ رنگ یہ رُخِ انور
 شبِ سیاہ میں یہ ماہتاب کافی ہے ۲

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بنیادی مقصد کاروانِ انسانیت کو منزل آشنا کرنا تھا۔ آپ کی تشریف فرمائی بلاشبہ جادہٴ حق سے بھٹکے ہوئے بندگانِ خدا کے لئے پیغامِ ہدایت تھی اور پھر جب آپ کے فیضان کا مہر منور چاروں طرف ضوِ فلک ہو گیا تو کفر کی تاریکیوں میں کھوئے ہوئے انسانِ عظمت ایمان کی روشنی سے بہرہ ور ہو گئے۔ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت مقدسہ سے زمانے بھر کو فیضیاب فرمایا۔ قتل و غارت کے خوگر انسان امن و راحت کی دلکش فضاؤں میں زندگی کا نصب العین تلاش کرنے لگے۔ لات و بہل کے پجاری خدائے واحد کے حضور سر بسجود ہو گئے۔ قبائلی و لسانی مصیبتوں کے شکار عرب ایک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوں متوالے ہو گئے کہ آپ کے پسینے پر اپنا خون نچھاور کرنے کو بے تاب رہنے لگے اور عرب کے بدنام معاشرہ کے وہ بدو جو تہذیب کے ادنیٰ تقاضوں سے بھی نا آشنا تھے یکا یک اقوامِ عالم کو تہذیب و تمدن کی آفاقیت سے آگاہ کرنے لگے۔ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی پاکیزہ سیرت کا کمال تھا کہ دلوں کو قرار آ گیا۔ ماحول کو جگمگا بٹ مل گئی اور زندگی پائندگی سے ہمکنار ہو گئی۔

حضرت خطیب الاسلام بھی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کے ممالک قدسیہ سے غیر آگاہ نہیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ حضور کے کردار کی پاکیزگی کا ہی کمال تھا کہ عرب معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن گیا۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن کی شاعری میں حضور کے کمال سیرت کے خوبصورت اشارے بھی ملتے ہیں۔ مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لطف آفرینی، الفقر فخری کی ادائیں، غیر معمولی کرم نوازیاں، حق و صداقت کی پاسداری، خلوص و محبت کی فراوانی، خلق عظیم کی جلوہ افروزیاں، اسوۂ حسنہ کی سر بلندیاں، عظمت کردار کی انسانیت نوازیاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت خطیب الاسلام ہمیں یہ پیغام بھی دیتے ہیں کہ ہم اسی صورت حقیقی مسلمان کہلا سکتے ہیں کہ ہمارے فکر و عمل میں اسوۂ حسنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے تمام عملی تقاضوں کے ساتھ جلوہ گر ہو جائے۔ حضور کی سیرت مقدسہ کے فیضان عام کی جلوہ افروزی سید فیض الحسن کے اشعار میں دیکھئے!

کفیل امن ہے اور ضامن مسرت ہے
زمانے بھر کے لئے حسن انتظام ترا
برس رہا ہے سیاہ و سفید پر یکساں
سحاب رحمت حق بن کے فیض عام ترا



آمد سے تیری دوڑ گئی زندگی کی لہر
بے جان سی تھی محفل دنیا تیرے بغیر

طوفاں زدہ نگاہ اٹھے اور کس طرف
ہے کون بحرِ غم کا کنارہ ترے بغیر ۱



کر کے عطا بدستِ خاص ساغرِ بادۂ الست
کر دیا تو نے معتدل کیفِ مزاج کائنات
مٹ گئے تیرے فیض سے رنگ و نسب کے تفرقے
دونوں جہاں ہیں ایک سے بہرہ ور نوازشات ۲



کمالِ سلسلہء خلقِ احمدِ عربی
نگارِ منفردِ ہاشمی و مطلبی
نہ ہوتی دُور کبھی ظلمتِ شبِ ہستی
تمہارے حسن کی ہوتی اگر نہ جلوہ گری ۳

صاحبزادہ سید فیض الحسن اس حقیقت سے پوری طرح بہرہ ور ہیں کہ باطل
نظریات کے سراب میں گم کاروانِ ہستی فقط تعلیماتِ مصطفوی سے خوشہ چینی کی صورت
میں ہی کامیاب و بامراد ہو سکتا ہے۔ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت
سے بٹ کر ہم ذرہٴ خاک سے زیادہ حقیر ہیں لیکن اگر آپ کی نسبت میسر آ جائے تو
خاک کے ذرے بھی ہمدوش ثریا بن جاتے ہیں۔ آج کا انسان امن و سکون کی تلاش
میں بھٹک رہا ہے۔ عالم اسلام خاص طور پر مشکلات و مسائل سے دوچار ہے۔ وہ قوم
جس کی ہیبت سے شاہانِ عالم لرزاں تھے آج عظمتِ ایمان سے محروم ہو کر نمونہٴ عبرت
بنی ہوئی ہے۔ اس قوم کی قوت و جرأت کے سوتے جو اس کے عزائم سے پھونٹتے تھے

آج خشک ہو چکے ہیں۔ امت اسلام کی اس نکبت و بد حالی کو محسوس کر کے صاحبزادہ سید فیض الحسن کا دل خون کے آنسو روتا ہے اور حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہر بار میں امت اسلام کا استغاثہ پیش کر کے آپ کی نگہ رحمت کے امیدوار بنتے ہیں۔ آپ کی نعتوں میں امت اسلام کی بے بسی و بے چارگی کا فسانہ غم بھی ملتا ہے اور نبی کے نام لیواؤں کی زبوں حالی کی دردناک تصویر بھی نظر آتی ہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں امت کا استغاثہ اس خوبصورت انداز سے پیش کیا ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے آنکھیں بے اختیار شدت احساس سے نم ہو جاتی ہیں۔ اس استغاثہ بخضور سرور کائنات کی ایک تصویر تو دیکھئے۔

المدد اے رحمۃ للعالمین!
 جاں گسل ہے پھر غم دنیا و دین
 جو ترے قدموں کے صدقے میں ملی
 تنگ ہے اسلام پر وہ سرزمین
 بڑھ رہے ہیں پھر ہوس کے فاصلے
 ہو رہا ہے قلب پھر اندوہ گیس
 پھر مقابل گردش حالات ہے
 زہر کو سمجھا مسلمان انگلیں
 ہو سکے گی کفر کے ذر پر نہ خم!
 حشر تک تیرے غلاموں کی جبیں
 بے کسوں کا مشکلات دہر میں
 جز ترے بلجا نہیں ماوی نہیں

دے رہی ہے مصلحت کوشی کا درس
 دل کو عقلِ نارسا کوتاہ میں لے
 کبھی سید فیض الحسن آلامِ روزگار کا فسانہ غم سنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہ
 رحمت آفریں کے یوں امیدوار بنتے ہیں

میرے غم کا بھی مداوا کیجئے
 اے امامِ اولیں و آخریں
 تیرے ہوتے میں رہیں غم رہوں
 شانِ رحمت کو تو یہ زیبا نہیں
 ہے حصارِ عافیت تیرا دیار
 ہے پناہ بے کساں تیری زمیں
 کر نظر مہر درخشانِ عرب
 ہے مرا ماحولِ ظلمت آفریں
 امتحانِ کارگاہِ شوق میں !!
 تو مرا ناصر ہو تو میرا معین
 پھر اٹھے محفل سے شورِ ہاؤ ہو
 آشنائے درد ہوں اہل یقیں
 پھر ترا ہی نام ہو وردِ زباں
 پھر تیری ہی یاد ہو دل میں مکیں ۲

نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فکر و فن کی معراج بھی ہے اور لوح و قلم کا وقار
 بھی۔ علم و ادب کا افتخار بھی ہے اور بزمِ ہستی کا نگار بھی۔ ہر عہد اس کا عظمت شناس ہے

تو ہر صدی اس کی رفعت آشنا۔ ادیبوں نے اسے فکر کا بانگین سمجھا تو خطیبوں نے اعجاز نطق خیال کیا۔ دانشوروں نے متاع یقین سمجھا تو عشاق کو اس میں ارمغان محبت کی جلوہ گری دکھائی دی۔ آج کا شاعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن رحمت سے وابستگی اپنا اعزاز اور آپ سے عقیدت کو سرمایہ ایمان سمجھتا ہے۔

حضرت خطیب الاسلام بھی نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے بے پناہ سرخوشی و سرشاری محسوس کرتے ہیں۔ وہ توفیق نعت گوئی کو خدا کی طرف سے عطا ہونے والی نعمت عظمیٰ قرار دیتے ہیں اور اس نسبت روحانی پر انتہائی نازاں ہیں۔ ان کو واقعی یہ حق پہنچتا ہے کہ اس نعت گوئی پر فخر و انبساط کا اظہار کریں کیونکہ یہ خدائے پاک کا احسان ہے کہ وہ قوت گویائی بھی بخشتا ہے اور ایمان کی رعنائی بھی۔ پھر قلب و فکر کو عشق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابندگی عطا کر کے ذوق نعت و مدحت کرتا ہے۔ بلاشبہ توفیق خداوندی کے بغیر مدحت و نعت کی نعمت عظمیٰ انسان کا مقدر نہیں بن سکتی۔ اسی ذوق نعت گوئی پر صاحبزادہ سید فیض الحسن کا اندازِ تشکر ملاحظہ کیجئے

زہے نصیب سعادت ملی ہے مدحت کی
مری نجات کو یہ انتخاب کافی ہے
ہے یہ بھی بندہ ناچیز سرورِ کونین
برائے فیض یہی اک خطاب کافی ہے ۱



شرف یہ بھلا فیض کیا تجھ کو کم ہے

کہ تو بھی ہے ادنیٰ ثنا خوانِ احمد ۲

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات خلاصہ کائنات

ہے۔ آپ کا اسم گرامی وہ اسم اعظم ہے جس سے دلوں میں مرادوں کے پھول کھلتے اور
 تمناؤں کے چمن زار مہکتے ہیں۔ اس نام کی تاثیر مسلم اور اس کی تکرار حلاوت آفریں
 ہے۔ یہ نام کلید مخزن عرفان بھی ہے اور حاصل ایمان بھی۔ اس نام کے ساتھ رحمۃ
 للعالمین کا جو تصور وابستہ ہے وہ محروم انسانوں کے لئے پیام امید بھی ہے اور عالم
 اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی نوید بھی۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ
 وسلم کی رحمت بے پایاں کا تذکرہ اس طرح سے کرتے ہیں کہ عشق و ارادت اپنے تمام تر
 سوز و گداز کے ساتھ شاعر کے مافی الضمیر سے جھلکتے نظر آتے ہیں۔ آپ کی بے کراں
 رحمت کو آواز دیتے ہوئے آپ کو امید ہے کہ اس سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ
 کرم بار کا رخ ادھر ہو گیا تو پھر جملہ مصائب و مسائل گر درِ راہ کی صورت چھٹ جائیں گے۔
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رحمت طلبی کے لئے حضرت خطیب الاسلام کا لہجہ
 انتہائی متاثر کن اور پُر تاثیر ہو جاتا ہے۔ آپ کو عقیدت کی تمام تر شدتوں کے ساتھ یہ
 احساس ہے کہ وہ کس عظیم المرتبت ہستی کے حضور غفو و کرم اور لطف و رحمت کے سوا لی بن
 رہے ہیں۔ حضور کی عظمت اور پھر اپنی کوتاہ سامانی کا احساس انہیں عجز و فروتنی کے ساتھ
 اظہار مدعا کے آداب سکھاتا ہے۔ عجز کو وسیلہ اظہار بنا کر صاحبزادہ سید فیض الحسن کی
 رحمت طلبی کا انداز دیکھئے۔

سن کبھی اے جانِ خوبی قصہء دردِ نہاں
 ہے نکھی دل نے مرے یہ داستاں تیرے لئے
 ہیں اٹھائے فیض بے کس نے بھی اے جانِ جہاں
 کیسے کیسے درد کے کوہِ گراں تیرے لئے ۱



شاہِ کونین! جھکے رہتے ہیں
 سر ترے در پہ جہاں داروں کے
 چھپ گئے دامنِ رحمت میں ترے
 داغِ ہم جیسے یہ کاروں کے
 پیشِ خدمت ہیں صلوة اور سلام
 ارمغان ہیں یہ نمکِ خواروں کے ۱



آ ہی جائے وہ کبھی چارہ گری کو میری
 کام کرنے کا ہے یہ جذبِ تمنا کردے
 چارہ دردِ نہاں یہ تو بڑی بات نہیں
 تیرا اعجاز تو مردے کو مسیحا کردے ۲



مجھ ایسے بے کس و بے آسرا مریضوں کو!
 ترے بغیر پیامِ شفا نہیں ملتا
 سنبھال لیتا ہے دستِ کرم ترا اس کو
 جہاں میں جس کو کوئی آسرا نہیں ملتا ۳



دہنِ خموش رہے گا مگر کہے گی ضرور
 زبانِ شوق مرا حالِ رُو برو تجھ سے

برس ادھر بھی کبھی آ کے اے سحابِ کرم
 کہ موجزن ہو رگِ تاک میں لہو تجھ سے
 نگاہ کر ز رہِ لطف حال پر اس کے
 یہی ہے فیض کی بس ایک آرزو تجھ سے ۱

حضرت خطیب الاسلام کا نعتیہ کلام ان کے عشق رسول کا غماز اور ان کے گدازِ ایمانی کا ترجمان نظر آتا ہے۔ یہ نعتیں ان کے جذبِ اندروں کا اظہار بھی ہیں اور ان کے حسن عقیدت کا شہکار بھی۔ اشعار کی صورت میں انہوں نے شوقِ بے تاب کی عرض گزاری کا سامان مہیا کیا ہے۔ خاموش جذبوں کو الفاظ کا وسیلہ بخشا ہے اور اپنی تمناؤں کو شاعری کے اسلوب میں ڈھال کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں نذر کیا ہے۔ ان کی شاعری فکرِ اقبال سے یوں متاثر ہوئی کہ اقبال کا رنگ اپنی تمام امتیازی خصوصیات کے ساتھ ان کے کلام میں نمایاں ہو گیا۔ اقبال کی محبوب اصطلاحات اور تراکیب ان کی شاعری میں اپنی تشریحات کے ساتھ ان کے کلام کا روشن پہلو دکھائی دیتی ہیں۔ عقل و عشق، جنوں و خرد، ذوق و شوق، شعورِ خودی، سرورِ بے خودی، من اور تن کی دُنیا، حسن و عشق کا امتزاج، یہ سب کچھ تراکیب ان کی شاعری میں تکرار کے ساتھ موجود ہیں ہر مقام پر راہوارِ عشق عقل کو حیران و پریشان چھوڑ کر منزلِ مقصود سے ہمکنار ہوتا نظر آتا ہے اور جنوں کی سرفرازی خرد کی ظاہری چکا چوند کا طلسم باطل کرتی دکھائی دیتی ہے۔ ان کے کلام سے عشق کی سرفرازی شروع سے آخر تک دلوں کو ایمانی حرارت سے گرماتی اور عقیدت کے کبھی نہ مننے والے آداب سکھاتی نظر آتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب حیات ان کے لئے منشورِ آگہی ہے جس کا مطالعہ ان کیلئے عین عبادت ہے۔

مری نگاہ کے ہو سامنے رخ احمد
مطالعہ کے لئے یہ کتاب کافی ہے ۱



سازِ بلال کی قسم سوزِ جنید کی قسم
زخمہء سازِ عشق ہے تری ادائے دلبری
جلوے ہیں کس قدر حسین تیرے نیاز و ناز کے
لطفِ جمالِ بوذری شانِ جلیلِ حیدری ۲



تیری نوائے شوق کی گونج ہے نعرہٴ حسین
تیری ادائے عشق کا عکس ہے جرأتِ خلیل
تیرا حریم ناز ہے منزلِ کاروانِ شوق
قبلہء اہل ذوق ہے تیرا ہی پیکرِ جمیل
لے گیا شوقِ دل مرا مجھ کو ترے حضور میں
رہ گئی تھک کے دُور ہی مری خرد کی قال و قیل ۳

جیسا کہ ہم آغاز میں عرض کر چکے ہیں کہ صاحبزادہ سید فیض الحسن کی شاعری فکر
اقبال سے یوں متاثر ہوئی کہ اقبال کا رنگ اپنی تمام امتیازی خصوصیات کے ساتھ ان
کے کلام میں نمایاں ہو گیا۔ اقبال کی محبوب اصلاحات اور تراکیب ان کے کلام میں اپنی
معنوی تشریحات کے ساتھ نمایاں نظر آتی ہیں۔ عقل و عشق، جنون و خرد، ذوق و شوق،
شعورِ خودی، سرورِ بے خودی، من اور تن کی دُنیا، حسن و عشق وغیرہ۔ نعت ہو یا نظم، ان
راہوار عشق، عقل کو حیران و پریشاں چھوڑ کر منزلِ مقصود پر پہنچتا ہے۔ جنون کی سرفرازی،

خرد کی ظاہری چکا چوند کا طلسم باطل کرتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ عشق کی قبولیت اور پذیرائی کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں

جس کی تپش کا ہو اثر اس کے حریم ناز تک
ایسا ہی سوز ہے نہاں عشق کی اک نگاہ میں
منطق و فلسفہ کے سب ساحل استوار فیض
بہ گئے سیل عشق کی یورش بے پناہ میں ۱



بن کے رہے گی ایک دن سرمہ دیدہ سحر
میرے جنوں کے فیض سے ظلمت شام عاشقی
ہوش کی سختیاں گئیں عقل کی دھمکیاں گئیں
جب سے بنا ہے دل مرا فیض غلام عاشقی

”جنون و خرد“ کے عنوان سے ان کی ایک نظم جنون کی منزل آشنائی اور خرد کی کوتاہ بینی کے راز آشکارا کرتی نظر آتی ہے۔ اقبال کی طرح انہوں نے جنون کو عشق کی صورت میں جذبہء بے کراں سے تعبیر کیا ہے جبکہ خرد راستے کے غبار میں گم منزل کی ادنیٰ سی جھلک سے محروم و نامراد دکھائی دیتی ہے۔ اس نظم کے تین اشعار پیش پیش ہیں۔

خرد کو جب بھی ملا وہ پس نقاب ملا
جنون کو جب بھی ملا ہو کے بے حجاب ملا
یقین خرد کو نہیں اپنی کامیابی کا
جنوں کو مل بھی چکا اذن باریابی کا

خرد تو کوئے طلب کے غبار میں گم ہے
 جنوں مشاہدہ حسن یار میں گم ہے ۱
 حضرت خطیب الاسلام نے بعض شعائرِ اسلامی پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ اذان، نماز،
 عبادت اور عید کے عنوانات سے انہوں نے ان کی حقیقی رُوح کو اجاگر کیا ہے۔ ان کا
 اندازِ فکر سطحی یا عارضی نہیں ہے بلکہ انہوں نے ان شعائر کے فکری پہلو کو تمام فنی لوازمات
 کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا اندازِ فکر محدود یا مختصر نہیں ہے بلکہ ان کی
 سوچ، ان شعائر کے بنیادی مقاصد اور علمی و تہذیبی پس منظر کو واضح کرتی ہوئی نظر آتی
 ہے۔ چنانچہ ”عبادت“ کے عنوان سے ان کی فکر افروزی کی ایک جھلک دیکھئے۔

جہلت کے تقاضوں کو محبت آشنا کرنا
 مزاجِ زندگی کو خوگرِ حمد و ثنا کرنا
 عبادت ہے فقط محوِ جمالِ یار ہو جانا
 جمالِ حسنِ مطلق کے حسیں جلوؤں میں کھو جانا ۲

عید کو اکثر شعراء نے اپنی وقتی خوشیوں کی صورت میں موضوعِ شاعری بنایا ہے۔
 اپنی منظومات میں ان شعراء کی نظر عید کے سامانِ خورد و نوش اور رنگ برنگے ملبوسات
 سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ مگر حضرت خطیب الاسلام نے عید کی مسرتوں میں جلوہ گر اس
 فلسفہ کو واضح کیا ہے جو عید کو اہل ایمان کے لئے حقیقی خوشی و مسرت کا پیغام اور مہِ عیام
 کے روحانی تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے والوں کے لئے خدائے پاک کا انعام بنا دیتا
 ہے۔ چنانچہ سید فیض الحسن لکھتے ہیں۔

مسافرانِ رہ شوق کامیاب ہوئے
 حریمِ حسن کے انوار بے نقاب ہوئے

مہِ صیام کی تکمیل کی نوید ملی
 خدا کا شکر ہے تبریکِ روزِ عیدِ ملی ۱
 ”آذان“ وہ نغمہ لاہوت ہے جو اہل ایمان کے دلوں کو عبادت کے لئے ابھارتا
 اور ان کے ایمان کو جلا بخشتا ہوا توحید و رسالت کے آداب سکھاتا ہے۔ آذان صبح
 عبادت کی اولین تنویر بھی ہے اور بندگانِ خدا کے جذبہء یقین کی تصویر بھی۔ حضرت
 خطیب الاسلام کی یہ نظم بلاشبہ اردو ادب کا شہ پارہ ہے۔ انہوں نے اس میں فکر و فلسفہ
 کے کتنے ہی جواہر تابدار جگمگاتے ہوئے اشعار کی صورت میں اصحابِ ایمان کے سامنے
 پیش کئے ہیں۔ تشبیہات و استعارات اور ایمانِ افروز تراکیب کے سبب یہ نظم دلوں کو
 عبادت آشنا کرتی نظر آتی ہے۔

گمشدہ نغمہ ہے کوئی بربطِ لاہوت کا

وجد میں ہے جس کے زیرِ وبم سے دلِ ناسوت کا

یہ نویدِ قربِ منزلِ پیامِ وصل ہے

ہر سحر اس کے فسوں سے رشکِ شامِ وصل ہے

صبحِ صادق ہے صدائے ساربانِ شوق ہے

اٹھ کہ یہ وقتِ رحیلِ کاروانِ شوق ہے ۲

نمازِ وابلِ ایمان کی معراج کہا گیا ہے اس عنوان سے حضرت خطیب الاسلام کی

شعری صلاحیتیں کس طرح رنگِ دوام پیدا کرتی ہیں، دیکھنے کی چیز ہے۔ اس نظم کے

آخری دو شعر پیش خدمت ہیں۔ نماز چونکہ عشقِ خداوندی کا پرتو اور جلوہٴ حسنِ خدا میں کھو

جانے کا انداز ہے اس لئے ان کا استدلال ملاحظہ ہو!

حریم ناز کے پردے اٹھائے جاتے ہیں

جمالِ یار کے جلوے دکھائے جاتے ہیں

حریم حسن میں جب عشق باریاب ہوا

یہی ہے عشق کی معراج کامیاب ہوا ۱

غالب نے اپنی ایک غزل کے نعتیہ مطلع میں جمالِ محمدی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو طور کی

قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

حضرت خطیب الاسلام ”ظہور نور“ کے عنوان سے حسن و جمالِ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی تابانیوں اور طلعتوں کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے عشق و

ارادت کی جولانیاں دکھاتے ہیں۔ غالب کے اس شعر کی روشنی میں ان کے یہ اشعار

ملاحظہ ہوں

و فور حسنِ رخ یار کا نقاب بنا

فروغِ نور ہی خورشید کا حجاب بنا

شفق میں رنگ بھرا اور گلوں کو مہکایا

ہزار رنگ میں اس نے ظہور فرمایا

کہاں کہاں اسے دیکھا کہاں کہاں پایا

وہ جانِ ناز برنگِ نیاز بھی آیا ۲

عظمتِ آدم کے عنوان سے ان کی فکر انگیزی کے انداز ملاحظہ کیجئے۔

اس طرح شیشہء امکاں میں ہیں انوارِ وجود

محفلِ راز کی غماز ہوئی بزمِ شہود

ایک قطرے میں نہاں شوکتِ قلزم دیکھو

دیکھنے والو ذرا عظمتِ آدم دیکھو ۱

”ذوق و شوق“ اقبال کا خاص موضوع ہے۔ اقبال نے اس موضوع سے اُمت

مسلمہ کو نئی زندگی کا پیغام دیا۔ ان کے پیغام کی بدولت ذوق و شوق کی وارفتگی خاک کے

ذروں کو ہمدوش ثریا ہونے کا سلیقہ بخش دیتی ہے۔ یہی فکر حضرت خطیب الاسلام کی نظم

”ذوق“ میں نمایاں نظر آتی ہے۔

ذوق احساس و تخیل کو جلا دیتا ہے

ذوق ذرے کو خورشید بنا دیتا ہے

کارواں ساز بھی ہے قافلہ سالار بھی ہے

منزلِ قافلہء شوق کا معمار بھی ہے

معرفت کے درِ مسدود کو وا کرتا ہے

فکر کو طاقتِ پرواز عطا کرتا ہے ۲

”سرورِ سرمدی“ کے عنوان سے ان کی فکری پرواز کی بلندی دیکھئے۔

خرد فریبِ زندگی، جنوں شعورِ زندگی

وہ راز دارِ زندگی، یہ محو جستجو ابھی

ہے میکدے میں کام کیا شعورِ ناتمام کا

دلیلِ جہل ہے یہاں، شعورِ صبح و شام کا ۳

حضرت خطیب الاسلام کی شعری ادبی صلاحیتوں سے خراج لینے والے ”حسن کا

بانگِ پین“ ملاحظہ کیجئے۔

حسن ربط و ضبط ہستی، حسن روح کائنات
 علت تخلیق آدم، رونق بزم حیات
 بزم امکان حسن سے جنت بدماں ہوگئی
 اس کے دم سے ہر خلش راحت کا سماں ہوگئی ۱

حضرت خطیب الاسلام کا مجموعہ کلام ”ارمغان فیض“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے
 اس میں ان کی نعتوں نظموں کے علاوہ چند منقبتیں بھی ہیں۔ حضرت خطیب الاسلام کی
 شاعری ان کی غیر معمولی علمی و ادبی صلاحیتوں کا نہایت و خوبصورت اظہار ہے۔ ان کی
 شاعری میں مطالعہ کی گہرائی بھی ہے اور مشاہدہ کی گیرائی بھی۔ مضمون آفرینی بھی ہے
 اور زبان و بیان کا خوبصورت انداز بھی۔۔۔۔۔ پرشکوہ تراکیب بھی ہیں اور بر محل معاملہ
 بندی بھی۔۔۔۔۔ رفعت افکار بھی ہے اور شوکت استدلال بھی۔۔۔۔۔ جذبات ایمانی کی سچائی
 بھی ہے اور خلوص عقیدت کی رعنائی بھی۔ آپ کی منظومات ہنگامی وقتی یا عارضی سوچ کی
 حامل یا کسی سطحی سوچ کی مرہون منت نہیں بلکہ ان کا منبع قرآن، حدیث اور مطالعہ تاریخ
 و تہذیب ہے۔ اس لئے آپ کی منظومات کا تاثر اتنا جامع۔۔۔۔۔ تاثر اس قدر ہمہ گیر
 اور نظریاتی استدلال اس قدر بھرپور ہے کہ یقیناً ان کی شاعری سے ذوق ایمانی کی جلا
 بھی میسر آئے گی اور فکر و نظر کی تابندگی بھی۔ حضرت خطیب الاسلام کا نعتیہ کلام ان کے
 لئے تو شہ آخرت بھی ثابت ہوگا اور انہیں دنیائے ادب میں حیات دوام بخشنے کا باعث
 بھی بنے گا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانا بخشہ خدائے بخشندہ ۲

خطیب الاسلام قدس سرہ کی

نثر نگاری

پروفیسر محمد اقبال جاوید

صدر شعبہ اردو گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ



اہل نقد و نظر کا خیال ہے کہ اسلوب، فکر اور جذبے کے اظہار کا نام ہے۔ خیالات عام فہم پیرائے میں ادا ہو جائیں تو اسے نثر کہیں گے اور جذبات ایک مترنم ہیئت کے سانچے میں ڈھل جائیں تو وہ نظم کہلائیں گے۔ نثر میں براہ راست نوعیت کی ایک واضح اور قطعی صورت ہوتی ہے تاکہ بات جلد سے جلد قاری کے ذہن تک پہنچ جائے جبکہ شعر میں ایک رومانی فضا ابھارنے کے لئے ابہام و ایہام کی بلاغت، بحور و قوافی کی نغمگی اور بیان و بدیع کی مجاز آفرینی سے اس لئے کام لیا جاتا ہے کہ جذباتی کیفیت سے قاری کا وجدان تاثر قبول کرے۔ مگر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیال اور جذبہ الگ الگ نہیں رہ سکتے بلکہ اس انداز سے گھل مل جاتے ہیں جیسے کسی نے دودھ اور شہد کو ملا کر جام زمر دیں میں ڈال دیا ہو۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں کسی کی نثر میں شعر کے تیور آجاتے ہیں اور کسی کی نظم پر نثر کا گمان گزرتا ہے۔

”یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ وہ ادبی تخلیق جس کو ہم بیعت کے اعتبار سے نظم کہتے ہوں، شعریت سے بالکل محروم ہو اور اس کے برخلاف وہ شہ پارہ ادب جو ظاہری خدو خال کے لحاظ سے نثر کے زمرے میں آتا ہو، زبان و بیان کی لطافتوں کے باعث بہاروں شعروں پر بھاری ہو۔“

اس نوع کی وہ آراستہ نثر تھی کہ اسے دیکھ کر حسرت موبانی کہہ اٹھے تھے کہ اب

ع نظم حسرت میں کچھ مزانہ رہا

”مقالات خطیب الاسلام کی خوبصورت نثر اسی خیال کی مؤید ہے اور یہی خیال احقر کے اشہب قلم کے لئے مہمیز کا کام دے رہا ہے۔“

مرے لہجے میں آئی ہے حلاوت

جمال ہم نشیں تیرے اثر سے

خطیب الاسلام حضرت سید فیض الحسن برصغیر کی اس تابناک تاریخ کا ایک ورق

ہیں جس پر فکر و نظر اور شعر و ادب کی کہکشاں بجا طور پر ناز کر سکتی ہے۔ تب علامہ اقبال کی مفکرانہ عظمتوں، مولانا ابوالکلام آزاد کی عالمانہ وجاہتوں، مولانا ظفر علی خان کی ادیبانہ رفعتوں اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خطیبانہ زمزموں سے برصغیر گونج رہا تھا، صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے ان دیوقامت شخصیتوں کے ہالے میں اپنی انفرادیت کو منوایا۔ وہ ان شخصیتوں سے یقیناً متاثر بھی ہوئے مگر رنگ، ڈھنگ اور آہنگ ان کا اپنا رہا۔ بلکہ اپنی گفتار اور اپنے کردار سے انہیں بھی متاثر کیا۔

وہ ایک خطیب تھے کہ بولتے تھے تو یوں لگتا تھا کہ ایک تختہ چمن کھلا ہوا ہے اور رنگ

رنگ پھول شاخ گفتار سے جھڑتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک ادیب تھے کہ قلم اٹھاتے

تھے تو لولوئے لالاکھرتے چلے جاتے تھے۔ ایک طبیب تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے

ہاتھ میں شفا رکھ دی تھی ایک شاعر تھے کہ جب بھی خلوت میسر آتی تھی تو جملوں کی موزونیت، مصرعوں میں تبدیل ہو جاتی تھی..... ایک صوفی تھے کہ عالم کثرت میں حسن وحدت کے تمنائی اور تماشائی رہتے تھے وہ خانقاہی مزاج رکھنے کے باوجود وقت کی ہر کر بلا میں رسم شبیری ادا کرنا فرض سمجھتے تھے۔

ع اک شخص جس میں جمع تھا گلزار اب کہاں

وہ برصغیر کی سیاسی اور دینی تحریکوں میں حسن استقامت کے والہانہ پن کے ساتھ شریک رہے۔ ان کی سوچ سے اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر ان کے خلوص عمل اور جوش عمل دونوں سے انکار مشکل ہے۔ اختلاف کے باوصف، عظمت کا اعتراف، خود عظمت کی دلیل ہوا کرتا ہے۔

”مقالات خطیب الاسلام“ میں ان کی تقریریں بھی ہیں اور تحریریں بھی۔ یہ ادب پارے ایک دینی اور سیاسی شخصیت کی ادبی اور فکری زندگی کا ایک گراں بہا ورثہ ہیں اس ورثے میں وقعت بھی ہے اور وقار بھی..... لطف بھی ہے اور لطافت بھی..... تشنگی بھی ہے اور شائستگی بھی اور دور حاضر کی بے ذوق فضا کو فی الواقع اس ادبی فیضان کی ضرورت تھی کہ نسل نور روز بروز اسلاف کے نقوش پاکی تابانیوں سے محروم اور بیگانہ ہوتی جا رہی ہے۔ ان اوراق میں خطیبانہ انوار اور ادیبانہ افکار، حرف حرف لودے رہے ہیں۔ دلیل کا حسن ہے کہ لفظوں کو دل میں اتارتا چلا جا رہا ہے..... ان تحریروں میں خبر و نظر اور جذب و جنوں کا ایک کیف افزاء امتزاج ہے حق یہ ہے کہ صاحب تحریر نے ایک طویل دور کو متاثر کیا۔ وہ عہد آفرین اور ہمہ جہت وجود تھے اور ظاہر ہے کہ صرف لفظوں کی شطرنج سے ایک عرصے تک ساحری قائم نہیں رہ سکتی اور نہ محض مقفی عبارت کی جادوگری سے قلوب مسخر ہو سکتے ہیں جب تک زبان، دل کی رفیق نہ ہو، بات میں قلندری کے انداز نہیں آیا کرتے۔

رہے نہ رون میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک، خیال بلند و ذوق لطیف

فنی طور پر انظموں کو دل کی دستر کیس اعجاز بنایا کرتی ہیں بانسری تو کھڑی ہی کی
ہوتی ہے مگر یہ بجانے والے کا دل ہے کہ نغمے کی شکل میں پھونتا، ابھرتا اور اباتا ہے اور
سامعین کو یوں متاثر کرتا ہے جس طرح شاخ گل میں بادِ سحر گاہی کا نم سا جاتا ہے۔ ساز
کی رگوں میں جب تک صاحب ساز کا لبورواں دواں نہ ہو فن، معجزہ نہیں بنا کرتا
”مقالات خطیب الاسلام“ میں انشانے لطیف کے بہت سے ایسے شہ پارے ہیں کہ
ان سے ذوق سلیم مدتوں مسحور لذت رہ سکتا ہے وہ برجستہ اشعار سے اپنی نثر کی لے تیز
کر دیتے ہیں اور کہیں تو یوں لگتا ہے کہ ان کے حسن استعمال سے خود اشعار کو شگفتگی
مل گئی ہے اور وہ اس سے پہلے اپنے مفہوم، موقع اور محل کی تلاش میں تھے۔ وہ اکثر
اقبال کے اشعار سے اپنے جملوں کو اس قدر جاندار اور توانا بنا دیتے ہیں کہ وہ ایک
مردانہ وقار اور ایک چھا جانے والی ادا کے ساتھ قاری کے دل اور جگر دونوں کو رخصا مند
کر جاتے ہیں تیرنیم کش کی یہ صلاحیت، اقبال کے تاثر کا ایک دل آویز نتیجہ ہے کہ
اقبال، بلال مشرق بھی ہے اور کلیم ایشیا، بھی۔ اس کی فکر اسی لئے انقلاب آفرین ہے کہ
اس کی فکر کا محور اسلام ہے اور

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خزاں، لا الہ الا اللہ

یہی وہ بنیادی خصوصیت ہے جس نے ان تحریروں کو ایک سرمدی کیف اور ایک

ابدی سرور عطا کر دیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ

”بر تعمیر و تخلیق کا سرچشمہ مذہب ہی رہا ہے۔ خواہ وہ تعمیر و تخلیق کی نام سے کسی

وقت آئی ہو۔“ چونکہ اسلام آخری ضابطہ حیات ہے اس لئے اس کا انقلاب آفرین ہونا لازم ہے۔

حضرت خطیب الاسلام کی تحریر اور تقریر کی ایک نمایاں خصوصیت خوبصورت لفظی مترادفات کا ایک رواں دواں دھارا ہے۔ اس دھارے کی روانی اور خروش دیکھ کر وہ دریا یاد آجاتے ہیں جو سنگلاخ راستوں میں بھی موج خرام یار کی طرح گل کرتے چلے جاتے ہیں۔ لفظوں میں شبہ کی لطافت اور تلواری کی کاٹ اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک وسعت مطالعہ کے ساتھ ساتھ کسی نگاہ کا فیض شامل نہ ہو۔ محض مکتب کی پابندی تو آداب فرزندگی نہیں سکھایا کرتی، میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ شاہ صاحب کی ہر تحریر کسی نہ کسی رنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے مستنیر ہے بلکہ یہی ایک حوالہ، پھلتے، پھولتے اور پھیلتے ہوئے ایک نورانی ہالہ بن کر ہر شے کو محیط ہو جاتا ہے۔ اسلئے یہ فیض ہے اس ذات گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کا جس سے ہر دور کی ہر فکر کو رعنائی..... ہر بات کو دانائی..... اور ہر ذات کو توانائی ملتی رہی ہے۔ حسن جہاں بھی ہے..... جس شکل میں ہے..... وہ اسی بارگاہ ناز کا مرہون منت ہے۔

ہر کجا بنی جہان رنگ و بو
آنکہ از خاش برویدہ آرزو
یا ز نور مصطفیٰ او را بہا ست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

انسان اپنے بڑوں اور معصروں سے تاثر ضرور لیتا ہے مگر حق یہ ہے کہ حضرت خطیب الاسلام نے اپنے ماضی اور حال کے اکابرین سے استفادہ ضرور کیا مگر فصیح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تقلید اور کامل محبت ہی نے ان کے لفظوں کو جمال و کمال

کے وہ سانچے دیئے کہ ان کی نثر کے سامنے، وہ شاعری بھی شرمندہ ہے جس کا کام ہی موسیقیت کی میزان میں تل کر، سحر حلال بننا ہے۔ ماننا پڑتا ہے کہ ۔
شعر و ادب بھی، آہ و فغاں بھی ہے ان کا فیض
پیش حضور اپنی متاع ہنر کریں

یہ فیصلے بھی بڑے کرم کے ہیں اور یہ بات بھی بڑے نصیب کی ہے ورنہ منافق و توفیق شاملتی ہی کب ہے؟..... وہاں تو کوشش کے باوجود زبان گنگ اور ہاتھ شل رہتے ہیں کہ..... منافقت فکر و عمل کی وہ دُھند ہے جو تاریکی سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہے..... اور احقر کے نزدیک حمد و نعت کے میدان میں زبان بعد میں کھلتی اور قلم بعد میں اُٹھتا ہے اور منظوری پہلے ہو جاتی ہے۔

نعت میں کیسے کہوں ان کی رضا سے پہلے

میرے ماتھے پہ پسینا ہے ثنا سے پہلے

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خطیب الاسلام کی یہ تحریریں، قبولیت کے شرف سے

مشرف ہیں اور اسی شرف نے صاحب تحریر کو خاصانِ بارگاہ میں سے بنا دیا ہے۔

قلم نے چوما جب اُمی لقب کے ہاتھوں کو

صحیفہ ہائے ادب نے بلاغتمیں پائیں

دلوں نے سوز، دماغوں نے سوچ، ذہن نے لفظ

زباں نے صوت، خیالوں نے حرمتیں پائیں

تصوف کی گھلاوٹ صاحب موصوف کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبت ان کی فطرت کا ایک گراں بہا عنصر تھی۔ نتیجہ معلوم کہ ان کے سیمائی

پیکر کو طمانیت کی وہ عظمت مل گئی جہاں دُنیا بھر کی محبتیں، ایک محبت میں ضم ہو جاتی اور جگر

کے زخم کیف دینے لگ جاتے ہیں۔

سرشت عشق طلب اور حسن بے پایاں
 حصول تشنہ لبی ہے شدید تشنہ لبی
 اس عشق طلب فطرت کو ”جمال ختم نبوت“ نے یوں جلا بخشی کہ وہ عمر بھر انگریز اور
 اس کے خود کاشتہ پودے کا تعاقب کرتے رہے ۔
 پہلے ہی خاک دل تھی مری فخر کائنات
 اب پوچھنا ہی کیا کہ تری رہگذر میں ہے
 سارقین نبوت اور ان کے سر پرستوں کے لئے ان کا شعلہ گفتار ہر آن بھڑکتا اور
 لپکتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کا پرچم بے روک ٹوک
 لہرانے لگا۔

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہمارا قبلہ، مراد اور کعبہ، ذوق ہے۔ ان کی ختم
 المرسلینی پر ساڑھے تیرہ سو برس میں کئی رہزنیوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت
 کی غیرت نے انہیں نقش آب کی طرح محو کر دیا..... اور ان کی قبروں کے نشان، فطرت
 کی دستبرد سے غبار معصیت ہو کر اڑ گئے۔“

یہ ایک بے غبار صداقت ہے کہ اسی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 خطیب الاسلام کی ذات کو وقار اور ان کی بات کو اعتبار عطا کر رکھا تھا کہ یہی جذبہ، وجہ
 وجود کائنات ہے اور اسی اساس پر ہمارے ایمان کے ایوان قائم ہیں ورنہ

ع رکھا ہی کیا ہے جہان خراب میں

حضرت خطیب الاسلام کی بے ساختہ نثر میں بھی اس قدر منطقی ربط ہے کہ ہر لفظ
 اپنے اپنے مقام پر ایک نمینہ ہے۔ کسی حک و اضافے اور تغیر و تبدل سے کسی مزید
 خوشنمائی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا بلکہ یوں لگتا ہے کہ وہ لفظ اسی مقام کے لئے آسمان

سے اتر اٹھا۔ آپ کے لفظی مترادفات اور تراکیب میں کوئی مشکل پسند پیچیدگی نہیں ہے بلکہ ایک نوع کا نعمانی حسن ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ تغزل اور ایمائیت نے ان کی نشا کے تیور سنوار دیئے ہیں۔ اسے شعر منشور کہہ لیجئے یا نثری نظم کا نام دے لیجئے۔ ان کے ہاں آمد کی ایک بے پناہ کیفیت ہے۔ لفظوں کی مترنم شگفتگی اور جملوں کا صوتی حسن، بات بات میں اک بات پیدا کرتا چلا جاتا ہے ایسے ہی لب اعجاز پر نطق ناز کیا کرتا ہے۔

حضرت خطیب الاسلام نے بھرپور سیاسی زندگی گزاری۔ دینی تحریکوں میں بھی حصہ لیا۔ ظاہر ہے کہ ان میدانوں میں ہر مکتب فکر، ساتھ نہیں دیا کرتا۔ لوگ مخالف بھی ہوتے ہیں۔ یہاں اظہار کی معمولی سی شدت اور بیان کی بلکی سی حدت بھی دست و بازو کے تصادم تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر آپ نے اس میدان میں بھی قدم قدم لفظ کی عصمت اور زبان کی آبرو کو قائم رکھا۔ نہ زبان کو بے اعتبار ہونے دیا نہ بیان کو بے وقار۔ انہوں نے مخالفت میں بھی شرافت کے معیار کو قائم رکھا اور کہیں بھی لفظوں کو خفیف نہیں ہونے دیا۔ گالیاں سن کر وہ بے مزہ ضرور ہوتے تھے کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے مگر گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہر مقام پر اعتدال کے حسن کو قائم رکھا۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ بے اعتدالیاں انسان اور زبان دونوں کو سبک بنا دیتی ہیں۔

الفاظ خود نہ بر محل ہوتے ہیں نہ بے محل، نہ فصیح نہ بلیغ، طرز استعمال نہیں انہیں سلیقہ اور قرینہ عطا کرتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لفظی رعنائیوں میں الجھ کر رقم مفاسد و مطالب نظر انداز کر جاتا ہے مگر سید فیض الحسن کے ہاں خوبصورت الفاظ کے خزانے بھی ہیں اور دلائل و براہین کے انبار بھی اور انہی کے امتزاج سے ان کی تحریر و تقریر، قلب و نظر اور ہوش و خرد شکار کرتی ہے۔ ان کے ہاں جوش کے ساتھ ساتھ تاثیر بھی نمایاں نظر

آتی ہے۔ یہ الگ بات کہ لفظی شکوہ سے مسحور ہو کر قاری یا سامع دلائل کی طرف متوجہ نہیں ہوتا غالباً یہی وجہ ہے کہ بطور مقرر تو انہیں ایک دنیا جانتی اور پہنچانتی ہے مگر بطور ادیب و شاعر ان سے بہت کم لوگ متعارف ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ

”بعض جامع الصفات شخصیات اپنے تمام تر علمی تبحر اور فضیلت کے باوجود ایک ایسے سے دوچار رہتی ہیں وہ یہ کہ ان شخصیات کا وہ پہلو جو دوسرے پہلوؤں کی نسبت زیادہ فعال اور پر اثر ہوتا ہے اس قدر غالب حیثیت اختیار کر جاتا ہے کہ دوسرے پہلو شخصیت کی صدائے بازگشت بن کر رہ جاتے ہیں حالانکہ غالب تاثیر رکھنے والے پہلو سے دب جانے والے دوسرے پہلو بھی اپنے مقام پر جامعیت اور ہمہ گیری کے حامل ہوتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ وہ خشک سے خشک موضوعات کو بھی حسن ادا سے رعنا بنا سکتے تھے۔ ان کی خطابت میں ایک اُمنڈتے ہوئے سیلاب، ایک لپکتی ہوئی بجلی اور ایک برستے ہوئے بادل کی سی کیفیت ہوتی تھی۔ ان کی طنزوں میں شگوفوں کی چٹک اور جملوں میں گیسوؤں کی گندھاوٹ ہوتی تھی، گویا وہ ایک نغمے کی طرح سلگتے رہتے تھے۔ زمانے کی ناقدری کے پیش نظر آخری عمر میں سوچا کرتے تھے کہ اب وہ محض ماضی کی ایک سبکدوش عظمت ہیں۔ مولا کریم نے انہیں ذہانت و خطابت کے بہت سے جوہر کچھ ایسے تناسب سے دیئے تھے کہ اب ان جیسا لانے کے لئے زمانے کو صدیوں کا سفر طے کرنا پڑے گا۔ وہ اپنی انفرادیت کا جمال، آنکھوں اور کانوں کے راستے دلوں تک اتار دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور تھے۔ وہ لوگ جو انہیں صرف ایک شعلہ نوا خطیب ہی کی حیثیت سے جانتے ہیں، ان تحریروں کی روشنی میں انہیں ایک سحر طراز قلمکار کے اعتبار سے بھی پہچاننے لگ جائیں گے۔ تصوف

کے موضوعات پر ان کی تحریریں محض مطالعاتی نہیں ہیں بلکہ کیفیاتی اور ذاتی محسوس ہوتی ہیں۔ جب تک واردات جسم و جاں پر نہ بیت جائیں..... بات نور و سرور سے محروم رہتی ہے۔

ان تحریروں میں بہت سے ایسے جملے ہیں جن میں فصاحت، بلاغت کا دامن تھامے ہوئے ہے۔ ان فقروں میں تاریخ کی واقعیت..... ادا کا حسن..... شعر کی ایمائیت..... اور ادب کی زیبائی منتہائے کمال پر پہنچ کر ہم آہنگ ہو گئی ہے۔ انہیں پڑھ کر اس امر پر یقین سا آ جاتا ہے کہ

”شعر و ادب، گفتار و کردار کا جمال و کمال ہے۔“

سچ یہ ہے کہ اظہار و اداء کا کوئی میدان ہو، بندش الفاظ، نگوں کا جڑنا ہے اور فن تحریر فی الواقع مرصع سازی ہے۔ اب لفظی مرصع سازی کے کچھ آویزے بھی دیکھئے اور ان سے ان کے باقی رشتات خامہ کے حسن ادا اور قوت استدلال کا اندازہ کیجئے۔ میں نے چند مثالوں پر اکتفا کی ہے زیادہ مثالوں سے قاری کے ذوق کی حق تلفی نہیں کی۔

حق و صداقت جب مجسم بن کر سامنے آتے ہیں تو پیکر نبوت بن جاتے ہیں۔

نبی کی خلوت اللہ کی دید اور اس کی جلوت اللہ کی شنید ہوتی ہے

محبت بغیر ادب و احترام کے نا تمام اور اطاعت بغیر محبت کے

جسم بے جان سے زیادہ نہیں

عشق نبوی کا اندازان سے سیکھیں، جن کے عشق کی تادیب خود حسن نے فرمائی۔

عالم شریعت میں اس کی اطاعت، عالم طریقت میں اس کی محبت اور عالم معرفت میں اسی کی کیفیت مقصود مومن ہے۔

اس کی داستان حسین دنیائے باطن کیلئے وجہ تسکین اور عالم ظاہر کیلئے وجہ تزئین ہے۔

قطرے اسی نسبت سے بحرِ خار اور ذرے اسی تجلی سے آفتابِ نصف النہار بن گئے

خالق کائنات نے اسی گلِ رعنا کی نمود کے لئے مرغزار وجود کو سجایا
عشق و محبت، محویت مقصد کا نام ہے۔

رحمۃ للعالمین، ربوبیت کی انتہاء ہے، اس لئے یہی وجہ بقا و ارتقاء ہے۔

حصول کمال کے لئے تصور کمال ضروری ہے۔

کائنات کی بقا و ارتقاء اس بات کی شاہد ہے کہ یہاں خیر شر پر اور تعمیر، تخریب پر غالب ہے۔ یہاں تخریب بھی کسی نئی تعمیر کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

علامہ اقبال نے حواس پر مبنی عقل جزئی کے نتائج کو ہمیشہ مشکوک قرار دیا ہے اس کو جو یائے راہ تو سمجھا ہے لیکن دانائے راہ کبھی نہیں مانا۔

عارف کا نفس مطمئنہ جنت معرفت میں مقیم ہوتا ہے جہاں پھول ہی پھول ہوتے ہیں اور ریب یا عیب کا کوئی کاٹھا موجود نہیں ہوتا۔

وادی منیٰ سے لے کر وادی کربلا تک امت مسلمہ کو خوگر تسلیم و رضا بننے ہی کا سبق دیا گیا ہے۔

عقل جزئی، کنیر حیات تو ہے، دانائے ذات نہیں ہے۔

عقل بتاتی ہے..... وجدان دکھاتا ہے..... عقل سنگ میل تک جاتی ہے تو وجدان دیار حبیب تک پہنچاتا ہے۔

وحدت عمل سے مساوات وجود میں آتی ہے اور باہمی تعاون سے اخوت ابھرتی ہے۔

خارجی تخریب سے بچنے کے لئے داخلی تنظیم ضروری ہوتی ہے۔

صبر ایک حکیمانہ انتظار اور ایک مدبرانہ اعتبار ہے۔

آپ شب دیبجور کی ظلمتوں کے باوجود طلوع سحر کے انتظار میں ہنس کھیل کر، ظلمتوں سے نباہ کرتے جائیں تو اس افتاد مزاج اور طرز کردار کو ہم صبر کے نام سے موسوم کریں گے۔

بیج سے لے کر ثمر تک اور آہ سے لے کر اثر تک قدرت کا اٹل ضابطہ قوانین کا فرما ہے۔

فتح کی مسرتوں میں دوسروں کو بھی شریک کیجئے اور شکست کی تلخیوں پر خود ہی مسکرا کر اسے گوارا بنا لیجئے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں چلنا سعادت ہے۔..... تھک کے گر جانا شہادت ہے اور منزل پر پہنچ جانا معراج ہے۔

نا تمامی، نقص یا عیب، دراصل عقل جزئی کی غلط بینی کی وجہ سے ہے کہ چشمِ احوال کو اشیاءِ دود و نظر آتی ہیں اور یرقان کا مریض ہر چیز کو زرد ہی دیکھتا ہے۔ پس دید سے پہلے تطہیر لازم ہے اور تطہیر نگاہ کے بعد ہی کثرت میں وحدت اور جز میں کل کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ذکرِ یادِ جمال اور تصورِ کمال کا نام ہے۔ ذکر کی مشق سے محبت پروان چڑھتی، بڑھتی اور ابھرتی ہے۔

تزکیہ، فطرتِ انسانی کی بیداری اور قبولِ حق کے لئے تیاری کا نام ہے۔

تعلیم و تربیت کا بنیادی اصول ابتداء میں صرف مرشد اور مربی کی ذات پر اعتماد ہے۔ تنقید اس راہ کا حجاب ہے اور تسلیم پر حصولِ فیض کا مدار ہے۔

قسطِ الرجال کے اس دور پر آشوب میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب تو شاید وہ قلم ہی ٹوٹ گئے ہیں جن کی نوک پر اس نوع کا حسن مچلتا تھا۔ اب تو ان اقدار کو بھی بے اعتبار بنایا جا رہا ہے جن سے لوگ فکر و عمل بیدار و بالیدہ ہوا کرتے تھے۔

ادیب و شاعر عموماً وقتی ہنگاموں اور سیاسی آویزشوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ وہ ایک گوشہ عافیت ہی میں انجمن بسائے رکھتے اور خود کو محشر خیال سمجھتے ہیں لیکن حضرت خطیب الاسلام کی زندگی انتہائی ہنگامہ خیز رہی۔ وہ اپنے پورے خطیبانہ شکوہ کے ساتھ استعماری اور لادینی قوتوں سے ٹکراتے رہے۔ انہیں ہنگاموں میں بھی خلوت کا لطف متا رہا اور انہی ہنگاموں میں ان کا ادب نکھرتا اور فکر سنورتا رہا۔ وہ بجا طور پر یہ کہہ سکتے تھے

اپنی تقریروں کو سوز جاودانی بخش کر
پانچ دریاؤں کے پانی کی روانی بخش کر
میں نے شاہوں کے تبختر روند ڈالے دوستو
میں نے تاج و تخت نیزوں پر اچھالے دوستو

ان کے ہاں ایک عجیب بے قراری کی سی کیفیت تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان کو دل حساس اور دیدہ بیدار عطا ہوا ہو اور منزل کا نور بھی دور نظر آ رہا ہو تو رگ رگ میں ایک سیمابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حسرت موبانی نے گفتار محبوب میں جس ”تاثیر برق حسن“ کا ذکر کیا ہے وہ تاثیر شاہ صاحب کو دیعت ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک ایسی ”لرزش خفی“ بھی عنایت ہوئی تھی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

ہر چند گولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے

اک رقص تو ہے، اک وجد تو ہے، بے چین سہی، برباد سہی

یاد رہے کہ صحرائے نجد کی ساری آبرو ایسے بے چین گولوں ہی کا فیض تھا۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے علامہ اقبال کے بارے میں لکھا تھا کہ

”مرحوم کو صرف شاعر سمجھ لینا، یا یہ کہ ان کے خیالات یا تصورات تمام کے تمام ان

کے کلام میں مقید ہو چکے ہیں، بڑی غلطی ہے۔ مرحوم کی فکر و نظر کا بہت کم حصہ ان کے کلام

میں منتقل ہوا ہے۔ وہ بہت کچھ جانتے تھے اور یہی نہیں بلکہ اکثر کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے بعض بالکل ہی نئی باتیں دوران گفتگو میں ان پر کسی کوشش کے بغیر منکشف ہو گئیں۔ ۱۔

بعینہ حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ تصور کہ ان کا مبلغ علم ان کی صرف چند تقریروں تک محدود تھا، نا انصافی ہے۔ ان سے مل کر اور انہیں سن کر (اور اب انہیں پڑھ کر) ان کے فکری بلوغ اور علمی رسوخ کا اندازہ ہوتا تھا اور بعض اوقات یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا وجود عناصر رابعہ سے نہیں، فنون لطیفہ سے بنا ہوا ہے اور ان کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ اس امر سے لگا لیجئے کہ وہ قرآن و حدیث کے غائر مطالعے کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی شعر و ادب کا ایک قابل قدر ذوق رکھتے تھے اور یہ بات قارئین کے لئے خوشگوار حیرت کا باعث ہوگی کہ وہ بدو شعور ہی سے انگریزی ادب بالخصوص فلشن کے مطالعہ کے انتہائی شائق تھے۔ ایک بار جب ان سے اس بار میں استفسار کیا گیا ۲۔ تو انہوں نے فرمایا

کہ انگریزی فلشن میں منظر کشی کا کمال مجھے دوران تقریر میں انتہائی مدد دیا کرتا ہے۔
گویا ان میں ”مطالعائی تعصب“ نہیں تھا بلکہ وہ ہر حکمت کے شیدائی تھے۔ جہاں بھی ہو، جس رنگ اور جس شکل میں ہو، وہ اسے اپنا ہی ورثہ سمجھتے تھے۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر

ہر کجا ایں خیر را بنی بگیر

مطالعہ کے اسی تنوع کا فیض تھا کہ وہ جدید معاشی، سائنسی اور نفسیاتی مسائل سے کما حقہ آگاہ تھے، اسی لئے ان کی خطابت کے مواد اور انداز دونوں میں یکسانیت نہیں ہوتی تھی بلکہ موقع اور محل کے مطابق ان میں بوقلمونی، رعنائی اور کشش ہوتی تھی۔ ان کا

۱۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اقبال گنج گرامیہ ص: ۱۳۶، ۱۹۸۶ء۔

۲۔ بروایت پروفیسر منصور احمد خالد، گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ۔

طرزِ مخاطب، مساجد میں عالمانہ..... حکماء کی محفل میں فلسفیانہ..... کالجوں میں فاضلانہ اور سیاسی جلسوں میں والہانہ ہوا کرتا تھا۔ وہ حاضرین کی نگاہوں کے زاویوں سے مضمون چنتے اور ان کی جبینوں کی سلوٹوں سے اپنی تقریر کا تار و پود تیار کرتے تھے۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ وہ مقرر ہی کیا جو خود موقع کے مطابق ڈھل کر سامعین کو اپنے ذوق کے مطابق ڈھالنا نہ جانتا ہو۔

”ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بچوں کی معصوم مسکراہٹ لودیتی تھی۔ ان کے فقروں میں برنائی اور رعنائی ہوتی تھی جیسے کسی نے مروارید کی لڑیاں پرودی ہوں۔ ان کی ہر تقریر کہکشاں معلوم ہوتی تھی۔ الفاظ قوس قزح، مطالب عقد ثریا، وہ سامعین کو سوچنے کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے۔ جس تیزی سے خود بہتے، اسی تیزی سے سامعین کو ساتھ لیے جاتے تھے۔ وہ دماغوں کو پرسش نہیں، پرسش سکھاتے تھے، انکے ہاں عقیدہ غالب تھا اور اس عقیدے ہی کے زور پر وہ دلوں کو شکار کرتے ہوئے، ایک شہسوار کی طرح اڑے چلے جاتے تھے۔ ان کی زبان ادیب کی، لہجہ خطیب کا اور اسلوب شاعر کا تھا۔“

آج فارسی اور عربی کا ذوق ناپید ہے، نتیجہ معلوم کہ اردو بھی فصاحت سے محروم ہو گئی ہے، اب جا، کل آ، ڈرمت قسم کی زبان فضیلت کا نشان بنی ہوئی ہے۔ زبان ہی نہیں دہن بھی بگڑ چکے ہیں اور خود غلط، املا غلط، انشاء غلط، قسم کے لوگ ”سخنانِ وقت“ بنے ہوئے ہیں۔

آج دانشور کا لفظ اپنا مفہوم کھو چکا ہے اور ہر وہ شخص جو فکری صالحیت سے تہی اور اعتدال و احتیاط کے تقاضوں سے بے نیاز ہو، دانشور کہلا رہا ہے۔ لبرل ازم کی آڑ میں اسلام اور شعائرِ اسلام کی توہین نابغہ ہونے کی دلیل بنی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ ایسے ہی بے دین و دانش لوگ، سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نکتہ چیں رہتے اور

اہل مغرب کے ہاں ”ابوالحکم“ سمجھے جاتے ہیں۔ نتیجہ بہر کیف دنیاوی اور اخروی رسوائی ہے۔ یہ بے بصر، آنکھیں رکھتے تو دیکھتے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت دیکھ کر تو خود عظمت کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔ اسی عظیم و جلیل شخصیت نے دانش و حکمت کے بارے میں فرمایا ہے..... رأس الحكمة مخافة الله

گویا دانش کی اصل اور اس کا سرچشمہ، اللہ کا خوف ہے۔ دانشوری اسی سے پھوٹی اور اسی سے بال و پر لیتی ہے۔ یہ حدیث اس زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے جو ہمیشہ سچائیوں ہی کے لئے کھلتی تھی۔ گویا دانشور وہ ہے جس کی نگاہوں میں حیا کی معصومیت، دل میں ایمان کی حلاوت اور اعمال میں خشیت الہی کی جھلک موجود ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ ماضی میں حمد و نعت کو صنف سخن بھی نہیں سمجھا جاتا تھا اور اسلامی ادب کو رجعت پسندی قرار دیا جاتا تھا خواہ اس میں فکر کی کتنی ہی لطافتیں اور انشاء کی کتنی ہی نظافتیں موجود ہوں۔ مقام شکر ہے کہ آج ہر قلم، حمد و نعت کی توفیق مانگ رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ ”دانشور“ وہی ہے جو قلم کی عصمت کو قائم رکھتا اور لفظوں کو بے آبرو ہونے سے بچاتا ہے۔ کیونکہ خدا کا خوف، قلم اور قدم دونوں کو بے مہار نہیں ہونے دیتا۔

حضرت خطیب الاسلام کے رشحات خامہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے لبریز ہیں۔ ان میں بیان حسن بھی ہے اور حسن بیان بھی۔ اکثر مقامات پر لفظ ماء تسنیم میں ڈوبے ہوئے اور آب کوثر سے دھلے ہوئے لگتے ہیں۔ فکر کی یہ کشود اور لفظوں کی یہ کشید، انفرادی کاوش کا نتیجہ کم اور عطائے محبوب زیادہ ہے۔

لفظ جب تک وضو نہیں کرتے

ہم تری گفتگو نہیں کرتے

اور جسے نگاہ ناز، آشنائے راز بنا لے، اس کی خوبی قسمت میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ ولولہ اور جذبہ، عشق اور آشفنگی ہی سے پروان چڑھتا ہے۔ کہیں آشفنگی، مجاز

کی پرفریب وادیوں میں بھٹک کر، عمر بھر بے مزہ رہ کر دم توڑ دیتی ہے اور کہیں حقیقت کی ایک جھلک پا کر، ایمان و ایقان کی دلیل بن جاتی ہے کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتی اور اسیر و نچیر ہو کر بھی یوں پرسکون رہتی ہے

ع جیسے اک زخمی پرندہ آشیاں تک آگیا

”عشق کے مذہب کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ خلا میں معلق نہیں رہ سکتا۔ اس کو اپنی نمود کے لئے کسی نشانے یا موضوع کی ضرورت ناگزیر ہے۔ اسی سے ان تمام پرستشوں اور عبادتوں کا آغاز ہوا، جو مختلف مسلکوں اور مشربوں سے وابستہ ہیں۔ مجازی دل بستگیوں سے لے کر عشق حقیقی کی انتہائی چسپید گیوں تک اس راستے میں اتنی رنگارنگیاں ہیں کہ قلم ان کے استقصاء پر قادر نہیں۔“

”عشق کے اسی جذبے نے حضرت خطیب الاسلام کو عمر بھر بے چین رکھا اور بالآخر عمر بھر کی بے قراری کو گنبد خضریٰ ہی کے خنک سائے میں قرار آیا اور وہ ہر ساعت اس بات کے آرزو مند رہے کہ سکون و عافیت کے اس ماخذ تک ہر ایک کی رسائی ہو جائے اور ہر زخم خوردہ کو یہ احساس ہو جائے کہ یہی وہ دیوار ہے جس سے ہر دکھتی ہوئی پیٹھ ٹیک لگا سکتی ہے۔“

خود وقت کو ملتا ہے سکوں ان کی گلی میں

سنٹے ہیں وہاں گردش ایام نہیں ہے

ان مضامین میں مغربی حکماء کے حوالے بھی ملیں گے اور اس امر کا ثبوت بھی کہ ان کی سرگرداں عقل جس منزل تک آج پہنچی ہے، اس کی نشاندہی صدیوں پہلے عرب کے اس عظیم و جلیل امی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کر دی تھی جو فی الحقیقت علم کا شہرتھا۔ جو مقام تکمیل سے بولتا تھا اور جس کی بات کو کسی مشاہدے، کسی تجربے اور کسی نتیجے کی

حاجت نہ تھی۔ ان مضامین میں دور حاضر کی فلسفیانہ موٹنگائیوں پر شریعت و طریقت کا تفوق، مغلوب گماں دلوں کو یقین کی سرخوشی عطا کرتا ہوا ملے گا۔ صاحب تحریر کی سعی یہی ہے کہ تن کی دنیا میں الجھے ہوئے لوگوں کو، من کی دنیا کے اس سرور سے آشنا کیا جائے جو دنیاوی رعنائی اور اخروی سرخروئی کا دیباچہ ہے۔

اشک عنابی سلامت، چشم پر خون چاہئے

غازہ جاں کی بدولت چہرہ گلگوں چاہئے

یہ امر وجہ انبساط ہے کہ جس طرح زندگی میں سبھی مکاتب فکر، صاحبزادہ سید فیض الحسن علیہ الرحمہ کے قدردان تھے، اسی طرح ان کے یہ مقالات بھی، اپنے اندر کوئی ایسی اختلافی بات نہیں رکھتے جس سے کسی جہیں پر کوئی شکن ابھرے۔ انہوں نے کہیں بھی حکایت کو شکایت نہیں بننے دیا..... جہاں تک طریقت کا تعلق ہے، سچے تصوف کا منکر کوئی بھی نہیں ہے، کیونکہ راستہ دکھانے والے کی ضرورت ہر دور کے ہر مسافر کو رہی ہے۔ سبھی کے اسلاف، مرشد کی ضرورت، ذکر کی اہمیت، مراقبہ کی محویت اور عرفان کی عظمت کے گرویدہ رہے ہیں۔ افسوس کہ شوق بے معرفت نے ذوق حقیقت کو دھندلا دیا ہے اور سچ کے پہچان بھی مشکل ہو گئی ہے۔

کسی کی زلف پریشاں ، کسی کا دامن چاک

جنوں کو لوگ تماشا بنائے پھرتے ہیں

بات اسی تماشے سے بگڑی ہے اور رد عمل بسا اوقات شدت اختیار کر جاتا ہے

ور نہ حق، حسن اور خوشبو کو کسی اشتہار کی حاجت نہیں ہوتی کہ

ع قبائے گل میں ، گل بوٹا کہاں ہے

”مقالات خطیب الاسلام“ کی بیشتر تحریریں اپنے اندر رواروی اور بے ساختگی

کی کیفیت لیے ہوئے ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ دل میں کوئی لہر اٹھتی ہے اور کاغذ پر نقش

ہو جاتی ہے۔ لوگ انہیں اصرار کے ساتھ لے جاتے تھے تو ہزاروں دل ان کی گفتار کے نغمے میں ہوتے تھے۔ وہ بات سے بات پیدا کر کے سامعین کو ہنساتے، رلاتے اور تڑپاتے چلے جاتے تھے۔ ”مقالات خطیب الاسلام“ ایک انتہائی ”تیز گفتار“ اور سیف زبان مقرر کے لفظ لفظ کو زنجیر کرنے کی ایک کامیاب سعی ہے کہ وہ تو ہوا کی چال چلتے اور خوشبو کے لہجے میں بولتے چلے جاتے تھے۔ اب یاد ہی باقی رہ گئی ہے۔

جن کے سائے میں صبا چلتی تھی

پھر نہ وہ لوگ پلٹ کر آئے

”خطیب الاسلام حضرت صاحب زادہ فیض الحسن ایک روح دلنواز..... ایک

گلشن لازوال اور ایک پیکر جمال و کمال تھے..... وہ آسمان خطابت کا نیرتاباں.....

ہمت و جرأت کا کوہ گراں..... محبت و مروت کا تابندہ نشاں..... علوم طریقت کا بحر

بیکراں..... اور سادات کے قافلے کے حدی خواں تھے۔ ا۔

کاش وہ اپنی کیفیات، اپنے تجربات اور اپنے حالات ارادی طور پر سپرد قلم

کر جاتے تو مستقبل کے مورخ کو ماضی کے حقائق تک پہنچنے میں بہت آسانی ہوتی۔

یہ مقالات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ

للعالمین تک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رفعتوں سے لے کر اولیائے کرام کی عظمتوں

تک کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ایک مسلمان کے دینی شعور کو پختگی،

ایک ادیب کے ذوق فن کو آسودگی اور ایک فلسفی کی سرگرداں عقل کو منزل کی سرخوشی ملے

گی۔ اس میں ذوق نظر کے بہت سے زاویے اور نشاط روح کی بہت سی کیفیتیں جلوہ

گر ہیں، اسے نہ اہل نظر، نظر انداز کر سکیں گے، نہ تماشا سائی۔

انداز ہیں جذب اس میں سب شمع شبتاں کے

اک حسن کی دنیا ہے خاکستر پروانہ

الغرض، حسن کا اظہار، لطیف لہجے میں ہو تو وہ ادب کہلاتا ہے گویا ادب وہ حقیقت ہے جو حسن میں بستی ہے اور ادب کا مقصود، قاری کو ذہنی سرخوشی دے کر، اس کی روح میں مضمحل جمالیاتی احساس کو گدگدانا ہے۔ جمالیاتی ادب کے یہی وہ سلسلے ہیں جو شرر لکھنوی سے شروع ہوتے سجاد حیدر یلدرم، نیاز فتح پوری اور خلعتی دہلوی کے ہاں سنورتے، ابوالکلام آزاد، ظفر علی خاں اور صلاح الدین احمد کے ہاں نکھرتے اور صاحبزادہ سید فیض الحسن کی ذات میں دکتے اور آخری لپک لیتے محسوس ہوتے ہیں۔

ان کے نقوش زبان و قلم کا یہ تحفظ ایک قابل قدر ادبی اور دینی کارنامہ ہے۔ اظہار و بیان کو جمالیاتی کیف بخشنے والے ادیب و خطیب کم و بیش ناپید ہو چکے ہیں..... نتیجہ معلوم کہ قارئین و سامعین کے ذوق سلیم کی نہ تشکیل ہو رہی ہے نہ تربیت، نہ تعمیر ہو رہی ہے نہ تہذیب۔ جس نثر میں فکر اور نظر کی سنگت ہو، منطق، شعریت کے ساتھ ہم آغوش ہو، دل اور دلیل کا ایک حسین امتزاج ہو، وہ اپنے قارئین سے بھی ذوق کی انتہائی پاکیزگی کی طلب گار ہوا کرتی ہے، لے ”صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ کے اٹھ جانے کے بعد، معلوم ہوتا ہے کہ اب فطرت نے وہ سانچا ہی توڑ دیا ہے جس میں ادب کی شگفتگی اور فکر کی شادابی ڈھلا کرتی تھی۔ اب وہ لوگ کہاں جن کی شکوہ گفتار اور جن کے اعتبار کردار کے سامنے وجدان و شعور دونوں دوزانو ہو جایا کرتے تھے..... وہ دور تک سناٹا ہے

ضرورت جتنی جتنی بڑھ رہی ہے صبح روشن کی

اندھیرا اور گہرا، اور گہرا ہوتا جاتا ہے

۱۔ اردو نثر کی تاریخ میں مولانا ابوالکلام آزاد کا عہد: پروفیسر صدیق الرحمان قدوائی مولانا ابوالکلام آزاد، شخصیت اور کارنامہ: خلیق انجم ۱۳۰۷ھ ص ۳۳۳

خطیب الاسلام قدس سرہ کی بذلہ سنجی



حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ ایک جامع الصفات شخصیت تھے۔ آپ ایک بلند پایہ خطیب، عظیم المرتبت قائد، مدبر سیاستدان اور شریعت و طریقت کا بحر بیکراں تھے۔ ان گونا گوں خوبیوں کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت کا ایک انتہائی شاندار پہلو شگفتہ بیانی اور بذلہ سنجی بھی تھا۔ دوران تقریر اور نجی محافل میں جب آپ اپنی شگفتہ بیانی کا اظہار فرماتے تو محفل کو کشت زعفران بنا دیتے اور مزاج کی لطافت ان کے کلام و بیان سے ظاہر ہوتی۔ مشے نمونہ از خروارے کے مصداق اس کی چند مثالیں نذر قارئین ہیں

✽... ۱۹۶۱ء کو جمعیت علماء پاکستان کے ایک جلسہ میں بحیثیت مرکزی صدر اپنے پہلے خطاب میں ملاں اور مسٹر پراس انداز سے گفتگو فرمائی کہ نفس مسئلہ بھی بیان ہو گیا اور بذلہ سنجی کا کمال بھی نظر آیا... فرماتے ہیں

ہم تو ہیں ملاں، مولوی نہیں، انگریزی آتی ہو پھر بھی ملاں، کیونکہ
داڑھی رکھ لی ہے۔ میں لیکچر دوں انگریزی میں..... میں ہوں ایم۔ اے۔
پی۔ ایچ۔ ڈی (پنجاب) پھر بھی ملاں..... اور میرے بابو جی میٹرک میں
دس دفعہ فیل ہو جائیں پھر بھی بابو۔

مجھے حدیث آئے..... تو ملاں

مجھے فقہ آئے..... تو ملاں

میں بی۔ اے پاس کر لوں..... تو ملاں

ایم۔ اے کی ڈگری میرے پاس ہو..... تو ملاں

آثار قدیمہ کا ترجمان..... کیونکہ داڑھی رکھ لی..... اور بابو جی کو کچھ نہ

آئے..... جیب خالی ہو..... دماغ بھی خالی ہو..... دل بھی خالی ہو.....

پرائمری میں نو دفعہ فیل ہو جائے پھر بھی جنٹلمین!

✽..... ۱۹۶۱ء میں جب حکومت نے عائلی قوانین کا بل پاس کیا تو ماڈرن خواتین اور

بیگمات نے جلوس نکال کر شدید رد عمل ظاہر کیا..... اس پر حضرت خطیب الاسلام نے

انتہائی شگفتہ تجزیہ فرمایا..... ملاحظہ فرمائیں!

آج ہماری بہنوں کا دماغ خراب ہو گیا۔ جب ہم نے یہ کہا کہ عائلی

قانون کو منسوخ کر دو، منسوخ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ سارا قانون

منسوخ کر دو بلکہ جو اس میں غیر اسلامی دفعات ہیں وہ نکال دو۔ تو میری

بہنوں کا دماغ خراب ہو گیا۔ انہوں نے جلوس نکالے، یہ خلوت کو چھوڑ

کے جلوت میں آگئیں، انہوں نے پردے اٹھا دیے اور سرخی پاؤ ڈر لگا کے،

مسلم ہو کے میدان میں آ کے انہوں نے اعلان کر دیا!

اگر ایک دن کے لئے حکومت ہمیں دے دی جائے تو ہم ہر مولوی کو
گولی مار دیں۔ تم نے پڑھا ہوگا اخباروں میں
تو میں نے کہا میری بہنو! اگر سارے مولوی مر گئے تو تمہارے نکاح
کون پڑھائے گا؟۔!

✽ ایک اور واقعہ جو کہ حضرت خطیب الاسلام نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا اسے
پڑھیے۔ چھوٹے چھوٹے اور دلکش جملوں میں آپ کو منظر کشی کا کمال بھی نظر آئے گا اور
شگفتہ بیانی کا جمال بھی۔

اور جب تم شادی پہ چلے، دھوم دھام کے ساتھ چلے..... بینڈ بجا کے
چلے..... سہرے باندھ کے چلے..... گھوڑے پہ سوار ہو کے چلے..... اعلان
عام کر کے چلے..... جب گھر میں پہنچے..... نکاح کا وقت آیا..... تو مولوی
صاحب نے کہا..... برخوردار ذرا کلمہ تو پڑھو؟

لڑکے کو پسینہ آ گیا..... اختلاجِ قلب شروع ہو گیا..... پیپلائزیشن
آف ہارٹ (Peplization of Heart) کا دورہ پڑا لڑکے کو.....
لڑکا فلوں سا ہو گیا..... لڑکا جھک گیا..... لڑکا شرمایا گیا اور بالکل البیلی
دوشیزہ کی طرح..... وہ سہا ہوا بیٹھا ہے..... اب سر نہیں اٹھاتا..... اور آپ
جیسے تجربہ کار بزرگ قریب بیٹھے تھے، جو اس منزل سے گذر چکے ہیں۔
انہوں نے کہا مولوی صاحب

لڑکا بڑا حیا دار اے..... شرمندہ اے پیا..... تیس کلمے پڑھ چھڈو وہ
نوجوان اس لئے نہیں شرماتا..... اسے اس لئے پسینہ نہیں آتا کہ میں نکاح
کرنے چلا ہوں..... ارے پسینہ اس بات پر آتا ہے کہ مسلمان ہو کے

اثر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ تم ایک داڑھی رکھ کر دیکھ لو۔۔۔۔۔ کئی قسم کی حیا تمہارے ذہن میں پیدا ہو جائے گی۔ ۱۔

✽۔۔۔۔۔ کامونگی میں علامہ عبداللطیف چشتی، علامہ محمد شفیع، مفتی حبیب اللہ کے پاس آپ تشریف فرما تھے اور کھانے کا وقت تھا۔ آپ نے مفتی صاحب کی طرف اشارہ کر کے اور بذلہ سخی کرتے ہوئے فرمایا

مفتی صاحب آپ فتویٰ تو دے سکتے ہیں مگر بوٹی کا انتخاب نہیں کر سکتے۔ ۲۔

✽۔۔۔۔۔ اہل سنت کی محافل دینیہ میں اکثر اختتام پر میٹھی شے حلوہ وغیرہ تقسیم کیا جاتا ہے دیگر گروہ اس پر بھی فتوے لگاتے ہیں اسی بات کو جب حضرت خطیب الاسلام نے اپنی زبان معجز بیاں سے ادا فرمایا تو شگفتہ بیانی کی بہار آگئی۔۔۔۔۔ ملاحظہ ہو

ارے ہم پر جو بڑے بڑے الزام ہیں ان میں سے ایک کبیرہ الزام یہ ہے کہ سنی مولوی حلوہ کھاتے ہیں۔ حلوہ کھانے کے لئے یہ گیارہویں کا انعقاد کرتے ہیں اور جب حلوہ کھانے کو جی چاہتا ہے تو یہ ختم کا مسئلہ شروع کر دیتے ہیں تاکہ یہ حلوہ کھائیں۔

اور اصلی بات یہ ہے کہ جی ان کا بھی کرتا ہے مگر ان کو ملتا نہیں۔۔۔۔۔ جب ملتا نہیں تو وہ ہمارا حلوہ دیکھ سکتے نہیں۔۔۔۔۔ پھر یہ نہیں کہتے ہیں ہمیں بھی کھلاؤ۔۔۔۔۔ وہ کہتے ہیں یہ کیوں کھاتے ہیں؟

مجھے تکلیف کیا ہے؟ مجھے تو تم سے ہمدردی ہے۔ اے کاش تم محبت کے ساتھ ہمارے قریب آ کے حلوے کا نسخہ پوچھتے، حلوہ تمہیں بھی مل جاتا۔ ارے اعتراض کرنے سے حلوہ دور جاتا ہے۔۔۔۔۔ اور اعتراف کرنے سے قریب آتا ہے۔ خدا کی قسم! ارے میرا تجربہ تو یہ ہے کہ حلوہ ہمارے پیچھے

پیچھے بھاگتا ہے۔ آگے پیچھے بھاگتا ہے خدا سے دعا کرتا ہے!
 مولا میری قسمت اچھی ہو جائے اگر کسی سنی کے منہ میں پڑ جاؤں
 حلوہ دعائیں کرتا ہے کہ میں کسی بد ذوق کے منہ میں نہ پڑوں۔ اس
 لئے کہ ہر منہ حلوہ کھانے کے قابل نہیں۔

حلوہ خوردن را روئے باید

حلوہ دعا کرتا ہے کہ مجھے سنی کے منہ میں ڈالنا..... اس لیے ہم جہاں جاتے
 ہیں حلوہ ہی حلوہ اور میرے ساتھ تو حلوے کو ایسی محبت ہے خاص طور پر.....
 مجھے نہیں چھوڑتا۔ مجھے رغبت حلوے سے نہیں میں نمکین چیز پسند کرتا ہوں۔
 ✽ جب میں تحریک ختم نبوت میں قید ہو گیا ہم سکھر جیل میں تھے..... قید
 تنہائی تھی..... گرمی کا موسم تھا..... چاولوں کی روٹی ہمارے سامنے آئی.....
 تو روٹی بڑی خشک تھی۔ گلابھی خشک تھا..... سکھر کی گرمی تھی..... جب نوالا
 ڈالا..... تو نوالا حلق میں اٹکا..... تو نہ لوہے کے چنے چبانے پڑے..... نہ
 اُگلتے بنے..... نہ نگلتے بنے..... نہ اندر جاتا ہے نہ باہر آتا ہے..... میں بڑا
 پریشان ہو گیا۔

ارے ہم گندم کی روٹی کھاتے ہیں..... اُبلے ہوئے چاول تو کھاتے
 ہیں لیکن چاول کی روٹی ہم نے کبھی نہیں کھائی۔ جب نوالا حلق میں اٹک
 گیا..... تو جب وہ باہر نکلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ دُنیا والوں کے
 باں جاتے ہیں تو حلوے کھاتے ہیں..... آج کملی والے کے نام پر اس
 کے مہمان بن کے آئے ہیں اگر چاہے تو حلوہ یہاں بھی کھلا سکتا ہے.....
 میرا عقیدہ تھا میں نے نوالا رکھ دیا..... میرے ساتھ مولوی ”دوسرے“
 بھی تھے..... انہوں نے کہا کھاتے کیوں نہیں؟

میں نے کہا آپ کو معلوم ہے میں سُنی ہوں اور میں حلوہ کھانے کا عادی ہوں..... میں گیارہویں دلواتا ہوں..... اور حلوہ کھاتا ہوں میں تو یہاں بھی حلوہ کھاؤں گا..... غوث پاک کا صدقہ کھاؤں گا..... خواجہ اجمیری کا صدقہ کھاؤں گا..... شیخ مجدد کا صدقہ کھاؤں گا..... اور کملی والے کے قدموں کے طفیل کھاؤں گا..... حلوہ تو میں یہاں بھی کھاؤں گا۔

تو انہوں نے کہا چل بے چل..... جیل ہے مریدوں کا گھر نہیں..... یہ جامعہ رضویہ لائل پور نہیں..... حزب الاحناف کا دفتر نہیں..... یہ جیل ہے یہاں حلوہ نہیں مل سکتا۔

میں نے کہا جناب میرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نہ بھیجے تو اس کی اپنی مرضی..... لیکن فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ ہے۔

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي

تقسیم کرنے والا میں ہوں دینے والا وہ ہے۔

جب ساری کائنات میں تقسیم کرنے والا وہ ہے۔ جو مختارِ کل ہے ہر کسی کی ضرورت کو جانتا ہے اگر تقسیم کرنے والا سب کی ضرورتوں کو نہ جانے تو تقسیم غلط ہو جائے گی ارے تقسیم کنندہ وہ ہو سکتا ہے جو سب کی ضرورت کو جانتا ہے اور جب کملی والا ہر چیز کو تقسیم کرنے والا ہے تو کملی والا بھی سب کی ضرورت کو جانتا ہے اور سب کی ضرورت کو جو جانتا ہے وہ غیب بھی جانتا ہے۔

تو میں نے کہا میرا ایمان ہے کہ وہ بھیج سکتا ہے چاہے بھیجے... چاہے نہ بھیجے۔ میں مجبور تو نہیں کر سکتا..... لیکن چاہے تو جیل میں بھی حلوہ بھیج سکتا

انہوں نے کہا کہ کیوں بھوکے مرنے لگے ہو؟ روٹی چپکے سے کھا لو.....
 حلوہ یہاں کہاں آئے گا؟

میں نے کہا میں تمہیں بتاتا ہوں، آتا ہے یا نہیں آتا۔ میں نے ایک
 دن کھانا نہ کھایا۔ دوسرے دن نہ کھایا..... تو وہ جناب میرے گلے کا ہار
 ہو گئے۔ چھیں بچیں ہو کے..... مجھ کو تاڑا..... مجھ کو گھورا..... کہنے لگے۔
 مر جاؤ گے تم بھوکے۔

اللہ کی قسم! دو دن کے فاقے کے بعد بھی میرے دل میں کوئی ہچکچاہٹ
 نہ پیدا ہوئی اور میرے یقین نے کہا کملی والا ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہے.....
 مختارِ کل بھی ہے..... اور تقسیم کنندہ بھی ہے جس کو چاہے..... جتنا چاہے.....
 جو چاہے..... پہنچا سکتا ہے۔ میں نے کہا کملی والے میں تو حلوہ ہی کھاؤں گا
 جیل سپرنٹنڈنٹ بہت سخت تھا..... وہ سندھی تھا..... اُس کو چن کر لگایا
 کہ مولوی کا مزاج صاف کرو..... مولوی قابو آ گیا..... ایسا صاف کرو کہ
 پھر یہ ختم نبوت کا نام نہ لے۔ اب ہمیں گھورتا ہے جس طرح قصائی بکرے
 کو دیکھتا ہے وہ ہمیں گھور گھور کے دیکھتا ہے..... ہمیں تنگ کرتا ہے.....
 بات بات پہ ہم سے اُلجھتا ہے..... اُس کی ایک بچی تھی دو سال کی۔ بڑی
 پیاری پیاری..... بھولی بھالی بچی۔

میرے دوستو! ابواکلام کیا بات کہہ گئے؟ انہوں نے کہا کہ اگر دنیا
 میں دو چیزیں نہ ہوتیں اگر ایک بچے نہ ہوتے اور ایک پھول نہ ہوتے تو
 دنیا رہنے کے قابل نہ ہوتی۔ بچے کی معصومیت غم غلط کرتی ہے اور پھولوں
 کی بویاس جو ہے جو دل میں تفریح پیدا کرتی ہے۔

ارے ہمیں سال بھر ہو گیا..... بچے دیکھے دیر ہو گئی..... جی چاہا بچے کی

زیارت بھی کر لوں معصومیت کے پیکر کو دیکھ لوں کیونکہ اس میں تکلف نہیں ہوتا۔ بناوٹ نہیں ہوتی اس کی دو سال کی ایک لڑکی تھی..... قدرت خدا کی بچی بیمار ہو گئی..... بچی بلکتی ہے..... بچی اینڈھتی ہے..... بچی مچلتی ہے..... بچی روتی ہے..... بچی چپ نہیں کرتی..... انہوں نے برو مائیڈ دیا..... بچی روتی ہے..... انہوں نے مارفیا کا ٹیکہ لگایا..... بچی روتی ہے..... انہوں نے جھنجھنا دیا..... بچی روتی ہے..... انہوں نے گولی دی..... بچی روتی ہے..... بچی چپ نہیں کرتی..... تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ہر طرف سے فیل ہو گئے تو اس کی بیگم صاحبہ نے بلایا صاحب! ادھر آؤ

ہمیں بڑے گھورتے تھے سپرنٹنڈنٹ صاحب، بڑے جابر تھے، اور بڑے چمیں بچپیں ہوتے تھے، جب آتے تھے تو ماشاء اللہ بڑے گھور گھور کے دیکھتے تھے۔ جب اس نے بلایا تو مجھے معلوم ہوا بڑے برخوردار شوہر ہیں۔

اس نے بلایا صاحب! ادھر آؤ، کہنے لگا حضور حکم! کہنے لگی! میری بچی چپ نہیں کرتی، معلوم ہوتا ہے کہ اسے نظر بد ہو گئی، میں نے سنا ہے جیل میں کچھ مولوی آئے ہیں، جا کے پوچھ کوئی جھاڑ پھونک بھی جانتا ہے؟

ہو گیا حلوے کا انتظام..... بن گیا کام

اب جناب! پہلے تو گھور گھور کے آتا تھا، چمیں بجیں ہو کے آتا تھا مگر جب اگلے دن آیا تو لجا لجا کے دیکھتا ہوا..... شرما شرما کے دیکھتا ہوا..... دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہوا..... گردن کو جھکائے ہوئے آتا ہے۔

اذل جفا سے شرم سراپا بنے ہوئے

وہ آج کل ہیں جانِ تمنا بنے ہوئے

اپنی غلطیوں پر شرماتا ہوا اندامت کا پیکر بنا ہوا آ رہا ہے

میں نے سمجھا آج کچھ واقعہ ہے جو شرماتا ہوا آ رہا ہے..... کچھ بات ہے۔
وہ اتفاق سے پہلے ان مولویوں کے پاس آیا..... وہ..... وہ بھی..... تھے کہنے لگا
مولوی جی، کوئی جھاڑ پھونک جانتے ہو، دم درود جانتے ہو؟ کہنے لگے توبہ توبہ، شرک،
شرک، بدعت، بدعت۔

وہ سپرنٹنڈنٹ بڑا گھبرایا، اتفاق سے وہاں میرا اک اور دوست تھا میں اس کا نام
نہیں لیتا آدمی بڑا باذوق تھا مگر..... ان میں سے..... نہ تھا اور ہم میں سے بھی نہ تھا۔

اس نے سپرنٹنڈنٹ سے پوچھا کیا پوچھتے ہو؟

کہنے لگا..... کوئی دم درود والا بھی ہے؟

اس نے میری طرف اشارہ کیا کہ وہ پیر صاحب بیٹھے ہیں

وہ میرے پاس آ گیا اور کہنے لگے مولانا! آپ دم درود بھی کرتے ہیں؟

میں نے کہا..... بھی نہیں..... ہم دم درود ہی کرتے ہیں اور کچھ نہیں آتا۔

ہم نے پوچھا کیا ہوا

کہنے لگا، میری دو سال کی بچی ہے، اس کو نظر بد لگ گئی۔

جب اس نے بچی کی نظر بد کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ حلوے کا پروگرام بن گیا۔

قربان جاؤں آقا کملی والے تم پر، وہ جب دلوانے پہ آتا ہے

ہے عیاں یورش تار تار کے افسانے سے

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

وہ جب دلوانے پہ آتا ہے تو دشمن سے بھی دلوا دیتا ہے۔

میں نے کہا، واہ کملی والے..... جب آپ حلوہ دلوانے پہ آئیں تو جو

ہمارا حلوہ بند کرنے آیا..... جس نے ہماری ناکہ بندی کر دی..... جس نے

ہمارا کھانا پینا بند کر دیا..... جب آقا دلوانے پہ آتا ہے تو اس کے گھر سے ہی

دلوادیتا ہے۔

میں نے کہا... بچی کو لاؤ۔

وہ بچی کو لایا تو بچی روتی ہے بچی بھلتی ہے... بچی... ہے، بچی
نائمیں پھیلاتی ہے... بچی چپ نہیں کرتی۔

جب بچی میرے سامنے آئی تو دو سال کی بڑی پیاری بچی تھی، میں نے
بچی کو گود میں اٹھایا اور خدا کی قسم

بچی روتی روتی فوراً چپ ہو گئی... میں نے اس کے کان میں صرف
درود خضریٰ پڑھا تھا... بچی روتی ہوئی آئی تھی... مسکراتی ہوئی گئی...
شام ہوئی اچانک نفیس کھانے کی خوشبو محسوس ہوئی۔ ہمارے مشام جاں کو
معطر کرنے لگی... وہ بھی چوکننا ہو گئے... میں بھی چونک گیا... کیا دیکھا
سپر نٹنڈنٹ کا ملازم تھاں ہاتھوں میں اٹھائے... کپڑے سے ڈھانپے
آ رہا ہے... مسحور کن خوشبو ہوا کہ دوش پر سوار ہمارے پاس پہنچی... وہ
چلتا چلتا انہیں چھوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا... پیر صاحب آپ کو
بیگم صاحبہ نے سلام کہا اور کہا ہے کہ آپ کا کھانا اب ہمارے گھر سے آئے
گا... کھانا میرے سامنے رکھا... میں زیر لب ختمات پڑھنے لگا... وہ
میری حرکات غور سے دیکھنے لگے۔

جب رہا نہ گیا تو میرے پاس آئے اور پوچھا حضرت یہ کیا ہے؟

میں نے کہا دیکھے لہذا کھانا ہے اور حلوہ بھی ہے

انہوں نے پھر پوچھا یہ ہے کیا؟

میں نے کہا... یہ غوث پاک کی گیارہویں کانگڑ ہے... یہ سن کر

تھوڑے سے بد کے... اک کونے میں جا کر بیٹھ گئے... آپس میں گفتگو

کرنے لگے..... پھر میرے پاس آئے اور کہا ہم نے کافی تحقیق کی ہے..... غوث پاک کی گیارہویں کانگر کھالیا جائے..... تو کوئی مضائقہ نہیں۔

میں نے کہا بسم اللہ آئیے اور کھائیے..... انہی کے نام کے صدقے

تو ہمیں حلوہ ملتا ہے۔ اے

زیر نظر سطور میں آپ کی حیات طیبہ سے صرف واقعات پیش کئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تمام تر زندگی شگفتگی اور شیفگی کا خوبصورت مظہر تھی آپ شگفتہ مزاج ضرور تھے مگر کبھی بھی اپنی گفتگو کو بے وقار نہ ہونے دیا۔ آپ کے پروقا اور جلال آفریں سراپا سے جب ظرافت و بذلہ سخی کے پھول جھڑتے تو حاضرین و سامعین دیر تک ان کی مہک محسوس کرتے۔

خطیب الاسلام قدس سرہ بحیثیت ہومیو پیتھک معالج

ڈاکٹر احمد حسین

پرنسپل ہومیو پیتھک میڈیکل کالج لاہور



دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ کارہائے نمایاں انجام دینے والی عظیم ہستیاں دنیا کے سامنے ہمیشہ بطور نمونہ پیش کی جاتی رہی ہیں اور آنے والی نسلیں ان کے اخلاق و کردار کو اپنی زندگی کے لئے لائحہ عمل بنا کر زندگی کو مفید اور کامیاب بناتی رہی ہیں۔ ایسی رہبر ورہنما ہستیاں اگرچہ جسمانی طور پر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں لیکن اپنے نیک اعمال اور سیرت و کردار کے اعتبار سے ہمیشہ زندہ و تابندہ رہتی ہیں۔

دنیا فانی ہے اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے، لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہے اپنے حسن کردار اور اعلیٰ اخلاق، پاکیزہ صفات اور بہترین حسن سلوک کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر اپنے نقوش چھوڑ جاتا ہے جو تا قیامت نہیں مٹتے، اگرچہ وہ اس دنیائے فانی سے خود رخصت ہو جاتا ہے لیکن اس کی پاکیزہ سیرت کا نقش تاریخ کے صفحات پر قائم و دائم رہتا ہے اللہ کے پیارے اور نیک بندوں اور ولیوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے انہی نیک بندوں میں حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ بھی

تھے، جو آج اگرچہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن اپنی پاکیزہ سیرت اور حسن کردار کی بدولت وہ لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی باتیں ہمارے لئے مشعل راہ بنتی رہیں گی اور انہی عظیم خدمات انسانی کی بدولت انسانوں میں ان کا ذکر جمیل ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

صاحبزادہ سید فیض الحسن ایک عظیم روحانی پیشوا تھے، ایک عظیم مفکر و شاعر تھے، ایک عظیم ادیب اور فلسفی تھے، ایک عظیم خطیب اور مقرر تھے، لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ ایک عظیم ہومیوپیتھ بھی تھے۔

صاحبزادہ صاحب ہومیوپیتھی کے ان چند درخشاں ستاروں میں سے تھے، جن کی ضیا پاشیوں سے دکھی اور بیمار دنیا ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں تقریباً نصف صدی تک فیض یاب ہوتی رہی۔ صاحبزادہ صاحب کو ہومیوپیتھی سے سچی محبت اور لگاؤ تھا۔ جس طرح حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب نے اپنی انتھک جدوجہد اور تقریر و تحریر کی صلاحیتوں سے دین متین اور مسلک حقہ کی بے پناہ خدمات انجام دیں۔ اسی طرح آپ نے ہومیوپیتھک علاج کو بھی عوام الناس سے روشناس کرانے کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں، کیونکہ ہومیوپیتھی طریق علاج انسانیت کی بہترین خدمت کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔

صاحبزادہ صاحب ہر دکھی اور مصیبت زدہ حاجتمند کو جہاں عظیم روحانی فیض عطا فرماتے، اس کے ساتھ ہی ہومیوپیتھی کی میٹھی میٹھی گولیوں کی پڑیا بھی دم کر کے عنایت فرماتے، جو بے حد فیض بخش ہوتی اور مریضوں کے دکھوں کا مداوا کرتی۔

ان کے عقیدت مند دور دراز سے اپنے بچوں کو لے کر آتے اور تعویذ کے ساتھ ہی کیومیلا، بیلاڈونا اور کلکیر یا فاس کی گولیاں بھی حاصل کرتے۔ اس طرح صاحبزادہ صاحب نے ہومیوپیتھی کو دور دراز دیہات میں بھی متعارف کرایا۔ بلاشبہ ہومیوپیتھی

صاحبزادہ صاحب کی ہمیشہ ممنون رہے گی۔

بچوں کے امراض کے سلسلے میں کیمومیلا اور بیلاڈونا قبلہ صاحبزادہ صاحب کی پسندیدہ ادویہ میں سے تھیں۔ ہومیوپیتھی کی یہ موثر اور شفا بخش دوائیں اور پھر صاحبزادہ صاحب کی روحانی شخصیت، سونے پر سہاگہ اسی کو کہتے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب ہومیوپیتھی کے محافظ و مجاہد کی حیثیت سے گوجرانوالہ شہر میں فن کی بے لوث خدمت میں آخری دم تک مصروف رہے۔ آپ نے ہومیوپیتھی کی بقا اور تشہیر کے لئے کئی ایک فنی تنظیموں میں بطور سربراہ اور رکن رکیں کی حیثیت سے شمولیت فرمائی اور یہ سلسلہ ان کے وصال تک قائم رہا۔

موصوف ہومیوپیتھک علاج معالجہ کے سلسلے میں وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ پیہم مطالعہ اور ریاضت سے انہوں نے اس فن میں ید طولی حاصل کر لیا تھا میں نے اکثر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب مرحوم کی کتاب انتخاب الادویہ ان کے میز پر رکھی دیکھی۔ چند ایک اور کتب ہندو مصنفین کی بھی ان کے پاس تھیں۔ صاحبزادہ صاحب مریض کو دم کرتے کرتے باتوں ہی باتوں میں مریض سے تمام علامات پوچھ لیتے اور فوراً باریک باریک گولیوں پر مبنی پڑیا بنا کر مریض کے حوالے کر دیتے۔ مریض کمال عقیدت اور یقین کے ساتھ دوا لے جاتے اور دوبارہ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو یقیناً دوا اور دعا سے ان کو فائدہ ہو چکا ہوتا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کو روحانیت میں کمال عطا کیا ہے اسی طرح ہومیوپیتھک ادویہ میں استعمال کا ملکہ بھی وافر عطا فرمایا ہے بلاشبہ لوگوں کو ان کے ہاتھ سے شفا عطا ہوتی تھی۔

دکھی انسانیت کو بذریعہ روحانیت علاج مہیا کرنا ان کی زندگی کا نصب العین تھا اور وہ اس طریق علاج سے لوگوں کی خدمت کو عبادت کا درجہ دیتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کا سفر آخرت جہاں سب لوگوں کے لئے غم کا باعث بنا ہے وہاں دکھی اور

پریشان حال لوگوں کے لئے بھی ایک ناقابل تلافی نقصان۔
 آپ ملنساری، خوش اخلاقی، زہد و تقویٰ کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ آپ ایک عالم
 باعمل، مصنف، شاعر، مقرر اور ایک بلند پایہ ہومیو پیتھ تھے۔
 اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا
 فرمائے اور ان کے جانشین کو ان کا حقیقی وارث بنائے۔ آمین !

اولادِ امجاد



حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کی اولادِ امجاد میں پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے

- ۱..... صاحبزادہ سید خالد الحسن شاہ قدس سرہ
- ۲..... صاحبزادہ سید زابد الحسن شاہ قدس سرہ
- ۳..... صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ المعروف ظاہرے شاہ
- ۴..... صاحبزادہ سید سجاد الحسن شاہ
- ۵..... صاحبزادہ سید برکات الحسن شاہ

صاحبزادہ سید خالد الحسن شاہ قدس سرہ

آپ کا ذکر خیر آئندہ صفحات پر آ رہا ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ مدظلہ العالی

آپ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے فرزند سوم ہیں آپ کی ولادت ۲

فروری ۱۹۴۲ء کو آلومہار شریف میں ہوئی۔

تعلیم

جب سن شعور کو پہنچے تو یہی دھرتی آپ کی مادرِ علمی بنی، آپ نے ابتدائی تعلیم آلومہار شریف میں ہی حاصل کی اور میٹرک کے بعد مرے کالج سیالکوٹ میں فیسٹ انٹر میں داخلہ لے کر اپنی تعلیمی زندگی کا اگلا دور شروع کر دیا۔

سیاسی زندگی

آپ کو اللہ ربُّ العزت نے خدمتِ خلق کے جذبے بڑی فراوانی سے عطا کئے ہیں اور یہ جذبے اندر ہی اندر انگڑائیاں لیتے رہے۔ ملکی حالات اور معاملات کو دیکھتے تو دل میں یہ شوقِ خدمت مزید ابھرتا۔ آپ نے ۱۹۶۲ء کے بعد اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور سب سے پہلے ۱۹۶۳ء کے بلدیاتی الیکشن میں حصہ لیا اور یونین کونسل کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ یہ میدان سیاست میں آپ کا پہلا قدم تھا آپ نے اپنے علاقے میں بھرپور محنت کی اور میدان سیاست میں فعال ہو گئے۔

۱۹۶۳ء کے بلدیاتی الیکشن کے بعد جب قدم آگے بڑھا تو چار سال تک آپ ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر رہے اس کے بعد تین دفعہ MPA کے الیکشن میں حصہ لیا اور دو دفعہ MNA کا انتخاب لڑا۔ یہ اللہ ربُّ العزت کا فضل اور آباؤ اجداد کی زگا ہوں کا فیض تھا کہ آپ بہ مرتبہ کامیاب ہوئے۔

ازدواجی زندگی

۱۹۸۲ء میں آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔

حرمین طیبین کی حاضری

وَن تے جو محمد مہدی علی صاحبہا الصلوٰت کا کلمہ بھی پڑھتے اور ان کی بارگاہ میں کس پناہ میں حاضری کی تڑپ اور اس کی قلق اپنے دل میں محسوس نہ کرے۔ یہی سرمایہ ایمان ہے یہ تڑپ صاحبزادہ سید افتخار الحسن مدظلہ و بھی ورثہ میں ملی۔

اولاً خاندانی وراثت

ثانیاً خاندانی و نسبی تعلق

سادات عظام میں بالخصوص یہ تڑپ ہمہ دم موجزن رہتی ہے کہ کب اپنے جد امجد اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بندہ نواز میں حاضری نصیب ہو چنانچہ آپ نے پانچ مرتبہ حرمین طیبین کی حاضری کی سعادت حاصل کی آپ کو اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت کی توفیق بھی ارزانی ہوئی۔

سرہند شریف حاضری

قیوم زمانی، محبوب سبحانی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس بارگاہ میں حاضری ہر اہل دل کی تڑپ اور اس کے دل کی آواز ہے۔ چونکہ نقشبندی مجددی فیض گٹھی میں ملا تھا اور توجہات آباؤ اجداد کے ذریعے یہ رنگ اور بھی گہرا ہوتا گیا۔

چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پاک کے ایام میں آپ متعدد بار سرہند شریف میں حاضری سے بہرہ اندوز ہو چکے ہیں اور کئی دفعہ سرکاری طور پر قافلہ سالار بھی متعین ہوئے۔

یہاں یہ امر بھی یقیناً قابل ذکر ہے کہ جب آپ سرہند شریف تشریف لے گئے تو بعض عمر رسیدہ سکھ بڑی محبت اور عقیدت کے جذبات لے کر آپ کو ملنے آئے اور

آپ کی زیارت کی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ تقسیم ہند کے وقت جب ضلع سیالکوٹ کے سکھ نقل مکانی کر کے اٹڈیا جا رہے تھے تو اس وقت آپ کے والد ماجد حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ نے ان سکھوں کی جانوں کو بچایا اور انہیں بحفاظت سرحد پر پہنچا کر خلق محمد کا عملی نمونہ دکھایا تھا۔

لہذا جب انہیں اس یہ خبر ملی کہ سرزمین آلو مہار شریف کا فرزند ارجمند ان کے دیس میں آیا ہے تو وہ اظہار تشکر کے لئے آپ سے بصد شوق ملاقات کے لئے آئے۔

اولادِ امجاد

مجاہد ملت صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ مدظلہ کو اللہ نے ایک بیٹا اور تین بیٹیوں سے نوازا ہے آپ کے صاحبزادہ والا شان کا اسم گرامی ”سید عطاء الحسن شاہ“ ہے جو کہ تاحال زیر تعلیم ہیں۔

آپ بڑے مہمان نواز، کریم النفس، عظمت اسلاف کی روشن تصویر اور خانوادہ آلو مہار کا افتخار ہیں۔ آپ کی ذات میں خاندانی وجاہت بھی ہے اور آبائی شرافت بھی۔ اپنے آباؤ اجداد کی یادیں تازہ رکھنے اور آستانہ عالیہ کی رونقیں برقرار رکھنے میں آپ کا کردار سورج سے زیادہ روشن ہے سالانہ اعراس مقدسہ میں دور و نزدیک سے آنے والے ہزاروں زائرین کے قیام و طعام، جملہ موسمی تقاضوں اور اعراس مقدسہ کے جملہ انتظامات آپ خندہ پیشانی سے کرتے ہیں نیز آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کی تمام نگرانی کے فرائض آپ خود ہی سرانجام دے رہے ہیں۔

خلفاء عظام

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے چند خلفائے عظام کے اسماء گرامی

- صاحبزادہ محمد فیض علی فیضی (راولپنڈی)
- ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی (گوجرانوالہ)
- مولانا حافظ فیض رسول نقشبندی چشتی (ملتان)
- صاحبزادہ سید نذیر احمد شاہ مجددی (درمان)
- خلیفہ علم الدین نقشبندی مجددی (سمندری)
- صوفی محمد یونس نقشبندی (دوبرجی آرائیاں ضلع سیالکوٹ)
- صوفی غلام حسین مجددی (وحدت کالونی لاہور)
- صوفی نعمت علی مجددی (نواں کوٹ لاہور)
- صوفی عبدالرحمن مجددی (مریدکے)
- صوفی شیخ منیر احمد نقشبندی قادری (گوجرانوالہ)
- میاں محمد یونس نقشبندی (شرقی پور شریف)
- مولوی محمد یعقوب قریشی (گوجرانوالہ)
- صوفی اللہ بخش مجددی (شکر گڑھ)

764-A



مرقد انور پیر طریقت حضرت خواجہ سید خالد حسن شاہ نقوی قدس سرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

جامع مسجد نقشبندیہ مجددیہ آلومہار شریف کے مینار کا

سنگ بنیاد

بہ سعی و ہمتام

سید افتخار الحسن شاہ

سید مر قی امین شاہ

بدست اقدس

شارح و مکتوبات اماربانی شیخ طریقت حضرت علامہ

ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی مدظلہ

تاریخ ۱۹ اگست ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بوقت السبحة دن ۲۸ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

مخائب ایاران طریقت خدام آستانہ عالیہ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ

جامع مسجد آلومہار شریف کے پر شکوہ مینار کے کتبہ سنگ بنیاد کا عکس

جانشین خطیب الاسلام، پیر طریقت

حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ مجددی قدس سرہ



ولادت

آپ کی ولادت ۱۹۳۴ء کو جلال پور شریف اپنے ننھیال میں ہوئی۔ جلال پور شریف سلسلہ چشتیہ کا ایک نامور خانوادہ ہے۔ صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ قدس سرہ کے نانا محترم کا اسم گرامی پیر طریقت سید مظفر علی شاہ ہے جو کہ زینب سجادہ آستانہ عالیہ جلال پور شریف تھے۔ اپنے علاقہ میں یہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کا نامور آستانہ ہے جن کی نسبت سیال شریف سے ہے، اسی بناء پر حضرت خطیب الاسلام اپنے بڑے اس بیٹے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے

کہ میرے اس بیٹے کو دو طرف سے فیض ملا ہے۔ ددھیال کی طرف سے نقشبندیہ اور ننھیال کی طرف سے چشتیہ فیض ہے۔ یہ دو فیضوں سے معمور ہے۔

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم شہر گوجرانوالہ میں حاصل کی۔ میٹرک کے بعد اسلامیہ کالج گوجرانوالہ اور پھر مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ کالج کی

تعلیم کے دوران نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اسلامیہ کالج میں آپ کی صلاحیتیں اس وقت ظاہر ہوئیں جب آپ کو سنوڈنٹ یونین کا جنرل سیکرٹری چن لیا گیا اور آپ نے یہ ذمہ داری بطریق احسن نبھائی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جب حضرت خطیب الاسلام اور دیگر قائدین تحریک ختم نبوت کو ملک کے مختلف شہروں میں گرفتار کر لیا تو آپ نے بحیثیت جنرل سیکرٹری طلباء میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو ابھارا، اور کالج میں جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ طلباء کے ان جلوسوں کی قیادت حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ قدس سرہ فرما رہے تھے، جس نے شہر گوجرانوالہ کی انتظامیہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان جلوسوں پر شدید لائٹھی چارج ہوا لیکن آپ کی قیادت میں طلباء کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ بالآخر آپ کو دیگر طلباء کے ہمراہ گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا۔ اس واقعہ سے اہل بصیرت پر واضح ہو گیا کہ حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ قدس سرہ اپنے عظیم المرتبت والد حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کی طرح انقلابی فکر کے حامل تھے اور تحفظ عقیدہ کیلئے سر دھڑ کی بازی لگانے کو بھی تیار تھے۔

بیعت و تربیت

آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ دینی و روحانی امور میں وہی آپ کے مربی تھے۔ دینی علوم پر دسترس کے لئے ان کی وسیع و عریض لائبریری سے بھی استفادہ کیا آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے ہمراہ روحانی و سیاسی دوروں میں گزرا۔ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ نے اپنے دورِ اواخر میں آپ کو فرمایا

میرا دل چاہتا ہے کہ تم منزل سلوک کو عملی طور پر طے کرو اور جس کو مناسب سمجھتے

ہو، اپنا شیخ بنا لو۔

تو آپ نے عرض کیا..... حضور! آپ سے زیادہ میری روحانی تربیت کے لئے اور کوئی مناسب نہیں ہے۔ میں آپ ہی سے نسبت حاصل کروں گا۔ پھر آپ نے حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

ازدواجی زندگی

۱۹۷۳ء میں آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ حضرت خطیب الاسلام نے اپنی سگی بھانجی کے ہاں آپ کا رشتہ طے کیا۔ آپ کے سسرال کا تعلق جڑانوالہ سے ہے۔

عملی زندگی

بی اے کے بعد پہلے آپ نے ایک چھوٹا سا کاروبار شروع کیا۔ جب منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم بن رہے تھے تو ورلڈ بینک نے ان کی نگرانی کے لئے اپنے تین دفاتر پاکستان میں قائم کئے تو ایک دفتر کے مینجر حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ قدس سرہ تھے۔ جب یہ پراجیکٹ ختم ہوئے تو ورلڈ بینک کے سربراہ نے آپ کو بڑے اصرار سے کہا کہ آپ مالیاتی امور کو انتہائی بہترین طریقے سے انجام دیتے ہیں آئیے ہمارے ساتھ امریکہ چلیں مگر آپ نے انکار فرما دیا۔

بعد ازاں ایک حیدری کو اپریٹو سوسائٹی تھی اس میں بھی مالیاتی ماہر کی حیثیت سے کام کیا۔ کچھ عرصہ سعودی عرب میں جا کر بھی کاروبار کیا مگر خاندانی امور کی وجہ سے

جلد واپس آنا پڑا۔

نیابت

آپ کو بار بار حضرت خطیب الاسلام اپنا قائم مقام بنا کر روحانی و تبلیغی دوروں پر بھیجتے۔ ایک مرتبہ گورالہ شریف نزد شکر گڑھ میں سالانہ عرس کی محفل تھی اور حضرت خطیب الاسلام اپنی زندگی میں کبھی اس محفل سے غیر حاضر نہ ہوتے۔ جب حضرت خطیب الاسلام ہسپتال میں داخل تھے تو پھر آپ کو وہاں بھیجا اور ایسا بار بار ہوا حتیٰ کہ منگل اور بدھ کو حضرت خطیب الاسلام دربار عالیہ خواجہ رکن الدین (متصل کلاں قبرستان) میں بطور ہومیو پیتھک ڈاکٹر آپ بیٹھتے تو ایام مرض میں آپ ہی کو وہاں پر بھیجتے۔

ایک پر لطف واقعہ یوں بھی پیش آیا کہ حضرت خطیب الاسلام صحت یاب ہو کر دوبارہ وہاں تشریف فرما ہوئے تو ایک بی بی آئیں آپ نے اُسے دو لکھ دی تو اس نے اصرار کیا حضور! جو آپ کے بیٹے نے دو لکھی تھی مجھے تو وہی چاہیے اس موقع پر خطیب الاسلام نے فرمایا۔ میرے بیٹے کے ہاتھ میں مجھ سے زیادہ شفا ہے۔

سجادہ نشینی

حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کو روحانی سطوتوں کے امین ٹھہرے۔ ”حضرت خطیب الاسلام کے چہلم کے موقع پر پیر طریقت عاشق حسین زیب سجادہ رہ بند شریف، پیر محمد کبیر علی شاہ چورہ شریف، پیر الطاف حسین نتھیال شریف، حضرت پیر سید برکات احمد شاہ جلال پور شریف سمیت کئی نامور مشائخ نے آپ کے سر پر دستار سجادہ نشینی رکھی۔ آپ کا انتخاب اتفاق رائے سے کیا گیا اور تمام مشائخ مشترکہ طور پر آپ کے سر پر دستار لپیٹتے رہے۔ یہ منظر

اتنا وجد آفریں اور کیف پرور تھا کہ الفاظ و زبان سے باہر ہے۔ اے دستار بندی کے بعد جب آپ کو دعوتِ خطاب دی گئی تو آپ کے چند ہی منٹ کے خطاب کو سن کر مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمہ پکار اٹھے

”ان میں تو اپنے آباؤ اجداد کے فیضان کا بھرپور اثر موجود ہے۔“

حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ قدس سرہ نے اپنے ایک انٹرویو میں فرمایا

”والد صاحب قبلہ ہی میرے مرشد اور استاد تھے، میری زندگی کا بہت سا حصہ والد صاحب کے ہمراہ روحانی و سیاسی دوروں میں گزرا۔ اب اس عظیم روحانی گدی کی سجادہ نشینی کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈال دیا گیا ہے تو میں جملہ مشائخ و علماء کرام، اپنے والد مرحوم کے مہمانِ خاص اور اپنے خاندان کے متعلقین سے عرض گزار ہوں کہ وہ میرے حق میں خصوصی دُعا فرمائیں تاکہ میں اپنے عظیم اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا ان کے مشن کو زندہ رکھ سکوں اور اپنے پدر بزرگوار کی تعلیمات کی روشنی میں بھرپور کردار ادا کر سکوں۔“

میرے والد محترم پاسبانِ ناموس رسالت اور عظیم محبتِ وطن تھے۔ میں ان کا بیٹا ہوں اور ختمِ نبوت پر میرا ایمان محکم اور غیر متزلزل ہے۔ مجھے جب کبھی قوم نے پکارا یا ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مجھے کسی قسم کی قربانی پیش کرنا پڑی تو میں اس سے کبھی گریز نہیں کروں گا۔ اور اپنے خاندان کے روحانی متعلقین کی اصلاحِ قلوب اور تربیت کے لئے اَسلاف کے طریقِ حیات کی پیروی کروں گا۔

میں نے جب سے یہ ذمہ داری سنبھالی ہے اپنے آپ میں عجیب تبدیلی رونما ہوتے پارہا ہوں۔ میں اپنی زندگی کو عشقِ رسول میں بسر کرنا سعادت سمجھتا ہوں۔ ۲

۱۔ ماہنامہ ضیاء حرم۔ خطیب الاسلام نمبر ص ۱۵۵۔ شمارہ اپریل مئی ۱۹۸۲ء۔ لاہور

۲۔ ماہنامہ ضیاء حرم۔ ص ۱۴۴۔ شمارہ اپریل مئی ۱۹۸۲ء

آپ کا اندازِ تبلیغ ناصحانہ تھا۔ محافلِ ذکر و فکر میں لوگوں کو شمولیت پر پابندی کا درس دیتے۔ آپ فنِ خطابت سے منسلک نہ ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد گرامی نے اپنی حیاتِ ظاہری میں ہی آپ کو منع فرما دیا تھا۔ حضرت خطیب الاسلام کے وہ جملے کچھ یوں ہیں..... فرمایا

بیٹا ساری عمر میں سیاسی و مذہبی تحریکات کی پیشوائی کی وجہ سے مصروف رہا اور مریدوں کو وقت نہ دے سکا۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے پاس رہو اور ہر مرید کی بات سنو اور ان پر توجہ دو۔ فنِ خطابت کی ضرورت نہیں بلکہ مریدوں کی دلجوئی مقصود ہے۔“

ایک مرتبہ شارحِ مکتوباتِ امام ربانی حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ نے خطیب الاسلام کانفرنس منعقدہ جامع مسجد نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں آپ کو دعوتِ خطاب دی اور اصرار فرمایا کہ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے حوالے سے کچھ کلمات ادا فرمائیں تو آپ کھڑے ہوئے اور بہ چشمِ نم فرمایا

میرے والد بزرگوار کا مقام اتنا بلند ہے کہ جب میں اُسے دیکھنے لگتا ہوں تو اپنی ٹوپی پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں کہ مبادا گر نہ پڑے۔ آپ مجھ سے یہ توقع نہ کریں کہ میں ان کا خلا پڑ کر سکوں گا اور ان کے مقام پر متمسکن ہو جاؤں گا۔ وہ پیر تھے، میں تو ان کا مرید ہوں۔

قوتِ بیان

گو کہ آپ نے میدانِ خطابت میں اپنے والد بزرگوار کے حکم پر قدم نہ رکھا مگر حضرت خطیب الاسلام کے اعجازِ نطق کا عکس آپ کی گفتگو میں نمایاں نظر آتا تھا۔ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ آپ کے متعلق فرماتے تھے کہ

کہ میرے طرزِ تکلم کی صلاحیت میرے تمام بیٹوں میں سے بڑے بیٹے سید خالد حسن کو پہنچی ہے۔

اکثر اوقات جب آپ دعا کرتے تو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل آپ کے ہاتھ اٹھے رہتے اور انتہائی فصیح و بلیغ اور پُر تاثیر دعا فرماتے کہ لوگ اشک بار ہو جاتے اور محفل پر ایک وجد کا سماں طاری ہو جاتا۔ برق رفتاری سے الفاظ کو انتہائی احسن طریقے سے ادا کرنا آپ کی دعاؤں کا خاصہ تھا۔

توکل

صوفی محمد امین (خادم حضرت خطیب الاسلام) بیان کرتے ہیں کہ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کا وصال ہوا تو گھر کے مالی حالات کچھ مخدوش تھے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کی حضور! اخراجات بہت زیادہ ہیں اگر آپ حکم دیں تو جو صاحب استطاعت مریدین ہیں ان سے مالی معاونت کے بارے میں کہا جائے..... یہ سن کر آپ جلال میں آگئے اور فرمایا

”غیر اللہ پر تکیہ میرا طریق نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ ہے اور وہی میرا حامی و ناصر ہے۔“

اتباع سنت کا جذبہ

حاجی ممتاز احمد (داروغہ والا لاہور) بیان فرماتے ہیں کہ ہم میاں بیوی دونوں آپ کی زیارت کے لئے گوجرانوالہ آپ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے تو آپ سادہ لباس میں ہاتھ میں کھرپہ لئے گھاس کاٹ رہے تھے۔ ہم نے جب آپ کو اس انداز میں دیکھا تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ہم نے عرض کی حضور ہم خادم حاضر ہیں آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا!

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پوری نہ کروں..... وہ کون سا کام ہے جو میرے آقائے اپنے ہاتھوں سے نہیں کیا؟۔

مختار احمد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بڑی منت سماجت کے بعد وہ کام اپنے ذمہ لیا۔ تو آپ نے ہمیں بطور تبرک اپنا سوٹ عطا فرمایا۔

فرمودات

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معمول کم گفتن پر عمل فرماتے۔ ہمیشہ پر مغز گفتگو فرماتے اور لایعنی گفتگو سے پرہیز فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے

..... مرشد اور مرید کا تعلق محبت الہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مرید وہ ہوتا ہے جو اپنے مرشد کی اطاعت کرتا رہے اور مرشد کے گفتار و کردار پر اعتراض نہ کرے بلکہ مرشد کے خلاف دل میں وہم بھی نہ آنے دے اور مرشد وہ ہے جو اپنے مرید کو راہ راست پر چلانے والا ہو۔

..... آپ اکثر فرماتے!

وہ پیر کیسا ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو؟۔

آپ اپنے مریدین کو تصور شیخ کرنے پر زور دیتے کیونکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت انعکاسی ہے۔ تصور شیخ کی برکت سے مرید اپنے شیخ کے کمالات بہت جلد جذب کر لیتا ہے۔

..... آپ فرمایا کرتے شیخ کی صورت اور کمالات کا تصور کرنے سے دل میں محبت مرشد پیدا ہوتی ہے۔ نسبت قوی ہوتی ہے اور قوت نسبت سے بے شمار برکات حاصل ہوتی ہیں۔ تصور شیخ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یکسوئی میسر ہو جاتی ہے اور خطرات دفع ہو جاتے ہیں کیونکہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے۔

کرامات

صوفی ناہید الرحمن نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ موضع بعدرونیا لاہور ضلع فیصل آباد میں حاجی نظام دین کے سالانہ عرس پاک کے موقع پر آپ تشریف لائے۔ لوگوں کا ہجوم تھا اور آپ ایک کمرے میں تشریف فرما تھے کہ ایک مائی جس کی عمر تقریباً ساٹھ برس تھی، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی ”حضور دعا فرمائیں میرا بیٹا ڈکیتی کی واردات میں جیل گیا ہوا ہے آج اس کی تاریخ پیشی ہے۔“ آپ یہ سن کر جلال میں آئے اور فرمانے لگے

”میں کہتا ہوں اللہ سے بھرپور سزا دے اتنی سزا دے کہ وہ یہ برا کام چھوڑ دے میں ڈاکوؤں کے لئے دعائیں کرنے نہیں آیا۔ چلی جاؤ یہاں سے نکل جاؤ۔“

عورت کمرے سے باہر چلی گئی اور خوفزدہ ہو گئی۔ پانچ منٹ کے بعد دوبارہ فرمانے لگے کہ اس مائی کو بلاؤ۔ مائی جب واپس آئی تو دیکھ کر فرمانے لگے کہ جاؤ آپ کا بیٹا بری ہو جائے گا لیکن آئندہ اس کی اصلاح کرنا۔ صبح جب واقعی بری ہو گیا تو سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

✽..... محمد فاضل نمبردار (چک ۲۱۴ گ ب تحصیل سمندری) بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست جس کے کان میں مسلسل درد رہتا تھا، بڑے بڑے سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے علاج کروانے کے باوجود افاقہ نہ ہو سکا۔ حضور سید خالد حسن شاہ قدس سرہ تشریف لائے تو اس شخص نے عرض کی..... ”حضور میرے کان میں شدید درد رہتا ہے۔“ آپ فرمانے لگے مجھے علم ہے کہ تین سال سے مسلسل آپ کے کان میں درد ہے لیکن اللہ کے فضل سے آج ختم ہو جائے گا۔ آپ کا یہ کہنا ہی تھا کہ اس کے کان کو مکمل آرام آ گیا۔ وہ شخص حیرت میں ڈوب گیا کہ آخر انہیں علم کیسے ہوا کہ میرے کان میں تین سال سے درد ہے۔

✽..... محمد جمال الدین موضع مصطفیٰ آباد شکر گڑھ سے حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے مرید خاص تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ہمارے گھر تشریف فرما تھے ہمارے ہمسائے سے چند نو جوان اپنی ایک بیمار عزیزہ کو چار پائی پر ڈال کر لے آئے اور آپ کی خدمت میں فریاد کرنے لگے کہ یہ ہماری عزیزہ فالج کی مریضہ ہے اور عرصہ آٹھ سال سے اسی چار پائی پر ساکت حالت میں پڑی ہے آپ دعا فرمائیں، خداوند اس کو صحت عطا فرمائے؟۔

آپ نے ایک گلاس میں پانی منگوایا اور اس عورت کے قریب جا کر اس پانی پر دم فرمانا شروع کیا۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس پانی کا رنگ تیز سرخ ہو گیا..... آپ نے وہ پانی اس عورت کو پینے کو دیا..... اس کے بعد آپ نے اپنے لئے چائے منگوائی اور مصلیٰ پر بیٹھ کر چائے پینا شروع کر دی۔ جب چائے کا ایک گھونٹ باقی رہ گیا تو وہ بھی آپ نے اس عورت کی طرف بڑھا دیا۔ اس عورت نے وہ چائے کا ایک گھونٹ پی لیا اس کے بعد آپ نے زمین پر دسترخوان بچھوایا اور کھانا منگوا کر تناول فرمانے لگے۔ اسی اثناء میں آپ نے نگاہ اٹھا کر چار پائی پر لیٹی اس بیمار عورت کی طرف دیکھا اور فرمانے لگے

بی بی کھانا چار پائی پر کھاؤ گی یا ہمارے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھاؤ گی۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ عورت جو عرصہ آٹھ سال سے کبھی چار پائی سے نہ اُتری تھی خود بخود چار پائی سے اُتری اور آپ کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگی۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر پورے علاقے میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

✽..... صوفی ناہید الرحمن نقشبندی بیان فرماتے ہیں کہ جب میرے والد محترم بابا عبدالمجید کا انتقال ہوا تو حضور قبلہ پیر صاحب ان دنوں لاہور میں تبلیغی دورے پر تھے۔ ہم نے اپنے پیر بھائیوں کو میت کے لئے تابوت لانے کو کہا۔ انہوں نے بڑی کوشش کی

لیکن کہیں سے بھی تابوت نہ مل سکا۔ آپ وفات کی خبر سنتے ہی تمام مریدین کے ہمراہ والد صاحب کا جنازہ پڑھانے کیلئے آ رہے تھے۔ صوفی محمد امین (خادم) بیان کرتے ہیں کہ فیصل آباد جیسے بڑے شہر میں بھی تابوت نہ ملا تو ایک جگہ پر آپ نے گاڑی روکنے کا حکم دیا اور فرمانے لگے یہاں سے تابوت کے بارے میں پوچھو۔ پوچھنے پر دکاندار نے جواب دیا کہ ایک تابوت بنا ہوا ہے وہ نہ جانے کس کا ہے اسے آپ لے جائیں..... لہذا وہ تابوت خرید لیا گیا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سارے مرید حیرت میں ڈوب گئے کہ نہ تو سائز کا فرق ہے..... نہ تنگ ہے..... آخر مکمل تابوت کیسے مل گیا؟

✽..... صوفی ناہید الرحمن بیان کرتے ہیں کہ موضع دلم شریف تحصیل گوجرہ میں مولانا صوفی غلام حیدر کے ہاں محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منایا جا رہا تھا وہاں آپ اسٹیج پر تشریف فرما تھے۔ محفل میں ایک آدمی پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ آدمی وجد میں اتنا مستغرق ہوا کہ وہ تڑپ تڑپ کر اچھلتا اور کبھی نیچے آتا۔ اس پر صوفی غلام حیدر فرمانے لگے کہ انہیں قریب والے ساتھی پکڑ لیں ورنہ یہ مر جائے گا۔ آپ یہ بات سن کر مسکرائے اور دوبارہ اس آدمی کی طرف بھرپور نگاہ سے دیکھا تو وہ حالت وجد سے حالت صحو میں آ گیا۔

✽ حاجی مختار احمد (آف داروغہ والا، لاہور) بیان کرتے ہیں کہ میرے نوجوان بیٹے کا ہاتھ خراب ہو گیا جس سے ہر وقت پیپ نکلتی رہتی اور اس کے سینے کی ہڈی بھی بڑھنا شروع ہو گئی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے سارا معاملہ عرض کیا۔ تو آپ نے میرے بیٹے کی سینے کی ہڈی پر اپنا لعاب دہن لگایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ شفا ہوگی اور فرمایا کہ ہاتھ کا علاج ڈاکٹر سے جاری رکھیں۔ بیان کرتے ہیں کہ چند ہی دنوں میں میرا بیٹا جو اتنی شدید تکلیف میں مبتلا تھا، آپ کی دعاؤں سے شفا یاب ہو گیا۔

✽ حاجی مختار احمد ایسا ہی ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری نو جوان بیٹی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ جب اس کے دونوں پیروں سے رطوبت بہتی رہتی تو آپ کو عرض کی تو آپ نے بیٹی کے پیروں پر لعاب دہن لگایا تو کچھ ہی دنوں میں بیٹی صحت یاب ہو گئی پھر اس کے بعد کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوئی۔

✽ زریںہ بی بی (آف داروغہ والا لاہور) بیان کرتی ہیں کہ میرے پیر و مرشد حضرت بابا عبدالمجید کا جب وصال ہوا تو میں اکثر روتی رہتی اور ہر وقت غمگین رہتی اور آپ کو اکثر یاد کرتی رہتی۔ ایک رات میں سو رہی تھی کہ آپ میرے خواب میں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ ”تم ہر وقت روتی رہتی ہو چلو میں تمہیں آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے چلتا ہوں۔“

زریںہ بی بی بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حضرت خواجہ سید چمن شاہ آلو مہاروی، حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ اور حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ بھی تشریف فرما ہیں۔

✽ صوفی ناہید الرحمن بیان کرتے ہیں کہ آپ موضع بھکرو یوالی ضلع فیصل آباد میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جمعۃ المبارک کی نماز سے فارغ ہوئے تو سب گاؤں والوں نے مل کر عرض کی کہ حضور سخت گرمی ہے اور اس سال بارشیں بہت کم ہوئی ہیں اور ہماری فصلوں کا بھی نقصان ہو رہا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ رحمت کی بارش کرے۔ آپ مسکرائے اور فرمانے لگے

آپ کا خیال ہے کہ میں گھر تک نہ پہنچ پاؤں۔ مجھے تو گاؤں سے نکل جانے دو ابھی آپ گاؤں سے باہر تشریف لے کر ہی گئے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور گاؤں والوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

✽ محمد فاضل نمبردار (چک نمبر ۲۱۴ گ ب تحصیل سمندری) بیان کرتے ہیں کہ آپ

کے اخلاق اور شفقت کا یہ عالم تھا کہ سب انسانوں کو برابر کا درجہ دیتے تھے۔ محمد فاضل نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ چک ۲۱۱ گ ب تشریف فرما تھے کہ خلیفہ اکبر صاحب نے طعام کا بندوبست کیا۔ آپ جس کمرے میں تشریف فرما تھے وہاں کچھ اور احباب بھی بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ خلیفہ اکبر صاحب نے کہا کہ باقی دوست کمرے سے باہر چلے جائیں۔ اس پر دیگر دوستوں کے ساتھ آپ بھی باہر تشریف لے گئے۔ خلیفہ اکبر صاحب نے یہ منظر دیکھ کر عرض کی کہ حضور ہم نے آپ کو نہیں بلکہ دیگر لوگوں کو کہا تھا..... جواب میں آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ بھی تو میرے ہی ہیں اور میرے ساتھ ہیں لہذا ان لوگوں کو بھی بلاؤ۔ یہ آپ کے اخلاق کی اعلیٰ مثال ہے۔

✽..... صوفی ناہید الرحمن نقشبندی (موضع چک نمبر ۵۱۸ گ ب تحصیل گوجرہ) بیان فرماتے ہیں کہ آپ جب پہلی مرتبہ میرے ہاں تشریف لائے تو میرے مکان ابھی کچے تھے میں نے عرض کی کہ حضور میری رہائش گاہ آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نانا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کیلئے ایسی ایسی جگہ پر بھی شب و روز گزارے ہیں جہاں ساری ساری رات میرے اوپر مٹی گرتی رہتی تھی۔ میں مکانوں کو نہیں بلکہ لوگوں کی عقیدت و قلبی ذوق کو مد نظر رکھتا ہوں۔ دین کی تبلیغ کے لئے خواہ مجھے کیسی ہی جگہ نصیب کیوں نہ ہو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ آپ کی نظروں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا سایا ہوا تھا کہ دنیا داری کو کبھی بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

معمولات

آپ اپنے معمولات شریعت و طریقت باقاعدگی سے ادا فرماتے نماز فجر کے بعد ذکر نفی اثبات، دلائل الخیرات، حزب البحر، ذکر اسم ذات اور مراقبہ فرماتے۔

محافل ذکر میں ذکر خفی کثرت سے کرواتے اور اپنی بھرپور توجہ لوگوں کے دلوں پر ڈالتے۔ ذکر خفی کے دوران اکثر اوقات حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ کا کلام ”الف اللہ چنے دی بوٹی“ بڑے ذوق و شوق سے سنتے۔ دوران ذکر اسم ذات کی ایسی ضرب لگاتے کہ لوگوں پر وجد طاری ہو جاتا اور آہوں اور سسکیوں کا عالم ہو جاتا۔

وصال پر ملال

سات سال کا مختصر عرصہ، مسند دعوت و ارشاد پر فائز رہ کر اور اپنے بزرگوں کے فیض روحانیت سے لوگوں کو فیض یاب کرنے کے بعد بالآخر آپ ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو بوقت عصر اس دنیائے فانی سے عازم سفر آخرت ہو گئے۔ اِنَا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

آپ کی نماز جنازہ اگلے دن صبح پہلے سینٹ جوزف ہائی سکول سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ میں ادا کی گئی۔ آپ کے جسد خاکی کو آلو مہار شریف لے جایا گیا، وہاں بھی نماز جنازہ ادا ہوئی۔ آپ کی قبر انور اپنے والد گرامی حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے مزار کے مغربی طرف ہے۔

اولاد و امجاد

آپ کے اکلوتے شہزادے صاحبزادہ حضرت سید مرتضیٰ امین شاہ مدظلہ ہیں ان کا تذکرہ آئندہ صفحات پر آ رہا ہے جبکہ دو صاحبزادیاں بھی بقید حیات ہیں۔

خلفاء

آپ کے خلفاء میں حکیم مختار احمد مجددی (لاہور) اور ماسٹر محمد عبدالغفور مجددی

شامل ہیں

پروردہ آغوش ولایت، پیر طریقت
حضرت صاحبزادہ سید مرتضیٰ امین شاہ مدظلہ العالی



ولادت

آپ ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے کیونکہ آپ کا ننھیال جڑانوالہ ہے، بچپن کا کچھ عرصہ بھی وہیں گزارا۔

پروردہ آغوش ولایت

آپ کی زندگی کے ابتدائی نو سال اپنے عظیم المرتبت دادا حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کی آغوش ولایت میں گزرے۔ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ آپ سے انتہائی محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت خطیب الاسلام نے آپ کو اپنی آغوش میں لیا اور آپ کی دو بہنوں کو دائیں بائیں بٹھایا اور اپنے بیٹے حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ کو فرمایا

یہ میرے ہیں ان کو کسی دوسرے کے پاس نہ لے کر جانا۔

حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے اس فرمان سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ وہ

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن پاک کنز الایمان کو اس کی فنی و اعتقادی خوبیوں کے پیش نظر پسند فرماتے ہیں۔

آپ صاحب تصنیف ہیں اور آپ کی دو کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔
۱۔ علی مع الحق (مطبوعہ ۲۰۰۰ء)

یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل پر مشتمل ہے۔

۲۔ شعائر الحق (مطبوعہ ۲۰۰۲ء)

اس کتاب میں آپ نے حضرت منصور حلاج کے فلسفہ ”انا الحق“ کو بیان فرمایا

ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو بڑے ذوق سے پڑھتے ہیں اور اپنے عظیم المرتبت دادا حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کی طرح روحانی علوم میں آپ کی تسلی مکتوباتِ امام ربانی کے مطالعہ سے ہی ہوتی ہے۔

آغازِ خطابت

آپ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کے پوتے ہیں جن کی خطابت ضرب المثل تھی وہی فیضِ خطابت آپ کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے ۲۰۰۲ء میں باقاعدہ خطابت کے میدان میں قدم رکھایوں اپنے حسنِ تکلم سے مریدین و متوسلین اور عوام کو دعوتِ قرآن سنت دے رہے ہیں۔

میدانِ سیاست میں

۲۰۰۲ء میں منعقدہ انتخابات میں آلو مہار شریف سے قومی اسمبلی کا انتخاب پاکستان مسلم لیگ (ن) کے پلیٹ فارم سے لڑا اور کامیابی حاصل کی۔ ماشاء اللہ آج کل ایک سجادہ نشین اور سیاسی رہنما کی حیثیت سے عوام الناس کے روحانی و سیاسی

مسائل کو تندی سے حل کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کے علم، عمل اور اخلاص میں مزید اضافہ فرمائے۔

آمین

ازدواجی زندگی

آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز 2008ء میں ہوا۔ جب آپ کی شادی خانہ آبادی 27 اپریل کو اپنے چچا مجاہد ملت صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ مدظلہ کے ہاں قرار پائی۔ آپ کا نکاح حسب خواہش جانشین ابوالبلیان صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی مدظلہ نے پڑھایا۔ یاد رہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت صاحبزادہ سید خالد حسن شاہ قدس سرہ کا نکاح سراج العارفین ابوالبلیان علامہ پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ نے پڑھایا تھا۔

خلفاء

آپ اپنے آباء و اجداد کے روحانی مشن کو بڑی تندی و محنت سے آگے بڑھا رہے ہیں۔ فیوضات تقسیم فرما رہے ہیں محافل ذکر و فکر کا خصوصی التزام فرماتے ہیں جن احباب کو دستارِ خلافت سے نواز چکے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- صوفی محمد بشیر نقشبندی (مان پور شکر گڑھ)
- صوفی محمد ظہیر نقشبندی (بلال پور ضلع گوجرانوالہ)
- صوفی محمدناہید الرحمن نقشبندی (چب نمبر ۵۱۸ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)
- صوفی محمد رشید نقشبندی (دلہم شریف گوجرہ تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد)
- ماسٹر محمد منیر نقشبندی (ڈسری شکر گڑھ)

- حافظ محمد یاسین نقشبندی (فتوال شکر گڑھ)
- محمد جمیل نقشبندی (فتوال شکر گڑھ)
- صوفی محمد بشیر نقشبندی (ملٹری شکر گڑھ)
- مولوی محمد غوث نقشبندی (سہاری شکر گڑھ)
- ڈاکٹر محمد مسعود نقشبندی (اجلیانوال ضلع حافظ آباد)
- شیخ محمد حنیف نقشبندی (دیر کے بانٹھ ضلع حافظ آباد)
- ڈاکٹر محمد اسلم نقشبندی (چک نمبر ۷۳ ہارون آباد)
- صوفی محمد خورشید نقشبندی (چک نمبر ۱۱ فقیر والی ضلع ہارون آباد)
- ذوالفقار علی نقشبندی مجددی (سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ)
- محمد زبیر نقشبندی (گلکھڑ گوجرانوالہ)
- ماسٹر محمد عبدالحمید نقشبندی (بنی سلہریاں تحصیل پسرور)
- صوفی محمد راحت علی نقشبندی (چک نمبر ۳ ضلع اوکاڑہ)
- حاجی محمد نواز بھٹہ نقشبندی (ملتان)
- صوفی محمد اختر نقشبندی (سیالکوٹ)
- محمد آصف نقشبندی (وزیر آباد)

